مستنصر حسین تارڑ

کے ٹو کہانی

سفرنامہ



915.49122 Mustansar Hussain Tarar
Key Too Kahani. — Lahore:
Sang-e-Meel Publications, 1997.
432p.
1. Safar nama. I. Title.

1998
نیاز احمد نے
سنگِ میل پبلی کیشنز
سے شائع کی۔

قیمت تین سو روپے

ISBN - 969 - 35 - 0523 - 9

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
Sang-e-Meel Publications
25-Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. BOX 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax:7245101
http://www.sang-e-meel.com email: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan.
Phone : 7667970

کمبائن پرنٹرز، لاہور

کے ٹو کہانی

"پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا"

پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا----

اور میں نے دیکھا کہ ایک آئینہ ہے جس میں میرا چہرہ مجھے دیکھتا ہے---- مجھے دیکھتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تو کون ہے---- میں تجھے پہچانتا نہیں' تو کس دنیا کا باسی ہے---- کدھر سے آیا ہے اور آنکھوں میں یہ سرخی کیوں ہے اور تیری بے ترتیب داڑھی کی سفیدی ہے اور برفوں ایسی ہے تو یہ کہاں سے آئی ہے---- اور تو مجھے نہیں دیکھتا' تیری آنکھیں کہیں اور دیکھتی ہیں---- کسی نے کہا تھا کہ ایک آوارہ گرد شہر کی بھیڑ میں چلتا ہوا' چاہے وہ تھری پیس سوٹ میں چلے' پہچانا جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے پہچانا جاتا ہے جن میں ان جنگلوں کی وحشت باقی رہ جاتی ہے جہاں اس کے آباؤاجداد بستے تھے اور پھر وہ تہذیب یافتہ ہوئے اور بستیوں میں جا بسے---- لیکن کوئی ایک ہوتا ہے جس کی آنکھوں میں ان جنگلوں کی وحشت باقی رہ جاتی ہے اور اسی لئے ایک آوارہ گرد پہچانا جاتا ہے چاہے وہ شہر کی بھیڑ میں تھری پیس سوٹ میں ملبوس چلے---- اور اس آئینے میں' اس تصویر میں میں دیکھتا ہوں کہ میری آنکھوں میں بھی وہی وحشت ہے---- اور یہ تصویر تب اتری تھی جب میں شاہ گوری کو مل کر بستی میں واپس آیا تھا---- تھکا ماندہ' موسموں کا مارا ہوا بستی میں واپس آیا تھا۔

ہاں میں شہر میں آچکا ہوں اور اب میری آنکھیں اس وحشت سے خالی ہو چکی ہیں۔

اور جب میں نے پچھلی شب شاہ گوری کو خواب میں دیکھا تو وہ تنہا نہ تھی

---- اس کے آس پاس چوغولیزا ---- بھی تھی ---- ہاں مونا لیزا کی مسکراہٹ سے کہیں زیادہ حسن والی چوغولیزا ---- اور براڈ پیک - مترے پیک - گشا برم اور مشابرم بھی وہاں تھیں۔ اور میرے کانوں میں دریائے برالڈو کا شور نیچے گہرائی سے اوپر آتا تھا اور میرے تھکے پاؤں میں خوف بھرتا تھا۔

اور مشابرم کی مڑی ہوئی چونچ نما چوٹی پر تازہ برف کا دھندلا سفوف اڑتا تھا جیسے اس پر مسلسل دیوتاؤں کے رتھ اتر رہے ہوں اور اس کے دامن میں برفانی صورتوں' شکلوں اور مجسموں کی ایک فینٹسی تھی اور میں اس میں سے ایک بےیقین حیرت کے ساتھ گزرتا تھا ---- عجیب شکلیں تھیں' برف کے سفید ڈھیر جو مجسموں میں بدل چکے تھے ---- ہنری مور کا سوچ میں گم انسان۔ ایک دس میٹر اونچا ہاتھ جو آسمانوں کی جانب اشارہ کرتا تھا ---- ایک اداس ریچھ ---- سر جھکائے چادروں میں لپٹی عورتیں اور یہ سب کچھ برف کا اور سفید ---- اور ناقابل یقین۔

اور پچھلی شب میں نے اسکولے کو بھی خواب میں دیکھا ----

اسکولے جو شمال کا سب سے آخری گاؤں ہے ---- اس سے پرے کوئی انسانی آبادی نہیں ہے ---- اور اس کے آخری کھیت کے بعد ایک اور جہان شروع ہو جاتا ہے اور اس جہان کے اندر صرف وہ جاتے ہیں جن کے دماغوں میں فتور ہوتا ہے اور آنکھوں میں وحشت ہوتی ہے ---- اور میں نے اسکولے کے گرد پھیلے ہوئے ان کھیتوں کو بھی دیکھا جن میں بک وہیٹ کے گلابی پھولوں کی فصل در فصل دور تک چلی جاتی ہے اور اگر رکتی ہے تو وہاں پر رکتی ہے جہاں برالڈو کی کھائی نیچے گرتی چلی جاتی ہے ---- اور یہیں کہیں تھنگل کے مقام پر ایک ایسے ہی کھیت کے گلابی تختے کے ساتھ ہریاول میں میرا نیلا اور زرد خیمہ اپنی لمبی اڑان کے لئے تیار پرندے کی طرح انتظار میں تھا۔

اور کیا وہ بھی خواب میں تھا کہ حشوپی کے سیبوں کے باغوں سے آگے واسو روڈ پر دریا کے چوڑے پاٹ کے ساتھ ایک شکستی اور تھرتھراتی جلد والے پر تمکنت گھوڑے پر سوار وہ ہماری جیپوں کی طرف آ رہا تھا اور میں نے ڈرائیور کو رکنے کے لئے کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں محمد علی ڈاکیہ ہوں صاحب ----" گھڑ سوار نے اپنے جانور کو تھپکتے ہوئے کہا تھا ---- "ادھر دریا کے کنارے گلیشئر کے دہانے پر آباد بستی ہے وہاں ڈاک دینے کو جا رہا ہوں ---- آخری دو کلو میٹر گھوڑے کو ایک چٹان کے ساتھ باندھ کر پیدل جاؤں گا ----"

"میرے نام کا کوئی خط ہے؟"

"آپ کا نام کیا ہے صاحب ----"

میں نے نام بتایا تو اس نے ڈاک کے تھیلے کا ایک ایک خط آگے پیچھے کر کے دیکھا اور پھر سرہلا کر بولا "نہیں صاحب آپ کے نام کا کوئی خط نہیں ----"

ہاں' وہاں میرے نام کا کوئی خط ہو بھی کیسے سکتا تھا ---- یہ صرف اس کی سادگی تھی جو لفافوں اور کارڈوں پر میرا نام تلاش کرتی تھی۔

لیکن ---- اگر وہ ایک خط اٹھا کر کہتا کہ صاحب آپ کے نام ایک خط ہے ---- تو کیا ہوتا؟

وہ خط کس کا ہوتا ---- کیا یہ تصور کر لینا صریحاً حماقت ہے کہ وہاں وادیٔ شگر سے پرے اسکولے جاتے ہوئے ایک گھڑ سوار ڈاکئے کے تھیلے میں میرے نام کا بھی ایک خط ہو سکتا ہے ---- اگر یہ حماقت ہے تو بھی یہ تصور کر لینا آپ کو کن کن حیرت زدہ راستوں پر لے جائے گا ---- تو وہ خط کس کا ہو سکتا ہے ---- وہ کون ہے جو جانتا ہے کہ میں مستنصر حسین تارڑ وادیٔ شگر سے پرے حشوپی کے سیبوں کے باغوں سے اوپر دریا کنارے گلیشئر کے دہانے پر آباد کسی بستی میں نہیں رہتا اور اس کے باوجود وہ مجھے اس پتے پر خط لکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے ---- یا جانتی ہے کہ میں ایک خاص دن ایک خاص وقت میں وہاں سے گزروں گا اور ڈاکئے سے پوچھوں گا کہ کیا میرے نام کا کوئی خط ہے ---- ویسے آپ مجھ سے پوچھیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہاں یہ ممکن ہے ---- کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پہلی بار کسی ان دیکھی وادی میں جا نکلتے ہیں تو وہاں سامنے سے جو ڈاکیہ آ رہا ہوتا ہے اس کے پاس ان کے نام ایک خط ہوتا ہے ---- ہاں یہ ممکن ہے ---- مجھے آج ---- یہ سطریں لکھتے

ہوئے بھی یقین ہے کہ دریاء برالڈو کے کنارے اس گھڑسوار ڈاکئے نے لفافوں اور کارڈوں کو اچھی طرح نہیں دیکھا تھا ورنہ اسے میرے نام کا ایک خط مل جاتا ---- شائد میں اس خط کی تلاش میں ہی گھر سے نکلتا ہوں ---- اور جس روز مجھے وہ خط مل گیا میری آوارہ گردی کا اختتام ہو جائے گا کیونکہ اس خط پر اجل کی کوئی نامہ بری ہو گی ----

اور پچھلی شب دریائے برالڈو کا شور مجھ سے باتیں کرتا تھا ---- وہ کہیں ایک پرہیبت گہرائی میں چنگھاڑتا تھا اور میں بلندی پر گرد آلود پگڈنڈی پر بار بار اپنے آپ کو سنبھالتا تھا کہ میں ابھی برالڈو میں دفن نہیں ہونا چاہتا تھا ---- اور ہاں پچھلی شب پھر میرے بدن کو اس سرد موت کی قربت سرد ہوا نے چھوا جو بالتورو گلیشیئر کی ایک گہری دراڑ میں سے بے آواز باہر آ رہی تھی ---- نیچے کئی سو میٹر اندر جہاں صرف برف تھی اور لاکھوں برسوں سے تھی وہاں کوئی دریا تھا جو تاریکی میں بہتا تھا اور وہاں سے وہ ہوا اوپر آتی تھی اور میں اس دراڑ کو پھلانگتے ہوئے اس کی موت سردی سے کپکپاتا تھا۔

اور وہاں "جھولا" کو عبور کرنے کے بعد جو خشک میدان ہے اسے پار کرتے ہوئے ایک خاتون ٹریکر نے مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ ---- اور میں نے اسے بانچتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اگر تم اسکولے سے آگے جو جہان ہے وہاں جاؤ تو وہاں جو خشک میدان ہے اس کے درمیان جو راستہ ہے اس پر ایک خوبصورت خاتون تمہیں ملے گی ---- میں تو صرف تمہیں ملنے کے لئے یہاں آیا ہوں ---- تمہاری تصویر کھینچوں گا اور چلا جاؤں گا ---- میں نے اس کی تصویر کھینچی اور آگے بڑھ گیا ---- اور جب میں میدان کے خاتمے پر پہنچا اور میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ وہیں کھڑی تھی ایک ناقابل یقین حالت میں ---- یا شائد اس نے میری بات کا یقین کر لیا تھا اور اسے آج تک کسی نے خوبصورت نہیں کہا تھا ---- بس اسی لئے وہ میری بات پر یقین کرنا چاہتی تھی ---- اور کیا اس خواب میں بالتورو کی سیاہ برفوں پر رکی ہوئی دھند کے خوف کے سائے میں پائیو کی ڈھلوان خیمہ بستی میں درختوں تلے' پائیو پیک کی سفیدی میں سے گرتے چشمے کے کنارے

رات کو' مشعل کی روشنی میں ناچتی ہوئی ہسپانوی کوہ پیما لڑکی کی جنسی ناآسودگی کی مسکراہٹ شامل تھی؟

اور کیا یہ بھی پچھلی شب ہی تھی جب میں نے بالتورو پر ایسی چھوٹی چھوٹی منجمد جھیلیں دیکھی تھیں جن کے پانیوں میں لہریں تک جم چکی تھیں ---- اور میں چاہتا تو ان پر چل سکتا تھا ----

اور وہ "گورے" میں اترتی ہوئی برفیلی شام کا اندھیرا تھا جب اس نے دستانہ اتار کر اپنا ہاتھ آگے کر دیا "شائد ہم کبھی دوبارہ ملیں ——" اور اس کا ہاتھ گرم تھا اور جب وہ چلنے لگی تو میں نے کہا' رکو ---- کیا تم جانتی ہو کہ تم ابھی ابھی ایک ایسے یکتا تجربے میں سے گذری ہو جو دوبارہ کبھی نہ ہو گا ---- یہاں ہمارے آس پاس اس وقت کوئی نہیں سوائے اس برفیلی شام میں جمی ہوئی لینڈ سکیپ کے ---- اور یہاں کون ہے جو ہمیں دیکھتا ہے ---- سوائے مشابرم کے' گشابرم کے ---- مستاگ ٹاور کے ---- دنیا کی بلند ترین چوٹیوں کے سائے میں ایک مکمل طور پر ویران گلیشیئر پر ایسی سرد شام میں کبھی کوئی تم سے ہاتھ نہیں ملائے گا ---- یہ یاد رکھنا ---- اور کچھ عرصہ بعد اسلام آباد ایئرپورٹ پر ایک بدن کو بخار دینے والی خوبصورت انگریز خاتون میرے پاس آتی ہے —— کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ -----

"نہیں ——"

"میں وہ ہوں جس سے تم نے بالتورو گلیشیئر پر ایک سرد شام میں ہاتھ ملایا تھا ——"

میں نے اسے دیکھا ---- نہیں' تم وہ نہیں ہو ---- وہ وہیں ہے شاہ گوری کے آس پاس اور وہ منجمد ہو چکی ہے کہیں میرے اندر ---- اور میں بھی وہ نہیں -- میری آنکھوں میں تو وحشت تھی ----

پچھلی شب میں نے ----

اور کیا ایک خواب اتنا طویل ہو سکتا ہے ----

اور یہ خواب اور کس کس نے دیکھا ہو گا ----

پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا۔

"اور یہ خواب کس کس نے دیکھا"

مون سون کے مہینوں کا حبس لاہور سیشن کورٹس کے چھپروں تلے دم روکے ہوئے تھا اور ایک لرزتے ہوئے لکڑی کے بوسیدہ بنچ پر شاہد عزیز ایڈووکیٹ عینک اتار کر پسینہ پونچھتا تھا اور احتیاط کرتا تھا کہ اس کے کم ہوتے ہوئے بالوں کی سیٹنگ خراب نہ ہو جائے ---- اس نے اپنی ٹائی ڈھیلی کر کے ایک سانس لیا' اس کے سیاہ کوٹ نے اسے دم پخت کر رکھا تھا لیکن وہ اسے کیسے اتار سکتا تھا ---- ایک وکیل کی شان ہی یہی ہے کہ وہ جون جولائی کے مہینوں میں ایک سیاہ کوٹ میں پیک ہو اور پاکستان پینل کوڈ کی گردان کرتا ہوا یور آنر کے کمرے میں داخل ہو کر کورنش بجا لائے ----

ابھی سوا سات بجے تھے۔ عدالتوں کے کھلنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔
شاہد کی دائیں جیب میں ان مقدموں کی فہرست تھی جو اس نے آج بھگتانے تھے ---- اور وہ حساب لگا رہا تھا کہ کون سا کیس کتنے بجے سنا جائے گا اور فلاں جج آج کیسے موڈ میں ہو گا۔ کیا یور آنر نے رات کو چکڑ چھولے تو نہیں کھائے تھے اور اگر کھائے تھے تو آج صبح ان کا پیٹ خراب ہو گا اور وہ بار بار "ایکسکیوز می" کہہ کر اپنی مؤقر نشست سے اٹھ کر جائیں گے ---- اور فلاں یور آنر کو اگر ایک فقرے میں کم از کم تین بار "یور آنر" کہہ کر مخاطب نہ کیا جائے تو وہ خفا ہو جاتے ہیں ---- ایک اور یور آنر کو اس کی شکل پسند نہیں تھی ---- اور وہ اسے دیکھتے ہی ایک طویل جمائی لیتے تھے ---- شاہد عزیز حساب لگا رہا تھا اور ساڑھے سات بج گئے۔
سیشن کورٹس کے احاطے میں ایستادہ بے شمار چھپروں پر کسی افریقی بستی گمان ہوتا تھا ---- اور ان چھپروں تلے کالے کوٹ تھے۔ ٹائپ رائٹر تھے۔ ٹوٹے ہوئے بنچ اور ٹاؤٹ اور منشی تھے ---- اور حبس تھا ----
"آپ آرگومنٹ شروع کریں ----" جج صاحب نے اشارہ کیا ----
شاہد نے ایک مرتبہ پھر عینک اتار کر پسینہ پونچھا اور ماتھے سے شروع کر کے گردن کے پچھلے حصے تک پونچھا' بالوں کو نزاکت سے چھوا اور ایک طویل سانس لے کر آرگومنٹس کا آغاز کر دیا ----

عدالت کا پنکھا ہمیشہ سلوموشن میں کیوں چلتا ہے --- مہاتما بدھ کے تین وہیل آف لاء تو پتھر کے ہوتے ہیں وہ حرکت میں آ ہی نہیں سکتے ---- لیکن عدالت کا پنکھا ہمیشہ سلوموشن میں چلتا ہے تو کیوں چلتا ہے۔
"---- یور آنر سائل کا جو موقف ہے وہ حق پر مبنی ہے۔ اگر اس مقدمے میں ریلیف نہ دیا گیا تو انصاف پر سے اس کا اعتماد اٹھ جائے گا لہٰذا انصاف کا بول بالا کرنے کے لئے ---- اور عدالتوں پر عوام اور میرے سائل کا اعتماد بحال رکھنے کے لئے میرے سائل کی استدعا پر ہمدردانہ غور کیا جانا ضروری ہے تا کہ اسے انصاف میسر ہو ----"

یور آنر' سائل کا جو موقف ہے وہ حق پر مبنی ہے ---- یہ فقرہ وہ کتنی بار یور آنروں کے سامنے دہرا چکا تھا ---- ہزاروں بار ---- انصاف میں بھی کتنی یکسانیت تھی ---- اور وہ اس یکسانیت کو توڑ کر کہنا چاہتا تھا کہ یور آنر سائل کا جو موقف ہے وہ حق پر مبنی ہے اور یہ وہ والا سائل نہیں جسے میرا منشی گھیر گھار کر لاتا ہے بلکہ یہ سائل آپ کے سامنے سیاہ کوٹ میں کھڑا ہے ---- یہ سائل انصاف اور زندگی کی یکسانیت سے تنگ آ چکا ہے ---- یہ سائل چاہتا ہے کہ اپنا خیمہ اور رک سیک نکالے اور ادھر شمال کی جانب چلا جائے جہاں برفیں پگھل رہی ہیں ---- دیوسائی میدان کے کٹورے پھول کھلنے کو ہیں اور بھورے ہمالیائی ریچھ اس میدان سے پرے ہو کر بلندیوں کی طرف جا رہے ہیں ---وادیٔ روپل میں اس لمحے کچھ ایسے پھول کھل چکے ہیں جن کے رنگ ابھی ابھی خالق نے بنائے ہیں اور جنہیں ابھی تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ----

ظاہر ہے اس نے یہ سب کچھ یور آنر سے نہیں کہا ---- اگر کہہ دیتا تو یور آنر کا ہارٹ فیل ہو جاتا لیکن اس سے قبل وہ اس کا مقدمہ خارج کرتے اور پھر اطمینان سے راہیٔ ملک عدم ہو جاتے ----

وہ ہر برس اپنے کولیگ اور دوست فرزند علی کے ساتھ مل کر انصاف کی یکسانیت سے فرار ہو جاتا اور عدالت کے سلوموشن پنکھے سے دور ہو کر سیاہ کوٹ کی بجائے سرخ ہائیکنگ جیکٹ پہن لیتا ---- لیکن ابھی عدالتیں بند ہونے میں ایک ماہ باقی تھا ----

ابھی ایک ماہ ---- یور آنر سائل کا جو موقف ہے وہ حق پر مبنی ہے۔ اور اس ایک ماہ کے بعد ---- اگست میں ---- اس مرتبہ کہاں جانا ہے؟ ---- ہاں یور آنر یہ تو سوچا ہی نہیں کہ اس مرتبہ کہاں جانا ہے ---- حالانکہ میرا موقف حق پر مبنی ہے۔

عامر نے اپنی طاقتور ٹیوٹا ہائیس کے سٹیرنگ پر اپنی انگلیوں کی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی ---- لیکن وہاں ہلکی سی لرزش تھی ---- یہ خفیف سی لرزش اسے موروثی طور پر ملی تھی ---- اس نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو سٹیرنگ سے الگ کر کے دیکھا ---- پانچوں انگلیاں چند لمحوں کے لئے ساکت رہیں اور پھر ایک خزاں رسیدہ پتے کی طرح کپکپانے لگیں ---- ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا ----

ہاں اس کی انگلیوں میں ---- دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ایک خفیف سی لرزش تھی لیکن اتنی نہیں کہ کوئی شخص متوجہ ہو جائے ---- تو آج یہ لرزش زیادہ کیوں ہے ----؟

ہاں یہی تو علامت تھی اس بیماری کی جو اسے لاحق تھی ---- موسم گرما کے انہی دنوں میں وہ اس لاعلاج بیماری کی زد میں آ جاتا تھا ---- اس کی انگلیوں کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ جان جاتا تھا کہ اب اسے کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا

لرزش کی طرح یہ بیماری موروثی نہیں تھی بلکہ اس کے خاندان بھر میں وہ واحد شخص تھا جو اس کا شکار ہو چکا تھا ---- اور یہ بیماری تھی آوارہ گردی کی ----

وہ ایک متمول کاروباری خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس طبقے میں فیکٹری، کاروبار اور روپے پیسے کے لین دین سے پرے کوئی اور دنیا نہ تھی اور عامر نے دریافت کر لیا تھا کہ اس سے پرے ایک دنیا ہے ---- اور وہ ہر برس رک سیک اور خیمہ اٹھا کر اس دنیا میں اتر جاتا تھا ---- جونہی وہ دن قریب آتے، جن دنوں میں برفیں پگھلتی ہیں اور ندیاں رواں ہوتی ہیں تو اس کی انگلیوں کی لرزش میں اضافہ ہو جاتا ----

اس نے ایکسلریٹر کو اپنے پاؤں کے نیچے سے کچلنے کے انداز میں ایسے دبایا جیسے اس ٹیوٹا ہائیس کی رفتار تیز تر ہوتی جائے گی اور اس کا رخ شمال کی طرف ہو گا، گلگت، سکردو، استور ---- کہیں بھی اور پھر وہ اپنا رک سیک نکال کر کاندھے پر لادے گا اور اس وادی میں اتر جائے گا جس میں ایک ایسی آبشار ہے جس کے آس پاس جنگلی پودے اگے ہوئے ہیں اور اس آبشار کے آگے ایک تالاب ہے ---- ایک ایسا تالاب جس میں آج تک کوئی انسان نہیں اترا ---- اور وہ تالاب صرف عامر کا منتظر ہے ---- لیکن اس کی ٹیوٹا ہائیس شمال کی طرف جانے کی بجائے اس کی فیکٹری کے صدر دروازے کے عین سامنے جا رکی۔

فیکٹری کے اندر چکن فیڈ کی بو تھی ---- خشک مچھلی۔ سوکھا ہوا خون اور ہڈیوں کا آمیزہ ---- جسے چوزے بے حد رغبت کے ساتھ کھاتے ہیں اور پھر بہت جلد موٹے ہو کر بہت جلد خود ہی کھائے جاتے ہیں۔

آج اسے چکن فیڈ کی بو ناگوار لگ رہی تھی۔

تو اس بیماری کا کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے جس کی ایک واضح علامت آج اس کی انگلیوں میں لرز رہی تھی ----

اس برس کہاں جانا ہے؟ ---- چکن فیڈ کی بو سے فرار ہو کر کہاں جانا ہے؟

عامر کا وجیہہ چہرہ سوچ میں گم تھا۔

راولپنڈی کی مال روڈ پر واقع سٹیٹ لائف کی عمارت کی تیسری منزل پر نعمان مرزا نے میز پر بکھری فائلوں اور پالیسی ہولڈرز کی حسابات سے سر اٹھایا اور

ایک باریک سگار سلگا کر ایک گہرا کش لیا۔ تمباکو کی نشہ آور مہک اس کے مختصر بدن کے اردگرد پھیل گئی۔ وہ بے حد اپ سیٹ تھا اور زندگی سے ایسے بیزار تھا جیسے کسی نوجوان کی پہلی دوست لڑکی اسے ملنے کا وعدہ کر کے وقت مقررہ پر نہیں پہنچتی اور اس بجھے بجھے انتظار میں اس کے بال بکھر جاتے ہیں اور کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں سوکھ جاتی ہیں ---- اور پھر بارش شروع ہو جاتی ہے اور اس کے پاس برساتی نہیں ہوتی ---- نعمان مرزا کی زندگی سے بیزاری بھی اسی قسم کی تھی ---- اسے ایک ہسپانوی پارٹی کی جانب سے مالو بتنگ چوٹی پر جانے والی مہم کا ممبر بننے کی آفر دی گئی تھی لیکن مینجر انٹرنل آڈٹ ڈیپارٹمنٹ سٹیٹ لائف جناب بٹ صاحب نے اسے چھٹی دینے سے انکار کر دیا تھا ---- وہ ہنا کام دیانت داری اور محنت سے کرتا تھا اور اس کے باوجود اس کی رخصت کی درخواست پر "ناٹ گرانٹڈ" کے منحوس الفاظ لکھ دیئے گئے تھے ---- اس نے ایک اور کش لگایا اور سوچا کہ ---- بس یہی سوچا کہ اگلے ماہ تو چھٹی مل جائے گی لیکن اگلے ماہ وہ کہاں جائے گا ---- مرزا نے کوہ پیمائی اور چٹانوں پر چڑھنے کے تکنیکی کورس کر رکھے تھے۔ پہاڑوں کے اندر جانے کے لئے اس کا سازوسامان مکمل تھا ---- اور اس کے اندر آوارہ گردوں کی بے چینی کروٹیں لیتی تھی ---- اس نے اپنے کوہ پیمائی کے بوٹوں کی جانب دیکھا جو وہ ہروقت پہنے رہتا تھا اور اس کے کولیگ اس پر ہنستے تھے ---- مرزا صاحب جنگ چھڑ گئی ہے؟ ---- لیکن وہ چپ رہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ ان جہانوں کی خبر نہیں رکھتے جو اس کی دسترس میں تھے ---- یہ اپنے کھونٹوں پر بندھے لوگ تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ مالک نے چند منظر صرف آوارہ گردوں کے لئے تخلیق کئے ہیں ---- کچھ دنیائیں صرف خانہ بدوشوں کے لئے بنائی ہیں ---- کچھ ہوائیں صرف ان جسموں کو چھونے کے لئے بنائی ہیں جن کے دماغ میں آوارگی کا فتور ہوتا ہے ---- روزانہ ایک ہی بستر سے اٹھنے والے نہیں جانتے کہ کسی اجنبی وادی میں شب بسری کے بعد جب آوارہ گرد اپنے خیمے سے باہر آتا ہے تو اس کے سامنے ایک ایسا منظر آتا ہے جو وہ زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھتا ہے ---- اور یہ وہی منظر ہوتا ہے جو مالک نے صرف اس کے لئے ---- صرف ایک لمحے

ـے لئے تخلیق کیا ہوتا ہے ---- اس نے سگار کی جلن اپنی انگلیوں کے قریب محسوس ـی اور چونک گیا ---- اسے ابھی اپنا آڈٹ مکمل کرنا تھا ---- لیکن اس برس وہ کہاں جائے گا؟ ---- پتہ نہیں شاہد بھائی جان کا کیا پروگرام ہے ----

مرزا کے سگار کی مہک اس کے مختصر بدن میں رچ رہی تھی ----

اور جب اس کائنات کا آغاز ہوا تو یہاں خاموشی تھی اور یہ خاموشی پانیوں ـر تیرتی تھی اور تب میرے رب نے کہا کہ روشن ہو جا اور ہر طرف روشنی ہو گئی ـہ جو کچھ ہوتا ہے میرے رب کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہر شے اس کے حکم کی منتظر ـوتی ہے اور ایک پتہ ---- پوری کائنات میں سے ایک پتہ نہیں ہلتا اس کی مرضی ـے بغیر ---- اسی کا حکم چلتا ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں اور کسی کی مجال ہے ـہ وہ شکائت کرے کہ ایسا کیوں ہوا اور ایسا کیوں نہیں ہوا ---- اور کون ہے جو ـایت کر سکتا ہے کہ تو نے یہ کیا کیا ---- اور ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا کہ ڈور اس ـے ہاتھ میں ہے' حکم اس کا چلتا ہے ---- اور جب رسول پیدا ہوتے ہیں تو ان کی ـانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ سانڈھنی سوار انہیں دیکھنے آتے ہیں اور عظیم الشان قصر ـے کنگرے گرتے ہیں اور آسمانوں پر روشنی پھیل جاتی ہے ---- لیکن جب وہ پیدا ـوا تو ایسی کوئی نشانی ظاہر نہ ہوئی حالانکہ وہ بھی معصوم تھا اور اس نے روز قیامت ـبیوں کے ہمراہ اٹھایا جانا تھا اور اس کے باوجود کوئی نشانی ظاہر نہ ہوئی سوائے ـوشی کے ---- اس کے پیدا ہونے پر ہر طرف خاموشی تھی ----

مبارک سلامت کا شور بلند نہ ہوا ----

ـو ودھائیاں لینے آئے تھے وہ چپکے سے لوٹ گئے۔

ـو کنگن ڈالنے آئے تھے انہوں نے سر جھکا لئے ----

اور جو منتظر تھا اپنے پہلے بچے کا' نرسیں اس کے پاس آ کر رکی نہیں بلکہ ـاموشی سے چلی گئیں۔

وہ ان سب کی طرف دیکھتا رہا کہ اسے خبر ملے ---- اس کے معصوم چہرے پر ـاس کے پہلے جائے کا انتظار تھا۔

اور جو اس کے دروازے پر شرنیہہ کی شاخیں سجانے آئے تھے انہوں نے سر جھکائے اور لاگ لئے بغیر جانے لگے تب اس نے سب کو روکا ---- مجھے مالک نے ایک بیٹا دیا ہے ---- میرا پہلوٹھی کا بیٹا ہے ---- مجھے ودھائیاں دو ---- اس کی ننھی منی کلائیوں میں کنگن ڈالو ---- شرنیہہ کی شاخیں میرے دروازے پر سجاو تاکہ لوگ جان جائیں کہ ڈاکٹر عمر کے ہاں ---- اس گھر کے اندر ایک خوبصورت بچہ ہمکتا ہے ---- رونا بند کر دو ---- یہ روز حشر اللہ کے رسولوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا کہ یہ معصوم ہے اور ہم سب اس کی طفیل بخشے جائیں گے ---- دیکھو تو سہی یہ ہو بہو مجھ جیسا ہے ---- گورا چٹا اور دیکھو ابھی سے مسکراتا ہے ---- بیٹا ہے ---- میرا بڑا بیٹا ہے ---- کیا ہوا جو یہ نارمل نہیں ہے ----

---

لاہور ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر چار کے میلے فرش پر ایک سرخ او نیلے رنگ کا رک سیک بمشکل اپنا توازن قائم رکھے ہوئے تھا۔ اس رک سیک ے اندر ایک سلیپنگ بیگ کے علاوہ دو ماہ کے زمینی سفر کے لئے ضروری اشیا تھیں۔ ان میں ایک ڈائری تھی۔ ایک کیمرہ تھا اور ایک برساتی تھی ---- لیکن اس مرتبہ یہ رک سیک میرا نہ تھا میرے بڑے بیٹے سلجوق کا تھا جو ان راستوں جانے کے لئے گھر سے نکلا تھا جن پر برسوں پیشتر اس کے والد نے قدموں کے نشا چھوڑے تھے ---- سلجوق پہلی بار اتنے طویل سفر پر جا رہا تھا اور میرے دل میں و خدشات تھے جو میرے والدین کے چہروں پر لکھے ہوتے تھے جب میں گھر سے ن تھا۔

اور اب میں نے جانا کہ جب جوان بیٹے ان جانے دیسوں کو جاتے ہیں تو کا کیا حال ہوتا ہے ---- جدائی کیا چیز ہوتی ہے اور اب میں نے جانا کہ بیٹے کو آ جتنا مرضی دیکھتے رہیں ---- اتنا نہیں دیکھ سکتے جتنا دیکھنا چاہتے ہیں۔

وہ اپنے سفری ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا اور ان سب میں سے دراز ق ---- قریب ہی سمیر اپنی کمر پر ہاتھ رکھے اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔

کوئٹہ ایکسپریس پلیٹ فارم کے اندر آئی تو گویا میرے بدن کو روندتی آئی اور کھڑی ہو گئی ---- اور جب اس نے پلیٹ فارم پر حرکت کی تو اس کے ساتھ میرے خدشات اور بیٹے کے لئے اوای نے حرکت کی ---- کوئٹہ ---- زاہدان ---- مشہد ---- تہران ---- انقرہ ---- استنبول ---- ازمیر اور پھر سلجوق ---- نام کا ایک شہر بھی ہے ---- تو سلجوق ---- "سلجوق" جا رہا تھا۔

"میں واپس آؤں گا تو پھر ہم دونوں کنکورڈیا کے ٹریک پر اکٹھے چلیں گے .. ٹھیک ہے ابو ----" اس نے مجھ سے گلے ملتے ہوئے کہا تھا ----

"ہاں ---- ہم دونوں ---- ایک باپ بیٹا مہم بنا کر کے ٹو کے بیس کیمپ تک جائیں گے ---- خدا حافظ ----"

گاڑی چلی گئی تو پیچھے رہ گئے سائیں سائیں کرتے کان ---- اور بھاں بھاں کرتا سٹیشن ---- اور میں اور سمیر۔

میں نے اپنے بدن دیکھا ---- اس میں زوال کے آثار تھے۔ اگر ایک عمارت ہو کوئی محبت ہو تو وہ بھی نصف صدی پرانی ہو جائے تو بوسیدہ ہو جاتی ہے اور یہ تو گوشت پوست کا جسم تھا ---- اس میں اب وہ جان نہ تھی۔ یہ اب کسی ...انی گرم سانس سے بیتاب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا ---- اس نے میری ...ے اعتدالیاں سہی تھیں ---- یہ نصف صدی پرانا تھا اور زوال پذیر تھا ---- ...انتوں کو ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی تھی کہ یہ سب رخصت ہونے والے ... میرے بال یتیم کے آنسوؤں کی طرح بے اختیار گرتے تھے ---- ٹیلیویژن ...ی سکرین پر میرا چہرہ پر بہار تھا' روشنیوں اور میک اپ کی وجہ سے۔ لیکن اندر ...ے یہ چنار کا خزاں رسیدہ پتہ تھا جو سرد ہواؤں کے سامنے لرزتا تھا ----

بس میرے لئے یہ آخری موقع تھا ----

اب ---- یا کبھی نہیں۔

یہ برس گزر گیا تو دیر ہو جائے گی۔

میں نے میمونہ سے تذکرہ کیا ---- دیکھ لیں ---- کیا اتنا دشوار سفر آپ کا ...ان سہار لے گا ---- کیا آپ ایسے گلیشیرز پر چل سکیں گے جن پر تجربہ کار کوہ پیما

بھی قدم رکھنے سے گھبراتے ہیں ---- اور پھر بلندی بہت ہے ---- وہاں اکثر حادثے ہوتے رہتے ہیں ---- میں نے آپ کو کبھی منع نہیں کیا لیکن ---- اس بار سوچ لیں۔

میں کیا سوچ لوں ---- اس سے پیشتر کہ میرے بدن کی عمارت اتنی بوسیدہ ہو جائے کہ اس کا پلستر اکھڑنے لگے اور اس کی اینٹیں کھسکنے لگیں اور بنیادوں میں لرزہ آ جائے میں دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو کے دامن میں پھیلے ہوئے برف زار کنکورڈیا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس ٹریک پر سفر کرنا چاہتا تھا جسے دنیا کا سب سے خوبصورت اور مشکل ٹریک کہا جاتا تھا ---- اور پھر یہ ٹریک میرے اپنے پاکستان میں ہو اور میں نہ جاؤں' یہ کیا بات ہوئی اور دنیا بھر کے سیاح اور ٹریکر پاکستان آئیں اور وہاں جائیں اور میں پاکستانی ہو کر بھی وہاں نہ جاؤں تو یہ کیا بات ہوئی ---- میں نے وہاں جانے کے بارے میں دیر سے سوچا ---- یہ برس گذر گیا تو پھر میں کبھی نہ جا سکوں گا ---- میں اپنے عمر رسیدہ والد کو دیکھتا تھا جن کی ٹانگیں جواب دے چکی تھیں اور وہ چل پھر نہیں سکتے تھے بلکہ خود کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے ---- اگر میں زندہ رہتا ہوں تو میرے ساتھ بھی یہی ہو گا ---- لیکن اس سے پیشتر ابھی تو میں چل سکتا ہوں ---- اور اگر میں چل سکتا ہوں تو میں کنکورڈیا جاؤں گا ---- کم از کم اس کی جانب سفر ضرور اختیار کروں گا ---- نہ پہنچ سکا تب بھی کہہ تو سکوں گا کہ میں نے کنکورڈیا کے لئے سفر اختیار کیا تھا ----

میرے والد نے بجھی بجھی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور ان آنکھوں میں پہچان کم ہو چکی تھی —— ضرور جانا ہے؟

ہاں ابا جی ضرور جانا ہے۔

والدہ نے فوراً کچھ پڑھنا شروع کر دیا ---- اللہ نگہبان ---- اللہ وارث میرے پتروا ---- مستنصر کی کرناں اے جا کے؟

امی جی ---- بس میں جاناں ایں ——

امی پڑھتی چلی گئیں ---- پتہ نہیں کیا کیا ---- اور میرے بدن پر پھونکیں مارتی رہیں ---- لیکن ---- سلجوق نوں نال لے کے نہ جائیں ---- دونویں پیو پتر نہ جاؤ ----

امی درست کہتی تھیں ---- میں نے سلجوق کو ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اکبر کے لاڈلے بیٹے شیخو کے نام پر آباد شیخوپورہ کے اختتام پر ماڈل سکول کی پرشکوہ اور ستھری عمارت کے درمیان میں واقع وسیع لان میں ایستادہ ایک شامیانے کے نیچے مہمان خصوصی کی نشست پر براجمان جو مہمان تھا وہ میں تھا اور میرے سامنے سکول کے بچے مختلف کھیل اور ٹیبلو وغیرہ پیش کر رہے تھے لیکن میرا دھیان ادھر تھا' سڑک کے پار جو نہر کھیتوں کے اندر جا رہی تھی میں تو اس کے گرد آلود کناروں پر سفر کرتا تھا اور پہنچتا تھا اس شاندار تالاب کے پانیوں کے قریب جو ہرن مینار کہلاتا ہے اور جہانگیر کے پسندیدہ ہرن کی یاد میں تعمیر کیا گیا ---- ہرن مینار کی عمارتوں کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ کھیتوں کے درمیان میں' کیکر اور ببول کے جھنڈوں میں اتنی وسیع اور پرجلال یادگار ہو گی ---- اسے دنیا میں وہ شہرت نصیب نہیں ہوئی جس کی یہ حقدار تھی ---- اس کا گرد آلود اور دھوپ میں تپتا حسن شالیمار باغ سے کم تو نہیں ----

ماڈل سکول کے سالانہ دن کی تقریبات کا اختتام ہوا تو میں ہرن مینار سے واپس آیا ---- اور واپس آیا تو میرے گرد سینکڑوں بچے اور ان کے جھجکتے ہوئے والدین تھے ---- اور ایک کسے ہوئے بدن والا نوجوان تھا جو ایک اٹکتے ہوئے لہجے میں مجھ سے بات کرتا تھا —— تارڑ صاحب —— "نانگا پربت" میں جہاں آپ گئے وہاں میں بھی گیا ہوں —— میں ہر برس کوہ نوردی کے لئے نکلتا ہوں ---- آپ کو پڑھتا ہوں اور پھر نکل جاتا ہوں —— اس برس کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

—— اس برس؟ ---- بڑے زبردست ٹریک پر ---- شاندار ترین پہاڑوں کے پاس ——

آپ کنکورڈیا جا رہے ہیں —— اس نے فوراً کہا اور پھر جھجکتا ہوا بولا کیا آپ مجھے ساتھ لے جا سکتے ہیں؟ ---- یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے ---- کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ----

کیوں نہیں ـــــ جتنے زیادہ ہوں گے اتنی ہی مسرت زیادہ ہو گی ---- میں نے ایک انگریزی محاورے کا ترجمہ کیا ----

کون سے مہینے میں چلیں گے؟

اگست کے وسط میں ----

یہ تو موسم کا آخر ہو گا ---- وہاں سردی شروع ہو جائے گی ----

گلگت کے جی ایم بیگ جن کا فوکر طیارہ دیوسائی اور نانگا پربت کے آس پاس لاپتہ ہو گیا تھا ان کے بیٹے اکرام بیگ کا یہ مشورہ ہے کہ بس یہی وہ دن ہیں جب کنکورڈیا اور کے ٹو کے آس پاس موسم نسبتاً صاف ہوتا ہے ---- بیشتر ٹریکنگ ٹیمیں واپس آ رہی ہوتی ہیں اور وہاں سکون ہوتا ہے ـــــ اکرام بیگ میرے ساتھ ہوں گے ---- گائڈ اور دوست کے طور پر ـــــ

میں دیکھ رہا تھا کہ نوجوان کا چہرہ ہولے ہولے دہکنے لگا تھا ---- اس کے ایک ہاتھ میں لرزش تھی اور وہ اب گفتگو کرتے ہوئے زیادہ دمکتا تھا ـــــ تو پھر آپ مجھے ساتھ لے چلیں گے؟

آپ جولائی کے آخر میں مجھ سے رابطہ کیجئے گا ----

اور جولائی کے آخر میں ایک فون آیا ـــــ میں نے امریکہ سے خصوصی ٹریکنگ شوز بھی منگوائے ہیں ---- کب چلنا ہے؟

یہ عامر تھا ـــــ

ایک روز گھر کے پتے پر ایک پکچر پوسٹ کارڈ آیا۔ اس پر کے ٹو کی تصویر تھی۔ لکھا تھا' سنا ہے آپ ان گرمیوں میں اس جگہ جا رہے ہیں؟

میں نے اسی کارڈ کے ایک کونے میں "ہاں میں کنکورڈیا جا رہا ہوں۔ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو رابطہ کیجئے" لکھا اور پوسٹ کر دیا۔

دو روز بعد ایک فون آیا ـــــ تارڑ صاحب میں شاہد عزیز ایڈووکیٹ بول رہا ہوں ----

میرے لئے کیا حکم ہے ـــــ کب جانا ہے ـــــ اور میرے دوست میاں فرزند علی بھی خواہش مند ہیں ـــــ

نعمان مرزا نے اپنے جثے کی طرح دبلے پتلے اور مختصر سگار کا ابھی ایک ہی کش لگایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی ـــــ فون لاہور سے تھا ـــــ فون اس کے بہنوئی شاہد عزیز کا تھا ـــــ "کیا واقعی بھائی جان؟ ـــــ آپ کنکورڈیا جا رہے ہیں تارڑ صاحب کے ساتھ ـــــ شاہد بھائی جان پلیز میرے لئے بھی کچھ کریں ---- اگر میری جگہ بن سکے تو ---- پلیز بھائی جان ---- تارڑ صاحب سے بات کریں ـــــ"

سراسر بے خیالی میں۔ بغیر کسی منصوبہ بندی کے۔ خود بخود ـــــ آپو آپ ـــــ ایک ٹیم بنتی چلی جا رہی تھی۔ ایسے لوگوں کا ایک گروپ تشکیل پا رہا تھا جو میری تحریر کو پسند کرتے تھے اور اس سے زیادہ بلندیوں کو پسند کرتے تھے ـــــ اور سب لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں گے؟ ---- اور یہ سب لوگ عمر میں مجھ سے کہیں چھوٹے تھے۔ مجھ سے توانا اور زیادہ ہمت والے تھے اور اس کے باوجود کہتے تھے کہ کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں گے ـــــ اور میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ تنہا جانے میں جو دہشت تھی وہ کم ہو رہی ہے' اکیلے جانے میں جو خطرات تھے وہ معدوم ہو رہے ہیں ـــــ اگر میں راستے میں بیمار پڑتا ہوں یا کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو کم از کم میری ٹیم اپنے لیڈر" کو اٹھا کر واپس تو لے آئے گی ـــــ ان کا خیال تھا کہ میں ان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں جب کہ حقیقت یہ تھی کہ میں ان کے ساتھ جا رہا تھا ـــــ ان کے سہارے جا رہا تھا ـــــ

ایک روز عامر آیا تو اس کے ہمراہ ایک بلند قامت ہمہ وقت مسکراتا ہوا شخص تھا ـــــ یہ خالد ندیم تھا۔ بینکر تھا۔ مری سے زیادہ بلند کسی مقام پر نہیں گیا تھا اور یہ بھی خواہش مند تھا ----

شاہد عزیز نے پھر فون کیا کہ ـــــ سرجی دراصل میری بیگم کا بھائی ہے اور ایڈونچر فاؤنڈیشن کے کئی کورس کر چکا ہے ـــــ پلیز اسے بھی ساتھ لے چلیں' اور

سرجی جورو کا بھائی ایک طرف اور پورا کنکورڈیا ایک طرف ——

اسی دوران عامر باغی ہو گیا —— تارڑ صاحب میں جب بھی فون کرتا ہوں یا آپ کے ہاں آتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ لو جی عامر صاحب ہماری ٹیم میں ایک اور ممبر کا اضافہ ہو گیا ہے ---- میں کچھ پرائیویٹ قسم کا شخص ہوں میں ہر کسی کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا ---- اب یہ شاہد اور مرزا اور فرزند علی وغیرہ پتہ نہیں کیا چیزیں ہیں کس قسم کی اشیاء ہیں —— پہاڑوں کے سفر میں سب کچھ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ میں ان حضرات کے سامنے اپنے آپ کو نہیں کھول سکتا —— میری ایک شرط ہے۔

جی —— میں سن رہا ہوں ---- میری ٹیم میچ شروع ہونے سے پہلے ہی واک آؤٹ کر رہی تھی۔

میں —— ان لوگوں سے ملوں گا۔ اگر تو ---- یعنی ---- میں انہیں مل کر فیصلہ کروں گا کہ میں ان کے ساتھ سفر کر سکتا ہوں یا نہیں ——

منظور ——

ایک اور مسئلہ ہے ——

آج میں مسئلے سننے کے موڈ میں ہوں —— فرمایئے۔

سکردو چھوڑنے کے بعد ہم تقریباً بیس روز تک پہاڑی ویرانوں میں ہوں گے ---- وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے ---- موسم کی شدت ہم پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ کوئی حادثہ ہو سکتا ہے۔ بلندی کی وجہ سے ہم سب پاگل ہو سکتے ہیں ---- اس لئے ایک ڈاکٹر کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

میں اتفاق کرتا ہوں —— لیکن ڈاکٹر کہاں سے آئے گا بلکہ اتنا بے وقوف ڈاکٹر کہاں سے حاصل ہو گا جو لاہور شہر میں اپنی پریکٹس چھوڑ کر ہمارے ساتھ گلیشیئرز پر لڑھکتا پھرے ----

ہاں یہ واقعی مسئلہ ہے ——

آج میں مسئلے سننے کے موڈ میں ہوں ----

ایک حل ہے —— ہم اخبار میں اشتہار دیتے ہیں ---- کہ ایک عدد اچھا سا

ڈاکٹر درکار ہے جو ہمارے ساتھ کنکورڈیا تک پیدل چلے اور اپنا خرچہ خود برداشت کرے اور جب ہم بیمار ہوں تو مفت ہمارا علاج کرے ----

چنانچہ ایک انگریزی روزنامے میں اسی عبارت کا ایک اشتہار دے دیا گیا ---- رابطے کے لئے عامر کا فون نمبر تھا۔

اس دوران میں صبح کی نشریات کی میزبانی کے لئے اسلام آباد چلا گیا۔

وہاں —— عامر کا فون آیا۔

اشتہار کا ری ایکشن بڑا عجیب و غریب ہوا ہے تارڑ صاحب —— جتنے ڈاکٹر حضرات نے رابطہ کیا ہے ان میں سے کچھ یہ پوچھتے ہیں کہ آپ ساتھ چلنے کے کتنے پیسے دیں گے حالانکہ اشتہار میں درج ہے کہ اپنے خرچے پر چلنا ہو گا اور بیشتر یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ٹیم کے ساتھ میمیں بھی ہوں گی؟

میمیں؟ کس قسم کی میمیں؟

سر وہی جو گوری گوری ہوتی ہیں وہ والی میمیں ----

میں جھلا گیا —— میں جانتا ہوں کہ میمیں —— لیکن ہماری مہم کا اور ڈاکٹروں کا اور میموں کا کیا تعلق؟

پتہ نہیں تارڑ صاحب —— لیکن اکثر ڈاکٹروں نے یہی پوچھا ہے ----

مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر اتنے جنس زدہ ہوتے ہیں ---- بہرحال میں نے عامر سے کہا کہ ایک اور اشتہار دے جس میں یہ واضح طور پر درج ہو کہ ڈاکٹر والنٹیئر ہو اور یہ کہ ٹیم کے ساتھ بڑے برچھے قسم کے مرد حضرات جا رہے ہیں میم ایک بھی نہیں ——

لیکن دوسرے اشتہار کی نوبت نہ آئی ——

نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے "ڈاٹلس سروسز" میں کلنک کے ڈائریکٹر ڈاکٹر عمر خان نے ایک گہرا سانس لیا' اور پچھلے تین ہفتوں کے بارے میں سوچا ----

اس کا بیٹا تین ہفتوں کا ہو چکا تھا۔

عمر خان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان تین ہفتوں سے پیشتر اس کی زندگی

کا کیا مقصد تھا ——— وہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر جیتا تھا۔ بس یہی زندگی کا مقصد تھا۔

ابھی تک خاموشی تھی۔ پورے خاندان میں۔ دوستوں میں ——— وہ اس کے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے جھجکتے تھے۔ اس نے چند ٹیسٹ کروا کے ان کی رپورٹیں امریکہ روانہ کی تھیں ---- شائد اس کا بیٹا قدرے بہتر ہو سکے ---- شائد ——— لیکن وہ جانتا تھا خود ڈاکٹر تھا اس لئے جانتا تھا کہ ہم امید کے کچے دھاگے کو کبھی نہیں توڑتے ——— توڑ دیں تو زندہ کیسے رہیں ———

طبی تحقیق کے مطابق انیس سو بچوں میں سے ایک بچہ ایسا ہو سکتا ہے ---- اور یہ اس کے نصیب تھے کہ اس کا بچہ ایسا ہو گیا۔ دو ہفتے پیشتر الٹرا ساؤنڈ ٹیسٹ ہوا تو اس کو مبارکبادیں ملیں ——— بیٹا ہے ماشاء اللہ اور صحت مند ہے ——— اور اب اسے کوئی بھی مبارکباد نہیں دیتا تھا ---- ابھی تک خاموشی تھی ---- ایک بہت ہی چپ سناٹے نے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا ---- ایک شدید قسم کا ڈیپریشن جو اس کا سانس روکتا تھا ——— وہ کیا کرے ---- کدھر جائے ---- وہ صرف ایک ڈاکٹر ہی نہیں تھا بلکہ ایک غور کرنے والا' سوچنے والا شخص بھی تھا ---- اس کے تحقیقی مضامین ملک کے مختلف اخبارات میں چھپتے رہتے تھے ———

اس کے متفکر چہرے پر پٹھانوں ایسی سرخی اور سفیدی تھی ----

سامنے میز پر اک پرانا اخبار تھا جس کا ایک ورق ہوا کے زور سے میز کی سطح سے اوپر اٹھتا تھا ---- اس نے اخبار اٹھا لیا ——— وہی ٹریش ——— وہی گاربج ——— کچھ بھی نہیں تھا ——— البتہ اشتہارات کے صفحے قدرے دلچسپ تھے ——— تبدیلی نام ——— جائداد فروخت ——— سیامی بلیاں برائے فروخت ——— قلمی دوستی کیجئے ——— ایکٹر بننے کے شوقین رابطہ کریں ——— پرانی کاریں ——— ٹریکنگ ٹرپ ٹو کنکورڈیا ---- ڈاکٹر وانٹڈ ---- ڈاکٹر عمر خان نے گردن نیچی کر کے اشتہار کو بے حد غور سے پڑھا ——— دوبارہ پڑھا اور پھر درج شدہ نمبر پر فون کرنے لگا۔

فون کے دوسری جانب عامر تھا اور وہ بے حد خوش تھا ——— اور فکر مند

بھی۔

سر اس اشتہار کے نتیجے میں ایک ڈاکٹر صاحب دستیاب ہو گئے ہیں ----

لیکن کچھ میٹر قسم کے ڈاکٹر ہیں ———

کچھ گھومے ہوئے ہیں؟

کچھ نہیں ——— بہت گھومے ہوئے ہیں ———

میرا مطلب دماغی طور پر نہیں بلکہ ویسے ---- یعنی کچھ ٹریکنگ کا تجربہ بھی ہے کہ نہیں ---- ان کے ساتھ پہلے تھوڑی سی گفتگو کر لیں پھر ساتھ لے جانے کی ہامی بھریں گے ———

میں نے عرض کیا ناں کہ کچھ میٹر قسم کے ڈاکٹر ہیں ——— کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیم ممبرز وغیرہ کا انٹرویو لوں گا پھر فیصلہ کروں گا کہ آپ لوگ اس قابل ہیں کہ نہیں ———

یعنی وہ ہمارا انٹرویو لیں گے ———

جی ہاں ——— مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ تم کیا کیا پیتے ہو ———

تم نے بتا دیا؟

میں کچھ پیتا ہی نہیں تو کیا بتاتا ——— آپ کچھ پیتے ہیں تارڑ صاحب؟

کیوں؟

ڈاکٹر صاحب پوچھ رہے تھے ——— یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ ٹیم میں سے کوئی سگریٹ پیتا ہے یا نہیں ——— اور کیا کسی کو مکی کی روٹی اور ساگ پسند ہے ———

مکی کی روٹی اور ساگ کا کنکورڈیا کے سفر سے کیا تعلق ہے؟

پتہ نہیں ——— میں نے آپ کو بتایا تو ہے کہ ڈاکٹر صاحب ---- گھومے ہوئے ہیں ---- آپ لاہور آنے پر اطلاع کیجئے گا تاکہ ڈاکٹر صاحب آپ کا انٹرویو کر لیں کہ آپ اسے قابل ہیں کہ نہیں ———

میں نے فون بند کر دیا اور اس وقت شائد میرے نتھنوں میں سے بھاپ نکل رہی تھی ——— میں قدرے غصے میں تھا ——— میرا انٹرویو ——— بل شٹ!

ڈاکٹر عمر خان شکل سے بالکل گھومے ہوئے نہیں لگ رہے تھے بلکہ بے حد کیوٹ لگ رہے تھے۔ وہ کچھ شرمائے ہوئے سے تھے اور ان کا سفید پٹھانی چہرہ شفق کی سرخی لئے ہوئے تھا۔ میں واپس لاہور میں تھا۔ اپنے ڈرائنگ روم میں تھا اور میرے سامنے ڈاکٹر صاحب فاسٹنگ بدھا کے ایک مجسمے کے پہلو میں بیٹھے اپنے بجھے ہوئے پائپ کو سلگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ میرا انٹرویو لینے آئے تھے ---- لیکن بہت دیر سے خاموش بیٹھے تھے ---- بالا آخر میں نے گفتگو کا آغاز کیا ----

ڈاکٹر صاحب آپ کو ٹریکنگ یا کوہ نوردی وغیرہ میں کچھ دلچسپی ہے؟

آپ کے پاس ماچس ہو گی —— یہ پائپ پھر بجھ گیا ہے ----

میں نے ماچس پیش کی۔ انہوں نے تمباکو پر جلتی ہوئی دیا سلائی رکھ کر سانس اندر کھینچی ---- اور پھر کہنے لگے —— ہاں ---- میں نے تقریباً سارا ناردرن ایریا موٹر سائیکل پر گھوما ہوا ہے ---- امریکہ میں تھا تو راکی ماؤنٹینز میں گھوما کرتا تھا۔

گویا آپ گھومے ہوئے ہیں؟——

ہاں —— انہوں نے بے حد پیاری مسکراہٹ کے ساتھ کہا —— میں گھوما ہوا ہوں —— لیکن آپ یہ بتائیں کہ پاکستانی قومیتوں کے کلچر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ہیں؟—— میں چونک گیا —— میری رائے بہت اچھی ہے پاکستانی قومیتوں کے کلچر کے بارے میں —— لیکن اس کا کے ٹو کی مہم کے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے؟

اتنے لمبے اور دشوار سفر کے لئے ساتھیوں کا ہم خیال ہونا اور ذرا دانشور ہونا بہت ضروری ہے ورنہ ہم میں اور مارکو پولو شیپ میں کیا فرق رہ جائے ---- کیوں عامر صاحب؟

عامر جو بہت دیر سے کسی سوچ میں گم تھا ایک دم چونک گیا —— جی ہاں بہت کم رہ گئی ہیں ---- شمالی علاقہ جات میں مارکو پولو شیپ کے شکار پر پابندی لگا دینی چاہئے——

ڈاکٹر صاحب نے عامر کو دیکھا پھر پائپ کا ایک لمبا کش لگانے کی کوشش میں کھانسنے لگے اور پھر مجھ سے مخاطب ہوئے —— آپ مائنڈ نہ کیجئے گا لیکن میں ایک

سوال ضرور پوچھوں گا اس سے پیشتر کہ میں آپ کے ہمراہ کنکورڈیا جانے کا فیصلہ کروں ——

بسم اللہ کیجئے——

کیا آپ نے کبھی خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے؟

جی؟ —— میں دنیا کے ہر سوال کے لئے تیار تھا لیکن خودکشی کے لئے تیار نہیں تھا —— جی بس اتفاق نہیں ہوا۔

ڈاکٹر صاحب از حد مایوس ہوئے —— یعنی ---- کمال ہے ---- اچھا کبھی خودکشی کے بارے میں سوچا بھی نہیں؟

ہاں —— سوچا تو ہے۔

سنجیدگی سے؟

ہاں —— سنجیدگی سے ——

ڈاکٹر صاحب کھل گئے —— پھر ٹھیک ہے میں آپ کے ساتھ کے ٹو کی مہم پر چلوں گا ---- آپ تو بہت عمدہ شخص ہیں ----

میں نے عامر کی جانب دیکھا اور وہ پہلے سے ہی منہ کھولے میری طرف دیکھ رہا تھا —— کیا اس قسم کے ڈاکٹر کے ساتھ پہاڑوں کے اندر جانا محفوظ ہو گا۔

واہ جی لطف آ گیا آپ کے ساتھ گفتگو کر کے —— ڈاکٹر عمر بہت عمدہ موڈ میں تھے —— پہلے آپ کی تحریریں پڑھی تھیں اور اب یہ جان کر کہ آپ خودکشی کے بارے میں سوچتے ہیں بہت لطف آیا —— اور ہاں کیا آپ کے ٹو سے واپسی پر کوئی کتاب وغیرہ بھی لکھیں گے؟

جی ہاں —— ارادہ تو ہے۔

اور کیا اس کتاب میں ٹیم ممبرز کا تذکرہ بھی ہو گا؟

جی ہاں —— آپ لوگ ہی تو مرکزی کردار ہوں گے ---- اس میں یہ بھی تحریر ہو گا کہ ڈاکٹر عمر خان نے پہلی ملاقات پر مجھ سے پوچھا تھا کہ میں نے کبھی خودکشی کی کوشش کی ہے——

میں آپ کے ساتھ نہیں جا رہا —— ڈاکٹر عمر اٹھ کھڑے ہوئے —— آپ

تو بہت خطرناک شخص ہیں۔ میں پتہ نہیں کیا کیا کہہ جاؤں اور آپ پتہ نہیں کیا کیا لکھ جائیں ---

عامر نے فوراً صورت حال پر قابو پانے کی کوشش کی —— ڈاکٹر صاحب تارڑ صاحب کتابوں میں جن ساتھیوں کا تذکرہ کرتے ہیں بے حد احتیاط اور پیار سے کرتے ہیں ---

اچھا یہ بتائیں —— ڈاکٹر صاحب نے مجھے تشویشناک چہرے سے دیکھا —— یہ بتائیں کہ جو لوگ آپ کے ساتھ کبھی پہاڑوں کے سفر کو گئے اور آپ نے ان کے بارے میں لکھا تو ان کے ساتھ ابھی تک آپ کے تعلقات خوشگوار ہیں؟

تقریباً ——

تقریباً سے کیا مراد ہے؟

بس یوں سمجھئے کہ لوگ ناراض ہی رہتے ہیں بلکہ ایک پروفیسر صاحب نے تو بیان دے دیا تھا کہ میں کبھی تارڑ صاحب کے ساتھ پہاڑوں میں گیا ہی نہیں —— یہ کوئی اور پروفیسر صاحب ہیں جو میرے ہم نام ہیں۔

ٹھیک ہے —— ڈاکٹر صاحب کہنے لگے —— میں صرف اس صورت میں جاؤں گا اگر آپ وعدہ کریں کہ واپسی پر کتاب نہیں لکھیں گے ---

مجھے یہ شرط منظور ہے لیکن میں بھی اس صورت میں آپ کو ساتھ لے جاؤں گا اگر آپ واپسی پر ڈاکٹری چھوڑ دیں ——

میں ڈاکٹری کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ ڈاکٹر صاحب باقاعدہ لال ہو گئے۔

اور میں لکھنا کیسے چھوڑ سکتا ہوں ——

لکھنا چھوڑنا اور بات ہے اور طب جیسا مقدس پیشہ چھوڑ دینا بالکل اور بات ہے --- ہم لوگ دکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔

ہاں پہلے انسانیت کو اوٹ پٹانگ دوائیاں دے کر دکھی کرتے ہیں پھر اس کی خدمت کرنے لگتے ہیں ——

سراسر غیر متوقع طور پر ڈاکٹر صاحب نے برا نہیں منایا بلکہ ایک زور کا قہقہہ لگایا، تارڑ صاحب —— ڈاکٹروں کے بارے میں بالکل درست کہا آپ نے۔

عامر نے دیکھا کہ صورت حال کشیدگی سے کھسک کر قدرے کشادگی کی طرف جا رہی ہے تو فوراً کہنے لگا —— دیکھیں جی اگر آپ کو کتاب میں اپنا کردار پسند نہ آئے تو تارڑ صاحب آپ کا نام بدل دیں گے —— ڈاکٹر عمر کی بجائے ڈاکٹر اللہ دتہ رکھ دیں گے —— کیوں تارڑ صاحب؟

بالکل —— یہ تو میں کر سکتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے کچھ توقف کیا اور پھر کہنے لگے —— مجھے نام ڈاکٹر اللہ دتہ پسند نہیں --- کیا اس کی بجائے ڈاکٹر پیراں دتہ ہو سکتا ہے۔

اب پتہ نہیں ڈاکٹر صاحب سنجیدہ تھے یا ہماری ٹانگ کھینچ رہے تھے بہرحال اب یہ فیصلہ ہو گیا کہ وہ اگست میں کنکورڈیا جانے والی "تارڑ کے ٹو کہانی" مہم کے آفیشل ڈاکٹر ہوں گے۔ ڈاکٹر عمر خان ہوں گے یا ڈاکٹر پیراں دتہ ہوں گے اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا۔

"طیاروں سے دریاؤں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے"

اسلام آباد سے گلگت جانے والی فوکر پرواز سے مجھے سخت نفرت تھی۔ ہر صبح چھ بجے میرے اوپر سے گذرنے والے اس طیارے سے مجھے چڑ تھی۔ پچھلے چھ برس سے میری عادت ہے کہ میں صبح کی نشریات کی میزبانی کے لئے گورنمنٹ ہاسٹل سے ٹیلی ویژن سٹیشن تک پیدل جاتا ہوں۔ سردیوں میں ابھی سب کچھ سرد اور تاریک ہوتا ہے جب میں اپنی سکرپٹ دوہراتا جاتا ہوں اور میرے آس پاس گیدڑ بولتے جاتے ہیں۔ گرمیوں میں جب میں قومی اسمبلی کی عمارت کے عین سامنے پہنچتا ہوں تو میرے کانوں میں ایک ہلکی گونج اترنے لگتی ہے جو اس طیارے کی ہوتی ہے جو اسلام آباد ایئرپورٹ سے ٹیک آف کر کے میرے اوپر آ چکا ہوتا ہے۔ میں اسے ہمیشہ حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوں۔ اس کے اندر جو مسافر ہوتے ہیں وہ سب کے سب میرے رقیب ہوتے ہیں اور میں ان سے شدید حسد کرتا ہوں کہ یہ ابھی کچھ دیر بعد گلگت کے ایئرپورٹ پر اتریں گے اور وہاں قراقرم کی سرد اور ستھری اور نتھری ہواؤں میں سانس لیں گے۔ اور وہاں سے راکاپوشی کا ویو پوائنٹ کتنی دور ہے ---- اور ہنزہ کتنی دور ہے ---- اور پھنڈر کی جھیل اور فیری میڈوز اور ---- اور ---- اتنی دیر میں طیارہ مرگلہ پہاڑیوں کی پشت پر چلا جاتا ہے اور آسمان خالی ہو جاتا ہے۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ میں صبح کی ٹھنڈک میں تیز تیز چلتا ہانپتا ہوا جا رہا ہوں اور میرے کانوں میں طیارے کی آواز آتی ہے' اوپر دیکھتا ہوں ---- اور پھر وہاں کھڑے ہو کر ---- سنسان سڑک کے عین درمیان میں ---- پارلیمنٹ ہاؤس کے عین سامنے اوپر دیکھتا ہوں اور اوپر گلگت جانے والا طیارہ ہے تو میں مٹھیاں بھینچ کر بازو لہراتا ہوں اور دل کی بھڑاس نکالنے لگتا ہوں ---- اوئے گلگت جا رہے ہو ---- اوئے شرم نہیں آتی ---- میری آواز بلند ہوتی جاتی ہے ---- اوئے عیش کر رہے ہو۔ ابھی گلگت ایئرپورٹ پر اتر کر اس ہوا میں سانس لو گے ---- اوئے فیری میڈو جاؤ گے کمبخت ---- مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو شرم نہیں آتی ----

ایک روز میں اسی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر بلند آواز سے گلگت جانے والے طیارے سے "محو کلام" تھا اور جب میں ذرا زیادہ جوش میں آیا تو احساس ہوا کہ مجھ سے کچھ فاصلے پر کوئی صاحب بے حد حیرت سے منہ کھولے ہوئے مجھے دیکھ رہے ہیں کہ اسے کیا ہو گیا ہے ---- یہ صاحب ایک سینئر بیوروکریٹ تھے جو تقریباً روزانہ سیر کرتے ہوئے مل جاتے اور ان سے سلام دعا ہوتی ---- جس روز انہوں نے مجھے جہاز سے "باتیں" کرتے سنا اس کے بعد وہ مجھ سے ذرا محفوظ فاصلے پر ہو کر گذرنے لگے اور میں سلام کرتا تو جلدی سے وعلیکم السلام کہہ کر تقریباً بھاگ نکلتے ---- لیکن اب صورت حال مختلف ہو چکی تھی۔ میں گلگت جانے والے طیارے اور اس کے مسافروں سے جیلس نہیں تھا کیونکہ دو ہفتے بعد مجھے سکردو جانا تھا ---- میں شانت ہو چکا تھا ---- جہاز کی آواز سن کر مسکراتا اور اسے اپنے اوپر سے پرواز کر جانے دیتا ----

پورے دس روز بعد کے ٹو کہانی کی ٹیم کو گورنمنٹ ہاسٹل کے کمرہ نمبر ۱۰۱ میں جمع ہونا تھا۔

تیاریاں زوروں پر تھیں ----

مضبوط ٹریکنگ شوز۔ جاگرز کا ایک جوڑا۔ ٹھنڈی جرابیں۔ گرم جرابیں۔ عام جیکٹ نہیں ڈاؤن جیکٹ جس میں چھوٹے چھوٹے پر بھرے ہوتے ہیں۔ سن بلاک کریم' تاکہ بلندی پر الٹرا وائلٹ شعاعیں آپ کی جلد کو جلا نہ دیں۔ اونی مکمل زیر جامہ۔ تیز دھوپ میں چلنے کے لئے کھلی سوتی شلواریں اور ان کے ساتھ ٹی شرٹس ---- وغیرہ ---- وغیرہ ---- اور وغیرہ۔ میرا نصف سامان تو کرنل مبشر حسین تارڑ کے سٹور سے برآمد ہو گیا جو ۱۹۸۶ء میں کے ٹو کی نارتھ پلر مہم کے

ساتھ رابطہ افسر کے طور پر گیا تھا۔ یہ امریکی مہم انتہائی بدقسمت واقع ہوئی تھی اور ان کا لیڈر جان سمولج ابھی تک کے ٹو کی برفوں میں ہے اور ایک کوہ پیما کے ٹو کے دامن میں گلکی میموریل کی غاروں میں دفن ہے۔

ایک طویل فہرست ہمہ وقت میری جیب میں موجود رہتی اور میں ہمہ وقت بے حد تقدس سے اس کا مطالعہ کرتا رہتا۔ جو آئٹم دستیاب ہوتی اس کے گرد سرخ دائرہ لگاتے ہوئے جو خوشی ہوتی وہ بیان سے باہر ہے۔

میں اپنا سامان سمیٹ کر۔ امی سے لپٹ کر۔ ابا جی سے اجازت لے کر۔ بچوں کو چوم کر اور بیگم کو ——— خیر ---- تو بیگم سے رخصت ہو کر لاہور سے اسلام آباد آ چکا تھا اور صبح کی نشریات سے فارغ ہو کر مجھے یہیں سے اپنی ٹیم کے ہمراہ سکردو چلے جانا تھا ---- اور سکردو میں اکرام بیگ کو میرا منتظر ہونا تھا ——— لیکن ایک شام جب میں ہوسٹل میں واپس آیا تو اکرام بیگ وہاں منتظر تھا۔

تارڑ صاحب ——— اکرام نے ماتھا کھجایا ——— میں آپ کے ساتھ کنکورڈیا نہ جا سکوں گا ----

میں جو ابھی سے کے ٹو کی بلندی پر فائز ہو چکا تھا لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا ———

لیکن کیوں؟

میں پچھلے کچھ عرصہ سے بیمار ہوں۔ اب کراچی جا رہا ہوں آغا خان ہسپتال میں۔ آپریشن کے لئے ---- ٹیسٹ کے لئے اور ریسٹ کے لئے ——— لیکن میں آپ کو ان اشیاء کی فہرست لکھا دیتا ہوں جو آپ یہاں سے خریدیں گے اور جو آپ سکردو سے خریدیں گے ——— لکھئے ---- پچاس میٹر نائلون کا رسہ ———

رسہ ——— رسہ کیا کریں گے؟

جب آپ گلیشیئر پر چلتے ہوئے کسی تاریک برفانی دراڑ کی گہرائی میں جا گریں گے تو آپ کے ساتھی آپ کو کیسے نکالیں گے؟

میں خوف سے منجمد ہو گیا ——— فی الفور مہم کینسل کر دینے کا خیال آیا لیکن پھر سوچا کہ بے چارے ٹیم ممبران اپنے لیڈر کے بغیر کیا کریں گے ——— اس لئے اجتناب کیا ———

جی تو رسہ ——— پچاس میٹر۔

آپ جو پورٹر ہائر کریں گے ہر ایک کے لئے تین میٹر پولی تھین زمین پر بچھانے کے لئے ----

پریشر ککر - مٹی کا تیل - کچن ٹینٹ کے لئے ترپال - ٹین کے دو کنستر - واکنگ سٹکس ---- وغیرہ ——— اور وغیرہ ----

اکرام بیگ کے منظر سے نکلنے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ سکردو پہنچنے پر دیگر انتظامات کون کرے گا ——— یعنی پورٹرز اور باورچی کا بندوبست ---- سوکھے اور گیلے راشن کا حصول' سبزیاں' دالیں' ٹین' سوپ ---- وغیرہ ——— اور وغیرہ ———

مجھے شمالی علاقہ جات کے بارے میں کتابوں کی مصنفہ ازابیل شاہ کا خیال آیا ——— ازابیل سے میری ملاقات صدپارہ جھیل کے کنارے ہوئی تھی ——— وہ بزرگ کوہ پیما آندرے روش کے ہمراہ کنکورڈیا سے واپس آ رہی تھی اور اس کا گائڈ محمد علی چنگیزی اس کے ہمراہ تھا ——— میں نے اسلام آباد میں چنگیزی کے دفتر فون کیا ——— جناب وہ سکردو میں ہیں ---- آج کل سیزن ہے۔

میں نے سکردو فون کیا ——— جناب وہ آگے گئے ہیں پہاڑوں میں۔ آپ کا پیغام پہنچا دیں گے۔ میں نے چند روز بعد دوبارہ فون کیا ——— جناب چنگیزی صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تارڑ صاحب اگر خالی ہاتھ بھی سکردو آ جائیں تو ہم انہیں کنکورڈیا تک پہنچا دیں گے ——— سب انتظامات ہو جائیں گے۔

چنانچہ ایک مسئلہ حل ہو گیا ———

دوسرا مسئلہ رہائش کا تھا۔ پھر سکردو فون کیا ——— اور کے ٹو موٹل فون کیا ——— ادھر سے انعام صاحب بولے "تارڑ صاحب آپ آئیں تو سہی ——— " موٹل کے منیجر شیر علی تو باقاعدہ دھاڑے ——— جناب ہم آپ کو ایئرپورٹ پر لینے آئیں گے ——— ہر قسم کا بندوبست ہو گا ——— ہر قسم کا ———

دوسرا مسئلہ بھی حل ہو گیا ———

تیسرا مسئلہ سکردو فلائٹ کے لئے ٹکٹوں کا حصول تھا ——— کنفرمڈ ٹکٹوں کا ——— اور ایک دو نہیں سات ٹکٹوں کا۔

میرا تجربہ ہے کہ پی آئی اے کے شمالی علاقوں کے بکنگ آفس میں اور اس کے باہر ہمیشہ جنگ و جدل کے آثار ہوتے ہیں --- کسی کو ٹکٹ نہیں ملتے۔ ٹکٹ ملتے ہیں تو کنفرمیشن نہیں ہوتی کیونکہ صرف ٹکٹ کا کوئی فائدہ نہیں جب تک آپ اسے ایک روز پیشتر کنفرم نہ کروائیں۔ اور اگر کنفرمیشن ہوتی ہے تو فلائٹ نہیں جاتی اور اگر فلائٹ جاتی ہے تو آپ اس پر نہیں جاتے کوئی اور چلا جاتا ہے —— ایئرلائن کا عملہ ہنگاموں کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ بڑے اطمینان سے اور ٹھنڈک سے پرسکون رہتے ہیں۔ وہ پرسکون رہتے ہیں اور باہر کوئی فرسٹریٹڈ مسافران شیشے توڑ دیتے ہیں —— معلوم ہوا کہ ستمبر کے آخر تک بکنگ ہو چکی ہے —— لیکن ہم نے تو ستمبر کے آخر میں نہیں جانا تھا ابھی پانچ روز بعد جانا تھا چنانچہ ہمیں ٹکٹ مل گئے —— اور یہ سب کچھ فیضی صاحب کے فیض سے ہوا —— ہم ٹکٹ حاصل کر کے باہر نکلے تو ہجوم مسافراں نے ہمیں سخت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور میں قدرے شرمندہ ہوا کہ میں نے ایک بار پھر اپنی شہرت کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا —— بے حد کمینگی کی بات لیکن —— لوگ تو حج کرنے جاتے ہیں تو سفارش پر جاتے ہیں اور --- ہم نے اگر کے ٹو کی زیارت کے لئے تھوڑی سی شہرت استعمال کر لی تو کیا قیامت آ گئی ——

تیسرا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

اب وہ خوراک جو ہمیں مقامی طور پر خرید کرنی تھی۔

عامر نے اپنے خصوصی تعلقات کو بروئے کار لا کر تقریباً پندرہ مرغیوں کو ٹین بند کروا لیا تھا —— کچھ دالیں اور کچھ سبزیاں بھی ——

اسلام آباد کی کورڈ مارکیٹ کے ایک سٹور میں ہم خریداری کر رہے تھے —— جب میں نے سٹور کے اسماعیلی مالک پیار علی کو تیس ٹن ٹیونا فش کے نکالنے کو کہا تو وہ فوراً بولا —— آپ ا یکسپی ڈیشن پر جا رہے ہیں؟

جی ہاں —— کنکورڈیا ——

کنکورڈیا؟ —— وہ کچھ فکر مند ہو گیا --- مشکل نہیں ہے؟

ہے ——

ڈینجرس نہیں ہے؟

ہے ---

تو پھر کیوں جاتا ہے بابا ——

بابا کو خود مالوم نہیں کہ کیوں جاتا ہے بابا —— تیس ٹن' ٹیونا فش —— ایڑھ سو پیکٹ نوڈلز —— دس ڈبے کارن فلیکس —— چیز ---- یعنی پنیر بابا ---- سوپ پیکٹس' انڈوں کا سفوف' چائے' کافی' کوکا' بسکٹس' وافرز' ٹماٹر ساس' چینی ساس' اورنج جوس' مکسڈ فروٹ' جیلی' کارن بیف اور وغیرہ —— اور وغیرہ وغیرہ —— اور ٹن او پنر نہیں بھولنا بابا —— بہت ضروری ہے —— اور خواتین و حضرات لاہور - اسلام آباد اور بالآخر سکردو میں ہم نے سفر کے لئے بڑی تفصیل اور عرق ریزی کے ساتھ شاپنگ کی اور اس کے باوجود ایک بہت اہم اور اعلیٰ جمالیاتی ذوق کی حامل آئٹم بالکل بھول گئے —— یہ کون سی آئٹم تھی؟ اس کے لئے ہم تھوڑا سا سسپنس قائم رکھتے ہیں' آپ کو پہاڑوں میں ہماری پہلی صبح کا انتظار کرنا ہو گا ——

ادھر روزانہ لاہور فون پر بات ہوتی اور میں گھر والوں کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتا۔ فون اکثر سمیر اٹھاتا —— ابو پھر میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے؟

سمیر ایف ایس سی کا امتحان دینے کے بعد اب انگلیاں چٹخا رہا تھا اور بور ہو رہا تھا جو وہ ہمہ وقت ہوتا تھا تو باتیں کرتے کرتے میرا اور اپنی امی کا دماغ چٹخا رہا تھا —— ابو سلجوق بھائی ترکی میں مزے کر رہا ہے آج ہی انقرہ سے اس کا فون آیا تھا۔ عینی خوش ہے کیونکہ کنیرڈ کالج میں جا رہی ہے۔ امی خوش ہے کہ طاہرہ خالہ کو ملنے جا رہی ہے —— لیکن میں کیا کروں ابو —— میں کس کو کھا جاؤں —— مجھے کنکورڈیا لے چلو ابو ——

تم آرام سے رزلٹ کا انتظار کرو اور میری غیر حاضری میں خاندان کا خیال رکھو ——

یعنی سارے خاندان کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ڈال کر آپ کے ٹو جا رہے ہیں —— لیکن ابو میں کیا کروں —— کس کو کھا جاؤں؟

سکردو فلائٹ کے دن قریب ہوتے جا رہے تھے۔

کیمروں کے سامنے جانے سے پیشتر میک اپ ہوتا۔ اور میک اپ مہ رو کرتی جو سارا وقت آگ میں چٹخنے والے مکئی کے دانوں کی طرح کھلکھلاتی رہتی ---- اچھا تو اتنی دور جا رہے ہیں جہاں جیپیں بھی نہیں جاتیں؟ —— اچھا تو برف بھی پڑتی ہے —— اچھا تو بہت خطرناک ہے —— اچھا تو دریا میں گر جاؤ تو مر جاؤ —— اور برف کی دراڑ میں گر جاؤ تو جم جاؤ —— پھر آپ جا کیوں رہے ہیں؟

یہ سوال ہر دوسرا شخص کرتا کہ اگر اتنی خجل خواری اور خوفناکی ہے تو پھر کیوں رہے ہو ---- ویسے عجیب بات تھی کہ اس سے پیشتر لوگ میرے بارے میں کبھی اتنی تشویش میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ اس بار تو ہر شخص عجیب تدفینی سی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے اسے یقین تھا کہ میں واپس نہیں آنے کا۔ دوست جذباتی ہو رہے تھے ---- خیر سے جاؤ اور خیر سے واپس آؤ —— میں ہاتھ آگے کرتا تو وہ گلے لگ جاتے ---- کہیں یہ اشارہ تو نہیں؟ —— کبھی نہ کبھی تو اجل سے ملاقات ہونا ہے —— کیا پتہ یہ اجل ہے جو مجھ سے یہ ساری منصوبہ بندی کروا رہی ہے اور اس نے ایک خاص مقام پر لے جانا ہے —— کیا پتہ۔

ایک دوپہر میں ہوسٹل کے کمرے میں سو رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی —— کچھ دیر بجتی رہی کیونکہ میں اٹھنا نہیں چاہتا تھا —— پھر تنگ آ کر بستر پر کھسکتا ہوا فون کے قریب گیا اور ہاتھ بڑھا کر فون اٹھا لیا —— ہیلو۔

ابو میں سلجوق بول رہا ہوں —— اتنی صاف اور کھنکتی ہوئی آواز اور میرے بیٹے کی آواز اور وہ پتہ نہیں کہاں سے بول رہا تھا۔

اوئے ---- سلجوق کہاں سے بول رہے ہو؟

اناطالیہ سے ابو ——

اناطالیہ؟ ---- یہ ---- یہ کہاں ہے ---- تم بول کہاں سے رہے ہو۔

سلجوق کے ہنسنے کی آواز آئی ---- ترکی میں ہے ابو۔ زبردست ساحلی مقام ہے ---- میں اس وقت سمندر کے کنارے لگے ایک فون بوتھ سے بات کر رہا ہوں۔

میری سیاحت کے زمانے بوسیدہ ہو چکے تھے ---- وقت بدل چکے تھے ---- ہم

خطوں پر انحصار کرتے تھے ---- پھر انہیں سینت سینت کر رکھتے تھے۔ اب فون آ جاتا ہے —— ابو میں اناطالیہ سے بول رہا ہوں ---- وہ جلدی جلدی بول رہا تھا کیونکہ ٹپ ٹپ اس کے یونٹ ختم ہو رہے تھے۔ میں اسلام آباد میں گورنمنٹ ہاسٹل کے کمرہ نمبر ۱۰۱ میں تھا اور یہ کمرہ پورے ایک منٹ کے لئے ترکی کے خوبصورت سمندری شہر اناطالیہ میں منتقل ہو گیا —— فون بند ہوا تو یکدم میں واپس اسلام آباد میں تھا —— ڈھلتی شام کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔ میں نے ٹیبل لیمپ جلا دیا۔ میں پھر تنہا تھا —— سلجوق ہزاروں کلو میٹر کے فاصلے پر اناطالیہ میں تھا —— یہ اناطالیہ پتہ نہیں کہاں ہے' نقشہ دیکھنا چاہئے —— خط کا فائدہ ہے اسے دوبارہ پڑھا جا سکتا ہے —— فون کا فائدہ ہے کہ آواز سنائی دیتی ہے اور تسلی ہو جاتی ہے لیکن اسے دوبارہ نہیں سنا جا سکتا ---- جب بند ہوتا ہے تو گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے —— اداسی کم ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو جاتی ہے —— اناطالیہ اے اناطالیہ میں تجھے جانتا تک نہیں تھا اور اب تیرے ساحلوں کی ریت پر میرے بیٹے کے قدموں کے نشان ہیں اور صرف اس لئے تو مجھے پیارا ہو گیا ہے ——

میں اب آسمان کی طرف زیادہ دیکھتا —— سکردو اور گلگت جانے والے ہمیشہ آسمان کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔ ذرا سی دھند۔ بادل کا ایک شائبہ اور —— خواتین و حضرات براہ کرم متوجہ ہوں۔ موسم کی خرابی کے باعث گلگت/ سکردو جانے والی پرواز منسوخ ہو گئی ہے —— اس سلسلہ میں آپ کو جو زحمت ہوئی ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں ——

اور زحمت صرف اتنی ہوتی ہے کہ پون گھنٹے میں کافی کے ایک کپ کے اوپر آپ نانگا پربت پر نگاہیں ڈالتے ہوئے سکردو جو پہنچ جاتے ہیں تو زحمت صرف اتنی ہوتی ہے کہ شاہراہ ریشم کی بلندیوں پر ٹنگی ہوئی ایک ڈولتی ہوئی بس میں سوار اور ایک کلو میٹر نیچے بہتے ہوئے شیر دریا سندھ سے نظریں چراتے ہوئے' پسلیاں تڑاتے ہوئے اور اپنے جنم دن کو کوستے ہوئے آپ صرف دو تین دن میں سکردو پہنچ جاتے ہیں —— بس اتنی سی زحمت ہوتی ہے —— اسی لئے سکردو اور گلگت کے مسافر ہمیشہ آسمان کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔

"تو چلیں کے ٹو؟"

اسلام آباد ایئرپورٹ کے ٹرمینل میں ابھی شب کی سیاہی موجود تھی —— باہر دن کی سفیدی کا ابھی شائبہ تھا۔ لوگ کم تھے۔ لوگوں کی موجودگی کی سرسراہٹ تھی جیسے دھیمی سرگوشیاں ہوں۔ لاؤنج کے فرش کو کچھ دیر پہلے ایک بیزار خاکروب ایک بیزار قسم کے لمبے برش سے صاف کر کے گیا تھا اور اس فرش پر ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے الگ الگ سات رک سیک پڑے تھے۔

مختلف رنگوں کے رک سیک جو موٹے بونوں کی طرح فرش پر براجمان تھے۔

ہر رک سیک میں ایک دنیا تھی —— اس میں خواہشیں تھیں —— ان میں خیمے بندھے ہوئے تھے جنھوں نے دور بہت دور کی برفانی وادیوں میں کھلنا تھا۔

ان کے اندر سلیپنگ بیگ تھے جنھوں نے موسموں سے بچانا تھا۔

اور ہر رک سیک میں مختلف موسم بھی تھے —— تیز دھوپ کے لئے شرٹس۔ شام کی خنکی کے لئے پورے بازو کے سویٹر۔ شدید سردی کے لئے جیکٹس اور مفلر---- اور برف کے لئے اونی انڈر ویئر----

یہ رک سیک' یہ چھوٹی چھوٹی دنیائیں ان آوارہ گردوں کی تھیں جو اپنے آس پاس کی دنیا سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے ---- جو سر میں سودا رکھتے ہیں اسکو... سے پرے کے جہانوں کا ---- جہاں صرف وہ جاتے ہیں جن کے دماغوں میں فتو... ہوتا ہے —— ہر رک سیک اپنے مالک کی شخصیت کا آئینہ دار تھا ——

عامر کا رک سیک سب سے وزنی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے ایک پروفیشنل کی پرفیکشن کے ساتھ پیک کیا گیا تھا ---- عامر قدرے نروس تھا اور ایئرپورٹ پر خدا حافظ کہنے کے لئے آنے والے دو دوستوں کے ساتھ قدرے بلند آواز میں ...یں کر رہا تھا۔

نعمان مرزا کا رک سیک اس کے چھریرے اور مناسب قد کی طرح بہت سمارٹ تھا اور وہ اس پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا اور ایک باریک سگار کے کش لگا رہا تھا —— وہ بہت چوکنا تھا جیسے اسے خدشہ ہو کہ کوئی اس کا رک سیک چھین کر لے جائے گا —— وہ کشمیر کی آزادی کے بارے میں بننے والی کسی فلم میں فاقہ کش کشمیری مجاہد کا کردار بڑی آسانی سے کر سکتا تھا۔

خالد ضرورت سے زیادہ خوش ہو رہا تھا۔ شائد وہ بھی پہاڑوں میں اپنے پہلے سفر کے بارے میں کچھ فکر مند تھا —— وہ دراز قد تھا اور ایک سفید ہیٹ اس پر ایک کاؤ بوائے کی طرح سجتا تھا۔ شاہد اور فرزند سر جوڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان کے رک سیک بھی ایک دوسرے کے سہارے کھڑے تھے۔

ڈاکٹر عمر کا رک سیک ان سب سے الگ ذرا فاصلے پر تھا ---- ڈاکٹر بالکل خاموش تھا اور دزدیدہ نظروں سے سب کو باری باری دیکھتا تھا —— کیا ان جوکروں کے ساتھ ایک خطرناک ٹریکنگ ٹرپ پر جایا جا سکتا ہے؟

اور پھر میں تھا اور میرا رک سیک تھا جو میرا نہیں تھا کرنل مبشر کا تھا ---- یہ رک سیک ابھی دو تین روز پیشتر ترکی اور ایران کی سیر کر کے آیا تھا ---- سلجوق کی معیت میں ---- ہاں سلجوق واپس آ چکا تھا اور اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنے اس سفر سے واپس آتے ہی میرے ساتھ نتھی ہو جائے لیکن مجھے امی کا مشورہ یاد تھا کہ دونوں باپ بیٹا اکٹھے نہ جانا —— یہ نیلا اور سرخ رک سیک میں نے اس لئے چنا تھا کہ یہ تجربہ کار تھا۔ مبشر کے ہمراہ کے ٹو کے بیس کیمپ تک بھی جا چکا تھا اس کے لئے راستے کی سختیاں غیر متوقع نہ ہوں گی —— اسے راستوں کا علم ہے یہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائے گا —— میں نے اسے محبت اور عقیدت سے پیک کیا تھا جیسے یاترا کرنے والے' زیارتوں کو جانے والے اپنے سامان باندھتے ہیں ---- اس میں ان بے چینیوں کا مداوا تھا جو سارا سال میرے بدن کو گھائل کرتی ہیں --- زندگی کی لایعنیت کا حل تھا ---- اس نے منہ زور دریاؤں اور برفیلی چوٹیوں کے دامن میں کھلنا تھا اور میرے لئے ایک گھر بنانا تھا اور مجھے

اِس ریٹ ریس سے دور لے جاتا تھا جو ہم ہیں' ہمارا معاشرہ ہے ----
تو وہاں سات مختلف رنگوں کے چھوٹے بڑے رک سیک موٹے بونو
طرح بیٹھے ہوئے تھے ----
روم کے تریوی فوارے کی نسبت سے ایک مشہور گیت تھا ---- تھری
ان اے فاؤنٹین ---- فرینک سناٹرا نے گایا تھا ---- شائد کچھ اس طرح تھا ----

"تین سکے ایک فوارے کے پانیوں میں پڑے ہیں ----
جو تین مختلف لوگوں نے پھینکے ہیں ---- ان میں سے کون سا سکہ ہے :
فوارے کا کرم ہو گا ----
اور اس سکے کو پھینکنے والے کو خوشی ملے گی ----
تین سکے ایک فوارے کے پانیوں میں پڑے ہیں ---- روم کے وا
پڑے ہیں۔ اے فوارے میرے سکے کا خیال رکھنا ----
میرے سکے کا خیال رکھنا۔"

اسلام آباد ایئرپورٹ کے فرش پر پڑے یہ سات رک سیک بھی سات تھے جو شاہ گوری سے ملن کی خواہش کے فوارے میں پڑے تھے ---- جو مختلف لوگوں نے پھینکے تھے ----

ان میں سے کون سے رک سیک کی خواہش پوری ہو گی ----
اور اسے اپنی کمر پر بوجھ کر کے چلنے والے کو خوشی ملے گی ----
سات سکے ایک فوارے کے پانیوں میں ----
اے فوارے میرے سکے کا خیال رکھنا ----
میرے رک سیک کا خیال رکھنا ---- سیون کائنز ان اے فاؤنٹین۔

"خواتین و حضرات سکردو جانے والی فلائٹ نمبر ۱۶۲ پرواز کے لئے ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ لاؤنج چھوڑنے سے پیشتر سگریٹ بجھا دیں اور۔

"کے ٹو کہانی" کا آغاز دراصل اب ہوتا ہے۔

آسمان نیلے تھے' موسم صاف تھے اور ہمارا اڑن کھٹولا برف زار ور بے آواز پرواز کرتا تھا ---- اڑن کھٹولے پہ اڑ جاؤں تیرے ہاتھ نہ آؤں

اڑ جاؤں تیرے ہاتھ نہ آؤں ---- نیچے جو وادیاں گزرتی تھیں وہ ابھی نیم تاریکی میں تھیں۔ ان کی بلند ترین چوٹیوں پر جو جہاز کے پروں کے عین نیچے سرکتی تھی دھوپ ایک مشاق پیرا شوٹ کی طرح لینڈ کر رہی تھی۔ کہیں ہلکی دھند تھی جو کسی ایک ان کے گرد لپٹ کر اوپر اٹھ رہی تھی ---- ہمارے دیکھتے دیکھتے روشنی نیچے اتر کر کہساروں۔ وادیوں اور گہری کھائیوں کو روشن کرنے لگی ---- شائد میں نے اس جھیل کو بھی دیکھا جس کا کوئی نام نہ تھا اور جہاں ہماری خواہش تھی کہ کوئی نہ پہنچے

ایک جھیل ایسی ہونی چاہئے جہاں آج تک کوئی نہ گیا ہو ---- یکدم یوں لگا جیسے جہاز نیچے ہو گیا ہے اور برفپوش پہاڑ اونچے نکل رہے ہیں ---- نانگا پربت کی فصیل اور برف سے لدی ہوئی ڈھلوانوں پر کہیں کہیں دھند تھی ---- کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے بادل تھے جو لپٹ رہے تھے ---- یہ میرا پہاڑ تھا ---- میں نے اسے ہزار روپ میں دیکھا تھا ---- ایک روپ وہ بھی تھا جب میں اس کے دامن میں ایک کھائی میں لٹک رہا تھا اور میرے چہرے پر برف کا سفوف سرو پانی میں بدلتا تھا اور ایک جنگلی بوٹی میرے نتھنوں میں ایک تیز مہک اور موت کا خوف بھرتی تھی

اور نانگا پربت ---- اوپر میرے اوپر تھی اور اوپر سے ایک سیاہ دھند خوف کی اترتی آتی تھی ---- اور میری جیب میں میرے بچوں کی تصویریں تھیں اور چند برس بعد یہی بچے میرے ساتھ تھے اور ہم نانگا پربت کے بیس کیمپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے ---- گنالو گلیشیئر کے پار۔ ایک وسیع میدان جو نانگا پربت کی دیوار کے عین نیچے تھا اور جس میں صرف ہم تھے ---- میں سلجوق' سمیر اور پورٹر الم - اور چند جرمن کوہ پیماؤں کی قبریں ---- ہم رات گئے مشعلوں کی روشنی میں فیری میڈوز واپس آئے تھے ---- میں نے اور سمیر نے اس پہاڑ کو دوسری جانب سے بھی دیکھا تھا ---- روپل کی جانب سے ---- لاتوبو بیس کیمپ سے ---- اپ میدان سے ----

نانگا پربت کب کی گزر چکی تھی لیکن میں ابھی وہیں تھا ---- اور ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے ---- سب کچھ کب کا گزر چکا ہوتا ہے لیکن سیاح ابھی وہیں رہتا ہے ---- جھیل جنیوا کے ساحل پر' جھیل تھن کے کنارے خیمے میں چھپی کے

غرو —— سرکنڈوں میں —— ایوب پارک کی جھیل کے قریب سرکنڈوں میں
پاس --- ثوریا میں --- ایوب پارک کی جھیل کے قریب
کرنوں میں ایک پہاڑی ندی پر بہتے مرجھائے ہوئے چنبیلی کے ہاروں کے سا
ساتھ —— درہ شندور کی چڑھائی سے پہلے لنگر کی چھوٹی چھوٹی ندیوں میں نہا.
ہوئے —— سیاح وہیں رہتا ہے۔

ابھی میں وہیں تھا کہ جہاز سکردو کے ریتلے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔
کہتے ہیں - دیکھنا' یقین کرنا ہے —— اسی طرح جہاز سے باہر آ کر سکردو
سرد اور کوری ہوا میں پہلا سانس لینا کیا ہے۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں جنہوں نے
سانس لیا ہو جیسے گرمی کے جلائے ہوئے جسم پر ہولے سے باد نسیم --- جیسے
جان بدن پر دم عیسٰی —— اور جیسے —— نہیں بتایا نہیں جا سکتا آپ خود یہ سا
لے کر دیکھئے —— سکردو ایئرپورٹ وہ جگہ ہے جہاں بلتیوں کی پسند کی اور ناپسند
ہر شے آسمان سے اترتی ہے۔ جہاز کا آسمانی رتھ یہاں ٹھہرتا ہے اور اس میں
سیاح اور کوہ نورد برآمد ہوتے ہیں' زندگی کی آسائشوں کے کریٹ اور بکس
ہیں۔ فوجی آتے ہیں۔ افسر آتے ہیں۔ مولوی آتے ہیں اور جھگڑے آتے ہیں۔
جیپوں - ویگنوں - کوہ پیمائی کے سامان - تیز ہوا - اڑتی ریت - ٹھنڈا
مسافروں اور مسافروں کو لینے کے لئے آنے والوں کے ہجوم میں --- عجیب لا
چہرے - تبتی نقش ... کالے بھی اور بہت گورے بھی - نقش و نگار کی اس
ٹیل میں سے باریش محمد علی چنگیزی اپنی ریش کو سہلاتے ہوئے نکلے —— ان
برابر میں دراز قد گورے چٹے شیر علی مسکراتے ہوئے نکلے —— دونوں خاص
پر مجھے اور میری ٹیم کو ایئرپورٹ پر لینے آئے تھے —— "چنگیزی صاحب ہمیں
از جلد کے ٹو کی جانب سفر کرنا ہے —— " میں نے بغلگیری سے فارغ ہو کر کہا۔
"ٹھیک ہے ہم یہیں سے کے ٹو کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں —— "
کہنے لگے۔

میاں فرزند علی نے یہ سنا تو ذرا ہراساں ہو گئے "میں نے کہا تارڑ ہ
ابھی تو جناب عالی تھکاوٹ بہت ہے۔ یہاں سے سیدھے کے ٹو - اللہ
ذرا سکردو نہ دیکھ لیں پہلے —— " میاں صاحب اندرون ٹکسالی گیہ

باشندے ہیں اور زبان اور جنل ہے۔
"نہیں جناب چونکہ تارڑ صاحب نے کہہ دیا ہے کہ انہیں جلد از جلد کے ٹو
جانا ہے اس لئے ہم بندوبست کر کے آئے ہیں۔ یہاں سے ڈائرکٹ کے ٹو —— "
اب میں نے بھی چنگیزی کی منگول آنکھوں میں شرارت کی جھلک دیکھی ——
تب شاہد صاحب بڑی متانت سے آگے آئے "تارڑ صاحب آپ ہمارے
لیڈر ہیں —— لیکن میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہو گا اگر ہم یہیں سے کے ٹو
کے لئے مارچ شروع کر دیں۔ ویسے آپ لیڈر ہیں جو آپ کی مرضی —— "
شیر علی جو اس دوران اپنے ہونٹ سکیڑ کر مسکراتے رہے تھے ہالی وڈ کے
کسی کاؤ بوائے ہیرو کی طرح کولہوں پر ہاتھ رکھے آگے آئے اور کہنے لگے "جناب
کے ٹو سے مراد کے ٹو موٹل ہے جہاں آپ کے لئے رہائش کا بندوبست ہے —— تو
چلیں کے ٹو؟"

"گرم چشمے۔ میمیں اور منصوبہ بندی"

کیا واقعی وہ جھیل وہاں ہو گی یا میرا سفر رائیگاں ہے ——

میرے آس پاس تاریکی اتر چکی تھی اور صرف میرے نئے ہائیکنگ بو راستہ "دیکھتے" تھے ---- اور اکثر نہیں دیکھتے تھے اور ٹھوکریں کھاتے تھے اور ٹھوکر پر میں اپنے ہاتھ نابیناؤں کی طرح پھیلا دیتا کہ شائد سہارا ملے —— اوپر۔ جو تیز نالہ آ رہا تھا اس کا پرشور پانی البتہ کچھ کچھ تاریکی کو کم کر کے اپنی سفیدی شائبہ دکھاتا تھا۔

میرے قدموں میں تھکاوٹ تھی اور میں اپنے اوپر جبر کر کے چلتا جاتا —— چلتا تھا اور رک جاتا تھا اور سانس درست کر کے پھر چلتا تھا۔ اور یہیں مجھے شک ہوا کہ میرا سفر رائیگاں ہو گا۔ وہاں جھیل نہیں ہے ——

یہ کیا راز ہے کہ جب آپ کسی بھی شہر یا منظر کی طرف سفر کرتے ہیں تو آ جانتے ہیں کہ وہ شہر۔ وہ منظر وہاں ہو گا لیکن —— جب بھی کسی پہاڑوں میں گھ ہوئی جھیل کی جانب چلتے ہیں تو ہمیشہ شک سا ہوتا ہے کہ جھیل اب وہاں نہیں ہ —— پچھلی بار تو تھی لیکن آج شائد ---- میں تاریکی میں دھیرے دھیرے پاؤ اٹھاتا رہا ---- بلندی کی وجہ سے میرا سانس پھول رہا تھا اور اسلام آباد میں پچھلے ہفتے میں نے جو لمبی سیریں کی تھیں اپنے تئیں اپنے بوسیدہ بدن کو پہاڑوں کے قدرے تیار کیا تھا تو آج پہلے ہی دن پول کھل گیا تھا —— میں بالکل ان فٹ تھا۔ میں اگر آج جھیل تک نہیں پہنچتا تو شائد مجھے کے ٹو کا خیال ترک کرنا پڑے۔

اوپر سے دو تیز ہیڈ لائٹس کسی بلا کی تکتی آنکھوں کی طرح نیچے آ ر تھیں۔ میں ایک چٹان سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور جیپ مجھے تقریباً چھوتی ہوئی گ

ئی۔ اس کے ٹائروں کے نیچے سے پھونکی جانے والی گرد اور سرد ہوا نے مجھے لمحہ بھر کے لئے ساکت کر دیا اور پھر چلنا شروع کیا ہے تو جیسے سمت بھول گیا —— کہیں میں واپس تو نہیں جا رہا —— نہیں واپسی ہوتی تو اترائی ہوتی ——

میں آج تک کتنی جھیلوں کی جانب چلا ہوں —— سیف الملوک۔ راما۔ شندور۔ حنا۔ نانگا پربت۔ فیئری میڈو۔ پسو گلیشیئر —— لیکن میں کبھی رات کی تاریکی میں ان کی جانب نہیں گیا —— اسی لئے مجھے خدشہ تھا کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو صدپارہ وہاں نہیں ہو گی ——

آج صبح ایئرپورٹ سے کے ٹو موٹل پہنچنے کے بعد پوری ٹیم تتر بتر ہو گئی۔

ڈاکٹر عمر تقریباً اٹھارہ برس پیشتر سکردو آئے تھے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کیا تھا۔ اس قیام کے دوران ان کی نقل و حرکت اور دیگر تفاصیل کے بارے میں تاریخ دان دھند میں ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب سکردو آئے تھے یہاں قیام کیا تھا لیکن یہ ہرگز نہیں جانتا کہ وہ کیا کرنے آئے تھے اور کیا کرتے رہے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے موٹل پہنچتے ہی اپنے آپ کو سنوارا اور ایک بھیگی سی شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ "میں ابھی آتا ہوں" کہہ کر سکردو کی پرانی آبادی کی طرف چلے گئے —— وہاں کون تھا جو انہیں اٹھارہ برس بعد بھی یاد تھا۔

مرزا صاحب نے موٹل کے لان میں چند ان پیکڈ قسم کی میموں کو ٹانگیں پھیلائے دھوپ سینکتے ملاحظہ کیا تو نہ صرف ان کی باچھیں کھل گئیں بلکہ جانے کیا کیا کھل گیا —— انہوں نے فوراً دوبارہ شیو کی۔ ایک سگار سلگایا اور نزدیک ترین میم کے ساتھ دھڑا دھڑ انگریزی بولنی شروع کر دی —— میم ہکا بکا رہ گئی اور سر ہلانے لگی کہ میں نہیں سمجھ سکی۔

"کمال کی میم ہے انگریزی نہیں سمجھتی ——" مرزا صاحب بولے۔

"میرا خیال ہے میم جرمن ہے ——" شاہد صاحب نے اطلاع دی اور شاہد صاحب کے ٹو موٹل میں داخل ہوتے ہیں وہاں مقیم نسوانی آبادی کا مکمل اندازہ حاصل کر چکے تھے ---- یہ نہیں کہ انہیں خواتین میں دلچسپی تھی بلکہ یونہی بس بیل ٹھرک!

بہر حال مرزا صاحب نے فوراً پینترا بدلا اور دوسری میم کی طرف راغب ہو گئے —— یہ میم صرف نام کی میم تھی ورنہ ہمارے میکنے اس سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں ---- اس مقام پر شاہد صاحب نے مرزا صاحب کے لئے میم منیجر کا لقب تجویز کیا کہ آئندہ ٹیم کی جانب سے ہر قسم اور ہر سائز کی میم سے صرف مرزا صاحب رابطہ کریں گے۔

خالد صاحب ناشتے سے فارغ ہوتے ہی کمرے میں گئے اور ایک تولیہ کندھے پر ڈال کر برآمد ہو گئے ---- میاں صاحب کی عینک جو ایک میم کے قریب سے گذرنے کی وجہ سے کھسک چکی تھی انہوں نے درست کی اور کہنے لگے "میں نے کہا باوشاہو —— یہ تولیہ موڈھے پر ڈال کر نہ چلو۔ ماشے لگتے ہو ---- سمجھتے ہیں ناں آپ ——"

خالد صاحب نے بالکل مائنڈ نہیں کیا اور موٹل کے نیچے ایک وسیع دریائی گذر گاہ کے مختلف حصوں میں لیٹے دریائے سندھ کی طرف اشارہ کر کے بولے "میں ذرا نہانے جا رہا ہوں ——"

"آپ کہیں بھی نہیں جا رہے ——" عامر نے ذرا سختی سے کہا "میں بھابھی کو گارنٹی دے کر آپ کو لایا ہوں —— یہ دریائے سندھ ہے"

"تو کیا ہوا ——" خالد نے سینہ پھلایا "ہم اچھرے کے پل پر سے لاہور کی نہر میں چھلانگیں لگایا کرتے تھے —— تیراک ہیں —— ویسے کوئی پرانا ٹائر ساتھ لے آتے تو دریائے سندھ میں تیرنے کا لطف آ جاتا ——"

بہر حال عامر نے خالد صاحب کو دریائے سندھ کی بجائے غسل خانہ میں بھیج دیا کہ جو کرنا ہے وہاں جا کر کرو —— یعنی تہذیب کے دائرے میں رہ کر ——

دوپہر کے کھانے پر پوری ٹیم موٹل کے نئے ڈائننگ روم میں جمع ہوئی —— شائد یہ صرف میرا نہیں دنیا بھر کے کوہ نوردوں کا خیال ہے کہ کے ٹو موٹل سے جو وسعت اور پھیلاؤ ہمارے سامنے آتا ہے، جو کائناتی سکون ہمیں اسے دیکھ سے ملتا ہے جیسے اس علاقے میں صرف کے ٹو موٹل ہے اور اس کے نیچے قدموں میں گہرائی میں دریائے سندھ ہے —— اور کچھ نہیں —— جیسے آپ کسی بلند چوٹی سے نیچے پھیلی ہوئی وسعتوں کا نظارہ کرتے ہیں —— ایسا نظارہ دنیا بھر میں اور کہیں نہیں ہو گا ——

اگر سکردو کی ہوا میں صرف گہرا سانس لینے کے لئے یہ سفر جائز ہو جاتا ہے تو کے ٹو موٹل سے صرف دریا۔ پہاڑ اور قلعہ دیکھنے کے لئے بھی یہاں تک کا سفر آپ کے پیسے پورے کر دیتا ہے۔ ہم نے لنچ کے لئے ڈائننگ روم کا وہ گوشہ پسند کیا جہاں سے شیشے کی کھڑکیوں سے پرے یہ منظر ہماری آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔

کھانے کے بعد جو فراغت بھری غنودگی جسم و جان پر طاری ہوتی ہے ہم اس میں گم باہر موٹل کے لان میں آ گئے جہاں چھاؤں میں دھوپ کی خواہش ہوتی تھی اور دھوپ میں چھاؤں کا خیال بھلا لگتا تھا۔ یہ شمالی علاقوں کا مخصوص موسم تھا ---- یہاں ایک سیب کے درخت کے پاس دھوپ چھاؤں میں ٹیم کے ممبران کے علاوہ چنگیزی، شیر علی اور ملک صاحب کے ٹو کہانی مہم کے حتمی انتظامات اور منصوبہ بندی کی گفتگو میں شریک ہوئے ——

چنگیزی کی پرکشش نیم وا منگول آنکھیں قدرے وا ہوئیں —— "میرا خیال ہے آپ لوگ ابھی دو تین روز سکردو میں قیام کریں تاکہ آپ کو ہمارے موسم کی عادت ہو جائے۔ یکدم ادھر جانے سے آپ بیمار ہو سکتے ہیں۔ آپ کے لئے جس کک کا انتخاب کیا ہے وہ ابھی ابھی اوپر سے آیا ہے ——"

"اوپر سے" —— میاں صاحب نے پوچھا ——

"جو شخص پہاڑوں میں جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اوپر گیا ہے —— آپ کے علاقے یعنی پنجاب سے اگر کوئی آئے تو ہم کہتے ہیں یہ نیچے سے آیا ہے —— تو یہ کک اپنے گھر خپلو گیا ہے کل آ جائے گا ——"

"اچھا تو یہ جو باورچی ہے تو یہ کچھ کڑاہی گوشت وغیرہ پکا لے گا" —— میاں صاحب پھر بولے۔

"ایک تو آپ نے اسے باورچی نہیں کہنا وہ مائنڈ کر جائے گا —— اس کا ٹائٹل نام کک آف دی ایکسپی ڈیشن ہے —— جناب پہاڑوں میں کڑاہی گوشت مشکل ہے ادھر تو زیادہ تر ٹین بند خوراک پر گذارہ ہو گا —— کک کے علاوہ باقی

انتظامات میرے ذمے ہیں البتہ پورٹرز کے بارے میں خیال رکھئے گا ——"
"اچھا تو یہ جو پورٹرز ہیں انہیں اگر مزدوڑ کہیں تو یہ بھی مائنڈ کر جاتے ہیں
میاں صاحب ذرا موڈ میں آ گئے۔
"جی ہاں یہ بھی مائنڈ کریں گے" —— چنگیزی مسکرائے —— "ہاں ا
پورٹرز کے بارے میں خیال یہ رکھنا ہے کہ آدھے یہاں سے سکردو سے لے جائیں گے اور باقی داوی شگر سے حاصل کریں گے —— یہ یہاں کا قانون ہے —— اگ
تمام پورٹرز یہاں سے لے جائیں گے تو شگر والے راستہ روک لیں گے ——"
"اسکولے تک کے لئے جیپوں کے بندوبست کا کیا ہو گا؟" —— مرزا صاحب نے دریافت کیا ——
"اسکولے تک تو ابھی جیپ نہیں جا رہی" —— چنگیزی نے اطمینان سے ک
—— "داسو سے آگے اوپر سے پتھر آ رہا ہے اور روڈ بلاک ہے ——"
ہم سب یکدم فکر مند ہو گئے —— اب کیا ہو گیا؟ —— ہم دوسری جانب کیسے جائیں گے۔ ہر مہم کے دوران اس قسم کے روڈ بلاک آتے رہتے ہیں لیکن کوئی نہ کوئی صورت بلکہ راستہ نکل ہی آتا ہے ——
"آپ فکر نہ کریں۔ ہمارا خیال ہے کہ دو تین روز تک راستہ صاف ہ
جائے گا۔ اگر نہ ہوا تو آپ کو روڈ بلاک سے اسکولے تک پیدل چلنا ہو گا ——"
"نو پرابلم" —— مرزا صاحب نے خوش ہو کر کہا —— "ویسے یہاں سے اسکولے تک کتنا وقت لگے گا —— اگر روڈ صاف ہو جائے تو۔"
"تقریباً آٹھ گھنٹے —— آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ اسکولے تک سڑک ابھی دو سال پہلے بنی ہے —— اس سے پیشتر آخری شاپ داسو تھا اور وہاں سے اسکولے تک دو تین روز کی بہت ہی خطرناک ہائک تھی —— اکثر حادثات اس راستہ پر ہوتے تھے ——"
"اللہ کرم کرے گا جی ——" شاہد صاحب نے سر ہلایا
"چنگیزی صاحب یہ جو اسکولے کے راستے میں مشہور زمانہ گرم چشمے ہ
—— یہ کس مقام پر ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جونہی کوئی غیر ملکی کوہ پیما ٹیم ان
قریب پہنچتی ہے تو یہ واہیات لوگ اور ان میں خواتین پیش پیش ہوتی ہیں اپنے تمام کپڑے اتار کر قدرتی حالت میں ان میں ڈبکیاں لگانے لگتے ہیں ——" یہ سوال عامر نے پوچھا تھا۔
"اچھا ——" ڈاکٹر عمر جو آنکھیں بند کر کے دھوپ کے مزے لے رہے تھے یکدم بیدار ہو گئے —— "ویری انٹرسٹنگ —— طبی نکتہ نگاہ سے نیوڈ میں نہانا صحت کے لئے مفید ہوتا ہے ——"
خالد صاحب کو بھی پسینہ آ گیا اور وہ ذرا شرما شرما کر پوچھنے لگے —— "تو چنگیزی صاحب بالکل ننگے ہو جاتے ہیں یہ کافر کے بچے ——"
"جی جناب" —— چنگیزی مسکرائے اور موضوع بدلنے کی خاطر کہنے لگے
—"ویسے آپ لوگ ٹریک کے دوران ناشتہ کس قسم کا پسند کریں گے تاکہ ——"
"نہیں نہیں بس ذرا ایکپی ڈیشن کے راستے کے بارے میں فیصلہ ہو جائے
—ہاں تو چنگیزی صاحب یہ جو گرم چشمے ہیں تو یہ —— کیا ہم بھی ان میں نہا سکتے ہیں۔ ہم تو خیر جانگئے پہن کر نہائیں گے اور اگر وہ میمیں بھی نہا رہی ہوئیں تو ہم ان کی طرف دیکھیں گے ہی نہیں" —— شاہد صاحب رک رک کر کہہ رہے تھے۔
"ہاں بالکل نہیں دیکھیں گے شاہد بھائی جان' گناہ ہوتا ہے ——" مرزا صاحب نے اپنے باریک سگار کا کش لگایا اور کھانسنے لگے۔
ویسے میں نے بھی مبشر سے ان گرم چشموں کی گرم حکائتیں سن رکھی تھیں کس طرح ایک خاتون کوہ پیما جب اس گرم چشمے میں سے نہا کر نکلی تو کہنے لگی یہ میرے بدن پر اور بالوں میں کچھ کائی اور پتے وغیرہ چمٹ گئے ہیں انہیں اتار دیجئے --- اور وہ منہ پھیر کر مبشر کے سامنے کھڑی ہو گئی اور مبشر بھی منہ پھیر یہ کائی اور پتے اتارتا رہا جو یقیناً بے حد گرم ہوں گے —— کم از کم مبشر نے مجھے تو یہی بتایا تھا کہ وہ منہ پھیر کر کھڑا تھا۔
"چنگیزی صاحب بہتر یہ ہو گا کہ ہم گرم چشموں کے قریب زیادہ دیر کے لئے رکیں —— ورنہ پوری ٹیم کہیں گرم ہو کر فیوز نہ ہو جائے ——" ڈاکٹر عمر

مسکرائے جا رہے تھے۔

"ہم وہاں بالکل نہیں رکیں گے ——"

بہت سارے کیوں —— لیکن؟ —— کیوں جی؟

"اس لئے کہ یہ چشمے پیدل راستے کے قریب تھے۔ اب سڑک بنی ہے ا
ایک طرف رہ گئے ہیں۔"

"ہمیں کون سی جلدی ہے چنگیزی صاحب ——" خالد صاحب نے فرمایا —— "اگر ان علاقوں کی روایت یہی ہے کہ کوہ نورد وغیرہ ان چشموں میں نہا کر آگے جائیں تو —— نہا لینا چاہئے ——"

"آپ کی مرضی —— لیکن —— آپ جب وہاں پہنچیں گے تو ان چشموں میں زیادہ سے زیادہ چند خارش زدہ مقامی بوڑھے نہا رہے ہوں گے —— اگلے بیس پچیس روز میں ادھر سے کسی غیر ملکی ٹیم کے گذرنے کا امکان نہیں ——"

یکدم چشموں سے نکلنے والی گرم بھاپ پر ٹھنڈی اوس پڑ گئی۔ ٹیم کا خیال تھا کہ شائد ان گرم چشموں میں سیمیں بدن خواتین ہمہ وقت موجود رہتی ہیں اور پانی سے اور ان کے بدنوں سے بھاپ اٹھتی رہتی ہے۔

"بہر حال اسکولے تک کے لئے آپ کو دو جیپیں درکار ہوں گی —— ایک سامان کے لئے اور ایک ٹیم کے لئے۔ جو پورٹر یہاں سے جائیں گے وہ اپنی جیپ کا کرایہ خود دیں گے ---- جیپوں کا بندوبست میں کر دوں گا ——"

چند تکنیکی معاملات کو طے کرنے کے بعد ملک صاحب سے مشورہ کیا گیا۔

ملک صاحب سے جب بھی ملاقات ہوتی تو مجھے انگلستان میں مقیم لیبیا کا رہنے والا احمد ضرور یاد آ جاتا —— احمد کی شکل و صورت بہت پیدل تھی اور اس کا منہ ہر وقت کھلا رہتا تھا لیکن انگریز لڑکیوں میں وہ بے پناہ مقبول تھا اور ہم اس کی مقبولیت سے بے حد حسد کرتے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر اس فضول سے لڑکے میں کیا خصوصیت ہے جو ہر لڑکی اس کا نام سن کر ایک سسکی سی لے کر "اوہ احمد ——" کہتی ہے ——

اس دوران ایک خاتون سے میں نے یہی سوال کیا کہ ---- کیا ہے احمد میں؟

وہ کہنے لگی —— تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ایک سویٹ اور کڈلی سا ٹیڈی بیئر لگتا ہے' جی چاہتا ہے اسے آغوش میں لے کر خوب بھینچا جائے —— ملک صاحب کی تو شکل بھی اچھی تھی' آواز بھی رعب دار تھی اور مونچھیں بھی خوب دبیز تھیں لیکن ان میں بھی سویٹ اور کڈلی اور ٹیڈی بیئر والی خصوصیات موجود تھیں —— چونکہ میں اب دوڑ سے ریٹائر ہو چکا ہوں اس لئے ملک صاحب سے مجھے کوئی حسد نہیں ہے

ان کی اپنی ایک ٹورسٹ ایجنسی ہے لیکن کاروبار میں دلچسپی کم لیتے ہیں اور پہاڑوں اور کوہ نوردوں میں دلچسپی زیادہ لیتے ہیں —— مجھے کبھی ایئرپورٹ پر کبھی اسلام آباد میں اور کبھی کسی دور کی وادی میں مل جاتے ہیں۔ مل کر بے حد راضی ہوتے ہیں اور پھر خوب انگریزی بولتے ہیں۔ گلیشیئر کو ہمیشہ گلا سیئر کہتے ہیں اور مشورے بے حد مفید دیتے ہیں —— کاغان گیا تو ملک صاحب نے فوراً ایک عدد لانگ راڈ پیش کر دیا "تارڑ صاحب —— پلیز یہ لے جائیے —— ٹراؤٹ کو میرے فشنگ راڈ سے عشق ہے۔"

"ٹراؤٹ تو کیا مجھے یقین ہے کہ خواتین کو بھی آپ کے فشنگ راڈ سے بے حد عشق ہے ——"

"ویری ناٹی ——" انہوں نے شرما کر کہا تھا۔

ملک صاحب نے باری باری تمام ٹیم ممبرز سے ان کے ایکمنٹ کے بارے میں پوچھا —— ان کے خیمے چیک کئے' سلیپنگ بیگز کی موٹائی پوچھی۔ بوٹ دیکھے اور پھر جس کے پاس جو کچھ نہیں تھا اس کی نشاندہی کی —— میرے پاس دستانے نہیں تھے ——

ان کی مونچھیں ان کے ہونٹ پر جیسے رقص کرنے لگیں "ادھر وہاں پر تارڑ صاحب —— ہر طرف گلا سیئرز ہوں گے اور کنکورڈیا تو یہ ایک بہت بڑا گلا سیئر ہے اور آپ دستانوں کے بغیر وہاں جا رہے ہیں۔ آپ کو فراسٹ بائٹ ہو جائے گا پہلے آپ کی انگلیاں سیاہ ہوں گی اور پھر ان کو کاٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو گا آپ کو گرم دستانے نہیں بلکہ مٹانز کی ضرورت ہے ——"

"وہ کیا ہوتے ہیں؟"

ملک صاحب لپک کر اپنے کمرے میں گئے اور سرخ دستانوں کا ایک جوڑا لے آئے۔

"یہ تو دستانے ہیں ——"

"نہیں یہ مٹانز ہیں —— آپ لے جایئے۔ واپسی پر اگر یاد رہا تو دے جایئے ——"

شائد یہ مٹانز اس لئے تھے کہ دستانے پہن کر مٹھی بند کی جا سکتی ہے جب کہ انہیں پہننے کے بعد انگلیاں شکنجے میں کسی جاتی ہیں —— ان کی افادیت کا احساس "بالتورو گلا سیئر" پر جا کر ہوا۔

سیب کے درخت کی ایک ٹہنی پھل کے بوجھ سے جھکی جاتی تھی —— اور جب کبھی سندھ سے اٹھتی ہوئی سرد ہوا میں تیزی آتی تو ٹہنی ہماری آنکھوں کے سامنے لچکنے لگتی —— اور جب بھی سیبوں سے بجی شاخ میری آنکھوں کے آگے جھکتی تو میں حیرت میں مبتلا ہوتا —— انہیں ابھی تک کسی نے توڑا کیوں نہیں تھا —— اگر سیبوں سے لدا یہ درخت کسی اور موٹل کسی اور ہوٹل کے لان میں ہوتے تو یقیناً اس کی جانب ہاتھ بڑھتے اور اسے خالی کر دیتے لیکن یہاں کے ٹو موٹل میں جو لوگ آتے تھے وہ قدرت کے پجاری آتے تھے —— اس کے حسن کو دیکھنے والے۔ اسے شدید طور پر چاہنے والے —— وہ اسے نوچ نہیں سکتے تھے پجاری جو تھے اور اسی لئے سیبوں سے بھری یہ ٹہنی محفوظ تھی، پہنچ میں تھی پھر بھی محفوظ تھی ——

شیر علی اپنی بھوری مونچھوں میں انگلیوں سے برش کر رہے تھے اور شائد اس ناقابل اشاعت شیر اور گدھے والے لطیفے کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہے تھے جو ہم نے انہیں سکردو ایئرپورٹ پر سنایا تھا —— "شیر صاحب ——" میں نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا —— "آپ بھی ذرا شیر بنیں اور گفتگو میں حصہ لیں"

"میں نے تو تارڑ صاحب آپ کو صرف یہ بتانا ہے کہ گلگت سے آپ کا خیمہ آگیا ہے۔"

میاں صاحب نے یہ سن کر سر جھٹکا —— "خود بخود آگیا ہے یعنی کہ ——"

شیر علی نے میاں صاحب کی جانب ایک ناراض نگاہ کی —— "نہیں جی ویگن پر آیا ہے —— اکرام بیگ نے بھیجا ہے اور یہ وہی خیمہ ہے جو تارڑ صاحب کئی برس پیشتر پہلی بار فیری میڈو لے کر گئے تھے ——"

"فیری میڈو کے بعد کنکورڈیا کے گلا سیئر —— لکی ٹینٹ ——" ملک صاحب نے بھی اپنی انگلیوں سے مونچھوں میں برش کیا ——

کچھ دیر خاموشی رہی —— سب لوگ ایک دوسرے کی جانب منہ کھولے دیکھتے رہے کہ اب کیا کرنا ہے۔

"سر میری ایک پرابلم بھی حل کر دیں ——" مرزا صاحب نے چھوٹے بچوں کی طرح ایک ہاتھ اٹھا کر کہا —— "آپ ٹیم لیڈر ہیں آپ پلیز ڈاکٹر صاحب کو منع کر دیں ——"

"کس بات سے؟"

"سر انہیں کہیں کہ میں جب بھی کسی میم کے ساتھ ذرا... گفتگو کر رہا ہوتا ہوں تو یہ پاس سے گذرتے ہوئے مسکرا کر اسے گڈ مارننگ نہ کہا کریں ——"

"کیوں؟ ——"

"یہ مسکراتے ہیں تو میرا کام خراب ہو جاتا ہے ——"

چنانچہ ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی گئی کہ جب کبھی نوجوان مرزا صاحب کسی غیر ملکی خاتون کے ساتھ محو گفتگو پائیں تو خاتون کی جانب دیکھ کر مسکرانے سے پرہیز کریں ——

"میرا خیال ہے بیشتر معاملات طے ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں سکردو میں چند روز قیام کر کے اپنے آپ کو اکلاماٹائز کرنا ہے —— اپنے جسم کو عادت ڈالنی ہے یہاں کی آب و ہوا کی ——"

"سر عادت ڈالنی ہے تو پھر کوئی چھوٹا موٹا ٹریک کیا جائے ——" مرزا صاحب نے مشورہ دیا —— "شوز بھی ٹیسٹ ہو جائیں گے اور یہ بھی پتہ لگ جائے گا کون کتنا فٹ ہے ——"

"یعنی کہ آج ہی ——" میاں صاحب کو مرزا صاحب کا مشورہ پسند نہ آیا۔

"ہاں سر — کیا حرج ہے۔"

"کہاں جایا جائے؟"

"صدپارہ جھیل —"

کیا واقعی جھیل صدپارہ وہاں ہوگی یا میرا سفر رائیگاں ہے۔

میرے آس پاس تاریکی اتر چکی تھی اور میرے ساتھی آگے جا چکے تھے میری طرح ان کی عمر کا پیمانہ ابھی صدیوں تک نہیں پہنچا تھا۔ وہ بہتر بدن رکھتے اور ان کے اعضاء میں اعتدال تھا — اس لئے وہ آگے جا چکے تھے۔ میں لیڈر تھا کہ میرے ممبر مجھ سے آگے جا چکے تھے اور میں ان سے کہیں پیچھے رہ تھا۔ لیکن مجھے فکر مند ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پاکستان میں ایسا ہی ہوتا اور میں اپنی قوم کی سنہری روایات پر عمل پیرا تھا — قوم کہیں آگے نکل چ تھی اور لیڈر ہمیشہ پیچھے رہ جاتا تھا۔

دیوسائی سے اترنے والے نالے کا شور کم ہو رہا تھا۔

میرا جسم مجھے خبر کر چکا تھا کہ تاریکی کے ساتھ ساتھ سردی بھی اتر چکی اور صرف مسلسل چلنے کی وجہ سے یہ مجھ میں سرائت کرنے سے اجتناب کر ر ہے۔ میں سہارا لینے کے لئے کسی پتھر پر ہاتھ رکھتا تو میری ہتھیلی کی گرمی فوراً زا ہو کر گہری خنکی کو میرے بدن تک کا راستہ دے دیتی۔

شائد سڑک ہموار ہو گئی تھی جو میں کافی دیر سے رکے بغیر چل رہا تھا — پھر ایک چڑھائی آئی اور جب میں پاؤں گھسیٹتا اوپر تک گیا تو میرے سامنے جھ تھی — یا وہاں جھیل کو ہونا چاہئے تھا — صدپارہ کے پانی مجھے دکھائی نہ دیئے — صرف تاریکی کے مختلف سایوں میں سے ایک سایہ بہت بڑا اور گہر اندھیرے والا تھا اور اس کے کنارے ایک دھیمی روشنی تھی —

پھر آہستہ آہستہ راستہ اور اس کے پتھر آشنا لگنے لگے اور میرے قدم ڈر بغیر اٹھنے لگے --- یہیں کہیں وہ دوکان تھی جہاں سے سلجوق اور سمیر نے ایک فشنگ راڈ کرائے پر حاصل کیا تھا اور ہم تینوں نے اس مقام پر جہاں متعدد نا

صدپارہ میں گرتے ہیں اور اسے جھیل بناتے ہیں وہاں ہم تینوں نے مہربان دھوپ اور نیلے پانیوں والا ایک یادگار دن گذارا تھا — ہم جب شام ڈھلے صدپارہ کے ہوٹل کی طرف آ رہے تھے تو ہمارے پاس بہت ساری خوشیاں تھیں لیکن مچھلی ایک بھی نہیں تھی —

پتھریلی سیڑھیاں نیچے جھیل تک جا رہی تھیں اور ان کے دائیں ہاتھ پر وہ ہوٹل تھا جہاں ہم کچھ روز ٹھہرے تھے اور ایک شب عینی کے تیز بخار نے ہمیں دہلا کر رکھ دیا تھا ----

جھیل خاموش تھی — لہروں کی کوئی آواز نہ تھی — لیکن جہاں دھیمی روشنی تھی وہاں سے کچھ پرمسرت آوازیں پانی پر تیرتی آتی تھیں لیکن مجھ تک پہنچتے پہنچتے الفاظ پانی میں تحلیل ہو جاتے اور میرے کانوں تک سرگوشیاں سی پہنچتیں۔

میں دروازہ کھول کر اندر گیا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ دودھیا روشنی والے ایک گیس کے آس پاس میری ٹیم کے چہرے تھے جن میں بہت ساری روشنی جذب ہو رہی تھی۔

لیڈر - لیڈر — سب نے مجھے دیکھ کر نعرے لگائے۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ زیادہ ہی پرمسرت ہو رہے تھے ---- تاریکی اترنے کے ساتھ ان کے دل میں بھی یہ خدشہ سر اٹھا رہا تھا کہ لیڈر ابھی تک نہیں پہنچا اور لیڈر رہ گیا ہے — ہماری مہم کا کیا ہوگا — میرا وہاں پہنچ جانا اس بات کی دلیل تھا کہ لیڈر رہ نہیں گیا اور اس میں ابھی پہاڑوں کی سختیاں جھیلنے کی ہمت ہے — اور — ہم کے ٹو جائیں گے۔

فوری طور پر آلو کے قتلے اور گرم چائے آرڈر کی گئی کیونکہ ہم صدپارہ کے کنارے پر واقع ریستوران میں بیٹھے تھے —

مجھے سکردو سے صدپارہ جھیل تک پیدل پہنچ جانے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی اس بات پر ہوئی کہ میرے نئے ٹریکنگ بوٹوں نے مجھے آرام سے رکھا وہ جرابوں کی طرح میرے پاؤں میں فٹ ہوئے اور انہوں نے اکثر بوٹوں کی طرح مجھے کوئی آزار نہ دیا — کہتے ہیں کہ ایک خوبصورت ٹریک اور ایک زندگی

ٹریکنگ شوز کا فرق
سے بیزار کر دینے والے اذیت ناک ٹریک میں صرف آرام دہ
ہوتا ہے ——

ہم اس جیپ کا انتظار کرنے لگے جو یقیناً اس وقت ہمیں لینے کے لئے کے
موٹل کی ڈھلوان سے اتر رہی ہو گی اور تھوڑی دیر میں ہم یہاں کھڑکی کے شیشے
سے بہت پرے اس تاریکی میں جو کہ چٹانیں ہیں وہ روشنیاں دیکھیں گے —— ہ
اس جیپ کا انتظار کرنے لگے۔

آلو کے تلے ابھی تک نہیں آئے تھے۔ میں اٹھ کر باہر گیا اور ار
دروازے کو دھکیل کر کھولا جہاں سے کچھ آوازیں اور آگ کی متحرک روشنی باہ
رہی تھی۔ اندر ابلتے ہوئے تیل کی دو کڑاہیوں پر دو چہرے جھکے ہوئے تھے۔ ب
ساری لکڑیاں بھڑ بھڑ کرتی جل رہی تھیں اور صرف ان کی روشنی تھی جو باور
خانے میں تھی۔ گرم تیل کی سطح پر آلو کے تلے بے چین ہو ہو کر پہلو بدل رہے۔
—— جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں ——

"ٹراؤٹ فش نہیں ہے؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

"نہیں صاحب —— شام کو ہی ختم ہو گیا تھا ——"

ان میں سے ایک چہرے نے مجھے پہچان لیا —— " صاحب پھر سکردو آیا۔
—— ٹھیک ہے صاحب —— بچہ لوگ کیسا ہے؟ —— صاحب آپ کا بیٹی جو او
جھیل پر رات کے وقت بیمار ہو گیا تھا وہ ٹھیک ہے ——"

یہ صدپارہ ہوٹل کا چوکیدار تھا جو اب آلو تلنے کے فرائض سرانجام د
رہا تھا۔

"آپ آرام کرو صاحب —— ہم چپس لاتا ہے"

ریستوران کے اندر جانے کی بجائے میں کنارے پر لگی ریلنگ کے سا
کھڑا ہو گیا —— کھڑکی کے شیشوں میں سے آنے والی گیس کی روشنی جھیل
پانیوں پر اتر کر کچھ دور تک تاریکی کے پیچھے جاتی تھی۔ چٹانوں کے درے میں گم
ہوئی صدپارہ خاموش تھی اور اس کی سطح پر ایک اندھیرا تیرتا تھا جس میں
خدشات تھے جو میں اپنے ساتھ لئے پھرتا تھا اور ان کا ذکر نہ کرتا تھا۔ آج

ورے اسلام آباد ایئرپورٹ پر میں ایک "تہذیب یافتہ" شخص تھا اور اب
صدپارہ کی رات میں وہ وحشی تھا جو جنگل کی پکار پر نکل کھڑا ہوتا ہے ——

میرا جنگل میری وحشت مجھے بلاتی تھی۔ میں نے اسکولے سے پرے اپنے
گل میں جاتا تھا --- لیکن اب میں وہ وحشی تھا جسے کسی حد تک سدھا لیا گیا تھا ——
اسے "تہذیب" کے طور طریقے سکھانے کی کوشش کی گئی تھی —— اس کی
آنکھوں میں جو جانوروں والی چمک تھی وہ ماند پڑتی جا رہی تھی —— مجھے جنگل
سے زیادہ گھر اپنے پاس بلاتا تھا —— دراصل میں اپنے بچوں کو مس کر رہا تھا۔ ان
کی شکلیں دیکھنا چاہتا تھا۔ ابھی جدائی کی پہلی رات تھی پھر بھی میں ان کے لئے
ترس رہا تھا۔ چند برس پیشتر ہم سب یہاں اکٹھے تھے اور اب تاریکی میں چٹانوں
کے درے میں گھری صدپارہ کی سطح پر ایک اندھیرا تیرتا تھا اور میں تنہا تھا —— وہ
تینوں اور میمونہ اس وقت کیا کر رہے ہوں گے —— وہاں گھر میں روشنی ہو گی
زندگی ہو گی ——

تاریک پانیوں میں کبھی کبھار کوئی مچھلی اچھلتی تھی۔

پہاڑوں کے سیاہ حجم میں ابھی مکمل تاریکی تھی اور ابھی دو تیز لائٹس حرکت
کرتی نظر آنے لگیں —— جیپ ہمیں لینے کے لئے آ رہی تھی۔

”منظروں میں گم ہونے کے لئے دریائے سندھ میں ڈبکیاں“

اور پچھلی شب صدپارہ جھیل سے واپسی پر میں نے اپنے ہائیکنگ بوٹوں کے تسمے کھولے ---- یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کے اندر کیا ہے؟ —— میں جانتا تھا ان کے اندر میرے پاؤں ہیں لیکن یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کی حالت کیا ہے — اور جب میں تسمے کھول رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ ایک روز ایسا بھی ہو گا جب یہ تسمے کھولوں گا اور اس لمحے کھولوں گا جب میں کنکورڈیا سے واپس آؤں گا — اور ان بھاری بوٹوں کی بجائے عام شوز پہن لوں گا —— امید تو یہی تھی کہ ایسا آ جائے گا —— اگر نہیں آتا تو میں ان بوٹوں سمیت کہاں ہوں گا —— ہر سیزن میں کچھ کوہ نورد وہیں رہ جاتے ہیں، کسی گلیشئر کی دراڑ کے اندر اتھاہ اندھیرے اور یخ بستگی میں، کسی کھائی میں، کسی منجمد جھیل کی تہہ میں —— کسی موت ر[illegible] دریا کے پانیوں میں —— ان پر ایسا لمحہ نہیں آتا کہ وہ اپنے بوٹوں کے تسمے کھ[illegible] سکیں —— ان کے تسمے ہمیشہ کے لئے بندھے رہتے ہیں ---- میں خواہش کر سکتا تھا دعا کر سکتا تھا کہ میرے ساتھ ایسا نہ ہو —— میں کے ٹو سے واپسی پر اپنے تسمے کھول سکوں ----

میں نے پہلے اونی جراب کو اتارا —— اس کے نیچے سوتی جراب تھی ان کے درمیان میں اور پاؤں پر ٹیلکم پاؤڈر کی سفیدی تھی اور جناب نوٹ کیجئے اگر آپ بلندیوں پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ آپ کے پاؤں کے لئے آئیڈ[illegible] کمبی نیشن ہے —— پاؤں پر ٹیلکم پاؤڈر چھڑکئے —— پھر سوتی جراب —— پاؤڈر —— پھر اونی جراب اور پھر بوٹ —— اور بوٹوں کے اندر بھی پاؤڈر —

میرے پاؤں بے حد کومل اور پرسکون لگ رہے تھے۔ ان میں تھکاوٹ نہیں تھی صرف سفر کی شکنیں تھیں —— میں نے ان کو پیار سے دبایا۔ انگلیوں کو چھوا یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میرے پاؤں پہاڑی سفر کو سہار گئے تھے اور اچھی [illegible] میں تھے ---- وہ ایسے لگتے تھے جیسے کسی تسلی بخش مطمئن اور تکمیل آرزو والی [illegible] کے بعد کوئی گوری پہاڑی ندی میں سے نہا کر نکلتی ہے تو اس کا بدن ہوتا ہے تھکا ہوا بھی اور آسودہ بھی ----

یہ پچھلی شب تھا ——

اور آج صبح ——

اور آج صبح میں نے ٹیلی فون پر لاہور بات کی تھی —— میں تین منٹ کے لئے لاہور چلا گیا تھا اور اپنے بچوں سے بات کر کے واپس سکردو آ گیا تھا اور اسی لئے میں خوش تھا اور کے ٹو موٹل کے برآمدے میں ایک بھدی سی آواز میں سیٹی [illegible] بجاتا تھا ——

اس برآمدے میں کھڑکیوں کے ساتھ مختلف چوکھٹے آویزاں تھے ---- ہر برس [illegible] ایک چوکھٹا —— اور ان میں ڈرائنگ پنوں کی مدد سے فکس کئے ہوئے ان کوہ [illegible]وں۔ کوہ نوردوں اور مہمات کے سوونیئر تھے جو اس برس سکردو آئے تھے اور وہاں سے اپنی آرزوؤں کی بلندیوں کی جانب گئے تھے ---- پوسٹ کارڈ، تصویریں، [illegible] خطوط، سٹکر ---- آٹوگراف ---- اور ان میں سے کچھ واپس نہ آئے ---- یہ [illegible] عالمی بلند ترین چوٹیوں پر کمندیں ڈالنے والے لوگوں کی WHO'S WHO تھی ---- وہاں [illegible]یسنر بھی تھا اور وانڈا بھی تھی ---- اور نذیر صابر بھی تھا اور شیر خان اور [illegible] امان بھی تھے ---- یہ تاریخ ۱۹۸۲ء سے شروع ہوتی تھی ---- میں ہر برس [illegible] چوکھٹے کے آگے رکتا اور نام پڑھتا، تفصیل پڑھتا، تصویریں دیکھتا —— اور [illegible] ۱۹۹۰ء کے بورڈ کے قریب میں رکا تو ذرا سا دل بھی رکا —— وہاں ایک چھوٹا [illegible] تھا جس پر مارکر سے ”دیوسائی ڈیش“ لکھا تھا۔ ایک کارٹون سا نقشہ تھا جس [illegible] اور عینی پہاڑ کے نیچے بیٹھی ہیں اور چار مسخرے سے دیوسائی کو جا رہے [illegible] ان کے نیچے نام درج تھے —— مستنصر حسین تارڑ، سلجوق تارڑ، سمیر تارڑ

اور میجر جمیل عباسی ---- زندگی کیسے ماضی میں منتقل ہوتی جاتی ہے —— میں ۹۳ء میں تھا اور دیوسائی کے کٹورہ نما بند گوبھی کے سائز کے پھولو جب ہم چلے تھے تو یہ ۹۰ء میں تھا ---- اور اب اس ڈیش کی یاد "پربت" میں ہے اور یا پھر یہاں کے ٹو موٹل کے برآمدے میں ہے —— چوکھٹے کے بعد ۹۱ء تھا —— پھر ۹۲ء آیا اور آخر میں ایک بڑے میں ۹۳ء کی مہمات کی تفصیل تھی ---- یہ چوکھٹا ابھی مکمل نہیں تھا ---- یکدم ایک بار پھر میرا دل ذرا رکا کہ وہاں کسی نے "تارڑ کے ٹو کہانی سرخ اور نیلا سٹکر آویزاں کر دیا تھا اور اس کے برابر میں "کے ٹو ٹریک ایکسپی ڈیشن۔ اگست ۹۳ء" درج تھا۔ ٹیم ممبرز کے نام لکھے ہوئے —— سب کچھ مکمل تھا صرف "رزلٹ" کے خانے کے سامنے جگہ خالی —— اس کا فیصلہ ابھی ہونا تھا کہ "رزلٹ" کے سامنے "ناکام" کا لفظ ہے یا "کامیاب" کا —— بعد میں کھلا کہ یہ کارروائی مرزا صاحب کی تھ

برآمدے کے شیشوں میں سے میں نے دیکھا کہ سیبوں کے درختوں پر دھ اتر چکی ہے اور اس دھوپ میں ڈہلیا کے پھولوں کے پاس، پلاسٹک کی ایک کرسی پر ایک چھوٹا سا مختصر سا شخص بیٹھا ہے —— دیکھنے میں ایک عام سا پور شائد رزق کی خاطر ادھر آ نکلا تھا اور اب کسی کوہ نورد کی تلاش میں تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے ایک دنیا جانتی تھی اور کوہ نورد اس کی تلاش میں رہتے —— یہ کریم تھا جو اپنے مختصر سراپے کی وجہ سے "لٹل کریم" کے نام سے جانا تھا۔ میں دروازہ کھول کر باہر چلا گیا ——

"السلام و علیکم کریم صاحب ——"

"وا علیکم السلام صاحب ---- ہاؤ آر یو سر ——"

"میں آج سے تین سال پیشتر آپ کے گاؤں ہوشے گیا تھا —— آپ ملاقات نہ ہو سکی ——"

"ہاں صاحب —— میں اوپر گیا تھا۔ نیچے آیا تو لوگوں نے بتایا کہ کتا والا تارڑ صاحب آیا تھا۔ اب کدھر جانا ہے صاحب؟"

"کنکورڈیا ——"

تو ادھر سے گنڈوگورو کے راستہ ہوشے میں اتر آؤ صاحب —— بہت بیوٹی فل ہے صاحب ——"

"وہ بہت مشکل ٹریک ہے —— اور ہم ذرا بوڑھے ہیں ——"

"ادھر تو ستر ستر برس کا گورا جاتا ہے صاحب ——"

"گورا جا سکتا ہے لٹل کریم —— لیکن پاکستانی نہیں جا سکتا —— گورا ساری عمر وہ پھیکے ابلے ہوئے کھانے کھاتا ہے —— اور کم کھاتا ہے اور جہاں بس چلے پیدل چلتا ہے اور آخری عمر تک فٹ رہتا ہے —— پاکستانی زردے پلاؤ اور حلوے کھاتا ہے۔ کڑاہی گوشت نوش کرتا ہے اور پھر ٹانگیں پھیلا کر ریلیکس کرتا ہے اور آخری عمر میں صوفی ہو جاتا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا ذرا میرا بیہودہ بدن ملاحظہ کرو اس بھدے جسم کے ساتھ اگر میں کنکورڈیا تک پہنچ جاتا ہوں تو بڑی بات ہے ——"

لٹل کریم نے اپنی باریک منگول آنکھوں سے مجھے دیکھا اور غور سے دیکھا اور پھر مونچھوں تلے مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو کہ ہاں تم درست کہتے ہو ——

سیب کے درخت کی اوٹ سے ایک صاحب برآمد ہوئے —— ترچھی کاؤ بوائے ہیٹ اور کندھے پر تولیا —— انہوں نے ادھر ادھر چوری چوری دیکھا اور لان عبور کر کے اس ڈھلوان کی طرف جانے لگے جو دریائے سندھ کی طرف جاتی تھی۔

"خالد صاحب ——"

وہ ٹھٹک گئے۔ مجھے دیکھا اور جھینپتے ہوئے میری جانب آ گئے۔

"کہاں کی تیاری ہے؟"

"تارڑ صاحب آپ لیڈر ہیں۔ آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا —— میں دریائے سندھ میں سوئمنگ کرنے جا رہا ہوں —— میں نہیں رہ سکتا پانی کے بغیر ——"

"آپ کو میاں صاحب نے منع کیا تھا کہ اس سٹائل سے تولیہ موڈھے پر

رکھ کر نہ چلا کریں —— لوگ پتہ نہیں کیا سمجھ بیٹھیں ——"

انہوں نے تولیہ کندھے سے کھینچ کر ہاتھ میں پکڑ لیا "اب ٹھیک ہے ——

"ٹھیک تو ہے لیکن عامر کو اعتراض ہو گا —— اس کا کہنا ہے کہ وہ بھابھی یعنی آپ کی بیگم کو گارنٹی دے کر آپ کو ساتھ لایا ہے ——"

"اس نے یہ گارنٹی دی تھی کہ مجھے بالکل صحیح حالت میں خیر خیریت واپس لاہور لائے گا۔ یہ گارنٹی تو نہیں دی کہ مجھے پورے بیس پچیس دن پانی پاس پھٹکنے کی اجازت نہیں ہو گی ——"

"آپ بے شک غسل خانے کے ٹب میں ڈبکیاں لگا لیں لیکن دریائے سندھ بہر حال شیر دریا ہے اور تیز دریا ہے —— خطرناک ہے"

"ادھر آئیں ——" خالد صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر ڈھلوان کے کنارے تک لے گئے" ذرا دیکھئے دریا کا مرکزی دھارا وہ ---- ریت اور پتھروں سے پرے —— اور ادھر بائیں ہاتھ پر سندھ کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے —— کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے چھلانگیں لگا رہے ہیں اور نہا رہے ہیں —— اور پانی انکی کمر تک آتا ہے"

میں نے ذرا غور سے پانی کے اس نیلگوں تالاب کو دیکھا جہاں تیز دھوپ میں چند بچے اس میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔

"تارڑ صاحب میں نے خاصی دیر صورت حال کا مطالعہ کر کے نہانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں بینکر ہوں بیوقوف نہیں —— آپ کبھی دریائے سندھ میں نہائے ہیں؟"

"نہیں ——"

"کمال ہے —— دنیا بھر کی جھیلوں اور جوہڑوں میں ڈبکیاں لگاتے رہے ہو اور اپنے سندھ کے پانیوں میں کبھی نہیں اترے —— آپ کی تو محب الوطنی مشکوک ہے ——"

تھوڑی دیر میں ہم دونوں اپنے اپنے تولئے سنبھالتے ڈھلوان سے نیچے اتر رہے تھے —— ایک راستہ تھا جس کی مٹی پر قدم زیادہ دیر تک نہیں جمتے تھے اور

پھسلتے تھے —— اور ہم قدم پھونک پھونک کر رکھتے تھے ——

نیچے ایک چشمے کے پاس دو عورتیں پانی بھر رہی تھیں اور ان سے کچھ فاصلے پر خوبانی کے ایک چھدرے سے درخت کی چھاؤں میں ٹانگیں پسارے عامر اور مرزا لیٹے ہوئے تھے اور درخت کے پتوں میں چھن کر آنے والی دھوپ سے بچاؤ کی خاطر آنکھیں میچے ہوئے تھے۔

"اوہ مارے گئے تارڑ صاحب ——" خالد صاحب نے میرا بازو پکڑ لیا "یہ عامر مجھے پھر روک لے گا اور نہانے نہیں دے گا ——"

"اگر آپ ان ہر دو حضرات کو قدرے غور سے ملاحظہ کریں تو آپ پر کھلے گا کہ ان کے سروں تلے تولئے ہیں اور یہ بھی اشنان کرنے کی نیت سے نیچے اترے ہیں ——"

"اگر اس نیت سے اترے ہیں تو یہاں چشمے کے قریب جہاں عورتیں پانی بھر رہی ہیں کیوں ٹھہر گئے ہیں ——"

"نیت بدل گئی ہو گی ——"

ہر دو حضرات جب ہماری موجودگی سے باخبر ہوئے تو ذرا کھسیانے سے ہو گئے ——

"موسم کتنا اچھا ہے تارڑ صاحب ——" مرزا صاحب نے جھک کر کہا۔

"ہم ذرا یہاں سے سکردو کی چٹان پر ایستادہ کھرفوچے کا قدیم قلعہ دیکھ رہے تھے ——" عامر کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہاں سے تو قلعہ نظر ہی نہیں آتا ——" خالد صاحب کچھ حیران ہوئے۔

"میں بھی بے حد حیران تھا کہ یہاں سے کھرفوچے کا قلعہ کیوں نظر نہیں آتا" عامر نے اپنا تولیہ اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا "ذرا اور نیچے چلتے ہیں"

نیچے پہنچ کر ہم نے اوپر دیکھا تو کے ٹو موٹل آسمان میں ٹنگا نظر آیا۔ نیچے تو آ گئے ہیں اب واپس اوپر کیسے پہنچیں گے ——

دریائے سندھ کی وسیع کئی کلو میٹر کے رقبے میں پھیلی ہوئی گزرگاہ میں ہم بالکل بے حیثیت ہو گئے اور شائد ہم سب گھروں سے نکلے ہی اس نیت سے تھے

کہ بے حیثیت ہو جائیں۔ آبادیوں میں اور بستیوں میں اور ملازمتوں او کاروباروں میں انسان کی ایک واضح حیثیت ہوتی ہے وہ ایک فرد ہوتا ہے ایک ہوتا ہے۔ وہ بہت سارے لوگوں پر انحصار کرتا ہے اور بہت سارے لوگ اس انحصار کرتے ہیں۔ اس کا ایک نام ہوتا ہے اور وہ جانا جاتا ہے اور پہچانا جاتا۔ —— لیکن اس کے اندر فنا کی قربت اور اپنے خاک ہو جانے کا خیال ہمیشہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی بالا آخر کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی پہچان نہیں اور یہ س کچھ عارضی ہے —— اور اسی لئے وہ جنگلوں اور ویرانوں میں جاتا ہے —— قراقرم اور ہمالیہ کی وسعتوں میں ایک ذرہ ہونا چاہتا ہے —— دراصل وہ قدرت ایک حصہ بن جانا چاہتا ہے —— وہ اس بات کا شعور رکھتا ہے کہ اس نے ا منظروں میں بالا آخر گم ہونا ہے اور خاک اندر خاک ہونا ہے ---- چنانچہ جب قدرت کے ساتھ —— کسی وسیع منظر کے اندر —— شیر دریا کی وسیع گذر گاہ سانس لیتا ہے تو گویا اپنے رب کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے —— اور یہ تب نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بے حیثیت نہ ہو جائے —— جس کو حیثیت عزیز ہو آبادیوں میں رہے —— ویرانوں میں اس کا کیا کام ——

اگر اس وقت کوئی سیاح سکردو چٹان پر قدیم قلعہ کی دیوار سے نیچے جھا تو وہ دریائے سندھ کو ایک ایسی وسعت میں لیٹے دیکھتا جس کی حدوں تک جا جاتے آنکھیں دھندلاتی تھیں —— اور دریا کے مرکزی دھارے کے ساتھ تھے اور ٹیلے تھے اور چھوٹے پتھروں کے میدان تھے اور کہیں کہیں دریا بچھڑے ہوئے پانی کی سبز جھیلیں تھیں ---- اور ہم چاروں ایک ایسی ہی جھیل جانب چل رہے تھے —— لیکن وہاں بلندی سے اس سیاح کو سب کچھ نظر آتا ہم نظر نہ آتے کیونکہ ہم شیر دریا کی وسعت کے سامنے بے حیثیت ہو چکے تھے۔ قدرت میں گم ہو چکے تھے ——

کیلاش کے مقدس پہاڑ کے سائے میں تبت کی جھیل مانسرور میں سے یہ بہتا آ رہا ہے۔ لداخ میں اسے سنگھے کھبب کہتے ہیں —— سنگھے، یعنی شیر۔ کھبب یعنی منہ ---- شیر کے منہ سے نکلنے والا دریا —— شیر دریا سندھ ——

اب ہم نے اس سے بچھڑے ہوئے پانیوں کے ایک تالاب میں قدم رکھا تو ان میں سورج کی حدت تھی لیکن ذرا گہرائی میں ان کی خنکی ناقابل برداشت تھی —— پہلے تھوڑی دیر بعد ہماری اچھل کود سے یہ ٹھنڈک زائل ہو گئی اور ہم بڑے اطمینان سے اس میں ڈبکیاں لگانے لگے —— نیچے ریت میں سے کوئی چشمہ ابلتا تھا اور اس کی لہریں پانی میں سرسراتی دکھائی دیتی تھیں اور پھر گم ہو جاتی تھیں۔ اس لمحے کی ایک تصویر میرے پاس ہے —— ریت میں ایک سرسبز جھیل نما تالاب میں ہم مسکراتے ہیں اور پس منظر میں سکردو کی ہریاول کے اوپر برفپوش چوٹیاں ہیں۔ اور ایک نیلا آسمان ہے —— یہ تصویر فردوس گم گشتہ کی ہے —— ایک شنگریلا کی —— جنت کے سامنے تو انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی —— اسی لئے ہم بے حیثیت تھے اور خوش تھے۔

خالد صاحب کندھے پر تولیہ ڈال کر کہیں نہ کہیں نہانے چلے جاتے ہیں —— شاہد صاحب گوروں کے ساتھ ایسی انگریزی بولتے رہتے ہیں جو ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتی —— عامر سکردو بازار میں کوہ پیمائی کا سامان تلاش کرتا رہتا ہے ——"

"اور میں کیا کرتا رہتا ہوں؟"

"آپ موٹل میں آنے والے پاکستانی سیاحوں کے سامنے سے بار بار گزرتے رہتے ہیں تاکہ وہ آپ کو پہچان کر کہیں کہ آہا جی یہ ٹیلی ویژن والا تارڑ ——"

مجھے اپنے بارے میں یہ ریمارک بالکل پسند نہ آیا —— حالانکہ وہ درست کہہ رہے تھے۔ ٹیم واقعی ضرورت سے زیادہ ریلیکس کر رہی تھی اور یوں اطمینان سے چل پھر رہی تھی جیسے ہم کنکورڈیا کا ٹریک مکمل کر کے واپس آ چکے ہوں اور ہمارا ہم سب کا وزن بڑھ چکا تھا۔ ہر روز کہیں نہ کہیں کوئی دعوت طعام ہوتی جس میں شائد ہمیں اس لئے بہت کچھ کھلایا پلایا جاتا کہ ہماری شکلوں سے یہ نہیں لگتا تھا کہ ہم کنکورڈیا سے واپس بھی آ جائیں گے ——

ایک دعوت پولیس سروس کے محمد علی صاحب کے گھر میں ہوئی جو سکردو جیل کے عین سامنے تھا۔ محمد علی صاحب نے بہت کوشش کی کہ ہم جیل کی سیر کے لئے آمادہ ہو جائیں لیکن ہم نے یہ رسک لینا مناسب نہ سمجھا —— اسی دعوت میں ... کے ڈپٹی کمشنر جوہر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو ہنزہ کے رہنے والے ہیں اور ایسے جوہر ہیں جو کھلتے رہتے ہیں۔ ایک شام اپنے نام اور شکل کی مناسبت سے ...ی صاحب نے ہمیں "ریت اینڈ یاک" میں مدعو کیا۔ سکردو کے درمیان میں ایک مختصر میدان میں منگول طرز کے خیمے یعنی ریت ایستادہ تھے اور ان میں وحشی ...لوں کی بجائے نیم وحشی سیاح قیام کرتے تھے۔ اس دعوت میں پہاڑوں سے ... والی ایک مہم کے چند ارکان بھی شامل تھے جنہیں ہم نے چینی سمجھا —— ویٹر نے بتایا کہ کورین ہیں لیکن چنگیزی کا کہنا تھا وہ جاپانی ہیں —— وہ جو بھی تھے بہت ... تھے اور ابھی تک پہاڑوں میں ہی تھے —— بلندیوں سے لوٹنے والوں کی ... یہی ہوتی ہے ——

"پورٹر بکرا کھائے گا"

ایک صبح ناشتے کی میز پر تین فرائی انڈے نوش کرنے کے بعد میاں صاحب نے مجھ پر عینک کے پیچھے سے ایک خشمگیں نگاہ ڈالی اور کہنے لگے —— "کیوں تارڑ صاحب یہ کنکورڈیا جانے والا پروگرام کینسل ہو گیا ہے؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ——" میں بھی تین انڈے نوش کرنے کے چوتھے انڈے کا پروگرام بنا رہا تھا لیکن میاں صاحب نے یہ سوال کر کے میرے "تراہ" نکال دیا تھا۔

"آثار جو نظر نہیں آ رہے اس لئے کہہ رہا ہوں ——" وہ سر ہلانے لگے۔ "ٹیم کے ممبران کوئی ورزش یا ہائیکنگ وغیرہ کرنے کی بجائے کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں —— بے شک وزن کرا لیں ہر ایک کا —— صبح ناشتے پر انڈوں پھینٹ دیتے ہیں یعنی کہ ابھی ابھی میں نے بھی دو انڈے کھائے ہیں ——"

"کھائے تو آپ نے تین ہیں لیکن گن کون رہا ہے ——"

میاں صاحب نے ایک قہر آلود نظر مجھ پر ڈالی۔ بھسم کر دینے والی ——

"اچھے ٹیم کے لیڈر ہیں ممبران کو کھاتا پتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے انڈے گنتے ہیں؟"

"سوری میاں صاحب ——"

میاں صاحب نے میری معذرت قبول کی اور پھر شروع ہو گئے —— "ڈاکٹر صاحب کو روزانہ وہ مولوی لینے آ جاتا ہے موٹر سائیکل والا۔ وہ اس کے ساتھ غائب ہو جاتے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں جاتے ہیں اور کیوں جاتے ہیں اور کس کے پاس جاتے ہیں —— مرزا صاحب لان میں بیٹھی میموں کے گرد پہرا دیتے رہتے ہیں

اور ہاں منگولوں کے خصوصی خیمے "یرت" کے تذکرے سے یاد آیا ڈاکٹ
دانی کی تحقیق کے مطابق "اردو" کا لفظ قزاقی زبان کے "یرت" سے ہی نکلا
اور اس کی معنی ہیں کیمپ یا خیمہ ——

"ٹیم کی باگیں کھینچنے کے لئے آپ کے پاس کیا مشورہ ہے؟" میں نے میاں
صاحب سے پوچھا۔

"ایک تو آپ اس باورچی کو فوراً بلائیں جس نے شپلو سے آنا تھا ——"

"شپلو نہیں میاں صاحب خپلو —— اور پلیز آپ کک کو باورچی نہ کہیں"

"یعنی کہ جس طرح یہاں پورٹر کو مزدور نہیں کہا جا سکتا اس طرح کک
باورچی بھی نہیں کہہ سکتے ——"

"نہیں کہہ سکتے ——"

"ٹھیک ہے میں احتیاط کروں گا —— فی الحال آپ چنگیزی صاحب کو فو
کریں کہ ہم لوگ کے ٹو موٹل دیکھنے نہیں آئے کے ٹو پہاڑ دیکھنے آئے ہیں او
ذرا شتابی سے بندوبست کردیں ہماری روانگی کا ——"

میں نے فوراً چنگیزی کو فون کیا۔

چنگیزی نے فوراً کک صاحب کو بھیج دیا جو ابھی ابھی کسی مہم سے واپس
تھا اور اس کا قومی نشان "لوٹا" تھا کیونکہ اس نے بلندیوں پر کسی ایسی ندی کا پانی
لیا تھا جس میں سے کوئی ایسا خچر گذرا تھا جس کے مثانے کمزور تھے —— چنانچہ ک
صاحب کا پیٹ خراب تھا اور وہ لوٹے کو ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

ان کا نام غلام محمد تھا اور آتے ہی انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھ کر ڈرا
انداز میں کہا تھا "آپ کا غلام"

اس "غلام" نے ہم سے بہتر جاگرز پہن رکھے تھے۔ نیلی جین بھی در
شدہ تھی اور چارخانی شرٹ بھی امریکن دکھائی دیتی تھی —— اس نے سنوگوگ
رکھے تھے اور سر پر کاؤبوائے سٹائل میں ایک ترچھا ہیٹ پہنا ہوا تھا۔

میاں صاحب نے اپنے سراپے پر نگاہ ڈالی اور پھر کک صاحب کو دیک

"یعنی کہ یہ .... کک ہے .... لگتا تو نہیں"

"کیا لگتا ہے؟"

"پلپلی صاحب ——" پھر میاں صاحب میرے نزدیک ہو کر بولے "یہ
باورچی نہیں ہو سکتا —— آپ ذرا تسلی کرلیں ——"

"ہاں بھئی غلام —— آپ کک ہیں؟" میں نے پوچھا اور میرے سوال کے
جواب میں غلام نے ایک عجیب سی آواز نکالی جو کسی زنانہ لگڑ بگڑ سے مشابہ تھی
- آئندہ دنوں میں اس کی یہ آواز بہت کارآمد ثابت ہوتی کیونکہ جب بھی وہ
اس طرح ہنستا تھا اور یہ اس کی ہنسی تھی تو سب لوگ چپ ہو جاتے تھے۔ کائنات
میں خاموشی چھا جاتی تھی اور ہم لوگ اطمینان سے منظر سے لطف اندوز ہونے لگتے
تھے۔

اس پہلی ملاقات کے بعد منظر بدلتا ہے اور دو گھنٹے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ
پوری ٹیم جمع ہے ---- کک صاحب فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے ہیں اور ہماری
اس خوراک کی ایک تفصیلی فہرست بنا چکے ہیں جو ہم لاہور اور اسلام آباد سے لے
کر آئے ہیں ——

"صاحب وہاٹ یو لائک فار بریکفاسٹ ——" غلام نے مسکرا کر پوچھا۔

"لو جی پلپلی صاحب تو انگریزی بولتا ہے ——" میاں صاحب بولے

"پلیز میاں صاحب اگر اسے معلوم ہو گیا کہ پلپلی صاحب کیا ہوتا ہے تو یہ
واک آؤٹ کر جائے گا —— آپ اسے کچھ اور کہہ لیں یہ نہ کہیں ——"

"لو اسے کیسے معلوم ہو گا —— یہ تو صرف لاہوریوں کو پتہ ہوتا ہے کہ پلپلی
صاحب کیا ہوتا ہے"

"کیا ہوتا ہے؟" ڈاکٹر صاحب بھی مسکرائے۔

"بس یہی ہوتا ہے ——" میاں صاحب نے غلام کی طرف اشارہ کیا۔

میں لیڈر کی حیثیت سے ذرا زور سے کھانسا "میاں صاحب ——"

"سوری تارڑ صاحب —— ہاں جی تو آپ پوچھ رہے تھے کہ بریکفاسٹ
کے لئے ہم کیا پسند کرتے ہیں تو جناب پلپلی —— میرا مطلب ہے کک صاحب مجھے تو
حلوہ پوڑی بہت پسند ہے ——"

"حلوہ پوڑی؟" غلام نے دانت نکالے اور پھر اس زنانہ لکڑ بگڑ آواز م
ہنسا ——

"میاں صاحب اگر آپ اب بھی سنجیدہ نہ ہوئے تو یہ پھر ہنسے گا ——" م
ذرا ناراض ہو گیا اور پھر غلام کی جانب ایک نہایت عمدہ مسکراہٹ پھینکتے ہوئے
"مجھے تو ناشتے کے لئے دو ٹوسٹ اور ایک فرائی انڈہ کافی رہے گا ——"

"فرائی انڈہ —— ؟" غلام نے پھر دانت نکالے اور ہنسنے لگا۔ "صاحب
ادھر کے ٹو کے پاس انڈہ نہیں ملتا ——"

"نہیں ملتا ——" میں نے ذرا شرمندہ ہو کر کہا۔

"اور معلوم کہ کیوں نہیں ملتا؟" غلام نے ہنسی روک کر پوچھا۔

"کیوں نہیں ملتا؟"

"اس لئے کہ ادھر مرغی نہیں ملتا ——" اس بار غلام نے ایک زنانہ لکڑ بگ
کی آواز کی بجائے کم از کم تین زنانہ لکڑ بگڑوں کی آواز میں اپنی ہنسی کا آغاز ک
—— اس موقع پر مجھے احساس ہوا کہ ٹیم کا ڈسپلن بالکل خراب ہو چکا ہے اور جب
تک سخت اقدام نہ کئے گئے صورت حال بدتر ہو گی چنانچہ میں نے ذرا گرج کر
"خاموش ——" کا نعرہ لگایا اور حیرت انگیز طور پر غلام کی ہنسی فوراً منجمد ہو گئی
"دیکھو غلام آپ بتاؤ کہ ہمیں کیا بریکفاسٹ مل سکتا ہے —— اور اب ہنسنا نہیں
سمجھے؟"

"جی صاحب ——" غلام اٹھ کر کھڑا ہو گیا —— "صاحب کارن فلیکس
دودھ کے ساتھ ملے گا ---- پورج ملے گا —— کافی اور چائے ملے گا —— پراٹھا
ملے گا —— جیم ملے گا —— لیکن آپ بتاؤ گے تو پھر اس حساب سے سامان
خریدے گا —— دیکھو کے ٹو جائے گا اور آئے گا تو کتنا روز لگے گا؟ کم از کم سول
سے اٹھارہ دن لگے گا تو مجھے اٹھارہ بریکفاسٹ کا حساب کرنا ہے۔ آٹھ ٹیم ممبر کے
لئے ——"

"آٹھ؟" مرزا صاحب نے ہم سب کو گنا —— "آٹھواں کون ہے؟"

"میں —— غلام محمد ——" یہ کہنے کے بعد وہ پھر اس ہنسی کے موڈ میں تھ

ان میری چڑھی ہوئی تیوڑھی دیکھ کر رک گیا ——

سب لوگوں نے بریکفاسٹ کے لئے اپنی اپنی پسند بتائی اور غلام نے نوٹ
بک پر یہ پسند درج کر لی۔ ناشتے کے بعد ڈنر کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی
طے کر لیا گیا ——

"اور لنچ نہیں کرنا راستے میں؟" شاہد صاحب نے تشویش بھرے لہجے میں
دریافت کیا۔

"جب ٹیم چلتا ہے صاحب تو درمیان میں رک کر چولہا نہیں جلاتا —— لنچ
میں کرتا سنیک کرتا ہے ہلکا پھلکا تاکہ چلنے میں آسانی ہو —— ہم کو تجربہ ہے"

اب غلام محمد نے پھر حساب کتاب کیا اور سوکھے راشن کی ایک فہرست بنا کر
ہمیں تھما دی ---- مختلف والیں۔ چنے۔ آٹا۔ بیسن - گھی - تیل - ہر قسم کے
مصالحے۔ چینی - قہوہ - چائے - وغیرہ ---- اور وغیرہ۔

میاں صاحب نے عینک اتار کر فہرست اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں کے
قریب کی "میں نے کہا بھائی کک صاحب —— ہم کوئی بارات لے کر جا رہے ہیں
کے ٹو کے پاس ---- اتنی زیادہ خوراک تو ہم اٹھارہ دن تو کیا اٹھارہ ہفتوں میں نہیں
کھا سکتے ——"

"اس میں بیس پورٹر کا فوڈ بھی شامل ہے صاحب ——"

"اچھا تو کھانا بھی ہمارے ذمے ——" مرزا صاحب ذرا چونکے ——

"پورٹر کا تو اور بہت کچھ آپ کے ذمہ ہو گا صاحب —— لیکن ابھی نہیں
بتائے گا آپ گھبرائے گا ——"

"ہم بالکل نہیں گھبرائے گا —— آپ بتاؤ ——"

"نہیں صاحب —— ابھی نہیں —— بس یہ بتائے گا کہ پورٹر بکرا کھائے

"ایک پورٹر ایک بکرا کھا جائے گا؟" مرزا صاحب نے پوچھا ——

"نہیں سب پورٹر ایک بکرا کھائے گا ——"

"ہم بھی کھائے گا ——" میاں صاحب نے سر ہلایا۔

"نہیں —— پورٹر کا بکرا صرف پورٹر کھائے گا —— آپ اپنا بکرا خرید وا
کھاؤ ——"

اس میٹنگ کے اختتام پر شاہد اور میاں صاحب خوراک کی فہرست تھا
بازار چلے گئے ---- ڈاکٹر صاحب اگرچہ دوائیوں کی ایک کٹ ساتھ لائے تھے
انہوں نے اس دوران ہم سب کی جسمانی صحت کو جانچ لیا تھا اور وہ چاہتے تھے
وٹامنز کی چند بوتلیں مزید خرید لی جائیں۔ وہ بھی چلے گئے —— عامر کو ایک ڈرا
گہری گونج والی آواز کے مالک عباس سے ایک خیمے اور واکنگ سٹکس کے بار
میں مذاکرات کرنے تھے اس لئے وہ بھی سکردو بازار چلا گیا۔ مرزا صاحب کے ذ
ان تمام خیموں کو ایک مرتبہ کھول کر موٹل کے لان میں ایستادہ کرنا تھا جو
ساتھ لے کر جا رہے تھے تاکہ کسی بھی چھوٹی موٹی کمی کو درست کیا جا سکے۔ بالفر
گلیشئر پر اگر آپ کے خیمے کی ایک طناب نہ برآمد ہو تو آپ کیا کریں گے؟
خالد صاحب نے موقع غنیمت جانا اور تولیہ کندھے پر ڈال کر نہانے چلے گئے
غلام محمد کافی دیر سے غسل خانے میں ہی آباد تھا —— اور پتہ نہیں کیوں ہر دو
منٹ بعد ہلکی سی اس کی لگڑبگڑی ہنسی کی آواز آ جاتی۔ اور میں ایک اچھے لیڈر
طرح اپنی قوم کو عمل کی راہ دکھانے کے بعد اب خود بیکار بیٹھا تھا کہ اسی میں
لیڈر کی عظمت پنہاں ہے۔

"سفر کی شام اور اداسی کی تہوں میں سے کیا نکلتا ہے"

سفر کی شام میں ہمیشہ اداسی ہوتی ہے۔
آوازیں مدھم ہو جاتی ہیں۔ کانوں میں ایک سائیں سائیں کرتی سمفنی چلتی
رہتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ آپ پانی کے نیچے جا رہے ہیں —— آپ ہر شے سے
الگ ہو رہے ہیں۔ وجود کی جھیل کی سطح پر صرف بلبلے اٹھ رہے ہیں اور آپ کہیں
گم ہیں ---- خدشات، واہمے، وسوسے ---- اور ان کے ساتھ ایک شک سے بھری
خوشی بھی ——

اگلی صبح اسکولے کے لئے روانگی تھی —— شمال کے آخری گاؤں کے
لئے۔

اگلی صبح تین جیپیں ہمیں لینے کے لئے آ رہی تھیں —— دو جیپیں ٹیم کے
مہمان اور ان کے سامان کے لئے اور تیسری پورٹرز کے لئے ——
اور پچھلی شب میں نے اسکولے کو بھی خواب میں دیکھا۔
اس سے پرے کوئی انسانی آبادی نہیں ہے اور اس کے آخری کھیت کے
بعد ایک اور جہان شروع ہو جاتا ہے اور اس جہان کے اندر صرف وہ جاتے ہیں
جن کے دماغوں میں فتور ہوتا ہے اور آنکھوں میں وحشت ہوتی ہے ——
سفر کی شام میں ہمیشہ اداسی ہوتی ہے——
سب لوگ مصروف تھے اور آپس میں بات بہت کم کرتے تھے یا سب لوگ
ظاہر کر رہے تھے کہ وہ بہت مصروف ہیں۔
کوئی اپنے رک سیک کے سٹریپ بار بار کھول کر انہیں دوبارہ کس کر بند کرتا
تھا۔

کوئی گھر خط لکھتا تھا——
کسی کی نظریں لاؤنج میں رکھے ٹیلی ویژن کی سکرین پر جمی تھیں لیکن وہ اس پر حرکت کرنے والی مزاحیہ فلم پر ہنستا نہیں تھا چپ چاپ دیکھے چلا جاتا تھا۔
کسی کے بوٹوں کے تسمے ٹھیک طرح سے بند نہیں ہو رہے تھے —— انہیں ایک جھٹکے سے کھولنا اور پھر باندھنا —— پھر کھولنا۔

میں اٹھ کر باہر آ گیا——
لان کے اندھیرے گوشوں میں غیر ملکی سیاحوں کی سرگوشیاں تھیں۔
"تارڑ صاحب" ایک ہاتھ میرے کندھے پر آیا اور میں چونک گیا——

"شیر علی آپ؟"
"ہاں میں آپ کو تلاش کر رہا تھا —— میں سیاحوں کی خصلت سے واقف ہوں --- جس نے اگلی صبح سفر پر جانا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اداسی کے ساتھ بندھ سا جا[تا] ہے —— آیئے اداسی کی ان تہوں کو کھولتے ہیں —— دیکھتے ہیں ان کے اندر سے کیا نکلتا ہے ——"

اور واقعی شیر علی کے کمرے میں موم بتی کی کنوارے بدن جیسی تھرتھراہٹ لئے ہوئے روشنی میں اداسی کی کچھ تہیں کھلیں --- اور ان کے اندر سے کیا نکلا تھا؟ ان کے اندر سے بھی ہم ہی نکلے --- منطق الطیر کے سی مرغ کی طرح جسے [اپنی] تلاش تھی --- جوناتھن لونگ سٹون سی گل کی طرح جسے اپنی تلاش تھی او[ر] پکھیرو کی طرح جو حقیقت کو جاننا چاہتا تھا اور ان سب کو بالا آخر کیا ملا؟ جب آخر[ی] پردہ اٹھا تو انہوں نے کیا دیکھا؟ سی مرغ کے سامنے سی مرغ تھا —— اور جوناتھ[ن] کے سامنے وہ خود ہی تھا اور پکھیرو نے دیکھا کہ جیسے ایک آئینہ سامنے ہے اور اس[کی] حقیقت وہ خود ہے —— اس کے سامنے بھی ایک پکھیرو تھا ——
تو ہم دونوں کے سامنے بھی —— ہم دونوں ہی تھے۔
مجھے حیرت ہوئی کہ سادہ پانی میں بھی اتنی تاثیر ہوتی ہے —— لیکن کیا وہ سچ مچ سادہ تھا؟ --- یا مجھے لگا کہ وہ سادہ تھا جب کہ اس میں اداسی کو پگھلانے [کی] حدت تھی --

موم بتی کا دھاگہ پگھلی ہوئی موم میں بھڑکنے لگا اور پھر سیاہ پوش ہو گیا۔
میں شیر علی کا شکریہ ادا کر کے باہر آ گیا۔
موٹل کے ڈرائنگ روم میں بھی موم بتیاں جل رہی تھیں اور وہاں سے دبی دبی آوازیں --- مختلف زبانوں کی مجھ تک باہر آتی تھیں —— لان میں اب کوئی نہ تھا —— ہاں دریا کی ایک مسلسل گونج، اس کے بہاؤ کی مدھم آواز نیچے سے اوپر موٹل تک آ رہی تھی --- میں ابھی واپس اپنے کمرے میں نہیں جانا چاہتا تھا —— میں ابھی اپنے ساتھ رہنا چاہتا تھا --- ایک زمانے میں مجھے تھوڑی بہت تیراکی آتی تھی۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ تیراکی اور سائیکل چلانا کبھی نہیں بھولتے چاہے سو برس بعد پانی میں اتریں یا پیڈل چلائیں لیکن میں تیراکی بھول چکا ہوں یا پھر وزن اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ چلو بھر پانی ہو تو بھی ڈوب جاتا ہوں —— ان دنوں جب کبھی کسی جھیل میں اترا یا سمندر میں گیا اور خاص طور پر رات کے وقت تو پانیوں پر دور نکلتے ہوئے ایک لطف بھی آتا اور جی چاہتا کہ ذرا اور آگے —— ذرا اس لہر کے دوسری جانب اور ساتھ ساتھ یہ خدشہ بھی رہتا کہ کہیں واپسی پر ہمت جواب دے جائے یا جو تھوڑا بہت ہاتھ پاؤں چلانا آتا ہے وہ نہ بھول جائے —— اور اس خدشے میں تیراکی کا تمام تر لطف تھا —— لیکن کبھی کبھار کسی بھی تیراک پر وہ لمحہ ضرور آ جاتا ہے جب وہ اپنی ہمت اور اپنی اہلیت سے ذرا آگے چلا جاتا ہے سمندر میں دور تک چلا جاتا ہے —— جھیل کے دوسرے کنارے کی قربت کے لئے ذرا اپنی حد سے نکل جاتا ہے اور پھر —— واپس نہیں آ سکتا۔ مہماتی سفر بھی ایسے ہی ہوتے ہیں —— آپ ہمیشہ اپنے آپ کو امتحان میں ڈالتے ہیں، جان لیوا خطرے کی حد کی قریب جاتے ہیں —— اپنے آپ کو قائل کر لیتے ہیں کہ اگر دوسرے لوگ وہاں تک جا سکتے ہیں تو آپ بھی جا سکتے ہیں —— اور یوں کبھی کبھار آپ اپنی ہمت اور اہلیت سے آگے نکل جاتے ہیں اور پھر —— واپس نہیں آ سکتے۔ اور اگر آتے ہیں تو خود نہیں آتے۔ دوسرے آپ کو لاتے ہیں —— قطبِ شمالی کے بارے میں اگر میں ٹھنڈے دل سے سوچتا تو یہ سفر —— میرے زور سے ذرا پرے تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ کہ میں اس ازلی برفانی سمندر پر

دور تک جاتا اور پھر ـــــ یہ منجمد جھیل ایسی نہ تھی جس کا دوسرا کنارہ میں چھ اور واپس آ جاتا ـــــ لیکن پھر بھی میں نے یہ سفر اختیار کیا ـــــ کیوں؟ ---- ا لئے کہ میں بے بس تھا ـــــ جس طرح لوگ اشتعال میں آ کر قتل کر دیتے ہیں۔ کشی کر لیتے ہیں۔ پال گوگین کی طرح ایک کامیاب زندگی اور خاندان چھوڑ صرف مصوری کرنے کے لئے کوڑے کے ڈرموں میں سے باسی ڈبل روٹی ٹکڑے نکال نکال کر کھاتے ہیں۔ یا ایسے لوگ جو طوائفوں کے عشق میں مبتلا ہو سب کچھ تیاگ دیتے ہیں اور ان کے کوٹھوں سے نیچے بیٹھے گاہکوں کو اترتے ا چڑھتے دیکھتے رہتے ہیں ---- یا پھر ورق کوٹنے والوں کی دھم سنتے ہیں تو ان پر ا طاری ہو جاتا ہے اور وہ کپڑے پھاڑ کر ویرانوں کی طرف نکل جاتے ہیں ـــــ سب لوگ بے بس ہوتے ہیں ـــــ ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا ـــــ ش ان کے دماغ میں فتور ہوتا ہے اور شائد ان کے نہیں بقیہ تمام لوگوں کے دماغ فتور ہوتا ہے۔

میں موٹل سے نیچے سکردو کی جانب سے جانے والی سڑک پر اترتی ز زیگ ڈھلوان پر اندھیرے میں اترا ـــــ سڑک کے دوسری جانب ہنزہ ٹور ہوٹل کے برآمدے میں غیر ملکی سیاحوں سے بھری ہوئی دو ویگنیں ابھی ابھی وا ہوئی تھیں اور ان میں سے تھکے ہوئے چہرے اور ٹوٹے ہوئے بدن برآمد ہو ر تھے۔

سڑک کے دونوں جانب پاپلر کے درخت تیزی سے بڑھنے والے بیٹوں طرح دبلے پتلے اور سیدھے آسمان کو جاتے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ مجھے کہیں جانا نہیں تھا۔ میں ذرا اپنے آپ کو تھکانا چاہتا تھا ـــــ یہاں سے فاصلے پر بائیں ہاتھ پر وہ سڑک تھی جس پر ہم نے پہلے روز صدپارہ جھیل ہائیکنگ کی تھی' میں رک گیا۔ میں نے ابھی رات کا کھانا نہیں کھایا تھا اور میرے ساتھی اس وقت موٹل کے ڈائننگ روم میں میرے منتظر ہوں گے۔ ا اور میز پر براجمان ہو کر کھانے والا آخری کھانا ـــــ شائد لاسٹ سپر ـــــ واپس ہونے لگا تو صدپارہ روڈ کے آغاز پر اندھیرے میں ملفوف چندور

ماڑیوں بوسیدہ کوٹھڑیوں اور کہیں آنکھوں سے اوجھل ایک چشمے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا ---- پتہ نہیں کیوں اس روز جھیل کی جانب جاتے ہوئے میں اس مقام سے سرسری گزر گیا۔ شائد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا اس جگہ کو تو میں رک کر حسرت بھری نظروں سے ایک زائر کی طرح دیکھتا تھا ـــــ دیوسائی کی برفیں پگھلنے کے بعد جو خانہ بدوش سکردو میں اترتے تھے وہ اس مقام پر قیام کرتے تھے ـــــ اپنے گھوڑوں اور مال مویشی کے ہمراہ وہ اسی سرسبز مقام پر خیمہ زن ہوتے تھے۔ یہاں پانی تھا ـــــ تھوڑی سی کھلی جگہ تھی جو آس پاس کی آبادی کے آگے آنے سے اب کم ہو رہی تھی ـــــ اور یوں بھی یہ راستہ دیوسائی سے نیچے آ کر جھیل صدپارہ کے کناروں کو چھوتے ہوئے اس جگہ پر سکردو میں داخل ہوتا تھا ـــــ اور خانہ بدوش یہیں پڑاؤ ڈال دیتے تھے ـــــ لیکن آج اب وہاں ایک بھی خیمہ نہ تھا ـــــ اگست کے مہینے میں تو دیوسائی کی برفیں پگھل چکی ہیں ـــــ تو پھر خانہ بدوش کہاں گئے؟ ـــــ ترک ادیب یاشر کمال کا ایک کمال ناول "لیجنڈ آف دی تھاؤزنڈ بارسس" نام کا ہے ـــــ یہ ان ترک خانہ بدوشوں کا عظیم المیہ ہے جو ہزاروں برسوں سے اناطولیہ میں اترتے تھے' خیمہ زن ہوتے تھے۔ خوشگوار بہاریہ موسم گزارنے کے بعد اپنی بلند وادیوں کو لوٹ جاتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ سرسبز میدان جن میں وہ اپنے خیمے لگاتے تھے حکومت نے فروخت کر دیئے اور ان کے مالکوں نے یا تو ان کے گرد خاردار تار لگا دی اور یا پھر پولیس کی مدد سے خانہ بدوشوں کو وہاں سے نکال دیا ـــــ جو بزرگ خانہ بدوش تھے ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ زمین تو اللہ تعالیٰ کی ہے جس پر ہم ہزاروں برسوں سے خیمے لگاتے آئے ہیں تو اب یہ کسی ایک شخص کی کیسے ہو سکتی ہے ـــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم خانہ بدوشی ترک کر دیں اور شہروں میں مستقل طور پر رہنے لگیں کیونکہ ان کے نزدیک آزادی صرف خانہ بدوشی سے ہے اور صرف وہ لوگ ایک جگہ پر مستقل قیام کرتے ہیں جو ڈرپوک ہوتے ہیں۔

ترکی کے وہ خانہ بدوش آج بھی عارضی سے مکانوں میں رہتے ہیں اور ان میں بے چینی اور اضطراب ابھی تک ان کے بدنوں میں ہے جیسے انہوں نے بالا آخر

اپنی وادیوں اور ویرانوں کو لوٹتا ہے ——
کہیں دیوسائی کے خانہ بدوشوں کا بھی یہی حشر تو نہیں ہوا ——
میں نے درہ بابوسر کو جاتے ہوئے خانہ بدوشوں کے قافلے دیکھے ہیں جنہیں
ہر برس اپنے مویشی چرانے کے لئے دوگنا تاوان دینا پڑتا ہے۔
میں نے منڈی بہاؤ الدین سے گجرات جانے والی سڑک پر تیزی واسوں
گدھا گاڑیاں دیکھی ہیں جن پر پورے خاندان اپنی مکمل جائیداد کے ساتھ سـ
کرتے تھے —— اور ان گاڑیوں کے نیچے ایک خوبصورت ریچھ نما کتا جو ایک
مخصوص چال سے اپنا سر جھکائے چلتا رہتا ہے —— ان خانہ بدوشوں کو بھی مقا
لوگ اپنی زمینوں پر یا سرکاری زمینوں پر بھی خیمہ زن ہونے کی اجازت نہیں د
—— ہر برس ان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شہروں کے نواح میں کچی بستیو
میں ہمیشہ کے لئے پڑاؤ ڈال دیتے ہیں —— دنیا کی ہر نسل بڑھ رہی ہے اور خا
بدوش کم ہو رہے ہیں ——

یاشر کمال نے اپنے اس ناول "ایک داستان ہزار گھوڑوں کی ——" م
لکھا ہے کہ ترک خانہ بدوشوں کا ایمان ہے کہ ہر برس ایک رات ایسی آتی ہـ
جب کسی ایک لمحے کے لئے پوری کائنات تھم جاتی ہے —— ہر شے رک جاتی ہـ
—— صرف ایک لمحے کے لئے —— دریا اور ندیاں ٹھہر جاتے ہیں۔ درختوں
پودوں اور فصلوں کا اگاؤ رک جاتا ہے —— جانوروں اور انسانوں کی عمریں بڑھ
نہیں اس ایک لمحے کے لئے رکی رہتی ہیں۔ ماہتاب روشن رہتا ہے لیکن اپنی جگہ
سے حرکت نہیں کرتا —— گویا پورا نظام کائنات اور نظام ہستی معطل ہو جاتا ہـ
—— وقت تھم جاتا ہے —— اور اس لمحے کو صرف خانہ بدوش پہچان سکتے ہیں
—— اور اس وقت وہ جو بھی خواہش کریں پوری ہو جاتی ہے —— کنکورڈیا تک
سفر کرتے ہوئے مجھے اپنی آنکھیں کھلی رکھنی تھیں، اپنے احساس کوہ نوردی کو چوکا
رکھنا تھا تاکہ میں اس لمحے کے بھید کو پا لوں —— اس کا تعین کر لوں کیونکہ مجھ
یقین تھا کہ اس برس وہ رات مجھے کے ٹو کی جانب سفر کرتے ہوئے آئے گی جب ہر
شے ایک معینہ وقت کے لئے رک جائے گی —— ہر شے تھم جائے گی —— اور م

میں خواہش کروں گا۔ بس یہی خواہش کہ اللہ تعالیٰ کی اس سرزمین پر خانہ بدوشوں
کے خیموں کے لئے ہمیشہ جگہ باقی رہے —— اور ان میں میرا چھوٹا سا خیمہ بھی
شامل ہے۔

"میں دنیا کی تنہا ترین جگہ سے خوشی لینے جا رہا ہوں"

"شاندار سورج طلوع ہو رہا ہے
شاندار سورج آہستہ آہستہ ابھر رہا ہے ——
ایک شاندار دن کا سورج
پانچ رنگوں میں ——
خدا کرے کچھ نہ بدلے
خدا کرے قسمت ساتھ دے
خدا کرے کچھ نہ بدلے
خدا کرے آج ہر طرف شگوفے کھلیں ——"

(ایک قدیم تبتی نظم)

میں دنیا کی تنہا ترین جگہ سے خوشی لینے جا رہا تھا۔
کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور سویر کی بجھی بجھی دھوپ اندر آ رہی تھی او پورٹر ہمارا سامان اٹھا اٹھا کر باہر لے جا رہے تھے۔

اگرچہ آج صرف جیپ کا سفر تھا لیکن اس کے باوجود ہر شخص اس طرح تیا ہو رہا تھا جیسے وہ آج کی رات کے ٹو کے دامن میں پہنچ کر ہی دم لے گا ——
میں اپنے بوٹوں کے تسمے باندھ رہا تھا ——
کسی بھی صبح میں کسی بھی ٹیم کی بلندیوں کی جانب روانگی ایک "منظر" ہو ہے —— باہر کے ٹورسٹ موٹل کے داخلے کے دروازے کے ساتھ ایک ایسا ہی منظ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا —— جیسے کچھ لوگ ایک نئی بستی بسانے کے لئے رہے ہوں

وہاں دو درجن کے قریب پورٹر تھے جن کے چہرے اور عادات و خصائل سے ہم نے بہت منزلوں کے بعد واقف ہونا تھا —— وہ ابھی ہمارے لئے صرف پورٹر تھے' ان کے نام بعد میں آنے تھے۔ جیسے ہم ابھی ان کے لئے صرف "ٹیم" تھے —— ہمارے ناموں اور کاموں سے ان کی واقفیت بعد میں ہونی تھی —— ان میں وہ پورٹر بھی شامل تھا جو ہمارے ساتھ صرف اس لئے جا رہا تھا کہ واپسی پر مزدوری کی رقم سے ایک تیسری بیوی خرید سکے —— اور وہ پورٹر بھی جس نے برفانی دراڑوں کو عبور کرنے میں میری مدد کی ——

صبح کی ہلکی ٹھنڈک میں دو جیپوں کے انجن گرم کئے جا رہے تھے —— ان کا شور مسلسل تھا۔ پورٹرز کی جیپ الگ کھڑی تھی جیسے وہ اس مہم کا حصہ نہ ہو مجبوراً آ گئی ہو۔ ایک جیپ پر ہمارا سامان لاوا جا رہا تھا —— پہلے نیلے رنگ کے پلاسٹک ڈرم آئے جن میں خورد و نوش کا سامان پیک کیا گیا تھا۔ یہ ڈرم۔ پورٹرز کے لئے ترپالیں۔ چولہے۔ کراکری اور بے شمار سامان چنگیزی صاحب کے سٹور میں سے آیا تھا —— اور وہ اپنی داڑھی سہلاتے تمام انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے —— پھر ان ڈرموں کے اوپر ہمارا ذاتی سامان آیا —— غلام محمد کو شائد "لوٹا ریس" سے افاقہ تھا وہ از حد پھرتیلا ہو رہا تھا۔ جب اس نے ایک نیلے اور سرخ رک سیک کا سٹریپ پکڑ کر اسے جیپ پر لوڈ کیا و دراصل یہی وہ لمحہ تھا جب کے ٹو کے سفر کا آغاز ہوا کیونکہ یہ رک سیک میرا تھا۔ اور اس کے آس پاس بقیہ ٹیم کا سامان تھا۔ رنگ رنگ کے رک سیک تھے ——

تو وہاں سات مختلف رنگوں کے چھوٹے بڑے رک سیک موٹے بونوں کی طرح بیٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ترہوی فوارے میں بڑے تین سکوں کی طرح سات رک سیک جو شاہ گوری کے میل کی خواہش کے فوارے میں پڑے تھے —— جو سات مختلف لوگوں کے تھے۔

ان میں سے کون سے رک سیک کی خواہش پوری ہو گی ——
سات سکے ایک فوارے کے پانیوں میں ——

اے فوارے میرے سکے کا خیال رکھنا ——

میرے رک سیک کا خیال رکھنا ——

میں روانگی کے اس منظر کو اپنے نئے وڈیو کیمرے نیشنل کے پینا سانک پا... کارڈر کے حساس لینز میں سے دیکھ رہا تھا —— یہ سپر وی ایچ ایس کیمرہ میں افورڈ نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے ایک اچھے مسلمان کی طرح فوراً ادھار کا بندوبست ک... لیا کیونکہ کوئی بھی شخص زندگی میں کتنی بار کنکورڈیا جاتا ہے —— اور اگر ... کنکورڈیا جاتا ہے اور ساکت اور متحرک تصویریں نہیں لیتا تو —— اس شخص ... آپ کیا کہیں گے؟ --- یہ الگ بات کہ میرے پاس صرف دو بیٹریاں تھیں او... سکردو پہنچ کر ایک تجربہ کار کیمرہ مین نے میرے کان میں سرگوشی کی کہ تارڑ صاحب یہ دو بیٹریاں انشاء اللہ اسکولے پہنچتے ہی بالکل ٹھنڈی ہو جائیں گی اور آپ خواہ مخواہ پورے سفر میں کیمرے کا بوجھ اٹھائے پھریں گے —— اسے یہیں چھو... جائیں ——

وہ شائد درست کہتا تھا —— بیٹری ڈاؤن ہو جائے تو بجلی سے چارج ہوتی ہے اور ادھر اسکولے میں تو موم بتیاں بڑی مشکل سے ملتی ہیں —— بہر حال میں نے سوچا کہ روانگی کا منظر تو فلم بند کر لیا جائے اور وہ میں کر رہا تھا۔

جب کبھی میں اپنے آپ کو منظر میں شامل کرنا چاہتا تو کیمرہ ڈاکٹر عمر کو تھما دیتا —— ان کا کہنا تھا کہ وہ کمال کے فوٹوگرافر ہیں —— بس یہ ہے کہ وہ انسان کی مکمل آزادی کے علاوہ کیمرے کی مکمل آزادی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اتاری ہوئی وڈیو میں آپ چہروں سے یک لخت آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ پھر زمین پر گر پڑتے ہیں اور پھر پوری کائنات گھومنے لگتی ہے —— رقص میں ہے سارا جہاں —— یقیناً ڈاکٹر صاحب بہت گھومے ہوئے ہیں ——

سامان جب لوڈ ہو چکا تو اسے رسوں سے باندھ دیا گیا۔ —— جیپوں کے انجن پوری طرح متحرک ہو کر گرم ہو چکے تھے اور اب ان میں ایک بے تاب غراہٹ تھی --- ڈرائیور ایکسلیریٹر کو دبا کر اپنی بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔

ٹیم کے چار ممبر کرکٹ کے سفید فلاپی ہیٹس میں تھے —— ان کے علاوہ پیلے - سرخ اور نیلے رنگ کی تین چھجے دار ٹوپیاں تھیں جن کے نیچے شاہد - فراز اور عامر کے چہرے تھے ——

"اللہ آپ کا نگہبان ہو ——" چنگیزی کے چہرے پر میرے لئے مسکراہٹ اور فکرمندی تھی ——

"جی ——" میں چونک گیا —— اس لمحے یکدم میں سمجھ نہ سکا کہ چنگیزی کیا کہہ رہا ہے --- اور کیوں کہہ رہا ہے اور پھر مجھے احساس ہوا کہ اب تو روانگی کا وقت ہے —— میں نے اس کا پیشگی شکریہ ادا کیا اور جیپوں کی طرف دیکھا —— پہلی جیپ فل ہو چکی تھی البتہ سامان والی جیپ کی فرنٹ سیٹ ابھی خالی تھی —— میں ابھی نشست پر بیٹھ رہا تھا کہ "ڈرائیور نے کہا" حسن جو ——"

"کیا مطلب!"

"حسن جو ——" اس نے جیپ کو گیئر میں ڈالتے ہوئے کہا "میرا نام ہے صاحب —— چلیں؟"

"بسم اللہ ——"

چنگیزی جیپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا —— "اور ہاں تارڑ صاحب —— ابھی ابھی ادھر سے ایک جیپ آئی ہے۔ دو جگہوں پر روڈ بلاک ہے —— ہو سکتا ہے آپ کو کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑے —— ویسے یہ جیپ اسکولے تک نہیں جا سکتی ——"

"لیکن کیوں ——" میں گھبرا گیا "ٹھہرو ——" میں نے ڈرائیور سے کہا اور جیپ کے رکنے پر باہر آ گیا "اسکولے تک نہیں جائیں گے تو کہاں تک جائیں گے ——"

"گھبرائیں نہیں ——" چنگیزی اطمینان سے کہنے لگا "اسکولے سے دو کلو میٹر ادھر روڈ بالکل تباہ ہو چکی ہے —— اس لئے جیپ ادھر تک جائے گی —— آپ یا تو ادھر کیمپ کر لیں اور یا پھر ادھر سے سامان اٹھوا کر اسکولے جا کر کیمپ کر لیں —— اگر اسکولے جائیں گے تو پورٹر آدھے دن کی مزدوری مانگیں گے —— بہتر یہ ہے کہ جہاں سڑک ختم ہو وہاں کیمپ کر لیں —— جگہ کا نام ہے تھنگل ——

اوکے تارڑ صاحب؟"

"تقریباً تقریباً اوکے ——" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیپ
سوار ہو گیا —— "اوکے حسن جو؟"

"اوکے صاحب" حسن جو نے جیپ کو نیوٹرل سے اٹھا کر پہلے گیئر میں ڈ
دیا —— تینوں جیپیں باری باری کے ٹو موٹل کے صدر دروازے سے نکل کر
اترنے لگیں —— نیچے اتریں تو سکردو شہر سے منہ موڑ کر خپلو جانے والے را
پر ہو گئیں —— آبادی ختم ہو گئی —— ایک سیدھی سڑک چٹانوں کے درمیا
—— بائیں ہاتھ پر شیر دریا سندھ جو قریب ہوا —— اور قریب ہوا —— اور
ہم اسے تھورگو پل سے پار کر کے اس منی صحرا میں آ گئے جہاں سے وادی شگر
راستہ جاتا ہے ——

ریت پر دھوپ تھی ——
ایک شاندار دن کا سورج' پانچ رنگوں میں ——
خدا کرے کچھ نہ بدلے ——
خدا کرے قسمت ساتھ دے۔
خدا کرے آج ہر طرف شگوفے کھلیں ——

اور اس منی صحرا کو اگر ایک خاص زاویے سے شوٹ کیا جائے تو یوں
ہے جیسے یہ تکلا مکان ہے —— لیکن اس کی ریت زیادہ دیر تک جیپ کے ٹائر
تلے نہیں رہتی۔ ہماری جیپوں کا درمیانی فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا اور اس میں حسن
کی مہارت شامل تھی جو اپنی جیپ کو ریس کے گھوڑے کی طرح ایڑھ دیتا چلا جا
تھا۔

باہر ایک بلتی گیت کی آواز تھی جو اکثر انجن کی آواز میں دب جاتی ——
اس پورٹر کی تھی جو ہم سے پوچھے بغیر جیپ کے پچھلے حصے میں لدے سامان پر سو
ہو گیا تھا کہ وہ تھورگو پل تک تو دم سادھے بیٹھا رہا لیکن اس پار آتے ہی ا
یقین ہو گیا تھا کہ اب ہم اسے نیچے نہیں اتاریں گے چنانچہ اس خوشی میں اب
اپنی گلوکاری کے کمال دکھا رہا تھا ——

جہاں ریت ختم ہوتی تھی وہاں سے راستہ چٹانوں کے اندر جاتا تھا اور
چڑھائی شروع ہو جاتی تھی —— میں مسلسل ان چٹانوں کو دیکھ رہا تھا جیسے
انہوں نے مجھ پر سحر طاری کر دیا ہو۔ چند برس پیشتر ایک ڈھلتی دوپہر میں ان چٹانوں
پر چھ شاندار بھورے اڑیال تھے اور اترتی دھوپ میں یوں ساکت کھڑے تھے
جیسے وہ کسی قدیم دیومالائی یادگار کے لئے تراشے گئے ہوں —— انہی پتھروں سے جو
ان کے آس پاس تھے —— جانور اپنے قدرتی ماحول میں کتنا شاندار اور بیجنل
لگتا ہے اس کا احساس مجھے پہلی مرتبہ ہوا —— اور پھر ہم میں سے کسی کے کھانسنے
کی آواز ان تک پہنچی انہوں نے فوراً ہماری جانب گردنیں گھمائیں اور پھر کچھ دیر
کے لئے اس حیرت سے ہمیں دیکھا جس حیرت سے ہم انہیں دیکھتے تھے اور پھر
انہوں نے چند قلانچیں بھریں اور —— چٹانیں اور بھوری گھاس خالی ہو گئی ——
چٹانیں اور بھوری گھاس اب بھی خالی تھی اور میں انہیں تکتا چلا جا رہا تھا
حسن جو نے میری طرف دیکھا "کیا دیکھتا ہے صاحب؟"

"چند برس پیشتر میں نے ان چٹانوں پر چھ اڑیال دیکھے تھے ——"

"ان کو ہم شاپو بولتے ہیں —— ادھر اب بھی ہے —— پچھلے پہر شام کے
بعد یہ دریائے شگر سے پانی پینے آتا ہے ——"

ہم پہاڑوں کے اندر چلے گئے۔ پھر راستہ ہموار ہو گیا اور ایک موڑ کے بعد
شگر کی وادی سامنے آ گئی۔ دریا کا بے حد وسیع ریتلا پاٹ اور اس سے پرے بلند
پہاڑ اور ان کے نیچے شگر کا سبزہ' کھیت اور ہموار آبادیاں ——

"ہم شگر میں تھوڑی دیر کے لئے رکیں گے ——"

"ادھر کون ہے صاحب؟"

"ادھر ہمارا دوست ہے فدا حسین ——"

"وہ تو ادھر اسسٹنٹ کمشنر ہے صاحب ——"

"بالکل ہے ——"

شگر کے چھوٹے سے بازار میں ہماری تین جیپوں کی آمد سے ہلچل مچ گئی
حسن جو مسلسل ہارن بجا رہا تھا —— مرغیاں پھڑ پھڑاتی ہوئی ادھر ادھر پرواز

کرنے لگیں۔ ان کے سفید پر فضا میں جھول رہے تھے ——— کچھ بابے جو اط
سے دھوپ میں بیٹھے تھے وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے ——— چند بچے جیپوں کے
ریس لگانے لگے ——— خانقاہ کے صحن میں کھڑے عظیم الشان چناروں کی ایک
دکھائی دی۔

شگر کی خاص چیز زہر موہرا پتھر ہے جو ایک انتہائی بلند علاقے میں ملتا
——— بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ جگہ کہاں ہے اور کس پہاڑ کے نیچے
مورے کی پوری چٹان ہے۔ اور جو جانتے ہیں وہ کسی اور کو بتاتے نہیں
روایت ہے کہ یہ پتھر زہر کو اپنے اندر جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتا ہے او
لئے بادشاہوں کے برتن اس پتھر سے بنتے تھے تاکہ اگر بادشاہ سلامت کا لاڈلا
عزیز بھائی ان کی خوراک میں زہر ملا دے تو بادشاہ سلامت پھر بھی سلامت ہی
اور اپنے لاڈلے بیٹے یا عزیز بھائی کا سر وغیرہ قلم کروا دیں۔ زہر موہرا کی بنی
انگوٹھیاں اور پیالیاں وغیرہ خاصے بھدے تھے اور مہنگے تھے ---- اور یوں ہم
بادشاہ نہیں تھے۔

فدا حسین صاحب کو جب ان کی عدالت سے باہر بلوایا گیا تو مجھے دیکھ
بے حد حیران ہوئے "آپ نے مجھے اپنی آمد کی اطلاع کیوں نہیں کی؟"

"میں اس مرتبہ اپنے خاندان کے ساتھ نہیں آیا ——— ان کے ساتھ
ہوں ———" میں نے ٹیم ممبران کی طرف اشارہ کیا جو گمشدہ بھیڑوں کی طرح
کے بازاروں میں گھوم رہے تھے۔

"اچھا اچھا ———" انہوں نے مسکرا کر دھیمے لہجے میں کہا "اس مرتبہ
شریف آدمیوں کو دھوکا دے کر ادھر لے آئے ہیں کہ چلو تمہیں شمال کی
وادیاں دکھائیں جو آج تک کسی نے نہیں دیکھیں ——— ایسا ہی ہے ناں
صاحب؟"

"نہیں فدا صاحب ——— اس مرتبہ تو شائد یہ شریف آدمی مجھے دھوکہ
کر ساتھ لے آئے ہیں ——— ہم کنکورڈیا جا رہے ہیں ———"

"کنکورڈیا ———" فدا صاحب کی مسکراہٹ غائب ہو گئی ——— "تو پھر
اٹھا کر ضرور جائیں۔ کیا پتہ پھر ملاقات ہو نہ ہو ———" فدا صاحب مجھے انتہائی
آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے "ویسے کیا کرنا ہے آپ نے کنکورڈیا جا کر ———
اسکولے تک ہو آئیں اور پھر واپس آ کر شگر میں قیام کریں ———"

"دراصل اخباروں وغیرہ میں آ چکا ہے کہ تارڑ صاحب ایک مہم کو
ادایا لے جا رہے ہیں ——— مجبوری ہے"

"آپ اپنے بچوں اور بیگم کو ہمراہ نہیں لائے؟"

"ان کا کنکورڈیا پہنچنا مشکل تھا ———"

"مشکل تو آپ کو پہنچنا بھی ہے لیکن آپ انہیں ساتھ لے آتے اور میرے
چھوڑ جاتے اور اگر واپسی ہوتی تو یہاں سے ——— نہ نہ ---- ضرور واپسی ہو گی
واللہ ——— دراصل یہ گورے وغیرہ تو آتے جاتے رہتے ہیں لیکن ———"

فدا صاحب خاصے فکر مند تھے ———

ہم نے ان کی عدالت میں بیٹھ کر ایک پر تکلف چائے پی ——— شگر کی آسانی
...ال کھائیں جن کا موسم اب ختم ہو رہا تھا اور پھر باہر آ گئے اور باہر ہنگامہ ہو
تھا۔ غلام محمد اپنی باریک آواز میں پتہ نہیں کیا کہہ رہا تھا۔ ہمارے چند پورٹر
...شی ہو چکے تھے اور لگتا تھا کہ کسی کو قتل کر دیں گے۔ تینوں جیپوں کو گھیرے
میں لے لیا گیا تھا اور مقامی آبادی اور ہمارے ساتھ سکردو سے آئے ہوئے پورٹرز
کے درمیان کوئی شدید رنجش والا تنازعہ بھڑک رہا تھا۔ تقریباً تیس چالیس حضرات
...ات بول رہے تھے اور کسی خاص شخص سے مخاطب نہیں تھے بلکہ بس بول
رہے تھے ——— ایک تبتی قسم کا بابا خوبانی کے درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک
لگائے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور بولے چلا جا رہا تھا ———

چند صاحبان جیپ میں لدے ہوئے پورٹرز کو نیچے اتارنے کی کوشش میں
...ال تھے ---- اور ظاہر ہے وہ بدستور جیپ میں لدے رہنے کی کوشش میں
...ال تھے ———

ہم نے فوراً فدا حسین صاحب سے مدد کی درخواست کی۔ آفٹر آل وہ اس
...ل کے سب سے بڑے افسر تھے ———

"آپ فکر نہ کریں —— یہ یہاں کا روز مرہ کا معمول ہے —— لاپروائی سے بولے ----

"لیکن جناب یہ تو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے ——" ڈاکٹر عمر کو لاپروائی پسند نہ آئی ——

"دیکھیں ڈاکٹر صاحب ——" فدا کہنے لگے "غلطی آپ کی ہے۔ آپ سارے پورٹرز سکردو سے لے کر کیوں آئے ہیں؟ اگر تمام ٹیمیں اپنے پورٹر سے بھرتی کرلیں تو اس وادی کے پورٹر تو بھوکے مرجائیں۔ ان کا بھی حق اور سکردو سے آنے والے پورٹر جانتے ہیں کہ آدھے پورٹر وادی "شگر سے ہوں گے ——یہ یہاں کا دستور ہے"

"تو پھر لڑائی کس بات پر ہو رہی ہے ——"

"آپ کو کس نے کہا ہے کہ لڑائی ہو رہی ہے ——وہ دیکھئے وہ شخص کا نمبردار ہے وہ فیصلہ کرے گا کہ مقامی پورٹرز میں سے کون کون آپ کے جائے گا اور اس کا فیصلہ آخری ہو گا —— آپ اتنی دیر میں میری عدالت کے جو پھل دار پودے ہیں انہیں دیکھئے ——"

ہم نے ان کی عدالت کے پیچھے جو پھلدار پودے تھے وہ دیکھے اور واپس آئے تو تمام معاملات طے پا چکے تھے —— آٹھ پورٹر سکردو کے اور آٹھ کے چنے جا چکے تھے اور وہ اپنا سامان جیپ میں لوڈ کر رہے تھے۔ بقیہ لوگ با کے ساتھ جانے والوں کی طرح اطمینان سے گپ لگا رہے تھے ——

شگر سے پرے جو کچھ تھا وہ میرے لئے اجنبی تھا۔

وہاں جو کچھ بھی تھا وہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا تھا ——

جو درخت اور راستے تھے۔ جتنی ندیاں تھیں۔ جو گھر تھے اور گھرو سے اٹھنے والا دھواں تھا۔ یا شہتوت کی باڑھ نما چلمنوں میں نیم روپوش ج چہرے تھے —— اور پتھر تھے چھوٹے چھوٹے اور بہت بڑے کوروفون جتنے دریائے برالڈو کے اوپر معلق ایک چٹان کی دراڑ میں جو بنفشی رنگ کا ایک کھلا تھا ——تو ان سب نے مجھے بھی نہیں دیکھا تھا ---تو شگر سے آگے میں

ایکھا پہلی بار دیکھا اور اس لئے اب میرے دیکھنے میں فرق تھا۔ اور اب مجھ ی فرق تھا کہ اب میں بولتا کم تھا اور دیکھتا زیادہ تھا ——

شگر پیچھے رہ گیا ——

میں نے ایک خشک پہاڑی راستے کے درمیان میں جا کر جیپ روک دی پھر بہت پیچھے دریا کے عین اوپر ایک موڑ پر مجھے اپنے ساتھیوں کی جیپ نظر اور پورٹروں کی جیپ ابھی شائد شگر کے نواح میں تھی۔

"چلو حسن جو ——"

اور حسن جو نے پھر جیپ سٹارٹ کر دی۔

خشک پہاڑوں سے پرے سرسبز کھیتوں کی ایک زنجیر دریا کے ساتھ ساتھ چلی گئی اور دریا کا پاٹ یہاں بھی بے حد وسیع تھا۔ میں نے ایک مکان دیکھا جو یا نیا تھا لیکن اس کے برآمدے میں کسی ماہر بلتی کاریگر کی بنائی ہوئی لکڑی کی تھی جو از حد دل کش تھی۔ کھیتوں میں گندم کی کٹائی ہو رہی تھی اور فصلوں اور بھوری چڑیاں کوے اور چکی را نظر آتے تھے اور پھر گندم کے دانوں کے یانوں میں غائب ہو جاتے تھے۔

یہاں دریا کا نام دریائے باشو تھا اور اس کے عین اوپر بادل ٹھہرے ہوئے کے پار جو پہاڑی سلسلہ تھا اس میں جہاں جہاں درے تھے اور ان میں اور ان کا پانی ندیوں کی صورت نیچے دریا میں آتا تھا تو وہاں ہریاول کے قالین خشک لینڈ سکیپ پر بچھے نظر آتے تھے۔ وہاں آبادیاں تھیں۔ دور ریت کے بلند کنارے کے قریب ایک درخت نظر آیا جو مکمل طور پر زرد

کیا یہ پیلے پھول ہیں؟ یا اس کے پتے زرد ہو چکے ہیں ——جب کے عین نیچے آئی تو وہ پھول نہیں تھے بلکہ زرد خوبانیاں تھیں جنہوں کے سبز پتوں کو پوری طرح ڈھک دیا تھا۔ شائد پورے موسم میں کی شاخوں سے ایک خوبانی بھی نہیں توڑی گئی تھی اور اس لئے ا ہوا تھا ——

"لائے گا صاحب؟" حسن جو جیپ روک چکا تھا۔

"پہلے کھیت والے سے پوچھ لو ۔۔۔"

حسن جو ہنسا ۔۔۔ "خوبانی سب کا ہے صاحب ۔۔۔" اور پھر ڈھلا کنارے پر بھاگتا ہوا چڑھ گیا اور شاخوں کو غور سے دیکھنے لگا کہ کہاں سے کی جائے۔

بقیہ دونوں جیپیں بھی پہنچ گئیں۔

سکردو سے روانگی کے وقت پوری ٹیم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ راستے میں بھی درخت سے توڑ کر اچھی طرح دھوئے بغیر کوئی پھل نہیں کھایا جائے گا طور پر خوبانی اور شہتوت تو ادھر پیٹ کے اندر گئے اور ادھر آپ لوٹا لو آپ ہی لوٹا ہوئے ۔۔۔ یعنی ڈائریا ۔۔۔ لیکن دریائے باشو کے اوپر جب با ہوں اور ہوا میں ان کی نمی آپ کے بدن کو چھوتی ہو اور وہاں ایک زرد ہو جیسے کسی جادو کی وادی کا آغاز ہو تو آپ بے بس ہو جاتے ہیں اور کیسے دیکھا جائے گا ۔۔۔

چونکہ ارد گرد کوئی شاپر یا لفافہ وغیرہ نہیں تھا اس لئے ہم چھوٹے طرح جھولیاں بھر بھر کے خوبانیاں نیچے لانے لگے۔ ہمارا خیال تھا کہ درخت بھی خوبانی نہیں بچے گی لیکن جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور کچھ دوری ہم نے مڑ کر دیکھا تو درخت ویسے کا ویسا تھا ۔۔۔ ایک زرد ڈھیر ۔۔۔ لگ اس کی شاخوں سے ایک خوبانی بھی نہیں توڑی گئی ۔۔۔ بھرا ہوا ویسے کا ویسا

خوبانیوں کے بعد سیب آ گئے ۔۔۔ بلکہ حشوپی کے سیبوں کے باغ ۔ نے ان کا بہت تذکرہ سنا تھا اور شنید تھی کہ حشوپی کے سیب گاڑھے رس ہوتے ہیں اور ان کی مہک سے کھانے والے کا بدن مہکتا ہے ۔۔۔ یقیناً کھا کا بدن بھی مہکتا ہو گا ۔۔۔ لیکن یہ باغ کچھ زیادہ باغ نہیں تھے یعنی سیبوں سے جو تصویر ذہن میں ابھرتی ہے یہ اس سے چھدرے اور مختلف تھے اور تھے ۔۔۔ کے ٹو موٹل میں جو سیبوں کا درخت تھا اس کی شاخیں پھل سے ہو رہی تھیں لیکن یہاں ابھی شاخیں منتظر تھیں ۔۔۔

حشوپی سے پرے ایک پتھروں کے ملبے کا ایک بہت بڑا ڈھیر اوپر

ے جہاں برف پگھلتی ہے وہاں سے نیچے آ کر پھیل گیا تھا اور اس کے درمیان دو پر شور نالے بہتے ہوئے دریا کی جانب جا رہے تھے۔ یہاں ہم اور دریا اور ڈھلوانوں والی وادیاں ایک ہی سطح پر تھیں۔ ہماری جیپیں پتھروں پر اچھلتی پانی لڑھیا تیرتی دونوں نالے عبور کر گئیں۔

اور جب ہم نالے عبور کر کے خشک راستے پر آتے ہیں تو سامنے سے وہ آ ۔۔۔ جی ہاں وہی ۔۔۔ حشوپی کے سیبوں کے باغوں سے آگے داسو جانے سڑک پر دریا کے چوڑے پاٹ کے ساتھ ایک شکستی اور تھرتھراتی جلد والے گھوڑے پر سوار وہ ہماری جیپوں کی طرف آ رہا تھا۔ اور میں نے ڈرائیور کنے کے لئے کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں محمد علی ڈاکیہ ہوں صاحب ۔۔۔" گھڑسوار نے اپنے جانور کو تھپکتے کہا تھا ۔۔۔ "ادھر دریا کے کنارے گلیشئر کے دہانے پر آباد بستی ہے وہاں دینے کو جا رہا ہوں ۔۔۔ آخری دو کلو میٹر گھوڑے کو ایک چٹان کے ساتھ پیدل جاؤں گا۔"

"میرے نام کا کوئی خط ہے ۔۔۔؟"

"آپ کا نام کیا ہے صاحب؟"

میں نے نام بتایا تو اس نے ڈاک کے تھیلے کا ایک ایک خط آگے ے دیکھا اور پھر سر ہلا کر بولا "نہیں صاحب آپ کے نام کا کوئی خط ے۔"

"ہاں' وہاں میرے نام کا کوئی خط ہو بھی کیسے سکتا تھا ۔۔۔ یہ صرف اس ائی تھی جو لفافوں اور کارڈوں پر میرا نام تلاش کرتی تھی ۔۔۔

لیکن ۔۔۔ اگر وہ ایک خط اٹھا کر کہتا کہ صاحب آپ کے نام کا ایک خط تو کیا ہوتا؟

ہاں تو کیا ہوتا ۔۔۔

مجھے آج بھی شک ہے کہ وہ کوئی عام ڈاکیہ نہیں تھا ۔۔۔ کچھ اور تھا

اس کے بھورے اور سفید چتاخوں والے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک سفید اور وہ اس طرح اترا کر نزاکت سے چلتا تھا جیسے شیشے پر چل رہا ہو ——

"میں چلتا ہوں صاحب —— ابھی بہت دور جانا ہے۔" گھوڑا چلنے سے ہنہنایا —— اور وہ ہاتھ ہلا کر اپنے راستے پر چلا گیا۔

کیا وہ واقعی ڈاکیہ تھا؟

"ہوا میں ریت کے ذرے ویرانی اور یونگ لاء"

ہم جو پہلے اطمینان سے سفر کرتے چلے آئے تھے اب بے آرام ہونے لگے تھے۔ راستہ پچھلے ماہ کے سیلاب کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ پتھر اور مٹی کا ملبہ جو اوپر سے آیا تھا لوہے کی طرح سختی سے جم چکا تھا اور اس کے کھڈوں اور گڑھوں میں جیپ چلتی تھی تو ہمارے جسموں میں کھڈے پڑتے تھے اور وہ اونچے ہوتے تھے —— یہ علاقہ "یو نو" کا تھا —— یہاں کھیت برباد ہو چکے تھے۔ راستے ملیا میٹ ہو چکے تھے اور درخت سوکھ چکے تھے —— کہیں کہیں مکان تھے جن میں رہنے والے انہیں اس لئے چھوڑ کر چلے گئے تھے کہ ان کے کھیت اور چشمے اور مٹی کی تہہ کے نیچے آ چکے تھے —— ہر سو ویرانی تھی ——

"یہ پتھر نکالنے والوں کا گاؤں ہے صاحب ——" حسن جو نے ویرانے کی طرف اشارہ کیا ——

"گاؤں؟"

"ہاں صاحب —— اب تو پانی کے نیچے آ کر بہہ گیا اور اوپر کیچڑ جم گیا —— وہ ظلم ہوا تھا اس لئے ایسا ہوا صاحب ——"

"کیسا ظلم؟"

"بس ادھر گاؤں کا ایک آدمی تھا —— اوپر پہاڑ میں سے قیمتی پتھر نکالتا تھا ادھر ایسے لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ کدھر پتھر ہے اور وہ کسی کو نہیں بتاتے رات کو جاتے ہیں اور کئی رات سفر کے بعد ادھر پہنچتے ہیں جہاں پتھر ہے تو وہ لے آتے ہیں اور ادھر پہنچتے ہیں ——" حسن جو کہیں اور نکل گیا۔

"تو گاؤں کے آدمی کو کیا ہوا؟"

"ہاں تو گاؤں کا آدمی تھا تو اسے ایک بہت بڑا پتھر ملا ——— پھر گلگت
خریدار آیا اور اس نے دو لاکھ قیمت لگایا ——— اس نے بولا پچاس ہزار ابھی
ہوں باقی رقم ادھر پتھر کے ساتھ گلگت آ جاؤ ادھر دیں گے ——— وہ آدمی اد
ساتھ چلا گیا۔ اور وہاں انہوں نے اسے قتل کر دیا ——— اور جس روز اس کا
ادھر آیا ہے بس اس روز ادھر سیلاب آگیا اور سارا گاؤں بہہ گیا اور او
پانی آتا تھا ندی میں تو وہ بھی بند ہو گیا اور خوبانی کا سارا درخت سوکھ گیا ———
کھیت بھی سوکھ گیا ——— اب ادھر کے لوگ آگے چلے گئے ہیں ———"

آگے گئے تو ایک خشک پہاڑ کی ڈھلوان پر چند نہایت خوبصورت اور
مکان دکھائی دیئے ——— جیسے کسی بھی شہر کے جدید علاقے میں ہوتے ہیں ———

"یہ لوگ ادھر یونو سے آئے ہیں ——— اس گاؤں کا نام حیدر آباد ہے۔
پہلے اسے بونگ لاء بولتے تھے ——— یہ سب پتھر نکالنے والوں کے مکان ہیں
——— بہت پیسہ ہے ان کے پاس ——— اور پتھر صرف ان کی زمینوں میں نکل
——— یہ ادھر پہرہ دیتا ہے کہ کوئی اور نہ آئے ———"

ہمیں یہاں دوپہر کے کھانے کے لئے رکنا تھا ——— کچھ آرام کرنا تھا۔
سڑک کے کنارے گھڑے ہوئے پتھروں کے دو کمرے تھے۔ ان کے سامنے
"خوش آمدید پولیس سٹیشن تسر" کا بورڈ آویزاں تھا ——— اور اس کے آگے
سامنے دو ہوٹل تھے ——— بالتورو ہوٹل اور مشابرم ہوٹل ——— یہاں کا ما
——— تیز اور سنسناتی ہوا۔ ہوا میں ریت کے ذرے اور ویرانی ——— یہ سب
امریکن وائلڈ ویسٹ کے کسی صحرائی بگھی شاپ کی طرح تھا ——— ایک طویل
جس پر کبھی کبھار چار گھوڑوں والی ایک بگھی دھول اڑاتی نظر آتی ہے ۔
ویرانے میں ایک ہوٹل کی عمارت جس کا مالک سارا ہفتہ اس بگھی کا انتظا
ہے اور اسے دیکھتے ہی اپنا کاؤنٹر پونچھنے لگتا ہے۔ تھکے ہوئے مسافر اترتے ہیں
ویرانے میں بہار آ جاتی ہے ——— بونگ لاء کا یہ جیپ شاپ بھی ایسا ہی تھا
دونوں ہوٹل ایک جیسے تھے اور ان کے مینو بھی ایک جیسے تھے یعنی دال اور
ان میں سے ایک کے کارکنوں نے ہمیں ذرا ناراض نظروں سے دیکھا

ئننگ روم" میں چارپائیاں ڈالے استراحت فرما رہے تھے چنانچہ ہم نے انہیں
طب کرنا مناسب نہ جانا اور دوسرے ہوٹل میں چلے گئے ———

باہر گرد آلود ہوا تھی اور اندر دھواں تھا اور خوراک کی مہک تھی ———
اور قدرے غلیظ دیگچوں کے ڈھکن اٹھا کر ہمیں خوراک کی زیارت کروائی گئی
کچھ ملغوبہ سا تھا ——— ہم نے کھانے کا آرڈر دیا اور چونکہ روٹی بھی آرڈر
بعد لگتی تھی اس لئے ہم بیکار بیٹھنے کی بجائے چائے پینے لگے ——— ایک نہایت
شیار سا بلتی ہوٹل کے اندر آیا اور اس نے ہمارے سامنے پتھروں کے ٹکڑے
شروع کر دیئے ——— "صاحب یہ پتھر بہت قیمتی ہے ——— اسے لے جاؤ
ر امیر ہو جاؤ ———"

چونکہ مجھے امیر ہو جانے میں بے حد دلچسپی تھی اس لئے میں نے اس پتھر کی
پوچھی۔

"صرف تین ہزار ———" اس نے لاپروائی سے کہا

"میرا خیال ہے میں جتنا امیر ہوں اتنا ہی کافی ہوں ———"

"تو پھر دو ہزار دے دو ———" اس نے اسی لاپروائی سے کہا" وہاں ادھر
دو میں جا کر بیچ دو تو دس ہزار میں بکے گا ———"

"تم سکردو جا کر اسے دس ہزار میں کیوں نہیں بیچ دیتے ———"

"ٹائم نہیں ہے ———" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا ———

"سکردو تو ادھر سے صرف چار پانچ گھنٹے میں پہنچ جاؤ گے ——— اتنا بھی ٹائم
ہے ———"

"نہیں ہے ———"

مجھ سے مایوس ہو کر اس نے بقیہ ٹیم کو اپنے قیمتی پتھر دکھائے ——— اور ان
یا کہ ——— یہ اس قسم کے پتھر تھے جو ہنزہ اور نگر میں چھوٹے چھوٹے بچے
تے ہیں اور دس بیس روپے میں فروخت کر جاتے ہیں ---- اس جیپ شاپ
ملی نہیں بھی رکتی ہوں گی اور کوئی نہ کوئی گورا لوگ ان "ڈائمنڈز" کے
ڈالر خرچ کر دیتا ہو گا۔ جس "ماڈرن" ڈائننگ روم میں ہم چائے پی

رہے تھے ان کے سامنے ایک کوٹھڑی تھی اور جو بھی اس کا دروازہ کھول کر
جاتا تھا پھر واپس نہیں آتا تھا ——— چنانچہ میں نے ذرا اندر جھانکا ——— او
ایک نیم تاریک اور چپ ماحول میں کچے فرش پر بھیڑوں کے بو والے نمدے
ہوئے تھے۔ ایک کونے میں چند غلیظ تکیے تھے اور ہماری ٹیم کے بیشتر ممبران
پیارے ریلیکس کر رہے تھے ———

"کھانا ادھر لگاتا ——— ٹھیک ہے؟" میں نے اپنے کندھے پر سے
ہوئے ویٹر سے کہا ———

"ادھر تو ادھر کا لوگ بیٹھتا ہے صاحب ——— آپ کے لئے تو یہ کر
اور میز ہے ادھر بیٹھو ———"

"نہیں ہم ادھر فرش پر بیٹھے گا ——— یہ اچھا ہے"

"اچھا تو نہیں ہے ———" اس نے مایوسی سے سرہلایا "چلو ادھر کھاؤ۔"
روٹیاں گرم تھیں اور سالن ایسا تھا کہ جو گوبھی کھا رہے تھے وہ اسے
سمجھ رہے تھے اور جو دال کھا رہے تھے انہیں شک تھا کہ وہ گوبھی کھا رہے ہیں
کھانے کے بعد چائے اور پھر ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے نمدوں
بلکہ لم لیٹنا اور آسودگی ہی آسودگی ——— ٹیم بے حد ست ہو رہی تھی او
صاحب باقاعدہ جمائیاں لے رہے تھے۔ باہر ہوا کی شوکتی ویرانی تھی اور اند
اندھیرے میں دھوئیں کی بو تھی اور ایک ٹھہراؤ تھا۔

ایک کونے میں مرزا صاحب ایک اپنے قد جتنے ہوشیار سے شخص کے
مودب بیٹھے اس کی باتیں سن رہے تھے اور ایک وفادار مرید کی طرح بار با
رہے تھے۔

"تارڑ صاحب ——— ذرا ادھر آیئے" مرزا صاحب نے مجھے طلب کیا۔
میں اٹھا تو نہیں البتہ اسی نیم دراز حالت میں کھسکتا ہوا ان کے قر
گیا۔

"یہ میرے استاد ہیں ———" مرزا صاحب نے تعارف کروایا۔

"ہاں لگتے ہیں ———" میں نے کہا ———

"میرے انسٹرکٹر ہیں جی ——— مقصود صاحب ——— ماؤنٹین گائڈ ہیں ———
کنکورڈیا جا رہے ہیں ایک ٹیم کو واپس لانے کے لئے ———"

میں بے حد متاثر ہوا ——— "یہ کنکورڈیا تک کتنے دن لگ جاتے ہیں آپ
بے کے مطابق ———"

"میرے تجربے کے مطابق ———" انہوں نے سینہ پھلا کر کہا "میں تو یوں گیا
ں آیا۔"

"سرجی پہاڑوں پر تو مار کو پولو شیپ کی طرح چڑھ جاتے ہیں۔ زبردست"
صاحب نے پھر سرہلایا۔

"اور راستہ کیسا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مال روڈ ہے مال روڈ ———" انہوں نے نہایت حقارت سے کہا ———
دوسرے کونے میں اونگھتے ہوئے میاں صاحب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے
ر آگیا ہے؟"

"ابھی تو بونگ لاء آیا ہے' لاء ——— ہور نہیں آیا ——— میاں صاحب کیا ہو
خواب دیکھ رہے ہیں؟"

میاں صاحب نے آنکھیں ملیں اور پھر عینک پہن کر میری طرف دیکھا
خواب ہی تھا ——— کسی نے کہا کہ مال روڈ آگئی ہے ———"

"لیکن ازابیل شاء نے تو لکھا ہے کہ راستہ خطرناک ہے اور کسی مقام پر تو
اراہاں ہیں یعنی اگر پاؤں ذرا سا آگے پیچھے ہوا تو نیچے ——— قصہ ختم"

"جھوٹ لکھا ہے ——— میں آتا جاتا رہتا ہوں۔ مال روڈ ہے ———"

آئندہ دنوں میں جب کبھی ہم کسی پرخطر اور فنا کر دینے والی بلندی پر یہ
ہوتے تھے کہ آگے قدم بڑھائیں یا واپس چلے جائیں تو ہمیشہ ایک نعرہ لگتا
ہے" اور پھر ان صاحب کے بارے میں ٹیم اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار
گفتگو کا رخ کوہ پیمائی کی جانب مڑ گیا۔ مقصود صاحب دراصل اپنے علاوہ
ا کو پا نہیں مانتے تھے۔ میسنر کے بارے میں انہوں نے فیصلہ دے دیا کہ
شخص ہے کہتا ہے کہ کے ٹو۔ ایورسٹ اور نانگا پربت پر گیا ہے لیکن کیا

ثبوت ہے —— اور یوں بھی اکثر اکیلا جاتا ہے تو اس لئے جاتا ہے کہ واپس گپ لگا دے ---- البتہ میں ——

مرزا صاحب سر جھکائے جیسے درایں چہ شک است کا ورد کر رہے تھے اپنے انسٹرکٹر کے بارے میں بے حد حساس تھے اور سفر کے دوران اگر ان کی شان میں کوئی گستاخی ہو جاتی تو وہ بھڑک اٹھتے —— ویسے مقصود ہ مناسب شخص تھے لیکن بونگ لاء کے اس نیم تاریک غنودگی شدہ ماحول تھوڑے سے بہک گئے تھے ——

"مائی لیڈر ——" میں نے دیکھا کہ شاہد صاحب سینے پر ہاتھ باندھے الف لیلوی جن کی طرح کھڑے تھے ——" میں نے ادائیگی کر دی ہے —— رات ادھر بسر کرنی ہے تو یہ خاکسار چپ رہے گا اور اگر اسکولے کے آس پہنچنا ہے تو چپ نہیں رہے گا ——" شاہد صاحب کو ہم نے ڈپٹی لیڈر کے پر عہدے پر متمکن کر دیا تھا اور وہ اس ذمہ داری کو بڑی سنجیدگی سے لیتے تھے۔ ٹیم کے حساب کتاب کے بھی وہی نگران تھے۔ سکردو سے روانگی پر ہر ممبر نے مخصوص رقم ان کی خدمت میں پیش کر دی تھی جو وہ نہایت کنجوسی سے خر رہے تھے —— ان موقعوں پر ان کا تکیہ کلام "چھڈو جی" ہو جاتا تھا۔ مثلاً کھانا کھاتے ہوئے کہتے ہیں "ویٹر ایک پیپسی تو لے آؤ ——"

شاہد صاحب جہاں ہوں گے چوکنے ہو کر کہیں گے" چھڈو جی ——"

"نہیں شاہد صاحب میں ہمیشہ کھانے کے ساتھ ——"

"اوئے چھڈو جی ——"

"شاہد صاحب ——"

"چھڈو جی ——"

اور اگر آپ سالن کی ایک اور پلیٹ منگانے کے لئے کہیں گے تو پھ جواب آئے گا

"چھڈو جی ——"

"لیکن میں یہ بقیہ آدھی روٹی کس کے ساتھ کھاؤں؟"

"سوکھی کھا لیں زیادہ مزہ آئے گا ——"

ہم اس نیم تاریک پناہ گاہ سے باہر آئے تو آنکھیں چندھیا گئیں —— ہم …نے اس سڑک کو دیکھا جس پر ہماری جیپوں کے ٹائر چلنے تھے اور وہ سڑک …اوں کی بلندیوں میں گم ہو رہی تھی اور اسے دیکھ کر ہم کچھ خوفزدہ ہوئے کہ یہ …کہاں جا رہے ہیں —— کیوں جا رہے ہیں۔ آگے خدشات ہیں —— نامعلوم کا …ہے —— ڈر ہیں —— لیکن یہ کیفیت بہت عارضی تھی، ہوا کی تندی نے اور …نے اور جیپوں کے انجنوں کی گڑگڑاہٹ نے ہمیں پھر سے سفر کے لئے تیار …ا۔

بونگ لاء سے ہماری تین جیپیں باہر نکلیں تو وہاں پر خاموشی ہو گئی ہواؤں کا … ہو گیا —— وہ بستی اجڑ گئی ——

غوروچو کے علاقے میں زمین تقریباً ہموار تھی —— اور یہاں دو دریاؤں کا … ہو رہا تھا —— دریائے باشو میں وہ دریا شامل ہو رہا تھا جس کا تذکرہ کوہ پیمائی …تاریخ میں سب سے زیادہ آیا ہے —— ایک ایسا دریا جس کا خوف ہر کوہ پیما کے … ہے —— وہ اس کا نام سنتا ہے تو اس کا چہرہ زرد ہوتا ہے —— یہ دریا بہت …ہیں لیکن اس کی سرشت میں تندی اتنی ہے جھاگ اتنی ہے اور تیزی اس قدر … اپنی طرف مسلسل دیکھنے والے کو اپنی طرف بلا لینے پر قادر ہے —— یہ … برالڈو ہے —— اور اب اس کا اور ہمارا ساتھ مسلسل تھا، بالتورو گلیشئر …نے تک جس میں سے یہ ابلتا ہوا برآمد ہوتا ہے ——

ہم دریا کے دوسری جانب چلے گئے اور پھر داسو کے کھیت شروع ہو گئے۔

صرف تین برس پیشتر سڑک یہاں ختم ہو جاتی تھی ——

قراقرم کی بلند ترین چوٹیوں اور دروں اور جھیلوں اور گلیشئرز کو جانے والی … یہیں یہاں رات بسر کرتی تھیں اور یہاں سے پیدل سفر کا آغاز کرتی تھیں۔ … روز یہاں جشن کا سا سماں ہوتا تھا۔ گرمیوں میں سکردو کی جانب سے کوئی … ہم یہاں پہنچتی اور خیمہ زن ہو جاتی —— اس کی منزل سنولیک یعنی برفانی … ہو سکتی تھی اور بیافو ہیپر کا گلیشئر بھی —— کنکورڈیا کے آس پاس کی

جتنی چوٹیاں ہیں ان کے راستے داسو سے ہی شروع ہوتے تھے۔ داسو کے والے وہ خاص لوگ تھے جن کے قصبے سے مہمات کا آغاز ہوتا تھا ـــــ اور ٹیمیں جب واپس آتیں تو داسو میں ہی آرام کرتیں اور سکردو سے آنے والی کا انتظار کرتیں ـــــ اکثر اوقات خیموں کا رنگ برنگا شہر داسو کے چند گھرو بھی بڑا ہو جاتا ہے ـــــ

لیکن یہ تین برس پہلے کی بات ہے جب سڑک یہاں ختم ہو جاتی تھی۔

اب سڑک اسکولے تک چلی گئی ہے ـــــ اس لئے یہاں کوئی نہیں داسو میں سے گذر جانے والی جیپوں کی دھول تو درختوں اور کھیتوں پر ٹھہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں ٹھہرتا ـــــ ہم بھی نہیں ٹھہرے داسو کا مشہ عبور کیا اور رکے بغیر آگے چلے گئے۔

داسو سے آگے سڑک بلند ہونے لگتی ہے اور دریائے برالڈو کا شور مد جاتا ہے۔ یہیں سے مشہور برالڈو گورج یعنی درہ نما تنگ چٹانوں کے بیچ میں گذرنے والے دریا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جن دنوں داسو سے پرے نہیں تھی اور یہیں سے پیدل سفر کا آغاز ہو جاتا تھا تو اسکولے تک پہنچنے میں تین دن لگتے تھے اور یہ دو تین دن ہر کوہ پیما کی زندگی میں بدترین ہوتے تھے کے ٹو تک جانے کی خواہش نئی نہیں تھی بہت پرانی تھی لیکن میں نے جب ہم تجربہ کار ٹریکر سے اس خواہش کا اظہار کیا تو اس نے اک نظر مجھے دیکھا' میرے متناسب بدن کو دیکھا اور پھر یہی کہا ـــــ کہ آپ برالڈو گورج عبور نہیں ـــــ وہاں بھربھری چٹانوں میں کوئی خاص راستہ نہیں ہے۔ آپ اگلے ٹر قدموں کے نشانوں پر پاؤں رکھتے چلے جاتے ہیں صرف آپ نیچے نہ دیکھئے یہاں اکثر مقامات پر ڈیتھ ڈراپس ہیں ـــــ راستہ ایسا ہے کہ اگر آپ پھسلے پورٹر اس لمحے جب آپ ابھی برالڈو میں گرنے کے لئے لڑھکتے جا رہے ہو کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ کرنل مبشر نے کے ٹو سے واپسی پر اسی برالڈو گو ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والے کوہ پیما کو ایک بلند پتھر پر اس طرح بیٹھ تھا کہ اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا اور وہ برالڈو سے نظریں نہیں ہٹا رہا

برالڈو شائد نیچے ایک کلو میٹر نیچے تھا ـــــ صرف اس لئے کہ وہ ہمت ہار گیا تھا اسے شک تھا کہ اگر وہ کھڑا ہو گیا تو اس کی ٹانگیں اس کا ساتھ نہیں دیں گی اور وہ سیدھا نیچے جائے گا ـــــ اس مقام پر مبشر کی واٹر بوتل خالی ہو گئی تھی اور اس کے پاس پانی نہ تھا اور پانی صرف نیچے برالڈو کے پاس تھا ـــــ اس کے بدن میں پانی کی اتنی کمی ہو گئی تھی اور اس کی زبان اس طرح سوکھ گئی تھی کہ اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ داہبو تک نہیں پہنچ سکے گا ـــــ جب تک کہ پانی حلق سے نہ اترے ـــــ اور پانی نیچے برالڈو کے پاس تھا ـــــ اس موقع پر اس کا گائڈ اور حیات کام آیا اور وہ جان جوکھوں میں ڈال کے کسی نہ کسی طرح نیچے گرتی چٹانوں پر پھسلتا دریا تک گیا اور پھر پانی کے ساتھ واپس آیا ـــــ اس دوران مبشر پر ڈی ہائیڈریشن کا خاصا اثر ہو چکا تھا اور اس کا سر چکرا رہا تھا اور وہ بمشکل اپنے آپ کو اس بلندی پر قائم رکھے ہوئے تھا ـــــ میں نے جب کبھی مبشر سے اپنی کے ٹو خواہش کا اظہار کیا اس نے بھی اپنی مونچھوں کو سہلایا اور سر ہلاتے اور قدرے شرارت سے مسکراتے ہوئے یہی کہا ـــــ بھائی جان برالڈو گورج ـــــ مشکل ہے ـــــ بہت مشکل ہے ـــــ اور گیلی برج تو ـــــ بہت ہی مشکل ہے۔

اور گیلی برج کیا ہے؟

داسو سے اسکولے کے پرخطر راستے میں ایک ایسا مقام آتا ہے جب برالڈو ایک تنگ درے میں پھنس جاتا ہے اور اس کے گرد چٹانیں بلند ہو جاتی ہیں۔ یہاں بہت نیچے چٹانوں کے اندر دریا کے سیاہ پانی ہیں کیونکہ وہاں تک روشنی مشکل سے پہنچتی ہے اور اوپر دونوں کناروں کی چٹانیں اتنی نزدیک ہیں کہ دریا کو عبور کرنے کے لئے صرف ایک عدد شہتیر کافی ہے۔ چنانچہ وہاں ایک شہتیر رکھا ہے اور آپ اُس چند انچ چوڑے شہتیر پر اطمینان سے چلتے ہوئے دوسری جانب چلے جائیے ـــــ صرف نیچے نہ دیکھئے کیونکہ نیچے تاریکی میں برالڈو شور مچا رہا ہے کہ آ جا ـــــ ان دنوں ہر سیزن میں اس مقام پر کوئی نہ کوئی پورٹر یا ٹریکر نیچے چلا جاتا تھا ـــــ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام پر کوئی مناسب قسم کا محفوظ پل

کیوں نہ ہٹا دیا گیا؟ صرف اس لئے کہ ہم جو حضرات کا کہنا تھا کہ اگر یہاں سے شہتیر یا گیلی ہٹا کر پل بنا دیا گیا تو کے ٹو ٹریک کا سارا "چارم" ختم ہو جائے گا —— اصل ایڈونچر اس قسم کے خطرناک پل کو پار کرنا ہے —— میں جب بھی کے جانے کے بارے میں سوچتا اسی رات خواب میں دیکھتا کہ میں اس شہتیر کے درمیان تک تو پہنچ گیا ہوں لیکن آگے نہیں جا سکتا اور میری ٹانگیں لرز رہی ہیں اور سر چکرا رہا ہے اور نیچے دریا قہقہے لگا رہا ہے۔ جی ہاں بالکل —— خواب میں مجھے برالڈو کے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی کہ بچہ ذرا آ کر تو دیکھو۔

میں اتنا عرصہ اگر کے ٹو سے دور رہا تو اس کی ایک وجہ برالڈو گورج کی خطرناکی بھی ہے۔

اور پھر داسو سے لے کر اسکولے تک روڈ بن گئی۔

بے چارہ برالڈو گورج کوہ پیماؤں اور کوہ نوردوں کو ڈراتا رہا لیکن ان کی جیپیں آرام سے اسے ایک طرف چھوڑ کر اسکولے تک پہنچنے لگیں —— اکرام بیگ نے سب سے پہلے مجھے اس سڑک کے بارے میں بتایا —— تارڑ صاحب مبارک ہو مشکل پارٹ ختم ہو گیا ہے آپ اسکولے تک اب جیپ پر جائیں گے —— برالڈو گورج ختم —— میں اس وقت بے حد خوش ہوا تھا لیکن اب سوچتا ہوں کہ برالڈو تو اب بھی مجھ پر قہقہے لگاتا ہو گا کہ ڈرپوک شخص میرا سامنا نہیں کر سکے چپکے سے جیپ پر بیٹھے چلے جا رہے ہو —— ذرا اتر کر میرے کنارے پر چل کر دکھاؤ۔ ذرا گیلی برج سے مجھے عبور کرو ——

ہماری جیپیں رک گئیں —— یہ وہ حصہ تھا جہاں چند روز پیشتر لینڈ سلائیڈ ہوئی تھی اور دس روز تک ٹریفک رکی رہی تھی لیکن اب صورت حال بہتر تھی صرف یہ کہ سڑک کا یہ حصہ بہت نازک ہو چکا تھا۔ اس پر سے جیپ کو دھیرے دھیرے چلانا تھا کہ کہیں کھسک کر نیچے نہ چلی جائے۔ جیپ بھی اور سڑک بھی —— برالڈو گورج پر شام اتر رہی تھی —— اور دریا کا شور حیرت ناک حد تک قہقہوں سے مشابہ تھا ——

اور اس اترتی شام میں ہم نے دیکھا کہ برالڈو پر جھکے ہوئے پہاڑی راستے

دو بلتی پورٹر بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ وہ ایک مخصوص رفتار سے ایک خاص ردھم سے چلے آ رہے تھے۔ حسن جو نے جیپ روک کر ان سے سوال جواب کیا اور انہوں نے بھاگنا موقوف کر کے سگرٹ سلگائے اور سڑک کے کنارے لیٹ گئے جیسے سفر یہیں ختم ہو گیا ہو۔

میں نے حسن جو کی طرف دیکھا۔ اس نے جیپ پھر سے سٹارٹ کر دی

"صاحب یہ دونوں سکردو جا رہے تھے جیپ لینے کے لئے۔ ادھر اسکولے میں ایک ٹیم اتری ہے تو انہوں نے ان کو بھیجا تھا کہ جاؤ سکردو سے جیپ لاؤ ——"

"تو یہ یونہی بھاگتے ہوئے سکردو پہنچ جاتے؟"

"آج تو نہیں —— کل پہنچتے —— کل شام یہ شگر پہنچ جاتے اور ادھر سے سکردو تک جیپ مل جاتا ہے ——"

"تو اب نہیں جائیں گے؟——"

"اب کیا کریں گے صاحب —— ہمارا تین جیپ جو آ رہا ہے —— تو آپ کو اتارے گا اور اس ٹیم کو لے کر کل صبح سکردو واپس آ جائے گا —— ہم خوش ہے صاحب ——"

حسن جو اینڈ کمپنی کو واپسی کی سواری مل گئی تھی اس نے خوش تو ہونا تھا۔ [illegible] میں وہ خالی واپس جاتے —— لیکن ایک سوال میرے ذہن میں بھی آیا [illegible] ہم کے ٹو سے واپس آئیں گے تو اسکولے میں سکردو کے لئے جیپ نہیں ملے گی؟"

"نہیں ملے گی"

"تو پھر؟"

"تو پھر آپ دو پورٹر کو سکردو بھیجو گے کہ جا کر جیپ لاؤ ——"

"اور اتنا عرصہ ہم اسکولے میں انتظار کریں گے؟"

"انتظار نہیں کرنا تو پھر پیدل داسو تک آ جانا ——"

"برالڈو کے اوپر اوپر اور گیلی برج کے راستے؟"

"ہاں ناں ——"

"ہم اسکولے میں جیپ کا انتظار کریں گے ——"

"اسکولے روڈ کو میں نے پہاڑی پیمانوں سے ایک اچھی روڈ پایا —— پہاڑی سڑک پر خطرہ تو ہوتا ہے چاہے وہ شاہراہ ریشم ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی آپ اس سے گریں گے تو نیچے جائیں گے —— یعنی خطرہ یہاں بھی موجود تھا —— مجموعی طور پر میں نے اسے کئی کوہستانی راستوں سے بہتر اور محفوظ محسوس کیا۔

شام میں ابھی دن کی سفیدی نمایاں تھی۔

"سنولیک۔ گلابی رنگ کے کھیت اور تھنگل میں منگل"

شام میں ابھی دن کی سفیدی نمایاں تھی جب برالدو کا تنگ گورج وسیع ہونے لگا —— کچی سڑک بھی خاصی ہموار ہو رہی تھی جب ہم نے بلند چوٹیوں کے دروں میں برف کی سفیدی دیکھی اور اس سفیدی کے نیچے درختوں کا ایک جھنڈ دیکھا اور ان کے پہلو میں کیا دیکھا —— ان کے پہلو میں ایک دل کو شک میں ڈال دینے والا منظر تھا۔ ایک ایسا منظر جسے دیکھ کر انسان بے اختیار مسکرانے لگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتنے لوگ ہوں گے جو اترتی شام کے ساتھ اس وادی میں پہلی بار اترتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس منظر کو دیکھتی ہوں گی —— وہاں ڈھلوانوں پر بھی اور ہموار جگہوں پر بھی اور درختوں کے آس پاس بھی اور دریا پر جھکے ہوئے بھی گلابی رنگ کے کھیت تھے۔ یقیناً یہ پھول تھے لیکن پھولوں کے کھیت کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پھول پہاڑی ڈھلوانوں پر یا دیوسائی کے میدانوں پر دیکھنے کو مل سکتے ہیں لیکن باقاعدہ ان کے کھیت تہ در تہ کس طرح ممکن ہیں —— ہمارے سامنے جو منظر وسیع ہو رہا تھا اس میں برف کی سفیدی چٹانوں کی ویرانی اور درختوں کا سبزہ تھا لیکن بہت کم اور بہت زیادہ گلابی رنگ تھا جو اس لینڈ سکیپ کو مکمل طور پر آؤٹ آف بیلنس کر رہا تھا۔

"یہ اسکولے ہے؟" میں نے حسن جو سے پوچھا جو جیپ کو دوسرے گیئر میں ڈال رہا تھا۔

"نہیں —— تھنگل ہے"

"اسکولے ابھی دور ہے؟"

"ہاں ابھی دو تین کلو میٹر فاصلہ باقی ہے —— لیکن ہم ادھر ٹھہریں گے تھنگل میں ——"

"کیوں؟ اسکولے کیوں نہیں جائیں گے؟" اور جونہی میری زبان سے کیا نہیں جائیں گے؟ —— ادا ہوا —— اسی لمحے مجھے یاد آگیا کہ آج صبح سکردو سے روانگی کے وقت چنگیزی نے خاص طور پر بتایا تھا کہ آج رات تھنگل میں قیام ہو کیونکہ آگے سڑک خراب ہے ——

"آگے سڑک خراب ہے مگر ——" حسن جو کا جواب بھی آگیا "آپ صبح ادھر سے ہی سٹارٹ لوگے ——"

جیپ رک گئی اور میں نے باہر آکر ایک تھکے ہوئے بلّے کی طرح اپنے با کو انگڑائیاں لے لے کر دوہرا کیا اور پھر ایک طویل جمائی لی —— یہ ایک بے طویل سفر تھا ——

کچے راستے کے دائیں جانب گہرائی تھی اور نیچے ایک پھیلتی ہوئی گذر میں برالڈو بہتا تھا۔ راستے کے ساتھ دو بند کوٹھڑیاں تھیں جن کے کواڑوں پر فرانسیسی مہم کے سٹکر چپاں تھے۔ ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا میدان تھا جس ادھر ادھر پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ میدان کے آس پاس درخت تھے اور ذرا اونچائی پر ایک گھر تھا اور گھر کے ساتھ ایک بہت بڑا گلابی میدان تھا —— گلابی پھولوں والا کھیت تھا۔ اس کھیت کے کنارے پر تین چار نہایت خوبصور خیمے نصب تھے جن کے رنگ گلابی پس منظر کی وجہ سے ابھر کر سامنے آتے —— چند غیر ملکی سیاح ان خیموں کے آس پاس تھے ——

یہ تھنگل کی کیمپنگ سائٹ تھی ——

اس دوران بقیہ دونوں جیپیں بھی پہنچ گئیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ میدان آ ہونے لگا ——

پورٹر سامان اتارنے لگے۔

غلام محمد نے فوری طور پر چائے کے لئے پانی رکھ دیا ——

میاں صاحب نے جیپ سے اتر کر کمر سیدھی کی اور پھر شائد پہلی بار گا

کھیتوں کی طرف دیکھا —— "واہ جی واہ اسکولے کی ——"

"یہ اسکولے نہیں تھنگل ہے ——" مرزا صاحب نے تصحیح کی ——

"—— تو پھر واہ جی واہ تھنگل کی ——" میاں صاحب مسکرانے لگے ——

"مرزا صاحب یہ اسکولے ہو یا تھنگل —— واہ جی واہ ہے —— قربان جائیں جی پنے رب کے جس نے یہ —— واہ جی واہ بنایا۔"

عامر بالکل بچوں کی طرح ہنس رہا تھا —— "تارڑ صاحب یہ جگہ ٹھیک ہے آگے کیا کرنا ہے جا کر —— یہیں پر کھاتے پیتے ہیں اور موج کرتے ہیں" —— میں رہا تھا کہ عامر پر اس منظر نے گہرا اثر کیا تھا —— میرا خیال ہے کہ ہماری ری ٹیم میں سے عامر ایک ایسا شخص تھا جس پر منظر نقش ہو جاتے تھے۔ وہ کسی بھی منظر میں جب داخل ہوتا تھا تو اس کے چہرے پر ایک ایسی خوشی پھوٹتی تھی جو بیان نہیں کر سکتا اور پھر وہ اس منظر کا ایک حصہ بن جاتا تھا جیسے وہ کسی جنم میں اس ندی سے' دریا سے' برفپوش چوٹی یا جھیل سے یا پھر اس گلابی کھیت سے الگ ہوا تھا اور اب واپس آگیا ہے —— یہاں تھنگل میں اس نے گلابی کھیت کے کنارے پتھروں کے ایک بوسیدہ گھر کو انہی نظروں سے دیکھا کہ میں تم سے بچھڑ گیا اور اب دوبارہ آگیا ہوں تم میں قیام کرنے کے لئے ——

"ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ کسی نے پوچھا۔

"وہ نیچے دریا تک گئے ہیں ——" خالد نے بتایا" کہتے تھے میں برالڈو میں نہا رہا ہوں ——"

"تو آپ بھی ساتھ چلے جاتے؟" میں نے کہا۔

"میں ابھی اپنا تولیہ تلاش کر رہا تھا کہ وہ چلے گئے ——" خالد نے نہایت س سے کہا۔

اس پر امن ماحول میں یکدم غلام محمد کی ہنسی گونجی —— "صاحب سوپ" میں تھنگل کی سرد ہوا میں اٹھتی چکن سوپ کی بھاپ تھی ——

ہر ایک کے منہ سے بے اختیار "واہ" نکلا ——

"ہم تو سمجھے تھے کہ آپ چائے بنا رہے ہیں" میں نے سوپ کا ایک گھونٹ

بھرا۔ منٹو صاحب نے کسی کردار کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے وہسکی کا
گھونٹ بھرا تو وہ اس کے پورے بدن میں "انقلاب زندہ باد" لکھتی ہوئی چلی
—— یہاں پر تمنگل میں چکن سوپ نے وہی کام دکھایا تھا —— پورے بدن میں
"اللہ میاں تیرا شکریہ" لکھتا چلا گیا ——

"چائے سوپ کے بعد ہوگی صاحب —— آپ بتائیں کہ خیمے کہاں لگا
ہیں؟"

ہر ایک نے اپنی پسند کی جگہ بتائی —— میں نے گلاب کھیتوں
کنارے کی جانب اشارہ کیا ——

"ادھر تو وہ دوسری ٹیم ہے گوروں کی —— اور جدھر آپ اشارہ کر
وہاں ان کا ٹائیلٹ ٹینٹ ہے ——"

"اچھا تو پھر ادھر درختوں کے پاس اونچی جگہ پر —— لیکن خیمے کا چہرہ
کھیتوں کی جانب ہو ——"

تمنگل کی اس خوبصورت خیمہ گاہ میں خوب چہل پہل تھی —— ہم
پورٹرز کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ تھے جو کہیں اوپر سے کسی برفانی گاؤں سے
کی کیمپنگ سائٹ کو آباد ہوتے دیکھ کر آ گئے تھے —— ان کے نزدیک یہی
تھی —— یہی تفریح تھی ——

شام گہری ہوئی تو انہوں نے الاؤ روشن کر دیا ——
ابھی ہلکی روشنی تھی۔ ابھی ہمارے بدنوں میں تھکاوٹ تھی ۔
سردی آہستہ آہستہ ہماری شرٹس کو اور جینز کو ٹھنڈا کرتی تھی —— اور
کھیتوں کے سارے پھول الگ الگ دکھائی دیتے تھے اور ابھی شام گہری ہو
وہ گلابی رنگ کا بہاؤ بن گئے —— اور درخت بے حد سبز تھے اور جیسے ٹھنڈ
کے اندر تھی اور اب باہر ہمارے بدنوں تک آتی تھی ——
یوں بھی سانس لینے میں تھوڑی سی دشواری ہو رہی تھی —— ہم
تھے —— کم از کم دس ہزار فٹ کی بلندی پر اور یہاں ہوا نتھری ہوئی اور
تھی۔

ڈاکٹر صاحب اپنی برالڈو یاترا سے واپس آ چکے تھے "نہیں نہانے کا اتفاق
نہیں ہوا —— یار برالڈو کا پانی تو بہت ٹھنڈا ہے ——"

مجھے اب تک اپنی ٹیم کے ممبروں کی مختلف عادتوں کا تھوڑا سا ادراک ہو
چکا تھا —— ڈاکٹر صاحب ہرگز نہانے نہیں گئے تھے۔ وہ ہم سے الگ ہونے گئے
تھے۔ تمنگل پہنچتے ہی وہ اس موڈ میں نہیں تھے کہ ہم سے ہم کلام ہو جاتے اور
گپیں لگانے لگتے —— سکردو سے یہاں تک کے سفر نے انکے اندر جو ایک چابی بھر
دی تھی وہ تھوڑی دیر کے لئے تنہا رہ کر اسے کھولنا چاہتے تھے —— اور اسی لئے
ظاہری طور پر نیچے دریا کے پاس چلے گئے تھے۔

عامر اور مرزا صاحب غیر ملکی ٹریکروں کے ساتھ محو گفتگو تھے —— خالد
صاحب بھی آس پاس ہی تھے۔ مجھے بھی تجسس تھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے
ہیں اور کیا خبر لے کر آئے ہیں —— پہاڑوں میں گھومتے ہوئے —— نا آشنا
وادیوں میں —— سامنے سے آتے ہوئے کوہ نورد آپ کے لئے بے حد اہم ہوتے
ہیں کیونکہ وہ آپ کو وہاں کی خبر دیتے ہیں جہاں آپ نے جانا ہوتا ہے —— موسم
کیسا ہے —— راستہ کیسا ہے —— کتنی دور ہے —— کیمپنگ کے لئے پانی کہاں
سے ملے گا —— چنانچہ میں بھی ان کے قریب ہو گیا ——

"آیئے ——" عامر نے مجھے دیکھ کر کہا اور پھر ان سے میرا تعارف کروایا
"یہ لوگ سنولیک سے واپس آئے ہیں ——"

"نو نو ——" ان میں سے ایک ایش گرے رنگ کے بالوں والی خاتون نے
کہا "ہم سنولیک تک نہیں پہنچ سکے۔ موسم بہت خراب تھا۔ مسلسل بارش اور
کبھی کبھار برفباری —— ہم راستے میں سے ہی واپس آ گئے۔ لیکن اٹ واز ونڈر
فل۔"

ایک بھورے گھنگریالے بالوں والا نوجوان تھا جو امریکہ میں فصلوں پر
سپرے کرنے والا جہاز چلاتا تھا —— "ہاں —— میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہاں
بہت پہاڑ ہیں اور زبردست گلیشئر ہیں —— ناقابل یقین ——"
ایک اور نہایت ہنس مکھ اور بہت بڑی ساری خاتون تھیں جن کا نام "فے"

تھا ـــــ یہ بی بی انگلستان میں نائن تھی یعنی حجامتیں کرتی تھی اور گرمیوں میں
نہ کسی ایسے ملک میں نکل جاتی تھی جہاں بلند پہاڑ ہوں ـــــ بہت بڑے بڑے۔

"مجھے بڑی بڑی چیزیں پسند ہیں ـــــ" وہ کہہ رہی تھی

"ظاہر ہے ـــــ" شاہد صاحب نے سرہلایا "چھوٹی موٹی چیزوں سے ا
کیا بنے گا ـــــ"

"اوہو ـــــ" ایش گرے خاتون نے یکدم کہا "آپ میں سے کون
ٹیلی ویژن پر آتا ہے ـــــ"

ڈاکٹر صاحب نے منہ سے کچھ پھوٹے بغیر انگوٹھے سے میری طرف اش
کیا۔

"آئی سی ـــــ" خاتون نے ایک مرتبہ پھر ہاتھ آگے کر دیا "بہت
ہوئی آپ سے مل کر ـــــ اور پلیز ہمارے ساتھ جو گائیڈ ہے اور کک ہے اس
آپ کو پہچانا ہے ـــ پلیز ان سے مل لیجئے ـــــ" یہ کہہ کر اس نے اپنے
ٹینٹ کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کیا ـــــ ٹینٹ میں سے ایک نوجوان
شکل والا لڑکا اور ایک چھوٹے سے قد کا بری طرح ہنستا ہوا شخص باہر آیا ـــــ
دونوں جھجک رہے تھے۔ میں نے ان کی جانب مسکرا کر دیکھا تو وہ تقریباً
ہوئے میرے پاس پہنچ گئے ـــــ

"میرا نام افضل ہے اور میں ان کا گائیڈ ہوں ـــــ اور لاہور میں
ہوں"

اور دوسرا ہنستا ہوا شخص "محمد علی جناب ـــــ کک ہے ـــــ صاحب
بہت اچھا ہے ـــــ"

ایک بار لاتھوبو میں نانگا پربت کے بیس کیمپ میں اور ایک بار ہوشے
مشابرم کے سائے میں ـــــ مجھے دو مقامی لڑکوں نے پہچان لیا تھا کیونکہ وہ کرا
لاہور میں پڑھتے تھے اور ـــــ مجھے سخت کوفت ہوئی تھی ـــ میں اگر وہی
وہی شخصیت لے کر پہاڑوں میں چلا جاتا ہوں تو پھر وہاں جانے کا فائدہ ـــــ
چپکے سے بے نام ہو کر ان کے اندر گم ہوتا تھا ـــــ لیکن یہاں اسکولے کے

پاس گلاب کھیتوں کے نواح میں ایک گہری شام میں مجھے اچھا لگا کہ ایسے خوش باش
اور زندگی سے ابلتے ہوئے دو چہرے مجھے جانتے ہیں ـــــ

"صاحب میں آپ کو کافی پلانا چاہتا ہوں اپنے ہاتھ کی ـــــ پلیز صاحب
میرا دل بہت خوش ہو گا ـــــ" محمد علی اسی طرح ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔ غیر ملکی
زیکر ان دونوں کی اس یگانہ مسرت سے بے حد محظوظ ہو رہے تھے ـــــ

"ٹھیک ہے میں کھانے کے بعد آپ کے ہاں کافی پینے کے لئے آ جاؤں گا۔"

"میں دیکھ سکتی ہوں کہ لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ـــــ" ان کے
رخصت ہونے پر نے کہنے لگی۔

"ہاں ـــــ میں بے حد خوش قسمت ہوں ـــــ لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ
نے ان گرمیوں میں سنولیک پر جانے کا ہی کیوں سوچا ـــــ؟"

پائلٹ کے پاس ایک عجیب سا جواب تھا ـــــ کیونکہ وہ سنولیک ہے۔
نے کا کہنا تھا کہ اس کا نام ایسا تھا کہ میں نے سوچا' چلو ایک ایسی جھیل پر
چلتے ہیں جسے برف کی جھیل کہتے ہیں ـــــ

"ہم پہنچ تو نہیں سکے ـــــ" ایش گرے خاتون بولیں "لیکن ہمیں معلوم ہو
گیا تھا کہ ہم سنولیک کے آس پاس ہیں کیونکہ ـــــ اوہو ہو ـــــ" اس نے ایک
جھرجھری سی لی "وہاں سردی بہت تھی ـــــ"

"سنولیک کے آس پاس سردی تو ہو گی ـــــ" پائلٹ ہنسنے لگا ـــــ
ہم سب ـــــ یعنی نارتھ اینڈ ٹیم ـــــ جب سے تھنگل آئے تھے' منہ سے
تو نہ کہتے تھے لیکن ہم سب یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہاں سردی خاصی ہے
اتنی ہے کہ بدن کو تھوڑا سا ستاتی ہے۔ تھوڑا سا دکھ دیتی ہے ـــــ اور یہ
بار کہہ رہے تھے کہ ادھر سردی بہت تھی ـــ
تو پھر ادھر تو بہت ہی زیادہ سردی ہو گی ـــــ
ہم سب میں سے خالد صاحب تھنگل سے کیمپنگ کے ماحول سے اور خاص
ہیئر ڈریسر خاتون نے سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"خالد صاحب آپ اس سے پیشتر زیادہ سے زیادہ کتنی بلندی پر گئے ہیں؟"

مرزا صاحب نے دریافت کیا۔
"بس جی جناح باغ کی جو درمیانی والی پہاڑی ہے اس پر بچپن میں چڑھنے
اترنے کا تجربہ تھا ــــ پتہ نہیں اس کی بلندی کتنی ہے ــــ"
یہ ہم سب کے لئے خبر تھی کہ خالد صاحب پہلی مرتبہ اتنے بلند پہاڑوں کی
جانب آئے تھے اور اس خبر نے ہمیں تھوڑا سا فکر مند کیا کیونکہ کنکورڈیا کے ٹریک
سے اپنی کوہ نوردی کا آغاز کرنا براہ راست شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال دینے
مترادف تھا ــــ
"آپ فکر نہ کریں تارڑ صاحب ــــ" عامر نے خالد کو تھپکی دی "یہ
سب میں سے پہلے کے ٹو پہنچے گا ــــ"
اور اس لمحے میرے کان کے عین قریب تھنگل کی سرد مہک والی ہوا میں
ایک باریک سی "ہی ہی" کی آواز آئی جس نے سب کو ہلا دیا۔ یہ غلام تھا اور اس
کی ہنسی تھی۔
"صاحب ڈنر تیار ہے ــــ" اس نے اعلان کیا۔
میدان کے ایک جانب جہاں پتھروں کی ایک دیوار تھی اس پر ایک
ترپال کو اس طرح تانا گیا تھا کہ نیچے ایک شاندار "کچن" تیار ہو چکا تھا اور یہیں
ڈنر کا بندوبست تھا ــــ ایک مرتبہ پھر سوپ، چپس، گوبھی آلو، کھیر اور پھر
ــــ اگلے چند روز کے لئے یہ نیلی ترپال کا منظر ہمیں بے حد مرغوب رہا ــــ
ہماری پسندیدہ پناہ گاہ تھی ــــ غلام سگھڑ بیبیوں کی طرح ایپرن باندھ کر اس
نیچے ککنگ کرتا اور ہم پتھروں کے اوپر کبھی بیٹھتے کبھی پہلو بدلتے اس کی طرف
نظروں سے دیکھتے اور وہ ہمیں یقیناً شاندار خوراکیں کھلاتا ــــ بلندی کے
ساتھ ہمارا زیادہ وقت اس نیلی ترپال کے نیچے گذرتا کیونکہ یہاں چولہا جلتا تھا
بہت سارے لوگ سانس لیتے تھے اس لئے ادھر ذرا حدت ہوتی تھی ــــ جب
درجہ حرارت منفی سے نیچے ہوتا تھا ــــ
"صبح کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔
غلام نے سر کھجایا۔ "صبح پہلے تو تمام بوجھ کا وزن ہو گا۔ پھر ہر پورٹر
قانون کے مطابق جو بوجھ دیتا ہے وہ دے گا ــــ پھر چلے گا اور رات کو روفون
میں کرے گا ــــ
"کل کتنے پورٹر ہوں گے؟"
"انیس بیس ہو جائیں گے صاحب ــــ"
"ان کے ساتھ مزدوری کا بالکل آخری معاملہ ضرور کر لینا ــــ بعد میں
خواہ مخواہ جھگڑا نہیں ہونا چاہئے ــــ اور ہاں چنگیزی نے بتایا تھا کہ جتنے پورٹر
ساتھ لے کر جاؤ ان سے ان کے شناختی کارڈ ضرور حاصل کر لو ــــ ٹھیک ہے؟"
"ٹھیک ہے صاحب ــــ لیکن یہ لوگ یونیفارم اور بوٹ کا پیسہ بھی مانگتے
تھے۔ میں نے بولا یہ کوئی گوروں کی ٹیم تو نہیں ہے پاکستانی بھائیوں کی ٹیم ہے ــــ
تو کیا کریں صاحب؟"
"مجھے کیا معلوم کہ کیا کریں ــــ چنگیزی نے مجھے بولا تھا کہ غلام تمام
بندوبست کر لے گا ــــ کھانے کا بھی اور پورٹر کا بھی ــــ تو تم بندوبست کرو"
"ٹھیک ہے صاحب ــــ لیکن بکرے کا کیا کرے صاحب؟"
"کون سے بکرے کا؟"
"صاحب ادھر اسکولے سے بکرا ملتا ہے اور پھر پائیو پہنچ کر سب پورٹر کھاتا
ہے۔ یہ ادھر کا رواج ہے صاحب ــــ"
"اچھا۔ اسکولے پہنچیں گے تو دیکھ لیں گے ــــ"
"یہ پائیو کدھر ہے غلام؟" ڈاکٹر صاحب نے قہوے کا آخری گھونٹ بھرا
"کیا نام ہے ــــ پائیو ــــ کیوں چوہدری صاحب ــــ"
تھنگل کے بعد ڈاکٹر صاحب کے لئے میں چوہدری صاحب ہو گیا تھا اور وہ
میرے لئے خان صاحب ہو گئے تھے ــــ
"بالکل ٹھیک خان صاحب ــــ کیا نام ہے پائیو ــــ لیکن اسکولے بھی تو
کیسا پرکشش لفظ ہے ــــ"
"اب بتاؤں کہ پائیو کدھر ہے ڈاکٹر صاحب ــــ" غلام اپنی باری کا انتظار
کر رہا تھا" ادھر ہے بالتورو سے پہلے ــــ وہاں جا کر ریسٹ کرتا ہے۔ پورٹر لوگ

اپنی روٹی پکاتا ہے کیونکہ ادھر پہنچ کر ہم پورٹر میں ان کا راشن تقسیم کر دے
گھی - چینی - آٹا - چاول - دالیں سب کچھ ——اور رات کو بکرا کھائے گا ——
"ہم بھی کھائے گا ——" میاں صاحب نے چٹخارے لے کر پھر کہا۔
"نہیں کھائے گا صاحب ——پورٹر کا بکرا صرف پورٹر کھائے گا ——"
"بڑا کمینہ پورٹر ہے بھئی صاحب لوگوں کو بکرا نہیں کھلاتا ——"
"صاحب لوگ اپنے لئے خود پرائیویٹ بکرا خریدے ——اور کھائے ——
سب لوگوں نے پرائیویٹ بکرا خریدنے پر اتفاق رائے کیا۔ لیکن ا
اسکولے پہنچ کر ——

کھانے کے بعد میں حسب وعدہ گورا لوگوں کی خیمہ گاہ کی طرف چلا گیا —
محمد علی نے میرے لئے میز سجا رکھی تھی —— کافی کریم کے ساتھ۔ بسکٹ - چاکلی
اور پتہ نہیں کیا کیا —— صاحب آپ کے لئے فش لاؤں۔ صاحب فروٹ کاک ٹ
کھائے گا۔ صاحب ---

ایش گرے بالوں والی خاتون کا نام میری رچیٹر تھا اور وہ نفسیات دان
——اور پہاڑوں کی شیدائی تھی۔ "ہم آج ہی واپس آئے ہیں۔ آپ لوگوں
دو تین گھنٹے پہلے —— ہم یہاں آرام سے تھے ——بیوٹی فل کیمپنگ سائٹ ا
محمد علی بہت عمدہ کک ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ واپسی کے لئے جیپیں کم از کم تین ر
بعد ملیں گی چنانچہ ہم آرام سے تھے —— لیکن پھر تم آ گئے اور کل صبح ہم تمہار
والی جیپوں پر سکردو چلے جائیں گے —— ہمارا سفر تو ختم ہو گیا۔ اب یہی وسو
ہیں کہ سکردو پہنچ کر اسلام آباد کی فلائٹ ملے گی یا نہیں ——اور اسلام آباد
امریکہ والی فلائٹ ——اور ابھی سے گھر کے بارے میں فکر مندی ہے کہ پتہ نہ
لان کی گھاس کا کیا حال ہے ——اگر اس دوران بارش ہوئی ہے تو پانی کمروں
تو نہیں آ گیا ——اب فکر مندی شروع ہو گئی ہے ——"

میری درست کہتی تھی۔ ہم بھی جب لاہور سے نکلتے تھے اور راوی
کرتے تھے تو سب کچھ پیچھے رہ جاتا تھا۔ تمام بل' تمام جھگڑے اور تمام فکر مند
لیکن ادھر اگر چترال سے یا درہ خنجراب سے گھر کی جانب سفر شروع ہوتا تو وہیں

ے کی فکر مندی شروع ہو جاتی ---- پتہ نہیں مالی نے پودوں کو پانی دیا ہے کہ نہیں
پتہ نہیں بارش -----

"یہی تمہارے بہترین لمحے ہیں ——" موٹی نے کہنے لگی "کل سویرے تم
سامان اٹھانا ہے اور پیدل سفر شروع کر دینا ہے —— تم وہاں کے بارے میں
نہیں جانتے لیکن تم اس کی جانب سفر کر رہے ہوتے ہو' یہی ٹریکنگ کی چارم
- تمہاری یہ شام —— یا رات کہہ لو یاد رکھنے والی ہے کہ کل صبح
رے سفر کا آغاز ہو گا ——اور ہماری یہ شام ——دل پہ بہت بوجھ والی ہے
کہ ہم کل صبح واپس گھر چلے جائیں گے ——"

"لیکن ہم یہ تو کہیں گے کہ ہم نے سنولیک کی تلاش میں قراقرم کی برفوں
سفر کیا تھا۔"

"کیا سنولیک تک نہ پہنچنے کی مایوسی ہے؟"

"نہیں ——" میری رچیٹر نے اپنے گھنے بالوں کو جھٹکا "بالکل نہیں ——
ہم وہاں پہنچ جاتے تو شائد ہم اسے دیکھ کر تھوڑے سے مایوس ہوتے ——
ایک دوسرے کا دل رکھنے کے لئے اس کی تعریف کرتے ——اور یہی ہوتا ہے'
ان چیزوں کے نام خوبصورت ہوتے ہیں ان کی خوبصورتی ان میں نہیں نام لینے
والے کے بدن میں ہوتی ہے —— تو ہم سنولیک نہیں دیکھ سکے ——یوں وہ اب
ہمارے اندر ویسے ہی موجود ہے جیسے کہ ہم چاہتے ہیں —— وہ اتنی ہی
خوبصورت ہے جتنی ہمارے خیال میں ہے ——"

پورٹرز کا الاؤ تقریباً بجھ چکا تھا۔

انہیں ہماری طرح آرامدہ سلیپنگ بیگز اور خیموں کی ضرورت نہ تھی
ان میں سے بیشتر پتھروں کی دیوار سے ٹیک لگائے سو رہے تھے۔ کیمپنگ
گراؤنڈ سے اوپر پتھروں کی ایک چار دیواری سے کسی بلتی گیت کی مدھم آواز آ
رہی تھی۔ دریائے برالڈو کا ہلکا شور کانوں میں چلتی سائیں سائیں خاموشی کی طرح
ہل تھا ——اندھیرے میں گلابی کھیت نظر نہیں آتے تھے صرف چوٹیوں کی برف
اں ندی کی دھند صاف ہونے پر دکھائی دے جاتی تھی —— یا پھر میرے نیلے خیمے

میں روشنی تھی ـــــ شاید میرا منتظر تھا کہ میں آکر اپنے سلیپنگ بیگ میں سما
جاؤں اور وہ بھی اطمینان سے سوئے ـــــ کل سفر پر نکلنا تھا۔

اپنے خیمے کے سامنے جا کر بیٹھ کر' اس کی زپ کھولنے سے پیشتر میں
ایک نگاہ سامنے کی ـــــ اور سامنے جو کچھ تھا اس نے مجھے پھر شک میں ڈا
ـــــ کھیتوں کا گلاب رنگ اندھیرے میں نمایاں ہو رہا تھا ـــــ تھوڑی دیر پ
دکھائی نہیں دے رہے تھے ـــــ تاریک تھے لیکن اب وہ ایسے تھے جیسے ا
تاریکی کی دھول بارش سے دھل گئی ہو ـــــ اور میں نے کان لگا کر سنا ـــــ
کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی ـــــ جیسے ہوا تھم گئی ہو ـــــ کہیں یہ وہ لمحہ تو
جب ہر شے تھم جاتی ہے ـــــ نہیں ـــــ نہ سامنے گلابی کھیت نظر آتے تھے۔
برالڈو اسی طرح پرشور تھا اور سرد ہوا خیمے کے پردے کو اڑا رہی تھی ـــــ

تو پھر یہ سب کچھ کس نے دیکھا تھا؟

شائد سنولیک کی طرح یہ سب کچھ میرے اندر موجود تھا ـــــ نقش
ـــــ ترکی کے خانہ بدوشوں کی منطق میری سمجھ میں آ گئی ـــــ ندیاں۔ دریا۔
یہ سب کچھ نہیں تھمتا ـــــ دراصل یہ سب کچھ انسان کے اندر ہوتا ہے اور
کوئی خاص موسم ہوتا ہے۔ کوئی خاص کیفیت ہوتی ہے تو پھر کھیتوں کا
اندھیرے میں نمایاں ہو جاتا ہے ـــــ تاریکی کی دھول بارش سے دھل جاتی
ـــــ دریا تھم جاتا ہے اور ہوا رک جاتی ہے ـــــ اور یقیناً اس لمحے جو خوا
جائے وہ پوری ہو جاتی ہے ـــــ میں کیا خواہش کرتا ـــــ میری خواہش تو پور
چکی تھی ـــــ اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر ابھی میرے خیمے کے لئے جگہ باقی تھی
وہ تھنگل کے گلاب کھیتوں کے دامن میں چوٹیوں پر جمی برف کی سفیدی تلے
منتظر تھا ـــــ وہ مجھے میری سنولیک کے پاس لے جائے گا۔

"تھنگل سے ایک رک سیک واپس جاتا ہے"

رات بہت غور کرنے سے ۔ کان لگا کر سننے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ جو مسلسل
سرسراہٹ ہے تو یہ بارش ہے جو درختوں کے جھنڈ پر۔ گلابی کھیتوں پر اور میرے
ے کے پردے پر گرتی چلی جاتی ہے ـــــ

سویر ہوئی تو روشنی ہوئی۔ کیمپنگ کا جو گاؤں ہمارے دم قدم سے آباد ہوا
اس کی آوازیں آنے لگیں ـــــ

لیکن ابھی نیند آنکھوں میں تھی ـــــ وقت دیکھا تو صرف چھ بجے تھے ـــــ
نے سر سلیپنگ بیگ میں لپیٹا اور پھر اونگھنے لگا۔

"تارڑ صاحب ـــــ"

میں نے آنکھیں کھول دیں ـــــ خیمے پر کسی کا سایہ تھا ـــــ "کون ہے؟"

"عامر ـــــ ذرا باہر آئیے ـــــ" اس کی آواز میں تھرتھراہٹ تھی۔

پہلی صبح خیمے سے باہر آنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے۔ عادت نہیں ہوتی رینگ
لیٹے ہو کر باہر نکلنے کی اور اگر آپ احتیاط نہ برتیں اور پوری طرح باہر
سے پیشتر ہی کمر سیدھی کر لیں تو آپ کے ساتھ خیمہ بھی چلا آتا ہے ـــــ

"ہاں جی عامر صاحب ـــــ" میں نے خیمے کے پردے میں سے سر نکالا اور
آہستہ رینگتا باہر آ گیا ـــــ

عامر گردن کھجا رہا تھا اور بار بار اپنے خیمے کی طرف دیکھ رہا تھا ـــــ
پہلی CASUALTY ہو گئی ہے۔ رات خالد صاحب کو شدید سفوکیشن
سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تو وہ ننگے پاؤں سویٹر وغیرہ کے بغیر باہر آ
اور رات بھر سردی میں بیٹھے رہے ـــــ صبح میں بیدار ہوا تو انہیں خیمے کے

اندر لے کر گیا —— میرا خیال ہے بلندی کا اثر ہو گیا ہے"

بلند چوٹیوں اور پہاڑوں کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ انسان ان کے سکون میں مخل ہو ---- وہ اپنے آپ کو بچا کر رکھتی ہیں —— ان کا اپنا ایک میکنزم ہوتا ہے —— کبھی ایولانچ گرتے ہیں۔ کبھی چٹانیں کھسک کر نیچے ہیں۔ جہاں کچھ نہیں ہوتا وہاں دراڑیں پھیلنے لگتی ہیں اور پھر موسم ہوتا ہے بلندی کا اپنا ایک مہلک اثر ہوتا ہے —— اٹھارہ ہزار فٹ سے موت کا ڈیتھ زون شروع ہو جاتا ہے —— یکلخت پھیپھڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ دل سکتا ہے —— دماغ میں گڑ بڑ ہو سکتی ہے —— کچھ بھی ہو سکتا ہے —— لشکر ایک ہائی پورٹر ایک غیر ملکی کوہ پیما کے ساتھ برف کی ایک نازک گیلری پر چوٹی کی جانب چڑھ رہا ہے۔ دونوں ایک رسے سے بندھے ہوئے ہیں۔ لشکر برف کی دیوار کو دونوں ہاتھوں سے تھامے سوچ رہا ہے کہ اوپر کیسے جاؤں ایک سیکنڈ میں اس کا دل رکتا ہے اور وہ مرجاتا ہے —— کوہ پیما اپنے اس کو نہ تو واپس لا سکتا ہے اور نہ ہی اسے گہرائی میں پھینکنا چاہتا ہے —— کرے؟ وہ لشکر خان کو برف کی دیوار کے ساتھ کھڑا کرتا ہے۔ اسے چہرہ علاوہ ایک ترپال سے ڈھک کر ترپال کے کناروں کو برف میں کیلوں سے ٹھوک ہے —— اس سانحے کو کئی برس گزر چکے ہیں۔ لشکر خان آج بھی وہیں ہے اسے آخری مرتبہ ایک امریکی کوہ پیما نے دیکھا ---- ہزاروں میٹر بلندی پر برف دیوار کے ساتھ لگا لشکر خان —— صرف اس کا چہرہ اب کچھ سیاہی مائل ہو رہا۔

لیکن ہم تو اٹھارہ ہزار فٹ سے کہیں نیچے تقریباً دس گیارہ ہزار فٹ بلندی پر تھے ——

شمال کی بلندیاں —— مری یا نتھیا گلی سے الگ ہیں —— یہاں سات کی بلندی کے آس پاس گرم میدان ہوتے ہیں —— وہاں اتنی بلندی کے آس مزید بلندیاں ہوتی ہیں۔ قطبین کے علاوہ جہاں دنیا کے سب سے بڑے گلیشئر وہاں کا موسم بھی دنیا جہان سے الگ ہوتا ہے۔ ہم سب کے دلوں میں رو سے خوف تھا کہ دیکھیں بلندی کا اثر کب ہوتا ہے۔ سردی کا اثر کب ہوتا

اور وہ ہو گیا تھا —— ابھی پیدل سفر کا آغاز نہیں ہوا تھا اور ہم میں سے ایک ی نے آلیا تھا ——

"خالد کی صحت کیسی ہے؟" میں نے عامر کو ایک طرف لے جاتے ہوئے ا۔

"بظاہر تو ٹھیک ہے۔ لیکن کچھ بہکا ہوا سا لگتا ہے —— ڈاکٹر صاحب سے کر لیں ——" ڈاکٹر صاحب اس وقت کیپٹن ٹینٹ کے قریب پورٹرز کے جمگھٹے یض دیکھ رہے تھے ---- اور جس مریض کو دیکھ رہے تھے اسے پہاڑی علاقوں س بیماری سے واسطہ تھا —— اس کی گردن پر ایک بہت بڑا گلہڑ تھا جو ین کی کمی کی وجہ سے نمودار ہوتا ہے —— اس مریض کو اپنے گلہڑ کے بڑے پر بہت فخر تھا اور وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ آس پاس کے پہاڑوں میں کسی شخص ن پر اتنا بڑا گلہڑ نہیں ہے ——

"ذرا دیکھیں چوہدری صاحب ——" میں تصویر اتارنے کے لئے ان کے ا تو خاں صاحب نے مریض کی گردن سہلاتے ہوئے کہا "یہ بیماری صرف تین پے کی دوائی سے روکی جا سکتی تھی ——"

لاہور سے چلتے ہوئے ہم نے ٹیم کے مشترکہ فنڈ میں سے دواؤں کا ایسا دا تھا جو شمالی علاقوں میں پائے جانے والے امراض کے لئے کارآمد ثابت تھا۔ چنانچہ تھنگل سے آگے ہم جہاں بھی گئے صبح سویرے ڈاکٹر صاحب کا وع ہو جاتا تھا۔

"خاں صاحب ——" میں نے مریض کی تصویر اتارنے کے بعد انہیں ے پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا "ذرا خالد کو چیک کر لیجئے ——"

"وں خیر تو ہے ناں؟ ——" اور میں جانتا ہوں کہ اس لمحے خاں صاحب ے تھے کہ خالد کے ساتھ کیا مسئلہ ہے "آپ بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں ——"

نوں نے بقیہ مریضوں کو تسلی دی اور پھر عامر کے ساتھ چلے گئے ——

ات کی ہلکی سی بارش نے ہوا میں ایک بہاریہ خنکی شامل کر دی تھی۔ ۔ گراؤنڈ کے عین اوپر چوٹیوں کے گرد بادل تھے جو دروں میں جمی برف کے

ساتھ ساتھ نیچے آ رہے تھے۔

"ہائے ——" یہ نے تھی جو کھیت کے کنارے بارش میں دھلی ہ
فصل پر کیمرے کو فوکس کر رہی تھی —— "ذرا رنگوں کو دیکھو ——"
نے کے ساتھی اپنا سامان پیک کر رہے تھے اور ان کے پورٹر خیمول
میں مصروف تھے —— کچھ فاصلے پر ہمارے والی تینوں جیپیں اور ان کے
اس سنولیک ٹیم کا انتظار کر رہے تھے۔

ہمارے کچن کے گرد بھی خوب رونق تھی۔ وہاں غلام کے پاس اا
مقصود بھی براجمان تھا۔ وہ شائد پچھلی شب یہاں پہنچا تھا۔

عامر اور خاں صاحب واپس آ رہے تھے ——

"جی تو کیا خبر ہے؟"

"خبر تو اچھی نہیں ہے چوہدری صاحب —— خالد پر یقیناً ہائٹ کا اثر
اسی لئے خیمے کے اندر سانس گھٹنے کی شکایت ہوئی۔ انہوں نے تین چار
پاؤں اور بغیر سویٹر کے اس —— اس کھلی فضا میں گذارے ہیں اور ذرا
رات کے وقت —— اور رات کے وقت یہاں چوہدری صاحب —— شد
تھی۔ میں جیکٹ پہن کر سویا تھا —— مجھے خدشہ ہے کہ ان کے پھیپھڑوں
ہوا ہو گا اور نمونیا کا بھی امکان ہے ——"

"اور یہ خطرناک ہے؟" میں نے کہا

"بے حد —— مہلک ثابت ہو سکتا ہے"

"تو پھر کیا کرنا چاہئے ——"

"میرا مشورہ تو یہی ہے کہ —— انہیں واپس بھیج دیں ——"

"واپس؟"

"جب کسی شخص پر بلندی کا اثر ہوتا ہے تو اسے فوراً اس بلندی
لے جانا چاہئے —— یہ اس کا قدرتی علاج ہے —— میرا خیال ہے کہ
پر یہ بہتر ہو جائیں گے"

ایک عجیب سی بے بسی کا احساس ہوا۔ ابھی پیدل سفر کا آغاز نہیں

ہ نے لگی ہے۔ ہم دونوں' میں اور عامر اس خبر سے ذرا سہم گئے۔ ہم خالد
ں کے ساتھی کو واپس نہیں بھیجنا چاہتے تھے ——

"اور کوئی طریقہ نہیں؟"

"ہاں یہ ہے کہ آپ دو چار دن یہاں ٹھہریں —— اس میں بھی خطرہ ہے
ٹھیک بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس صورت میں بھی انہیں آپ مزید بلندی پر کس
لے جائیں گے —— یہ اگر تھنگل کی ہائٹ برداشت نہیں کر رہے تو آگے کیا
مجھے یہ خدشہ ہے کہ ساری رات کھلی فضا میں بسر کرنے کی وجہ سے
مونیا ہو جائے گا"

"دیکھیں جی خاں صاحب —— آپ فیصلہ کر لیں —— لیکن یہ بھی تو ہو سکتا
کہ ہم انہیں —— ایک دو روز یہاں ریسٹ کروا کے ساتھ لے جائیں اور اگر
ہاں بھی بلندی کا مسئلہ ہو تو پھر انہیں واپس بھیج دیں ——"

"وہاں سے واپس کیسے بھیجیں گے؟ —— یہاں تک سڑک ہے۔ جیپ آتی
ابھی ہمارے پاس موقع ہے کہ خالد کو نے اینڈ کمپنی کے ساتھ فٹ کر دیں
وہ بیس منٹ میں سکردو کے لئے روانہ ہونے والی ہے —— اگر یہ پائیو وغیرہ
ہوتے ہیں تو پھر انہیں سٹریچر پر واپس لانا پڑے گا —— اور پوری ٹیم کی
واپس بھیجنا ہے تو یہیں سے —— ورنہ ——"

آپ ذرا خالد سے بات کریں تارڑ صاحب —" عامر اپنے دوست کے
پریشان تھا۔ "دیکھیں وہ کیا کہتا ہے ——"

سکردو لوٹنے والی جیپوں کے انجن گرم کرنے کے لئے سٹارٹ ہو چکے تھے
غیر ملکی ٹریکرز کا سامان ان پر لوڈ کر رہے تھے۔ نے' میری اور پائلٹ
پیشتر گرم کافی کے چند گھونٹ حلق سے اتار رہے تھے۔ میں نے کچھ
اور پھر ان کے پاس چلا گیا —— "نے ---- ہمارے ایک ساتھی پر بلندی
گیا ہے —— اگر اسے نیچے بھیجنے کا فیصلہ ہوا تو کیا آپ لوگ اسے ساتھ
ہیں؟"

"ہاں نہیں ——" نے نے اپنے چوڑے کندھے سکیڑے "لیکن کیا وہ

زیادہ بیمار ہے؟" جیب میں اتنی جگہ نہیں کہ وہ لیٹ سکے ——"

"نہیں وہ اتنا بیمار نہیں کہ اسے لٹانا پڑے —— میں ابھی چیک کرتا ہ

"اور ہاں ——" یہ پائلٹ کی آواز تھی جو عامر کے خیمے کی طرف ہوئے میرے کانوں میں آئی "جلدی سے فیصلہ کر لو۔ ہم روانہ ہونے والے اگرچہ یہاں تک سڑک آتی تھی لیکن یہاں تک روزانہ جیپ تو ن تھی —— اگر خالد نے جانا تھا تو ابھی جانا تھا ——

وہ شکل سے ٹھیک ہی لگ رہا تھا۔ ذرا ہنستا زیادہ تھا اور اس کے چ پریشانی زیادہ تھی ——

"جناب خالد صاحب —— کیا مسائل ہیں؟"

"کچھ نہیں جی —— رات کو ذرا گھبراہٹ ہوئی تو میں خیمے سے باہر نکل

"سویٹر کے بغیر؟"

"میں نے سوچا عامر ڈسٹرب ہو گا۔ کیونکہ سویٹر کسی رک سیک کے اور خیمے میں اندھیرا تھا ——"

"اور ننگے پاؤں؟"

"ہاں —— وہ میرے سلیپر بھی میٹرس کے نیچے تھے میں نے سوچا ع ہوا ہے ---- اگر سلیپر تلاش کئے تو جاگ جائے گا ——"

"اور کتنی دیر باہر رہے؟"

"پتہ نہیں۔ پہلے ٹہلتا رہا۔ پھر کچن کی ترپال کے نیچے سونے کی کو وہاں سردی بہت تھی۔ پھر ایک پتھر پر بیٹھا رہا۔ ایک مرتبہ خیمے میں واپس وہاں ہوا بالکل نہیں تھی —— بہت جی گھبرایا —— پھر باہر آ گیا —— می میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے ---- ویسے کچھ ہوا ضرور تھا —— دل انتظار کرتا رہا اور آخر کار ایک پتھر سے ٹیک لگا کر سو گیا ——"

"صرف شلوار قمیض میں —— ننگے پاؤں اور سویٹر وغیرہ کے بغیر ——"

"ہاں جی ——"

"خیال نہیں آیا کہ اس طرح کھلی فضا میں ادھر تھنگ جیسی بلند جگہ

گزارنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے؟"

"نہیں تارڑ صاحب اس وقت تو خیال نہیں آیا —— ویسے خیمے میں اتنی ٹن تھی۔ کہ میں —— اگر میرے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہوتا تب بھی باہر آ کر ہی ——"

میں نے خالد کی جانب غور سے دیکھا —— اس کے چہرے پر تذبذب تھا۔ جانتا نہیں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے یا اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے —— اور چہرے پر اپنی زندگی کے کھو جانے کا موہوم سا خدشہ بھی تھا —— وہ بہر حال ت نہیں تھا —— عامر اور ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے —— ہم تینوں نے پوری ت حال کی وضاحت کی اور آخری فیصلہ خالد پر چھوڑ دیا ——

نے کا گروپ جیپوں میں سوار ہو چکا تھا اور وہ ادھر ہماری جانب دیکھ رہے اور ان کے دیکھنے میں بے تابی تھی —— ڈرائیور ہارن بجا رہے تھے —— خالد ہم تینوں کے چہروں کو باری باری دیکھا جیسے ان پر لکھا ہوا پڑھ کر وہ کچھ فیصلہ ے لیکن وہاں اسے صرف فکرمندی دکھائی دی ——

"میں واپس چلا جاتا ہوں ——" اس کا چہرہ بجھ گیا۔

"نے ——" میں نے جیپوں کی طرف ہاتھ ہلایا "—— ہم آ رہے ہیں"

عامر نے خیمے کے اندر جا کر جلدی سے خالد کا رک سیک پیک کیا اور پھر ہم اس جیپ کی جانب تیز رفتار سے چلنے لگے جس کا نمبر BLN ۱۸۶۸ تھا اور پچھلی نشست پر سامان کے ساتھ پیک کی ہوئی مونی تازی نے مسکرا مسکرا کر رہی تھی ——

"سکردو پہنچتے ہی فوراً ملٹری ہسپتال میں جا کر چیک اپ کروانا اور آج دوپہر ضرور کھا لینا جو میں نے دی ہیں ——" ڈاکٹر صاحب بولتے جا رہے

"اور اگر رہائش یا ایئر ٹکٹ کا کوئی مسئلہ ہوا تو ڈی سی جوہر صاحب سے م کرنا۔ یا پھر چنگیزی ہی کافی ہے —— کوئی پرابلم نہیں ہو گی —— اور اپنا ——"

"ریلیکس کرنا یار سکردو میں جا کر —— مزے سے کے ٹو موٹل میں
—— کیا کرنا ہے کنکورڈیا جا کر —— وہاں بھی پتھر ہوں گے اور برف ہو گی
اور کیا ہو گا ——"

ہم تینوں بولتے چلے جا رہے تھے ——

عامر نے خالد کا رک سیک فے کے بڑھے ہوئے ہاتھوں میں دے دیا۔

"ہمارے دوست کا خیال رکھنا ——" میں نے فے سے کہا۔

جب تک جیپ درختوں کے جھنڈ میں سے گذر کر سڑک پر نہیں اتر گ
ہماری طرف دیکھتا رہا —— پتہ نہیں وہ کیا محسوس کر رہا تھا —— اور جو ک
نے محسوس کیا وہ اس نے سکردو میں پہنچ کر ہمارے نام ایک خط میں لکھا جو وا
ہمیں ملا ——

"جب آپ یہ خط پڑھ رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل
آپ تمام لوگ بخیریت کے ٹو کو چھو کر واپس آ چکے ہوں گے ——
کل اتنی جلدی میں فیصلہ کرنا پڑا کہ آپ لوگوں کے ساتھ
جاؤں یا سکردو واپس آ جاؤں کیونکہ جیپ بالکل تیار کھڑی تھی —
میں ڈانواں ڈول تھا لیکن ڈاکٹر صاحب کا مشورہ تکنیکی طور پر ٹ
تھا اس لئے واپس آنا پڑا لیکن واپسی کے دوران اور یہاں سکردو
میرا کیا حال ہوا شائد میں خود بھی آپ لوگوں کو نہ سمجھا سکوں
میں بیٹھ کر میں بے حد اداس ہو گیا۔ آپ یہ پڑھ کر شائد ہنس
سوچتے سوچتے میرے باقاعدہ آنسو نکل پڑے —— انتہائی ڈیپری
وقت گذر رہا ہے۔ آپ سب بہت یاد آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب
گولیاں دی تھیں وہ باقاعدگی سے استعمال کر رہا ہوں اور خدا
سے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں ——"

ہم تینوں انتہائی دل گرفتہ اور بجھے ہوئے اپنے اپنے خیموں میں آ
گئے ——

یہ اچھا شارٹ نہیں تھا ——

یہ شگون برا تھا ——

اگر خالد جیسے تندرست شخص پر بلندی اثر کر جاتی ہے اور یہیں تھنگل میں
گے جا کر ہمارے ساتھ کیا ہو گا ——

اب ہم میں سے کون ہے جو واپس آئے گا ——

اسلام آباد ایئرپورٹ کے فرش پر پڑے سات رک سیک جو سات سکے تھے
ہ گوری سے میل کی خواہش کے فوارے میں پڑے تھے ——

ان میں سے ایک رک سیک کی خواہش کا تو خاتمہ ہو گیا۔

وہ واپس چلا گیا۔ شاہ گوری سے اس کا میل نہیں ہو گا ——

اس کے بعد کس کا رک سیک ہو گا جو پیک کیا جائے گا اور واپس جائے گا۔

اور کہاں سے؟

اور کب؟

بجھے ہوئے دل گرفتہ ہم تینوں اپنے خیموں میں تھے اور سوچتے تھے ——

ہم اسی طرح سوچتے رہتے اگر غلام کی نسوانی ہنسی کی تیز آواز خیموں کے اندر
وار نہ کرنے لگتی۔

"بریکفاسٹ صاحب ——"

ن کی نیلی ترپال کے نیچے مرزا - میاں اور شاہد چائے پی رہے تھے ——

نہیں خالد کی روانگی کی رپورٹ دی لیکن انہیں یہ اطلاع پورٹر دے چکے
تینوں بھی اس کی یکدم کمی کو بے حد محسوس کر رہے تھے ——

"پہلا قدم ——— بسم اللہ خاں صاحب"

ناشتے کے بعد میں نے کیمپنگ گراؤنڈ سے اوپر پہاڑی ڈھلوان پر درختوں کی جانب متلاشی نگاہوں سے دیکھا ——— کیا وہاں جایا جا سکتا ہے؟ کو کے لئے نہیں بلکہ کسی ایسے پتھر کی تلاش میں یا جھاڑی کی جستجو میں جس کے روپوش ہوا جا سکے اور جس کی قربت میں اگر پانی کا کوئی بندوبست ہو تو با جائے۔ ویسے میں نے آب پاشی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تین چار نالے دیکھے تھے جو اوپر کسی گلیشئر سے آ رہے تھے ——— پانی کی فراہمی کے اور خاص طور پر بہتے پانی کی موجودگی میں ایک مسئلہ پھر بھی باقی رہتا ہے کہ ا کنارے بیٹھ کر اسے حسب منشا استعمال میں لانا کبھی کبھی دشوار سا ہو جاتا ہے۔ اس کا واحد حل لوٹا تھا۔

"غلام ذرا میری بات سنو ———"

وہ کچن ٹینٹ سے نکل کر باہر آ گیا ——— جی صاحب!

"لوٹا لے کر آؤ ———" میں نے سرگوشی کی

"لوٹا؟" وہ قدرے پریشان ہوا۔ "کون سا لوٹا ———"

"بھئی کوئی سا بھی لوٹا ———"

"کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب ——— بس لوٹا لے کر آؤ ———"

"اچھا ---- وہ والا لوٹا ——— "غلام نے ایک لکڑی بگڑی ہی ہی ک درختوں میں سے چند پرندے اڑا دیئے "صاحب میرا خیال ہے کہ ہم لوٹا لائے ———"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز لائے ہوں اور لوٹے جیسی مفید آئٹم نہ لائے ہوں ———"

"نہیں لائے جناب ——— میرے پاس سامان کی فہرست ہے ——— نو لوٹا"

خواتین و حضرات آپ کو شائد یاد ہو کہ کے ٹو کہانی کے آغاز میں میں نے تیاری کے حوالے سے لکھا تھا کہ لاہور۔ اسلام آباد اور بالآخر سکردو میں مہم کے لئے بڑی تفصیل اور عرق ریزی سے شاپنگ کی اور اس کے باوجود بہت اہم اور اعلیٰ جمالیاتی ذوق کی حامل آئٹم بالکل بھول گئے ——— یہ کون سی تھی؟ اس کے لئے ہم تھوڑا سا سسپنس قائم رکھتے ہیں۔ آپ کو پہاڑوں میں پہلی صبح کا انتظار کرنا ہو گا ———

خواتین و حضرات یہ پہاڑوں میں ہماری پہلی صبح تھی ———

اور آپ جان چکے ہوں گے کہ وہ کون سی آئٹم تھی ———

بہرحال آئندہ چند روز جو ہم سب نے گزارے تو لوٹے کے بغیر گزارے بڑی آکورڈ پوزیشنوں میں گزارے ———

جب میں کیمپنگ گراؤنڈ کے اوپر پہاڑی ڈھلوان پر پھیلے درختوں میں سے نیچے آیا تو فراغت ہی فراغت تھی اور برفانی پانی کے خاطر خواہ استعمال سے طبیعت بے حد ہشاش بشاش ہو رہی تھی۔

"آپ تیار ہو جائیں صاحب پھر خیمہ نیچے لائے گا۔ پیک کرے گا اور پھر بوجھ کا وزن کر کے پورٹر میں تقسیم کرے گا ———" غلام کے ہاتھ میں ایک لمبا کانٹا تھا جس کی مدد سے ہمارا سامان تلنا تھا۔

میں خیمے کے اندر جا کر کپڑے بدلنے لگا۔ گرے جین اور اس کے ساتھ ٹی شرٹ، دوہری جرابوں کے ساتھ ہائیکنگ بوٹس۔ گلے میں فلسطینی رومال جو ہائیکنگ میں بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے اور سر پر سفید ہیٹ ——— پہلے خیال تھا کہ میرا سارا سامان پورٹر ہی اٹھائے ---- اور میں صرف ایک عدد ہائیکنگ سٹک کے ساتھ پیدل چلوں لیکن ڈاکٹر صاحب کا مشورہ صائب تھا کہ خالی چلنے کی بجائے کچھ نہ کچھ اٹھا کر چلئے اس طرح آپ کا بدن بیلنسڈ رہتا ہے۔ چنانچہ میں

ایک منی رک سیک بھی ساتھ لایا تھا جس میں میں نے مندرجہ ذیل اشیاء (رکھ) کیں۔

پینا سانک وڈیو کیمرہ۔ دو بیٹریاں اور فلمیں ایک کیمرہ کیس میں۔ برساتی۔ ایک سویٹر۔ یاشیکا سٹل کیمرہ اور فلمیں۔ سفری نوٹس کے لئے کاغذ مارکر۔ سوئیٹس اور چیونگم کے پیکٹ - بٹوہ - بچوں کی تصویریں - ٹائلٹ کا سامان تولیہ —— ٹشو اور ہاں اس کے علاوہ پانی کے لئے ایک پلاسٹک بوتل ——

میں خیمے سے باہر آیا اور پھر اپنے دونوں رک سیک گھسیٹ کر باہر نکالا ایک پورٹر میرے خیمے کی میخیں اکھاڑنے لگا۔ باقی تمام خیمے اکھڑ کر پیک ہو چکے اور غلام پورٹرز کو سامان تول تول کر دے رہا تھا۔ انسٹرکٹر مقصود جو کارروائی دیکھ رہا تھا میرے پاس آ گیا۔

"بہت افسوس ہوا جی آپ کے ساتھی کا —— ہوا کیا تھا؟"

میں نے ہائیٹ فوبیا کی تفصیل بتائی ——

"ان کی تو جان بچ گئی' واپس چلے گئے لیکن ——" اس نے خاص میری آنکھوں کو دیکھا۔ "یہ آپ کی آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟ ذرا چیک کریں پر نظر میں بھی فرق آ جاتا ہے ——"

"آپ پر کبھی کسی چیز کا اثر نہیں ہوا؟"

"نہیں جی —— لیکن تارڑ صاحب آپ اوپر جا رہے ہیں اور اوپر موت ہی موت ہے۔ آپ آج رات کہاں گذاریں گے؟ کوروفون میں؟ گلیشیئر کے ساتھ ---- تو بس وہاں پر بھی کچھ نہ کچھ ہو گا ——"

"کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔ خالد کی واپسی سے میں ڈرپوک ہو گیا تھا میں اس تجربہ کار شخص سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا ——

"آپ کا کوئی نہ کوئی ساتھی —— میں آپ کو ڈرانا نہیں چاہتا لیکن ذرا سوچیں کہ ادھر تھنگل میں کیا ہائٹ ہے۔ شملہ پہاڑی جتنی —— یہاں ہو گیا ہے تو آگے تو بس اللہ ہی اللہ ہے ——"

"ہمارے ساتھ ڈاکٹر صاحب بھی ہیں؟"

"انہیں سٹریچر بنانا آتا ہے؟"

"پتہ نہیں ——"

"میں سکھا دوں گا —— کوئی بیمار پڑ گیا یا پھر —— دیکھیں ناں آپ لیڈر ہیں ٹیم کے ---- اگر خدانخواستہ کسی کو کچھ ہو جاتا ہے تو —— وہیں چھوڑ کر تو نہیں آئیں گے —— واپسی پر ان کے بیوی بچوں کو کیا جواب دیں گے —— ویسے اپنی آنکھیں چیک کروا لیں ادھر ان علاقوں میں سنو بلائنڈنیس بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے ——"

"ابھی ہم نے کچھ اتنی زیادہ سنو دیکھی ہی نہیں ہے تو ——"

"یہ جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر سنو ہے اسے نہیں دیکھ رہے؟"

"یہ تو بہت دور ہے ——"

"اتنی دور سے دیکھنے پر بھی سنو بلائنڈنیس ہو جاتی ہے۔ تجربے کی بات کر رہا ہوں —— اور ہر صبح اٹھ کر ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں چیک کریں۔ اگر وہ نیلی مائل ہو رہی ہوں تو بس —— آپ کو فراسٹ بائٹ ہو چکی ہے۔ آپ بے شک ان انگلیوں کو توڑ کر پھینک دیں۔ بالکل بے کار ہو جاتی ہیں —— ویسے میں آپ کو ڈرانا نہیں چاہتا ——"

"ہی ہی ہی ——" غلام جیسے ایک جن کی طرح یکدم نازل ہو گیا —— "صاحب پورٹر نہیں جاتا ——"

"کون سا پورٹر کہاں نہیں جاتا ——"

"تمام پورٹر کنکورڈیا نہیں جاتا —— انہوں نے سامان پھینک دیا ہے اور اب ہم نہیں جاتا۔"

میں نے ادھر دیکھا جدھر تھوڑی دیر پہلے نہایت پرسکون ماحول میں سامان کا تولا جا رہا تھا اور ہر پورٹر اسے اپنے رسوں کی مدد سے باندھ رہا تھا —— واقعی سامان ایک طرف پڑا تھا اور پورٹر حضرات ایک دوسرے کے ساتھ سر جوڑے بلند آواز میں جھگڑ رہے تھے۔

"اور پورٹر نے کیوں سامان پھینک دیا ہے اور کیوں نہیں جاتا ——"

"وہ کہتا ہے یونیفارم کا پیسہ بھی دو —— نہیں دیتا تو بوٹ دو۔ برساتی
عینک دو —— اور بکرا دو —— اور چھٹی کا پیسہ الگ دو اور واپسی پر خالی آ
آدھا مزدوری دو ——"

میں نے نیچے جا کر مذاکرات شروع کر دیئے۔ پورٹر حضرات مجھے گھیر
کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک نے مترجم کے فرائض سنبھال لئے۔ کبھی
غصہ آ جاتا اور میں واک آؤٹ کر جاتا تو کوئی پورٹر میری داڑھی کو ہاتھ ڈ
واپس لے آتا۔ کبھی تمام پورٹر واک آؤٹ کرنے لگتے تو مترجم ان کی منتیں کر
واپس لے آتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ پورٹر ایک فارمولے پر اتفاق کر جاتے لیکن
دیوار پر بیٹھا کوئی بوڑھا پتہ نہیں کیا کہہ دیتا تو وہ پھر باغی ہو جاتے ---- میرا
چڑھتا گیا اور بالا آخر میں بھی باغی ہو گیا —— ٹھیک ہے ہم نہیں جائیں گے کنک
—— یہیں پر دس بارہ دن رہیں گے اور واپس چلے جائیں گے ——

"یہ لوگ جیپ پر بیٹھ کر ادھر آیا ہے تو اس کو کرایہ دے دو یہ بھی و
چلا جائے گا ——" مترجم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اِدھر اُدھر کچھ شرا
بھی جاری تھی۔

"دیتا ہوں میں ان کو جیپ کا کرایہ —— یہ ---- شگر کے اسسٹنٹ
میرے دوست ہیں میں ان سب کو اندر کرا دوں گا ——"

میری اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور پورٹر جو غصے سے ابل رہے
فوراً مسکرانے لگے اور انہوں نے مترجم سے کچھ کہا۔

"یہ کہتے ہیں کہ آپ ضرور ہمیں اندر کرا دیں۔ ادھر سکردو جیل میں
بہت اچھا ملتا ہے ——"

میں انہیں ڈرانے دھمکانے کے لئے کوئی اور طریقہ سوچ رہا تھا کہ
صاحب آگے آ گئے "مائی لیڈر ——" انہوں نے ڈرامائی انداز میں کہا "اگر
اجازت دیں تو میں ان کے ساتھ گفتگو کروں؟"

شاہد صاحب نہایت دھیمے اور سرگوشی لہجے میں شروع ہو گئے ——
ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ آپ ان گوروں کا جو سامان اٹھاتے ہیں اس میں ش

ھی ہوتی ہے اور سور بھی اور جتنی خوراک ہوتی ہے حرام ہوتی ہے۔ اب آپ
ارا سامان دیکھیں۔ مسلمانوں کا حق حلال کا سامان ---- کھجوریں ہوں گی۔ حلوے
ے لئے سوجی ہو گی یعنی اسلامی سامان ہو گا —— پھر آپ یہ بھی تو دیکھئے کہ گورا
گ گندا ہوتا ہے۔ ٹائلٹ پیپر استعمال کرتا ہے —— اور ہم لوگ —— پانی
استعمال کرتے ہیں اور ادھر کا پانی تو برف کا ہے پھر بھی ہم استعمال کرتے ہیں ——
آج صبح جو میرا حال ہوا ہے ---- میں آپ کو کیا بتاؤں —— آپ میں سے کسی
صاحب کے پاس لوٹا ہے۔ ہم لوٹا لانا بھول گئے ہیں ——"

لوٹے کے تذکرے پر مزید مسکراہٹیں لیکن پرنالہ وہیں کا وہیں —— بکرا دو۔
یفارم دو۔ واپسی کا آدھا مزدوری دو —— ان مذاکرات کے دوران ٹیم کے باقی
مبران نہایت اطمینان سے ادھر ادھر گھوم رہے تھے اور انہیں قطعی پرواہ نہیں
ی کہ مزدوروں کے ساتھ کوئی مفاہمت ہوتی ہے یا نہیں —— یہ کام لیڈر کا تھا
۔ -- وہ جانے اور اس کا کام ——

اس موقع پر ڈاکٹر صاحب آ گئے —— "واہ چوہدری صاحب میں آپ کو
اؤں کہ بس مزا آ گیا۔ میں ذرا اس گلابی پھولوں والے کھیت میں گیا تھا —— اسی
ام کے لئے جس کے لئے آپ درختوں کے جھنڈ میں گئے تھے تو جناب کیا انوکھا
بہ ہے زندگی کا کہ آپ پھولوں کے ایک کھیت میں اطمینان سے بیٹھے مزے کر
رہے ہیں —— نیچے سے گھاس گدگدی تو کر رہی تھی لیکن پھر بھی مزے کر رہے
—— تو یہاں کیا قصہ ہے —— چلنا نہیں؟ دس بجنے والے ہیں ——"

میں نے انہیں بتایا کہ ابھی نہیں چلنا کیونکہ مزدوروں نے ہڑتال کر رکھی

"کتنی رقم پر اختلاف ہے؟" ڈاکٹر صاحب نے پوچھا۔

"یہ تقریباً دو ہزار روپے زیادہ مانگ رہے ہیں ——"

"چوہدری صاحب آپ کیسے سیانے ہیں۔ صرف دو ہزار کے لئے اپنی زندگی
ے بہترین ٹریک کا ستیاناس کر رہے ہیں —— ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں کتنی
رقم آتی ہے؟ تین ساڑھے تین سو روپے —— آپ ساڑھے تین سو روپے کے

لئے جھگڑ رہے ہیں؟"

میں نے اور شاہد نے باری باری اپنے سروں میں کھجلی کی ـــــ وا
ساڑھے تین سو روپے کے لئے اپنی پوری مہم کو خطرے میں ڈال رہے تھے
چنانچہ ہم مان گئے ـــــ وہی پورٹر جو تھوڑی دیر پہلے بلند آواز میں جھگڑ رہے
اب ہنس رہے تھے اور ہم پر دل و جان سے فدا ہو رہے تھے ـــــ ہر ایک
اپنا سامان اٹھایا اور چلنا شروع کر دیا ـــــ

"ٹھہرو ـــــ" میں نے بلند آواز میں پکارا۔

وہ ٹھٹک گئے کہ شائد صاحب اب پھر جھگڑا کرے گا۔

میں نے سکردو کے بعد پہلی مرتبہ اپنا وڈیو کیمرہ نکالا ـــــ "سب پورٹر
قطار میں کھڑے ہو جائیں اور جب میں اشارہ کروں تو چلنا شروع کر دیں ـــ
ان کے پیچھے ٹیم ممبران --- لیکن جب میں اشارہ کروں گا تب ـــــ"

میں نے کیمپنگ میدان سے ہٹ کر سڑک پر سے وڈیو کے لئے زاویہ
جب میں نے ویو فائنڈر میں دیکھا تو ـــــ وہاں ایک ساکت تصویر تھی ـــــ
میں مزدوروں کی ایک قطار ـــــ بوجھ سے جھکے ہوئے ـــــ اور اوپر بلند
چوٹیوں کی برف کے گرد بادل ---- اور نیچے سرسبز جھنڈ اور گلابی رنگ کی
جھلک ـــــ میں نے سانس روکے رکھا تاکہ فلم میں جھٹکا نہ آئے اور ہاتھ
اشارہ کر دیا ـــــ پورٹر ذرا جھجکے اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ بلتی زبان
چہلیں کرتے چلنے لگے ---- میدان سے نکل کر وہ کچی سڑک پر آ جاتے او
فائنڈر سے نکل جاتے ـــــ آخر میں ـــــ ٹیم ممبران چلتے آ رہے تھے ـــ
کے دونوں ہاتھوں میں واکنگ سٹکس تھیں اور اس نے ہوا سے بچاؤ کے لئے
کو ایک رومال سے ڈھک رکھا تھا ـــــ اس نے اپنے آگے چلتے ہوئے پو
طرف اشارہ کر کے مجھے پکارا۔

"یہ نیشنل فیڈ ضرور آنا چاہئے"

پورٹر ایک ایسا تھیلا اٹھائے ہوئے تھا جس پر عامر کی فرم نیشنل فیڈ کا ا
تھا ـــــ سب لوگ کیمرے کے آگے سے گزرتے گئے اور پھر تھنگل کی کھ

لف خالی ہو گئی ـــــ

سب لوگ گذر گئے لیکن ڈاکٹر صاحب غائب تھے۔

"یہ ڈاکٹر صاحب کہاں غائب ہو گئے ہیں؟" میں نے کیمرہ آف کر کے کیس
ر کھتے ہوئے کہا۔

"ہم یہاں ہیں چوہدری صاحب ـــــ" ڈاکٹر صاحب میرے عین پیچھے
ے تھے اور برالڈو کا نظارہ کر رہے تھے" ہم انتظار کر رہے تھے کہ چوہدری
ب فوٹو گرافی کر لیں تو پھر اکٹھے چلنا شروع کریں ـــــ"

"بسم اللہ خاں صاحب ـــــ آیئے"

میں نے بسم اللہ پڑھی اور کنکورڈیا کی جانب اپنا پہلا قدم اٹھایا۔

"وحشی برالڈو کا پانی پیو اور جوان ہو جاؤ"

میں اپنے پاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا ——
میں اپنے بوٹوں کو دیکھ رہا تھا اور ان پر اچھلتے سفید تسموں کو دیکھ ر
میں آج کیسا چلوں گا؟ —— کیا میرے پاؤں میرا ساتھ دیں گے
سوج تو نہیں جائیں گے۔ ان پر چھالے تو نہیں پڑیں گے —— کیا یہ کنکو
ساتھ دیں گے؟

میں آج کیسا چلوں گا؟ —— یہ سوال ہر کوہ نورد کے ذہن میں
اٹھانے پر آتا ہے اور یہ اہم ترین سوال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کے لئے
"ٹو بی آر ناٹ ٹو بی" والا مسئلہ ہوتا ہے —— اگر شام تک پاؤں اس
دیتے ہیں۔ وہ زخمی نہیں ہوتے۔ سوجتے نہیں اور اچھی حالت میں رہ
—— ٹو بی —— ورنہ —— ناٹ ٹو بی۔

موسم دھوپ والا تھا —— آسمان صاف تھا۔ سڑک خاصی چوڑی
تقریباً برابر میں دریائے برالڈو تھا جو زیادہ شوریلا نہیں تھا کہ یہاں اس کے
میں چٹانیں کم تھیں اور سطح بھی ہموار تھی —— پورٹرز کی قطار موٹے سیاہ
کی طرح مجھ سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر رینگتی چلی جا رہی تھی۔
ساتھ عامر تھا —— پیچھے شاہد اور میاں صاحب تھے —— مرزا پتہ نہیں
—— اور خاں صاحب میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے اور میری چال دیکھ
رہے تھے۔

اور پھر میں نے اپنے پاؤں کو دیکھنا ترک کر دیا اور پھر میرے تن
سانس میں خوش بختی اور مسرت کا وہ احساس جاگا جو ہر کوہ نورد کا خواب

ٹریکنگ کا پہلا دن —— آپ تازہ دم اور ذہنی طور پر آزاد۔ موسم صاف
ہوا میں تازگی کے بوسے۔ آپ اپنے آپ میں مگن بھی اور پوری لینڈ سکیپ
اندر محسوس کرتے ہوئے بھی —— آپ چل رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں
ور جان بوجھ کر لمبے لمبے سانس اپنے بدن میں اتار رہے ہیں۔ ہر پتھر۔ ہر جھاڑی۔
کے چھینٹے اور ہر راستہ نیا ہے --- یہ کائنات ابھی تخلیق ہوئی ہے اور آپ
لئے ہوئی ہے۔

تھنگل سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر سڑک ذرا اوپر اٹھی —— اور جب میں
پہنچا تو آگے سڑک نہیں تھی —— صرف پتھروں کے ڈھیر تھے جو دریا کے اندر
جا رہے تھے --- یہی وہ مقام تھا جس کے بارے میں ہمیں سکردو میں بتایا گیا تھا
اسکولے سے ادھر سڑک گر گیا ہے —— یہاں دو جیپیں بھی کھڑی تھیں ——
پارک کی گئی تھیں کیونکہ ان کے ڈرائیور کہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔ شائد
لے تک گئے تھے۔

پتھروں کے درمیان میں خان صاحب اپنی واٹر بوتل کو دریائے برالڈو کے
سے لبریز کر رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں لیکن
یہ میرا خیال تھا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے "لائیے آپ کی بوتل
بھر دوں ——"

"میری بوتل میں تھنگل کے چشمے کا پانی ہے۔ ویسے خان صاحب مجھے بہت
میڈیکل ایکسپرٹس نے ہدایت کی تھی کہ شمال کے دریاؤں کا پانی نہیں پینا
گلیشیرز کا پانی نہیں پینا۔ پینا ہے تو چشمے کا پانی پینا ہے —— اس ہدایت پر آپ
عمل نہیں کر رہے؟"

"اس لئے کہ میڈیکل ایکسپرٹ بل شٹ ہوتے ہیں —— یہ احتیاطیں
وں کے لئے ہیں۔ آپ بے خطر ہو کر میرے مشورے پر یہاں ہر قسم کا پانی
۔ انشاء اللہ کچھ نہیں ہو گا۔" اور انہوں نے اپنے مشورے پر عمل کرتے
بوتل کو منہ لگا کر برالڈو کے پانیوں کی ایک لمبی ڈیک لگائی —— " چوہدری
وحشی برالڈو کا پانی پیو۔ جوان ہو جاؤ گے ——"

"ہو جاؤ گے کا کیا مطلب ——— ہم جوان ہیں"
"بس اس طرح کے جوان ہیں جس طرح ملکہ پکھراج کی لرزتی ہوئی آواز کہتی ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں ——" انہوں نے بوتل پھر منہ سے اور ایک اور لمبی ڈیک لگائی ——
"پی لو چوہدری صاحب آب حیات ہے"
چنانچہ میں نے تھنگل کے چشمے کا پانی برالڈو میں انڈیلا اور اس کا گ بوتل میں بھرا اور پھر اسے ڈیک سٹائل میں جی بھر کے پیا ——
"کیسا ہے؟" خاں صاحب نے سرہلایا۔
"جوان ہو گئے ہیں ——" میں نے کہا۔ اور میں کسی حد تک درست رہا تھا کہ برالڈو کے ٹھنڈے ٹھار پانیوں نے میرے پورے بدن کو خنکی سے تھا ---- خنکی سے اور زندگی سے ----
آگے جہاں سے سڑک پھر شروع ہوتی تھی وہاں تک نرم بجری اور میں سے ایک ایسا راستہ بل کھاتا وہاں تک جاتا تھا جو قدرے خطرناک تھا صاحب درمیان میں اٹکے ہوئے تھے اور پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے
"شاہد صاحب کیا حالات ہیں؟" میں نے دریا کی قربت کی وجہ سے پوچھا۔
"برے حالات ہیں۔" انہوں نے راستے سے توجہ ہٹائے بغیر کہا ——
آئندہ دنوں میں شاہد صاحب اور میرے درمیان یہ ڈائیلاگ اکثر گیا۔ میں کسی بلندی پر معلق خوفزدہ کھڑا ہوں اور نیچے سے آواز آتی ہے لیڈر کیا حالات ہیں؟" اور میں زیر لب کہتا ہوں "برے حالات ہیں ——"
اس چھوٹے سے امتحان کے بعد سڑک پھر ہموار تھی اور مال روڈ تھ لیکن یکدم ایک عجیب منظر آنکھوں کے سامنے آیا۔ سڑک ایک وسیع مید داخل ہوئی ---- میدان اتنا بڑا تھا کہ یہاں سو دو سو خیمے باآسانی لگ سکتے تھ میدان کے کناروں کے نیچے برالڈو تھا جس کے پار ایک خوبصورت گاؤں گاؤں ذرا بلندی پر تھا —— میدان کے بائیں ہاتھ پر چند درخت تھ

لاری تھی جو ان گھڑے پتھروں سے تعمیر کی گئی تھی اور پتھروں سے بنی ہوئی دو فٹ بلند چار دیواریاں تھیں جہاں خوراک پکتی تھی اور جہاں پورٹر سوتے تھے میدان اسکولے کی مشہور خیمہ گاہ تھی ——
اب یہ ویران پڑی تھی کیونکہ سڑک ٹوٹنے کی وجہ سے جو سکردو سے آتا تھا اری طرح تھنگل میں ہی ٹھہر جاتا تھا —— اور جو اوپر سے آتا تھا وہ بھی یہاں اسری کی بجائے تھنگل میں جا بستا تھا کیونکہ جیپیں وہاں تک آتی تھیں۔
میدان کے درمیان میں ایک پرانا ڈرم پڑا تھا اور وہ ہوا کی تیزی سے ڈولتا منظر جو سامنے آیا تو عجیب اس لئے نہ تھا کہ ہم اسکولے کی کیمپنگ گراؤنڈ رہے تھے بلکہ اس لئے ذرا حیران کرنے والا تھا کہ ہم جس سڑک پر چلتے آئے تھے اس کے عین آگے ایک پہاڑ تھا —— سڑک ایسے یکلخت ختم ہوتی پہلے تو تھی لیکن بعد میں اس پر پہاڑ گر پڑا ——
اسکولے روڈ بس یہاں تک آتی تھی اور ختم ہو جاتی تھی۔
اور اسکولے کہاں تھا؟
شائد وہ گاؤں جو برالڈو کے پار بلندی پر ہرے بھرے کھیتوں میں چھپا ہوا

ار ہم نے کدھر جانا ہے؟
س پاس ویرانہ تھا۔ کس سے پوچھتے کہ اسکولے کو کون سا راستہ جاتا ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر جو اسکولے روڈ کو بلاک کرتا تھا ہم نے چند ٹریکرز کو نیچے آ رہے تھے اور ہم نے اس پہاڑ کی چوٹی تک جاتا ہوا ایک راستہ بھی ایک ایسی سیڑھی کی طرح تھا جو آسمان کو جاتی ہے ——
خان صاحب نے بوتھی اوپر کر کے گردن کھجائی —— "چوہدری صاحب مشق میں ہی اس قسم کی کتی چڑھائی آ گئی ہے تو آگے کیا ہو گا؟"
"آگے جا کر دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ آگے کیا ہو گا —— خاں صاحب اللہ کریں میں ذرا ٹھہر ٹھہر کر آؤں گا نظارے دیکھتا ہوا ——"
"نظارے دیکھتا ہوا یا ہر دو قدم پر سانس درست کرتا ہوا —— چوہدری

صاحب اب بھی وقت ہے واپس چلتے ہیں ——"

"خاں صاحب ابھی —— تو —— میں —— جوان —— ہوں ——"

نے لمبے لمبے سانس کھینچتے ہوئے کہا اور پھر اس پگڈنڈی پر چلنے لگا جو دس قد
فاصلے پر کسی ان سدھائے گھوڑے کی طرف الف ہو جاتی تھی ——

یہ اسی قسم کی کُتی چڑھائی تھی جو فیئری میڈو جانے کے لئے تاتو گاؤں
سے فنتوری تک آپ کو ذلیل کرتی ہے۔

میں ہر دو قدم پر رکنا تو چاہتا تھا لیکن اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے
دو رکاوٹیں تھیں —— ایک تو اوپر سے بھینسوں کے ایک ریوڑ کی طرح دا
اترتے پورٹر جو کسی مہم کا سامان لا رہے تھے۔ یہ پورٹر تقریباً بھاگے چلے جا رہے
اور میں اپنے آپ کو بمشکل ان سے محفوظ رکھتا تھا۔ ان کے سامان کا حجم ایسا
اس سے بچنے کے لئے مجھے کبڑا ہونا پڑتا تھا —— دوسری رکاوٹ اس پگڈنڈ
آسمان زاویہ تھا کہ آپ مناسب طریقے سے کھڑے نہیں ہو سکتے —— کھڑے
گے تو گریں گے —— چنانچہ میں ہونکتا ہوا اور کچھ کچھ بھونکتا ہوا کہ میرے
ہوئے سانس کی آواز بھوں بھوں آ رہی تھی اس راستے پر رینگتا رہا --- با
اس کا اختتام ہوا ——

اوپر سرسبز کھیت تھے جو برفپوش چوٹیوں کے قریب تھے۔ اور ان کھیتوں
گلابی قالین بچھے تھے یعنی وہی گلابی پھولوں والی فصلیں —— اور ان سے
جہاں چٹانیں بہت آگے کو آ چکی تھیں وہاں اسکولے تھا ——

لیکن اسکولے ابھی نہیں —— ابھی میں اپنا سانس درست کرنا چا
—— پانی پینا چاہتا تھا —— ایک چاکلیٹ کھانا چاہتا تھا تاکہ میں ہوش میں
—— ابھی اسکولے تک نہیں پہنچے تھے اور ہمارا یہ حال تھا —— میری امی
تھیں کہ "ابھی ایک کوس چلے نہیں اور بابا جی مجھے پیاس لگی ہے ——"

میں گھاس پر لیٹا ریلیکس کر رہا تھا کہ اسکولے کی جانب سے دو گور۔
نمودار ہوئے۔ وہ امریکی تھے۔ میاں بیوی تھے اور خاصے معمر تھے ——

"ہیلو ——" ان دونوں نے دور سے ہاتھ ہلایا پھر قریب آ گئے "

ہو؟"

"کنکورڈیا ——"

"ابھی تمہیں بہت سفر کرنا ہے ——" وہ تھکے ہوئے خوشگوار چہروں والے
ں بیوی تھے۔ اور جب وہ اس آسمانی سیڑھی سے نیچے جانے لگے تو رکے اور بابا
مڑ کر کہنے لگے "ینگ مین اگر تم کنکورڈیا پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے سفر کا آغاز کر
یوں لیٹے رہنے سے کام نہیں چلے گا۔" مجھے پہلے تو سخت غصہ آیا کہ یہ گوری
ام تیسری دنیا کی قوموں کو مزے کرتا بھی نہیں دیکھ سکتیں اور پھر یہ غصہ اس
ٹھنڈا ہو گیا کہ کم از کم انہوں نے مجھے "ینگ مین" کہہ کر پکارا تھا۔ چنانچہ ینگ
اٹھا کمربستہ ہوا اور اسکولے کی طرف چلنے لگا۔ اب راستہ گلابی کھیتوں میں سے
اناروں کی پگڈنڈیوں پر تھا —— گاؤں کے چند گھر کبھی دکھائی دینے لگتے اور
ان گلابی فصلوں میں روپوش ہو جاتے۔

لاہور واپسی پر میں نے ان گلابی فصلوں کے بارے میں تھوڑی سی تحقیق
معلوم ہوا کہ یہ تو گندم کے کھیت تھے۔ لیکن ایک خاص نسل کی صرف بہت
ل پر اگنے والی گندم —— اسے انگریزی میں "بک وہیٹ" کہتے ہیں اور مقامی
ان میں ایک نام "گیاؤس" ہے —— اس کی روٹی قدرے سیاہی مائل ہوتی ہے
ذائقے میں دیسی گندم سے کمتر ہوتی ہے —— اس گندم کے گلابی کھیت تمنگل
ئے ہوئے تھے اور اب ادھر اسکولے کے نواح میں اور برالڈو گورج سے
گاؤں تھے ان کے آس پاس اور دور دور تک دکھائی دے رہے تھے ——
ذہن میں اسکولے کی جو تصویر بنتی ہے اس میں ان کھیتوں کا گلابی رنگ ابھی
نمایاں ہو رہا ہے —— اور ایک تصویر جو ذہن میں نہیں میری البم میں ہے اس
گلاب کھیت ہیں۔ کچھ سبزہ ہے اور بلند نیلگوں چوٹیاں بادلوں میں ملفوف ہیں
کھیتوں کے درمیان ایک شوخ رنگ کا سرخ نشان ہے —— جو شاہد کی سرخ
ہے —— اور ظاہر ہے اس میں شاہد بھی ہے ——

ہوا تھوڑی سی خالی لگتی تھی' اسے اپنے اندر کھینچنے کے لئے تردد کرنا پڑتا

"شمال کا آخری گاؤں —— اشکے بھئی اسکولے

کسی کوہ نورد کے لئے' خانہ بدوش کے لئے' سیاح کے لئے کوئی شہر یا
مقام اپنی دنیاوی حیثیت یا بڑائی کی وجہ سے پرکشش نہیں ہوتا بلکہ اس کی پ
کے عوامل قطعی مختلف ہوتے ہیں اور یہ عوامل بھی ہر ایک کے لئے الگ
ہوتے ہیں —— مرکزی افریقہ کا شہر ٹمبکٹو ایک غیراہم صحرائی بستی ہے۔ لیکن
زمانے میں ہر آوارہ گرد کا خواب ٹمبکٹو ہوتا تھا اور اس خواب کے پیچھے لوگ
صحرا میں جانیں دے ڈالیں۔ کوہ کیلاش' جھیل مانسرودر' لاھسا' اولان باتور'
فرغانہ' ثمرقند' پاترا' بابل' نیشا پور —— اور ان جیسے کئی نام جو آوارہ گرد
دھڑکن کو بے قابو کر دیتے ہیں اور انہیں بے خواب کر دیتے ہیں۔ ان نامو
کیا ہے؟ اس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا ——

اسکولے کے نام میں بھی کیا ہے؟

اس کا بھی تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

بہت عرصہ پہلے جب شمال کے ایک سفر میں ایک کوہ نورد نے کہا "
اسکولے سے آ رہا ہوں تو میں بہت دیر تک اسے دیکھتا رہا کہ اس نے یہ کیا
ہے —— اس وقت میں اسے اشکولے سمجھتا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا خو
اشک آور نام ہے —— جیسے اشک آباد —— جیسے ---- جیسے کچھ بھی نہیں
بس اشکولے ——

شمال کا آخری گاؤں ——

پتھر اور برف کے ویرانے سے ادھر آخری بستی ——

اور اس زمانے میں وہاں تک جیپ بھی نہیں جاتی تھی —— "تہذ

اوپر معلق چند کچے گھر ——

جس کا تذکرہ قدیم سفرناموں میں بھی ملتا ہے —— اسکولے ——

جی ہاں میں اسکولے کے قریب ہو رہا تھا تو گویا ایک آوارہ گرد کے خواب
قریب ہو رہا تھا —— وہ میرے حواس پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ اور پھر میں نے
اس کی گلابی رنگت میں سے نکلتے ہوئے سفیدے کے چند درخت دیکھے ——
ار چھتوں کا ایک کچا پتھریلا گاؤں دیکھا جس میں گھر زیادہ نہیں تھے۔ اور ان
ل پر شہتوت کی شاخوں سے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے مستطیل کمرے دیکھے
اس قسم کی بناوٹ میں نے شمال میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی۔ شاخوں سے
ے ہوئے یہ برساتی نما چھجے گرمیوں کے موسم میں چھت پر سونے اور خوراک کو
ر رنے کے کام آتے ہیں ---- کیا اسکولے میں اتنی گرمی ہو سکتی ہے کہ وہاں
لوگ چھت پر سوتے ہوں —— شائد ایسا ہو —— سردیوں کے شدید منجمد
ے والے موسموں کے بعد کوئی بھی دھوپ والا دن ان کو گرم لگتا ہو گا ——
ے ویران لگتا تھا لیکن جونہی میں اس کی پہلی کچی دیوار سے پرے ہوا ----
ی ایک ڈھلوان گلی میں آیا تو ---- گویا اہل اسکولے بیدار ہو گئے۔ وہ گہری
یں تھے اور انہیں یہ احساس ہوا کہ باہر ہماری کچی گلی میں —— ایک حیران
تھا ہوا کوہ نورد داخل ہوا ہے اور وہ صرف اس لئے آ رہا ہے کہ جب اس کی
ھم ہونے لگیں اور جب وہ اس بستر پر پڑا ہو جہاں سے آج تک کوئی
آیا تو وہ اپنے گرد کھڑے بچوں کو اور ان کے بچوں کو بتا سکے کہ —— میں
لے میں تھا ——

اور اسی لئے وہ روشن دانوں سے اور چوکور سوراخوں سے جھانکنے لگے۔
ں پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ شہتوت کی شاخوں کے پیچھے چہروں کے شائبے ہونے

میرے لئے اور صرف میرے لئے اہل اسکولے کا خوش آمدید تھا۔
ہاں میں نے اپنے ارد گرد ایسے چہرے دیکھے جن میں ایک ایک چہرہ پورا
تھا —— عجیب لباس تھے۔ عجیب زیور تھے —— ان میں سے بیشتر نے

گھروں میں کھڈیوں پر بنائے ہوئے اونی چوغے پہن رکھے تھے۔ سیاہ چوغوں پر
خوبصورت اور پرانے طرز کی شوخ رنگوں کی کڑھائی تھی —— عورتوں نے ر
دھاگوں کی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں اور ان کے بال منکوں اور سیپیوں میں گندھے
ہوئے مینڈھیوں کی صورت میں ان کے شانوں پر پڑے تھے۔ وہ خوش شکل
اور ان کے چہرے سرمے اور مہندی کے بیل بوٹوں سے سجے تھے۔ سفید رنگ
سیاہ نقش و نگار کچھ ایسے تھے جو میں نے وادیٔ کیلاش میں اور وادیٔ پھنڈر
پرے چند دیہات میں دیکھے تھے لیکن یہاں اسکولے میں جو کچھ میں نے دیکھا و
چند روز کے لئے ہے ——

یہاں اب جیپ آ رہی تھی۔
اور اب یہاں نیا زمانہ آئے گا ——

وہاں ایسے چہرے بھی تھے جنھوں نے پتہ نہیں کتنے موسم اور کن
زمانوں کے موسم دیکھے تھے۔ ایک تاریک گھر کے اندر سے ایک بہت ہی بو
خاتون دھوپ میں آئی اور مجھے خدشہ ہوا کہ یہ اماں پگھل جائیں گی کیونکہ ا
لاتعداد جھریاں سفید موم کی بنی ہوئی لگتی تھیں —— وہ مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلاتی
اور پوپلے منہ سے مسکراتی تھیں ——

"اسکولے نام ہے چھوٹے چھوٹے نخلستانوں کا جو صحرا سے حاصل
گئے ہیں —— وہاں یہ آخری گاؤں ہے اور آپ ایمانداری سے کہ
ہیں کہ آپ دنیا کے آخری سرے پر پہنچ گئے ہیں"

(اے۔ گوگنا)

اور دنیا کے آخری سرے پر میں نے ایک چہرہ ایسا بھی دیکھا —— جو
اسکولے کا پہلا چہرہ تھا۔ پہلی شکل تھی —— اب بھی ہے —— یقیناً جب سینکڑوں
برس پیشتر مارکوپولو یا ابن بطوطہ کسی بلند چینی درے میں واقع کسی ناآشنا کو
بستی میں داخل ہوئے ہوں گے تو اس چہرے نے انہیں بھی دیکھا ہو گا ——
کے لباس بھی ایسے ہی ہوں گے —— کہ کئی خواتین نے جو بوٹ پہن رکھے
انہوں نے خود بنائے تھے اور ان پر کشیدہ کاری کی تھی —— اور ان کے ز

اور بھی ایسے ہوں گے ——

اسکولے ایک گذرا ہوا زمانہ ہے ——
اصحاب کہف ایسے لوگوں کی بستی —— باہر اور زمانہ ہے۔

"اسکولے میں راستے بے نام ہیں۔ مکانوں کے نمبر نہیں۔ نہ پیدائش
کہیں درج ہوتی ہے اور نہ موت۔ اسی لئے میں بھی وہاں پہنچ کر اپنا نام
اور وجود بھول جاتا ہوں"

(میسنر)

ایک عجیب اور ناآشنا سی مخلوق میرے قریب آ رہی تھی۔ میں انہیں دیکھتا
اور بے یقینی میں سر جھٹکتا تھا۔ شائد میں ایک اور زمانے میں آ گیا تھا۔ کسی ٹائم
مشین کے کرشمے سے —— یا پھر اسکولے ایک بہت بڑا سیٹ تھا اور یہ اداکار تھے جو
وقتوں کے لباس پہنے قدیم زمانوں کا میک اپ کئے مجھے اس لئے حیرت سے تکتے
کہ اس ڈرامے میں اس کا تو کوئی کردار نہیں، کوئی رول نہیں —— یہ کاسٹ
شامل نہیں ہے تو ہمارے سیٹ پر کیوں آ گیا ہے ——

دو بچیاں اور چار پانچ خوش شکل اور خوش وضع لڑکیاں اپنی زبان میں کچھ
کہتیں اور مجھے بلاتی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں موٹی اون سے بنے ہوئے
ڈیزائن کے ٹکڑے تھے جن پر بہت رنگین دھاگوں سے ایسے پھول بوٹے اور
نقش کاڑھے ہوئے تھے جو اپنی طرز میں یکتا تھے۔ انہوں نے اسکولے کی اس
ہینڈی کرافٹ کے نمونے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہروں کے آگے اس
طرح تھام رکھے تھے جیسے آئینہ دکھاتی ہوں —— رنگ برنگے تبتی طرز کے بوٹوں
والے اور چوکور آئینے جن کے پیچھے گل بہار شکلیں تھیں —— میں مسکراتا اور
ان سے پوچھتا کہ یہ کیا ہے اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہتیں اور پھر مجھ پر کھلا کہ وہ
جملے کے آخر میں "ٹو ڈالرز" کہتی ہیں۔ چنانچہ یہ میرے لئے اور صرف میرے
لئے اہل اسکولے کا خوش آمدید نہیں تھا۔

یہاں کا رواج تھا کہ جب بھی کوئی کوہ پیما یا کوہ نورد اس بستی میں داخل
ہوتا ہے تو لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں اور اپنی دستکاریاں اسے دکھانے آتے ہیں

نں نے دو نہایت خوش رنگ ٹکڑے خریدے اور انہیں اپنے رک
میں سنبھال لیا ____ آج بھی میں انہیں سونگھتا ہوں تو ان میں بو ہوتی ہے
ایک ناگوار بو جو مجھے اسکولے لے جاتی ہے ____ اون کی بو ____ دھویں
گندے بدنوں کی بو ____ لیکن یہ بو میرے آفٹر شیو لوشن کی مہک سے کہیں
پرکشش ہے کہ یہ مجھے اسکولے لے جاتی ہے اور وہ مہک مجھے کہیں بھی لے کر
جاتی۔

اسکولے کے قصبے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہاں کے باشند
واسطہ چونکہ صرف غیر ملکی لوگوں سے پڑتا ہے اس لئے وہاں بڑے تو کیا چھ
بچے بھی انگریزی کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں جب کہ اردو ان کے لئے بالکل نا
ہے ____

"انگریز انگریز ____" وہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں ____

یہاں پر مجھے مشابرم کے دامن میں واقع دور افتادہ قصبہ ہوشے یا
____ وہاں بھی ایک عجیب ماحول تھا۔ لوگ پتھر کے زمانوں کے لگتے تھے اور ا
نے بھی مجھے اور میرے خاندان کو دیکھ کر "انگریز انگریز" کا شور مچایا تھا ____
پر میری بیگم بے حد تیخ پا ہوئی تھیں اور انہوں نے ایک بڑی اماں کا کندھا
خوب زور زور سے ہلا کر کہا تھا ____ "خبردار جو ہمیں انگریز کہا تو ____ ہم پ
ہیں ____ مسلمان ____"

"نہیں نہیں ____ پاکستانی" میں نے دور سے ہی کہا اگرچہ دل چاہتا
کندھا پکڑ کر ہی کہا جائے۔

اس دوران چند اور لوگ آ گئے۔ یہ ذرا تہذیب یافتہ حضرات تھے۔
ستھرے کپڑے، سر پر چترالی ٹوپیاں اور انہوں نے ذرا ناگواری سے میری
دیکھا اور پھر مزید ناگواری سے ان بچوں اور لڑکیوں اور بوڑھی اماؤں کو د
میرے ساتھ صرف اس لئے فرینڈلی ہو رہی تھیں کہ ان کا خیال تھا کہ میں
انگریز ہوں ____ انہیں بتایا گیا کہ یوں تو اس کوہ نورد کا لباس ویسا ہی ہے ج
گورے ٹریکر پہنتے ہیں لیکن یہ انگریز نہیں پاکستانی ہے ____ اس لئے احتیاط

____ اس خاموش وارننگ کے بعد بھی وہ اپنے گھروں کے اندر نہیں گئیں بلکہ
ار کے ساتھ لگ کر مجھے دیکھتی رہیں ____ ان کے چہروں پر بے یقینی تھی کیونکہ
ر سے پاکستانی فوجی افسر اور ٹھیکیدار وغیرہ تو گذرتے تھے ____ پاکستانی کوہ نورد
ہی گذرتے تھے ____

میں نے جو چہرے اور لباس دیکھے تھے وہ اتنے منفرد اور کمال کے تھے کہ میں
ان کے سامنے اپنے کیمرے لانا چاہتا تھا۔

"فوٹو ____" میں نے ایک دو تہذیب یافتہ حضرات سے بے حد ادب
آداب سے دریافت کیا۔

نو فوٹو ____" انہوں نے تیوڑی چڑھا کر کہا۔

مجھے محسوس ہوا کہ یہاں بھی وادیٔ کیلاش والا سسٹم ہے یعنی ____ ویسے تو
بالکل نو فوٹو ____ اور کیمرہ دیکھتے ہی چہرہ دوسری جانب یا پھر ہاتھ میں ____ البتہ
دس روپے کے دو چار نوٹ وار دیئے جائیں تو ____ فوٹو ہی فوٹو۔ لیکن یہ
بات بھی گوروں کی قسمت میں ہی ہوتی ہے ----

"بالکل نو فوٹو ____" میں نے مسکرا کر نہایت بردباری کا مظاہرہ کرتے
نے کہا اور آگے چلنے لگا۔ غلام نے تمغل سے روانگی کے وقت اعلان کیا تھا کہ
ہمارا لائٹ لنچ اسکولے میں ہو گا لیکن نہ تو وہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی ہمارے
پورٹرز میں سے کسی کی شکل نظر آ رہی تھی۔

تھوڑی سی چڑھائی آئی اور پھر "اسکولے چوک" آ گیا ____ یعنی اس گاؤں
مرکز۔ ایک چھوٹی سی خانقاہ پر ایک پھٹا ہوا سیاہ جھنڈا۔ اس کے برآمدے میں
بوڑھے اور ایک کچی گلی جس کے درمیان میں ایک نالی اور یہ گلی گاؤں سے
جاتی ہوئی ____ اس چوک میں باقاعدہ رونق تھی۔ عامر، ڈاکٹر صاحب اور
صاحب ایک درخت کے تنے پر بیٹھے میرا خیال تھا کہ میرا انتظار کرتے تھے
ان کے عین سامنے تین نوجوان ہسپانوی دوشیزائیں شوخ رنگوں کے ٹریکنگ
میں ملبوس مغموم حالت میں بیٹھی تھیں اور ان کی مغمومیت کا سبب ان کے
بیٹھے ہوئے تین پاکستانی جوان نہیں تھے ____

"ان بے چاریوں کے پاسپورٹ گم ہو گئے ہیں ——" عامر نے سرہلا
ہوئے کہا۔

"کنکورڈیا سے آ رہی تھیں۔ یہاں اسکولے میں پاکستانی فوج کے دو جو
غیر ملکیوں کے کاغذات چیک کرتے ہیں۔ یہ بے چاریاں یہاں بیٹھی ستا رہی
کہ کسی نے ان کے پاسپورٹوں والا بیگ اٹھا لیا——" ڈاکٹر صاحب نے اطلا
دی۔

"لیکن آپ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں ——"

"آخر انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہوتی ہے تارڑ صاحب ——جب تک
کے پاسپورٹ نہیں مل جاتے ہم یونہی ان کے سامنے بیٹھے انہیں دیکھتے رہیں گے

فوجی جوان ہمارے پاس آگیا ——"اسکولے میں چوری چکاری بالکل
ہے جی۔ ایماندار لوگ ہیں۔ بیگ کسی بچے نے شرارت سے اٹھا لیا ہے مل جا
——ویسے یہاں کوئی چوری کر کے جائے گا کہاں —— کے ٹو پر چڑھ جائے گا

"بیگ مل جائے گا میاں صاحب —— آپئے پینڈا کھوٹا ہو رہا ہے——"

"ہائے ہائے بے چاریاں ——" سب نے ٹھنڈی آہیں بھر کے ہسپانوی
بے چاریوں کو خوب اچھی طرح آنکھوں میں سمویا اور پھر خود بھی مغموم ہو
لگے ——

دائیں جانب کھیتوں کا ایک وسیع سلسلہ تھا اور یہ وہاں ختم ہوتا تھا
نیچے گہرائی میں ایک چوڑے پاٹ میں برالڈو تھا اور پھر اس بلندی پر جس پر
اور اسکولے تھا ایک خوبصورت گاؤں دکھائی دے رہا تھا جس کے اوپر نیلے
پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ کھیتوں میں اسکولے کے خاص لباس پہنے ایک ما
بچہ ساگ اکٹھا کر رہے تھے۔ میں نے کیمرہ ادھر کیا تو "نو فوٹو - نو فوٹو ——
دونوں کھیت میں غائب ——

"کیوں جی کیسا ہے اسکولے؟" میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا

"اشکے بھئی اسکولے کے ——" —— میاں صاحب بولے۔

"یہاں ایک رات رہنا چاہئے تھا——" ——عامر نے کہا۔

"لوگوں کی صحت اچھی ہے ——" ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا۔

"ویسے صحت تو ان کی بھی اچھی تھی ہسپانوی بے چاریوں کی ——" میاں
ب نے اسکولے کی برفانی ہوا سے بھی زیادہ سرد آہ بھری۔

"ویسے آپ میں سے کسی نے غلام کو یا مہم کے پورے سامان کو دیکھا ہے؟"

"ہاں —— وہ اسکولے سے باہر ایک پہاڑی چشمے کے قریب ہمارا انتظار
ے گا ——"

اسکولے کا آخری گھر آیا ——اور یہ تہذیب کا آخری گھر تھا۔

اسکولے کا آخری کھیت آیا —— اور اس سے پرے راستہ پگڈنڈی میں
تھا اور پہاڑ کے پہلو سے لگ کر اوپر اٹھتا تھا ——

میں یہاں رکا اور پھر مڑ کر اسکولے کو دیکھا ——

اور پچھلی شب میں نے اسکولے کو بھی خواب میں دیکھا ——

اسکولے جو شمال کا سب سے آخری گاؤں ہے --- اس سے پرے کوئی
لی آبادی نہیں ہے۔ اور اس کے آخری کھیت کے بعد ایک اور جہان شروع ہو
اب اور اس جہان کے اندر صرف وہ جاتے ہیں جن کے دماغوں میں فتور ہوتا
اور آنکھوں میں وحشت ہوتی ہے ——

اور اس کے آخری کھیت کے بعد ایک اور جہان شروع ہو جاتا ہے ——

"قراقرم کے دل میں ایک ناقابل یقین میدان

اور اس جہان میں جب ہم داخل ہوتے ہیں اور پانی کی ایک نالی کے ساتھ چلتے جاتے ہیں اور ہمارے سروں پر ایک بلند اور سیدھا پہاڑ ہے تو ہم بڑے بڑے پتھر دکھائی دیتے ہیں اور ان کے آس پاس ہمارے رنگ برنگے سیک ہیں۔ نیلے ڈرم میں آٹے اور گھی کے کنستر ہیں اور چولہے جل رہے ہیں ان پر رکھی کیتلیوں میں سے بھاپ اٹھ رہی ہے۔ اور اوپر سے ایک چھ آبشار کی صورت ایک چشمہ نیچے آ رہا ہے جس کے پانیوں سے ہم اپنے بھگوتے ہیں تو ایک نئی لہریں لیتی ہوئی زندگی مل جاتی ہے جس میں تھکاوٹ پژمردگی نام کو نہیں —— یہ بڑے بڑے پتھر اور ہمارا سامان ایک ایسے خ کنارے پر ہیں جس کے نیچے دیکھنے سے آنکھیں گرتی ہیں —— نیچے ایک بہ گذرگاہ میں دریائے برالڈو ہے اور اس کا شور ہم تک نہیں پہنچتا اور گذر پرے ایک عظیم صحرائی وسعت ہے اور وہ اوپر اٹھتی ہے ان نیلے پہاڑوں کو کے لئے جو یہاں سے نظر آ رہے ہیں اور یہ غالباً مانگو گسار کا سلسلہ کوہ ہے —

"صاحب بکرا ——"

میں ابھی اپنا منی رک سیک اتار نہیں پایا کہ غلام میرے سر پر مو صاحب بکرا ——

"اب کوئی اور بکرا آ گیا ہے ——"

"نہیں صاحب وہی پرانا بکرا —— اسکولے سے خریدیں گے ——"

"اسکولے تو پیچھے رہ گیا ہے ——"

"وہ پورٹر جائیں گے اور بکرا اٹھا کر لائیں گے ——"

"نہیں نہیں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ بے چارے پورٹر اتنی دور واپس جائیں اور پھر بکرے کو کندھوں پر اٹھا کر لائیں ——"

"نہیں صاحب وہ بہت خوش ہو کر بکرا لائے گا ——"

"یار کہیں آگے سے بکرا خرید لیں گے ——"

غلام محمد نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں ذرا زیادہ کھل گئیں اور ایک تیز لکڑی بگڑی ہنسی پہاڑوں میں تیر کی طرح تیرتی گئی ——" آگے سے۔ آگے تو کچھ بھی نہیں —— اسکولے آخری گاؤں ہے ——"

"کتنے کا ملے گا؟"

غلام نے مختلف پورٹرز سے معلومات حاصل کیں اور پھر واپس آ گیا "کوئی اٹھارہ سو روپے کا ——"

"اٹھارہ سو روپے کا؟ —— بہت مہنگا ہے —— کوئی سستا بکرا نہیں مل سکتا"

"نہیں صاحب —— اسکولے میں جتنا بکرا ہوتا ہے وہ نمبردار حاجی مہدی کا ہوتا ہے اور وہ قیمت مقرر کر دیتا ہے اور کم نہیں کرتا ——"

میں اس حاجی مہدی کے بارے میں بہت داستانیں سن چکا تھا —— اسکولے کا نمبردار۔ متعدد بیویاں۔ بے شمار بچے اور مشہور کوہ پیماؤں کا دوست ——

"تو کیا ایک بکرا ہم سب کے لئے کافی ہو گا؟"

"آپ کو پہلے بھی بولا ہے کہ یہ بکرا صرف پورٹر کھائے گا۔ آپ نے کھانا ہے تو ایک اور بکرا لو ——"

"ہاں جتنا بجٹ ہے اس کے بکرے کھا کر لاہور واپس چلے جائیں —— دیکھو جب ہم پورٹرز کو گورنمنٹ ریٹس دے رہے ہیں۔ تمام سہولتیں دے رہے ہیں تو پھر یہ بکرا کہاں سے آ گیا ——"

"یہ رواج ہے صاحب ——"

"اور اگر ہم بکرا نہ دیں تو؟"

"یہ ادھر بوجھ چھوڑ کر چلا جائے گا ——"

"مرغی سے کام نہیں چلے گا ——" میں نے ہنس کر کہا اور اس کے جواب

میں غلام بننے کو تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر فوراً روک دیا "آپ ایسا کرو کہ ا
سے کہو کہ ٹریک کے خاتمے پر ہم سب کوئی بندہ پچاس روپے زیادہ دے گا ک
کے لئے ——"

اس آفر کے بارے میں خاصی بحث ہوتی رہی اور بالا آخر فیصلہ ہو گ
بکرے کی بجائے پچاس روپے فی پورٹر زائد ——

"ویسے اگر ہم بکرا خرید لیتے تو یہ اسے پائیو تک کیسے لے کر جاتے —
میں نے پوچھا۔

"صاحب یہ تو دیکھنے والا منظر ہوتا ہے —— بکرا کبھی چلتا ہے۔ کبھی ا
اٹھاتا ہے اور کبھی دریا میں تیرتا ہے —— اچھا تو اگر مرغی خریدنا ہے تو اب
اسکولے سے لائے گا ——"

"نہیں مرغی ہمارے پاس بہت ہے"

"کہاں ہے؟"

"ٹین کے ڈبوں میں ——" میں ایک طرف ہو کر لیٹ گیا —— "او
کھانے کو ملے گا؟

"ابھی ملے گا —— کریکر کے ساتھ سارڈین مچھلی ملے گا۔ پنیر ملے گا'
ملے گا اور چائے ملے گا —— اور اس سے پہلے سوپ ملے گا ——"

ہمیں یہ سب کچھ ملا اور آبشار کا ٹھنڈا پانی ملا اور ایک پھیلاؤ میں ایک
وسعت میں جو سرد ہوا تھی وہ سانس لینے کے لئے ملی۔ صرف کبھی کبھی ہ
پگڈنڈی کو مڑ کر دیکھتے تھے جس پر چلتے ہوئے ہم اسکولے سے آئے تھے اور
سے آخری کھیت دکھائی دیتا تھا ---- اور ہم سہم جاتے تھے کہ ہم آخری آباد
نکل آئے ہیں اور آگے ویرانہ ہے —— آج چونکہ پیدل سفر کا پہلا دن تھا ا
ہر شخص فکر مند تھا کہ پتہ نہیں آج وہ کیسا چلے گا —— لیکن ابھی تک صورت
خاصی حوصلہ افزا تھی —— لیکن ابھی تو ابتدائے عشق تھی ——

کھانے کے بعد سفر جاری رکھنے کے لئے اٹھے تو ڈاکٹر صاحب نے ا
کی جانب دیکھ کر ایک آہ سرد بھری۔ پھر عامر نے "ہائے ہائے" کہہ کر ا

ب اٹھایا اور آخر میں میاں صاحب نے سر ہلا کر کہا "پتہ نہیں ان بے چاریوں کو
رٹ ملے ہیں یا نہیں ——"

"کن بے چاریوں کو؟" مرزا صاحب نے براڈلڈو کی تصویر اتارتے ہوئے
مڑ کر دیکھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس آہ سرد کو دوبارہ بھرا "آپ کو کیا بتائیں کہ کن
چاریوں کو مرزا صاحب —— ہائے ہائے وہ کوئی بے چاریاں تھیں ——"

"کہاں تھیں؟"

"اسکولے میں ——"

"سر آپ پلیز ہمیں بھی بتا دیا کیجئے جب اس قسم کا کوئی کیس ہوتا ہے ——"
ا صاحب نے شکایت آمیز لہجے میں کہا —— "لیکن یہ دیکھ لیا کیجئے کہ شاہد بھائی
یں آس پاس نہ ہوں۔ آفٹر آل میرے بہنوئی ہیں —— اور سر بہت زیادہ
چاریاں تھیں؟"

"ہاں —— بہت زیادہ"

تھکے ہوئے بدن کو چونکہ آرام ملا تھا' خوراک ملی تھی اس لئے اب چال
روانی نہیں آ رہی تھی۔ پورٹر حضرات ایک ایک کر کے ہم سے آگے نکل گئے
ں نظر آ جاتے کبھی غائب ہو جاتے بالا آخر کہیں پہاڑوں کے اندر گئے اور گم ہو

بلتی پورٹرز کا طریقہ کار مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ہم سب ایک
طرح سفر کریں گے۔ راستے میں جو بھی مصیبت آئے گی۔ مشکل مقام آئیں
ان میں وہ ہمارے مددگار ثابت ہوں گے۔ میں ان کی ذاتی زندگی اور خاندان
ا ے میں جانوں گا اور ہر شام ہم دوستی کریں گے۔ داستانیں کہیں گے۔ یہ
ان سا ہے؟ یہ کس وادی کو راستہ جاتا ہے۔ آپ کن کن مہموں کے ساتھ جا
ا —— کون سے کوہ پیما کو جانتے ہیں —— پورٹر کی زندگی میں خوشی کب آتی
اور نمی کو کیسے سہارتا ہے —— لیکن یہ میرا خیال تھا —— بلتی پورٹر آپ کے
ا فرینڈلی نہیں ہوتا۔ وہ صبح سویرے اپنا بوجھ اٹھاتا ہے اور منزلیں مارتا

اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کے خیال کے مطابق رات بسر ہو گی ——ا
کچھ پرواہ نہیں کہ آپ اس مقام پر پہنچتے ہیں یا نہیں —— یہ اس کی ذمہ دا
نہیں ہے —— آپ بے شک راستے میں ٹانگ تڑوا کے بیٹھ جائیں۔ بیمار ہو ج
یا نڈھال ہو کر بے ہوش ہو جائیں اس نے اگر پائیو پہنچنا ہے تو وہ پائیو پہنچ کر
لے گا —— شائد یہ بڑی مہموں کا رویہ ہے جن میں سینکڑوں پورٹر ہوتے ہیں
ٹیم ممبران کے ساتھ زیادہ میل ملاپ پسند نہیں کرتے —— اس لئے ان کی ع
بن گئی ہے کہ صاحب لوگوں سے دور دور رہیں ——

ہم پہاڑ سے نیچے اترنے لگے اور نیچے چھوٹے چھوٹے پتھر اور پہاڑی
کے تودے تھے۔ دریا کی سطح پر آ چکے تھے لیکن دریا یہاں سے پرے بہہ رہا
دور سے دیکھا کہ ایک پتھر پر غلام لیٹا ہوا ہے اور شاہد صاحب اسے اپنے سفید
سے پنکھا جھل رہے ہیں۔ ہم تیز تیز چلتے ہوئے ان کے پاس پہنچے۔ غلام کا چہرہ
پیلا پھٹک ہو رہا تھا اور وہ آنکھیں بند کئے کراہ رہا تھا۔ "ڈائریا کا حملہ ہے۔
پانچ چھ مرتبہ پتھروں کے پیچھے جا چکا ہے۔" شاہد نے بتایا۔

"اب کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا ——" غلام نے فوراً آنکھیں کھول دیں "ہم نے گو
ہے ٹھیک ہو جائے گا ——"

میرا دل بیٹھ رہا تھا اس لئے نہیں کہ غلام محمد کو یوں بیمار دیکھ کر میرے
پر دکھی انسانیت کا بوجھ پڑ گیا تھا بلکہ میں تو اپنی مہم کے بارے میں فکر مند تھا
آج صبح خالد صاحب پر بلندی نے اثر کیا اور وہ سکردو واپس اور اب دوپہر
ہم اسکولے سے نکلے نہیں اور ہمارا کک گائیڈ اور نمبردار پتھر پر لیٹا ہائے ہائے
ہے ——

"یہ اٹیک کب ہوا غلام؟"

"یہ تو اس روز شروع ہوا تھا سکردو میں صاحب —— آپ کو یاد
لوٹے کو سینے سے لگا کر رکھتا تھا ——"

"بخار بھی ہے ——"

"ٹھیک ہو جائے گا صاحب —— آپ چلو"

"اور اگر تم ٹھیک نہ ہوئے تو کیا پورٹرز میں سے کوئی ایسا ہے جو کک کر سکے
ر گائیڈ کا کام بھی کرے ——"

"میں ٹھیک ہوں ——" وہ چھلانگ مار کر اٹھ بیٹھا "ابھی چلتا ہے ——"

میں نے اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے دیکھے جو زردی پر تیرتے تھے
میں تم ٹھیک نہیں ہو ——"

"ہنس کر دکھاؤں —— ہی ہی ——"

اس نے اپنا بوجھ اٹھایا اور پھر چلنے لگا۔

اور اب میں نے پہلی مرتبہ دھیان راستے کی طرف کیا اور میں یقین نہ کر
کہ سامنے ایک سیدھی چٹان تھی آسمان سے سرگوشیاں کرتی ہوئی اور اس پر
آسمانی سیڑھی والا پر پیچ راستہ تھا۔ اور مجھے اس بات کا بھی یقین نہ آتا کہ اس
ستے پر کوئی ذی ہوش انسان چڑھ سکتا ہے اگر میں چٹان کے درمیان میں معلق
ر کو نہ دیکھ لیتا —— وہ پتہ نہیں وہاں کیسے پہنچ گیا تھا اور اگر وہ وہاں پہنچ گیا تھا تو
ں پہنچنا میری مجبوری بھی تھی —— جب میں اس آسمانی سیڑھی کے قدموں میں
تو چند لمحے رک کر اپنے آپ کو خوب کوسا' خوب سنائیں کہ اور کرو ٹریکنگ
لنکورڈیا اور پھر ایک چیونگم منہ میں ڈال کر اور چند گہرے سانس لے کر
شروع کر دیا —— یہ راستہ اتنا مشکل نہ تھا جتنا دور سے دکھائی دیتا تھا۔ البتہ
اتنی زیادہ تھی کہ بعض اوقات لگتا تھا کہ آپ کے بوٹ کا اگلا حصہ آپ کی
لگے گا —— یہاں برالڈو بھی قریب آ چکا تھا اور اس راستے کے عین نیچے
ر کرتا تھا —— اس کے بلند ترین مقام پر پہنچ کر میں نے چٹان کے ساتھ
ستانے کی کوشش کی لیکن بوٹوں تلے جو کنکر تھے وہ خواہ مخواہ سرکتے تھے
دیکھنے سے سر چکراتا تھا اس لئے دو چار لمبے لمبے سانس لے کر میں نے
جانب اترنا شروع کر دیا اور یہاں چڑھائی سے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت
راستے کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے ہوئے تھے یہ بتانے کے
ان کے آگے کچھ نہیں اور ان کے نیچے بہت کچھ ہے یعنی برالڈو کے سر پٹختے

پانی ـــــ اس مقام پر مجھے یکدم احساس ہوا جیسے میرے عین پیچھے میرے رک سیک میں سے یا اوپر سے کوئی بھاری شے گری ہے ـــــ میں نے مڑ کر دیکھا تو ہر پسینے آ گئے ـــــ بلند راستے کے عین کنارے پر میرے دونوں کیمرے وڈیو اور گرے ہوئے ہیں اور ابھی آہستہ آہستہ سرکنے کے عمل میں ہیں ـــــ جتنی دیر مجھے احساس ہوا کہ یہ ہوا کیا ہے دونوں کیمرے عین کنارے پر پہنچ کر رک گئے کیونکہ کنارا ذرا سا بلند تھا ـــــ کیا اپنے پسینے پہلے پونچھوں یا جھک کر احتیاط سے کیمرے پہلے قابو کروں ـــــ حماقت میری تھی کہ جب میں چڑھائی چڑھنے لگا تو سیک کی زپ کھول کر ایک عدد چیونگم نکالی تھی اور پھر زپ کو بند کئے بغیر رک کاندھوں پر ڈال لیا تھا۔ اگر یہ کیمرے صرف دو قدم پہلے رک سیک میں سے تو راستے پر نہ گرتے سیدھے برالڈو میں گرتے ـــــ اور یہاں بھی کنارا ذرا اونچا ہونے کی وجہ سے بچاؤ ہو گیا تھا ـــــ میں نے پسینہ پونچھا پھر جھک کر آرام سے کیمروں کو یوں پکڑا جیسے ہنزہ میں چکور کے بچوں کو پکڑتے ہیں ـــــ انہیں الٹ پلٹ کر دیکھا اور اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا کہ ٹوٹ پھوٹ کے بظاہر کوئی آثار نہ تھے ـــــ یہ سانس گہرا اس لئے بھی تھا کہ وڈیو کیمرے کی صرف جزوی ادائیگی ہوئی تھی ـــــ بقیہ ادھار چل رہا تھا ---- اور کیمرہ اگر برالڈو میں ڈوب جاتا تو پھر بھی اس کی سطح پر تیرتا رہتا ـــــ

تھوڑا سا شک ابھی مجھے بے چین کرتا تھا کہیں ان کیمروں کو اندر کوئی چوٹ نہ لگی ہو ـــــ بہر حال میں نے کیمرے رک سیک میں ڈالے زپ دھیان سے بند کی اور اسے کاندھے پر ڈال کر پھر سے نیچے اترنے لگا ـــــ

لاہور میں ایک شب ایک نوجوان طاہر عمران میرے گھر آیا۔ کہنے لگا سنا ہے آپ کنکورڈیا جا رہے ہیں؟

میں نے کہا ـــــ ہاں' کیا آپ بھی جانا چاہتے ہو؟

بولا نہیں' میں تو ابھی پچھلے ہفتے واپس آیا ہوں ـــــ آپ کی آسانی کے لئے کچھ نوٹس بنا کر لایا ہوں۔ آپ کے کام آئیں گے۔

اور واقعی طاہر کے بنائے ہوئے مختصر نوٹس بے حد کارآمد ثابت ہوئے۔

منزل کا نام درمیانی فاصلہ اور یہ فاصلہ کتنے عرصے میں طے ہوتا ہے ـــــ کنکورڈیا تک ہم ان نوٹس کو کنسلٹ کرتے رہے۔ پہلے دن کے سفر کے بارے میں لکھا تھا۔

"اسکولے سے کوروفون۔ چار گھنٹے کی مسافت

کوروفون کا دوسرا نام پڑی۔ ون ہے

آسان۔ تقریباً ہموار واک ہے۔ کوروفون میں ایک آرمی کیمپ ہے جو بیافو گلیشئر کے دہانے پر واقع ہے۔ گلیشئر کے آغاز سے پیشتر برالڈو میں گرنے والے دریا پر ایک پل ہے۔ اگر آپ اس پل سے دوسری جانب چلے جائیں گے تو آپ کو بیافو گلیشئر کے اوپر سے نہیں جانا پڑے گا ـــــ پل کا رکھوالا دس روپے فی کس چارج کرتا ہے۔ کوروفون یا پڑی۔ ون تقریباً ۳۱۵۰ میٹر کی بلندی پر ہے۔ ہریاول اور گلابوں کی بھرمار ہے ـــــ"

واہ ـــــ ہریاول اور گلابوں کی بھرمار ہے اور بیافو گلیشئر بھی ہے تو اور کیا چاہئے -- میں ابھی انہی سوچوں میں تھا کہ وہ چٹانی سلسلہ ختم ہو گیا جس پر میں چلتا آ رہا تھا ـــــ میرے عین نیچے ایک نہایت ہی شوریلا دریا بائیں ہاتھ کے برفپوش پہاڑوں میں سے بہتا آ رہا تھا اور دائیں ہاتھ پر دریائے برالڈو میں جا کر شامل ہو رہا تھا - ایک راستہ نیچے اس کے کنارے تک اترتا تھا اور وہاں اس دریا پر لکڑیاں اور شہتیر وغیرہ جوڑ کر ایک پل بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ جہاں میں تھا وہاں سے تو اس پل کو عبور کرنا صریحاً" خودکشی لگتا تھا۔ دریا کے پانی اتنے بلند لہروں والے تھے کہ ان کے اوپر یہ پل ایک تنکے کی طرح لرزتا تھا ـــــ میں نیچے اترنے لگا ـــــ دریا کا شور بلند ہونے لگا۔ اور جب میں اس پل کے پاس پہنچا تو بیافو گلیشئر کی جانب سے آنے والے دریا کا شور پورے بدن کو دہلاتا تھا ہمیں یہیں سے پار جانا تھا ورنہ دوسری صورت میں اسی طرح دریا کے ساتھ اوپر کی طرف چلتے جایئے اور جہاں سے یہ گلیشئر میں سے نکلتا ہے وہاں سے اسے عبور کیجئے اور پھر واپس آیئے۔ اور یہ صرف ایک دن کا سفر ہو گا جانے کا اور پل کے پار والے میدان میں واپس آنے کا۔ بہتر یہی تھا کہ چند منٹ کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ لیجئے کیونکہ پچھلے کئی منٹ سے شاہد صاحب پل کے عین

درمیان میں کھڑے تھے۔ شائد انہوں نے چلتے چلتے نیچے دیکھ لیا تھا اور اب پاؤ
بھاؤ نے ان کو مسحور کر رکھا تھا اور ان کی ٹانگیں جواب دے گئی تھیں۔ ابھی
میں اوپر جہاں کھڑا تھا وہاں سے تو اس پل کو عبور کرنا صریحاً" خودکشی لگتا تھ
ابھی ابھی جہاں میں اب کھڑا تھا یعنی پل کے پاس یہاں سے بھی پل کو عبو
صریحاً" خودکشی لگتا تھا --- پل کے تختے چند ایک کیلوں کی مدد سے جوڑے گ
اور ان کے درمیان میں اتنے بڑے بڑے خلاء تھے کہ آپ کو انہیں پھلانگنا
اور پھلانگتے ہوئے نیچے دریا کی جانب دیکھیں گے تو بس وہیں کھڑے رہ جائ
اور پھر کسی کی مدد سے ہی حرکت میں آئیں گے ——

"چوہدری صاحب —— کن حالوں میں ہیں ——" اوپر سے ڈاکٹر
اور میاں صاحب چلے آ رہے تھے ----

"برے حالوں میں ہیں خان صاحب ——"

"کیا ہوا؟"

"پل ملاحظہ کیجئے ——"

ڈاکٹر صاحب نے پل ملاحظہ کیا اور کہنے لگے "اگر آپ پورٹرز کا
لیتے اور ایک عدد بکرا ساتھ لے آتے تو اس وقت اس بکرے پر سوار ہو
بآسانی یہ پل صراط عبور کر جاتے ---- ویسے دیکھا جائے تو یہ پل صراط سے
چوڑا ہے —— آئیں چوہدری صاحب ——" یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب چ
کرتے ہوئے پل کے پار چلے گئے ——

"آپ کا کیا خیال ہے میاں صاحب؟"

میاں صاحب کا سرد آہوں کا کوٹہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا ایک اور
بولے —— "مجھے تو ان بے چاریوں کا خیال آ رہا ہے پتہ نہیں ان کے
ملے ہیں کہ نہیں —— کیسی اچھی سی بے چاریاں تھیں ——" یہ کہتے
میاں صاحب نے ایک اور طویل سی سرد آہ بھری اور اس آہ کے زور پ
گئے۔

اب لیڈر کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ قوم کے

آنا جائے ——

چنانچہ ہم نے بھی وہ پل پار کیا —— کیسے کیا؟ اس کی ہوش نہیں ——
اش میں ہوتے تو پل کیسے پار کرتے ——

پل کے اس پار ایک جھونپڑا تھا اور یہ جھونپڑا ایک ایسے میدان کے
کنارے پر واقع تھا جس کی وسعت حیران کن تھی۔ بائیں جانب خاصے فاصلے پر
ند میں ملفوف برفانی پہاڑ تھے اور ان کے نیچے بیافو گلیشئر کی پتھریلی دیواریں تھیں
اور دائیں طرف کئی کلو میٹر تک نظر کے راستے میں ایک پتھر بھی نہیں آتا تھا ——
یں اس کے اختتام پر نیچے دریائے برالڈو تھا اور پس منظر میں مانگوگسار کی برفیلی
یاں تھیں —— یہ ہمارے گمان میں بھی نہ تھا کہ قراقرم کے دل میں اتنا ہموار
ر تا حد نظر میدان ہو گا جس میں آپ بے شک چوگان کھیلیں —— اور یہ عین
ن ہے کہ کسی زمانے میں یہاں اس میدان میں پولو کھیلا جاتا ہو —— کیونکہ بلتی
اگر کے ٹو کے چوٹی پر بھی دو چار میٹر ہموار جگہ مل جائے تو وہ آس پاس کا نظارہ
ے کی بجائے وہاں پولو کھیلنے کی کوشش کرے گا —— ہر کوئی جانتا ہے کہ پولو بلتی
ن کا لفظ ہے جس کے معنی "گیند" کے ہیں۔

ہم سب تھوڑی دیر کے لئے جھونپڑے کے قریب رکے۔

پل کا رکھوالا ہمارا منتظر تھا۔

جھونپڑے کے آگے ایک چھوٹا سا "لان" تھا جس میں گھی کے خالی کنستروں
میں پودے اور پھول تھے۔ یہاں سے گذرنے والے پیاسے ٹریکروں کے لئے
ٹھنڈے پانیوں سے لبریز دو گھڑے بھی تھے۔

"بس صاحب ادھر سے کبھی تو بہت ٹریفک ہوتا ہے اور کبھی سارا سارا دن
کوئی نہیں گذرتا ——" پل کے رکھوالے نے ہمارے استفسار پر بتایا "اگر دو تین
والی ٹیم آ جائے تو بہت پیسہ بن جاتا ہے ——"

"یہ پل گورنمنٹ کا ہے؟"

"کون سی گورنمنٹ کا صاحب —— ادھر تو گورنمنٹ نہیں آتا۔ یہ تو
او... صاحب کا ہے۔ جتنا آمدنی ہو گا اس سے اسکولے میں سکول بنائے گا ——

سیزن ختم ہوتا ہے تو ادھر برف پڑتا ہے اور پل ٹوٹ جاتا ہے۔ جب برف پگھل
تو ہم اسے بنا لیتا ہے ــــ صاحب آپ گورنمنٹ ہے؟"

"ہاں ــــ ہم گورنمنٹ ہے ــــ" ہم نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ جاؤ صاحب ــــ"

ہم چونکہ گورنمنٹ نہیں تھے اس لئے ہم نے اس دروغ گوئی پر تھوڑ
شرمندگی محسوس کی اور رکھوالے کی خدمت میں کچھ رقم اسکولے سکول
لئے پیش کر دی۔

زندگی کرنے کے کچھ ایسے ڈھنگ ہوتے ہیں جن میں انسان کو ایک
وجود اور الگ تنہائی کا تجربہ ہوتا ہے۔ ان میں کسی برانچ لائن پر صحرا کی قرب
ریلوے پھاٹک کا چوکیدار ہے' سمندر میں ایستادہ لائٹ ہاؤس کا رکھوالا ہے
کئی ماہ تک اکیلا رہتا ہے ــــ وہ ملاح ہے جو عام راستوں سے ہٹ کر
کنارے پار جانے والوں کا انتظار کرتا ہے ــــ ان کی بیشتر زندگی اپنے آپ
باتیں کرتے گذرتی ہے ــــ اس الگ وجود اور الگ تنہائی کی وجہ
دوسرے انسانوں سے کٹ جاتے ہیں اور ان کا تمام تر ربط قدرت کے سا
جاتا ہے ــــ چونکہ وہ صحرا سے یا سمندر سے یا دریا سے زیادہ میل جول رکھ
اس لئے وہ ان کی باتیں سمجھتے ہیں۔ ان کے مزاج آشنا ہو جاتے ہیں ــــ اس
سے پرے اس بلند آہنگ کے برفانی دریا کے کنارے ایک جھونپڑے میں زندگ
کرنے والا بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا ــــ سارا دن اکیلے ان راستوں
رہنا جن پر کوہ نورد چلتے آتے ہیں ــــ ان کے آنے سے جھونپڑے کے
تھوڑی دیر کے لئے رونق ــــ اور پھر وہی دریا کا شور اور موسموں کی شدت
ایک میدان کے کنارے پر تنہائی ــــ اور ایک بہت ہی یخ بستہ سرد ہو
گلیشیرز میں سے لپکتی ہوئی اور میدان میں آ کر ایک گونج کے ساتھ ہر سو
ہوئی۔

"غلام کہاں ہے؟"

"وہ ادھر اس پتھر کے پیچھے ہے ــــ"

شائد غلام تک میری آواز تیز ہوا نے پہنچا دی کیونکہ اس کی ہنسی کی آواز
ذرا دھیمی لیکن واضح طور پر ایک مصروف اور پر راحت ہوتے ہوئے لگڑ
ی ــــ چنانچہ ہمارے سامنے ایک عجیب قدیم داستانوں میں جگہ پانے والا
ان تھا جس پر برف اور بادل جھکے تھے اور جو وہاں تک جہاں تک آپ دیکھ سکتے
تقریباً ہموار تھا ــــ اور بالکل ویران تھا ــــ

میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے رک سیک اٹھائے اور واکنگ سٹکس
م کر اس میدان میں سفر کا آغاز کر دیا۔

کہیں صرف مٹی تھی۔ کہیں یہ ریتلا تھا ــــ اور کہیں چھوٹے چھوٹے پتھر
۔ یہاں بٹن کے سائز کے سرخ پھولوں والی جھاڑیاں تھیں جو ڈھیروں کے
ت میں ادھر ادھر بچھی ہوئی تھیں۔ سخت گھاس بھی دکھائی دے جاتی تھی۔
جانب بیافو گلیشئر کے آثار تھے اور ایک بلند چوٹی کے آس پاس سیاہ بادل
ے دیکھتے زیادہ سیاہ ہوئے اور ان میں ایک گونج سی پیدا ہونے لگی اور
ا مزید خنک ہونے لگی ــــ

میں نے رائن ہولڈ میسنر کی کتاب "کے ٹو ۔ ماؤنٹین آف ماؤنٹینز" میں اس
ان کی ایک تصویر دیکھی تھی جس میں میسنر ایک دل کش ٹانگوں اور بدن والی
ن ارسلا گریتھر کو اپنی کمر پر اٹھائے چلا آ رہا ہے۔ اور وہ خاتون بڑے مزے
کی گردن کو جپھا مارے "جھوٹے" لے رہی ہے۔ ارسلا اس مہم کی ڈاکٹر
میسنر کے ٹو کی جانب لے جا رہا تھا۔ اسکولے سے صرف دو گھنٹے کی مسافت
بی بی کے ٹخنے میں موچ آ گئی اور وہ اسی طرح کی بے چاری ہو گئی جس قسم
بے چاریاں میاں صاحب اور عامر وغیرہ نے اسکولے میں دیکھی تھیں۔ چنانچہ
نے مناسب مرہم پٹی کے بعد اس خوبصورت سرخ جیکٹ اور نیلی ٹائٹ جین
کو اٹھایا اور اس میدان کو عبور کر کے اسے اسکولے چھوڑ آیا ــــ

میں نے ڈاکٹر صاحب سے اس تصویر کا تذکرہ کیا اور بڑی سنجیدگی سے پوچھا
فضول سے رک سیک کی بجائے اگر انسان ٹخنے میں موچ آئی ہوئی ایک
ری بالوں والی خاتون کو اٹھا کر اس میدان میں چلے تو پتہ نہیں کیسا لگے۔

اس پر ڈاکٹر صاحب کی ناک ذرا سرخ ہو گئی —— "چھوڑیں چو
صاحب آپ عمر کے ساتھ ساتھ ٹھرکی ہوتے چلے جا رہے ہیں —— پانچ کلو کا
سیک تو اٹھایا نہیں جاتا خاتون کو اٹھا کر چلیں گے ——"
"کیا خاتون کا وزن ہوتا ہے؟ ——" میں نے ان کے فقرے سے
اندوز ہوتے ہوئے کہا۔
"کچھ کا ہوتا ہے اور کچھ کا نہیں ہوتا ——" وہ بے اختیار مسکرانے لگے۔
ہماری پوری ٹیم بکھر چکی تھی —— عامر کہیں آگے جا چکا تھا اور کبھی
نظر آ جاتا۔ میاں صاحب غائب تھے۔ شاہد صاحب ہمارے پیچھے تھے۔ متعدد
ان کے لئے رکے۔ ایک رکے ہوئے پانی کے قریب ریت پر تھوڑی دیر
آرام کیا اور پھر چلنے لگے۔
"کمانڈر ٹھیک نہیں چل رہا ——" ڈاکٹر صاحب نے پیچھے مڑ کر شاہد کو
جو آہستہ آہستہ ٹٹول ٹٹول کر چل رہا تھا۔ قدم ایسے اٹھاتا تھا جیسے سلو موشن
ہو۔ چونکہ سفید ہیٹ اور سیاہ عینک میں وہ کچھ جاسوس سا لگتا تھا اور ایک ٹیلی
سیریل کے مرکزی کردار "کمانڈر" سے مشابہ تھا اس لئے ڈاکٹر صاحب اسے
کمانڈر کہتے تھے" —— منزل پر پہنچ کر اسے چیک کرنا ہو گا ——"
اس سے پیشتر تھنگل میں ڈاکٹر صاحب نے ٹیم ممبران کو پتہ نہیں کو
وٹامن کی گولیاں اپنی ذاتی نگرانی میں کھلائی تھیں اور ہدایت کی تھی کہ جہ
پئیں سادہ پانی کی بجائے نمکول کا محلول پئیں تاکہ ڈی ہائڈریشن کا سدباب ہ
پہاڑوں میں دن کے وقت اکثر دھوپ اتنی تیز اور صاف ہوتی ہے کہ ٹریکر پ
نہا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے بدن میں نمکیات اور پانی کی کمی ہو ج
جو خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے —— اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ پ
نمکول یا عام نمک ملا کر پیتے رہیں۔
میدان کی ہمواریت دھیرے دھیرے ختم ہو رہی تھی اور اب
چھوٹے ریتلے ٹیلے اوپر نیچے آنے لگے۔ بائیں جانب جو پتھریلے ڈھیروں کی ا
سی تھیں وہ اب ہمارے قریب آنے لگیں —— اور ادھر کے منظر کو ہم

۔ ادھر کیا ہے —— پہاڑ۔ جھیلیں یا برف —— ہم دیکھ نہیں سکتے تھے۔
مجھے محسوس ہوا کہ میں تھک رہا ہوں۔ مجھ میں ہمت کم ہو رہی ہے۔ آرام
نے کے لئے سٹاپ زیادہ ہو رہے ہیں۔ سانس میں تھوڑی سی دقت ہو رہی ہے
ایک جگہ واکنگ سٹک ریت میں گاڑ کر رک سیک اتارنے لگا تو ڈاکٹر صاحب
روک دیا "نہیں —— ہمت کریں اور چلتے رہیں ——"
"میں تو نظارہ کرنے لگا تھا ——"
"ذرا آگے چلئے وہاں اس سے بہتر نظارہ ہو گا ——"
میں پھر قدم گھسیٹنے لگا —— تھکاوٹ مجھے مغلوب کرنے کی کوشش میں تھی۔
ہم اس کھائی کے قریب ہو رہے تھے جس کے نیچے برالڈو تھا۔ کیونکہ اب
اس کی مدھم آواز سن سکتے تھے۔
"چوہدری صاحب آپ کو جبران نام کیسا لگتا ہے؟"
میری تمام تر توجہ گہرے سانس لینے اور قدم اٹھاتے رہنے میں تھی اس لئے
نے حیرت سے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے پر جو سنجیدگی تھی
راؤ تھا اس نے مجھے مزید حیران کیا —— "جبران —— آپ کیوں پوچھتے ہیں؟"
"بس یونہی ——"
"خلیل جبران ذہن میں آتا ہے اس لئے اچھا لگتا ہے ——"
"آپ نے خلیل جبران کو پڑھا ہے؟ ——"
"ایک زمانے میں اس کا لکھا ہوا ایک ایک لفظ پڑھا تھا ——"
"کیسا لگا تھا؟"
اس زمانے میں اس نے تباہ کر دیا تھا ——"
"اور اس زمانے میں؟"
"اس زمانے میں ——" میں رک گیا —— یہاں سے برالڈو کی وادی کا
ایسا زاویہ تھا جہاں سے اسکولے کے سامنے والے نیلگوں پہاڑ ابھی تک نظر آ
تھے "ایک زمانہ تھا جب میں نے اسکولے کے خواب دیکھے تھے ---- اور اب
بہت پیچھے رہ گیا ہے ——"

"ہاں ——" ڈاکٹر صاحب نے رک کر پیچھے دیکھا "اسکولے اب بس
رہ گیا ہے ——"
ہم چلنے لگے۔ خاموشی میں چلتے رہے۔ کبھی ڈاکٹر صاحب رک کر میرا ا
کرتے ---- میں قریب پہنچ کر ستانے لگتا تو وہ منع کر دیتے —— "بدن کی گر
برقرار رکھیں —— اگر بیٹھ گئے تو ٹھنڈے ہو جائیں گے ——"
ہم پھر چلنے لگتے۔
"خاں صاحب آپ نے خلیل جبران کے بارے میں نہیں پوچھا تھا
جبران' نام کے بارے میں پوچھا تھا ——"
"ہاں —— میں اپنے بیٹے کا نام رکھنا چاہتا تھا ——"
"ماشاء اللہ ——" میں اندر سے دل سے خوش ہوا "آپ نے بتایا تھا
کہ آپ کا ایک بیٹا بھی ہے ——"
ڈاکٹر صاحب کی ناک پھر خوشی سے سرخ ہو گئی "ہاں - ماشاء اللہ چا
ہے ——"
"تو پھر اس کا نام جبران نہیں رکھا؟"
"نہیں —— اس نام میں سختی تھی۔ میں نے اس کا نام رحمان رکھا۔
چوہدری صاحب آپ جانتے ہیں کہ میرا بیٹا معصوم ہے؟ ——"
"سبھی بچے معصوم ہوتے ہیں ——"
"نہیں میرا بیٹا زیادہ معصوم ہے اور رہے گا —— اور قیامت کے
میری اور اپنی ماں کی بخشش کا سبب بنے گا ——"
میں نے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ کہیں اور تھے۔ میرے سا
تھے۔ ان کی نظریں اس زمین پر تھیں جس پر ان کا اگلا قدم پڑنا تھا —— با
دیوار کی اوٹ میں کہیں بادل تھے جو گھنے ہو کر گونج دیتے تھے۔ چند بوند
اور پھر ہوا تیز ہو گئی ---- میں کیا سوال کروں؟ —— میں کیا پوچھوں —
تھوڑی دیر کے بعد تیز ہوا کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی مدھم آواز بھی آنے
"چوہدری صاحب کمال ہے —— کسی نے مجھے بیٹے کی پیدائش پر مبارک

ل۔ میں لیبر روم سے باہر آنے والی نرسوں کے منہ دیکھتا رہا اور وہ سر جھکائے چلی
گئیں۔ میرے رشتے دار منہ لپیٹ کر رونے لگے۔ مجھ سے افسوس کرنے لگے ----
ں پھر میں نہ رہ سکا چوہدری صاحب —— میں نے شاؤٹ کیا کہ بند کرو یہ رونا
ا --- اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹے سے نوازا ہے —— ایسا بیٹا جو ہم سب کی بخشش کا
بنے گا ---- جو پیغمبروں کی طرح معصوم ہے —— مجھے مبارکباد دو —— اور پھر
ں نے اپنے گھر کے دروازے پر شرینہہ لگوائے تاکہ محلے والے جان سکیں کہ
اکٹر مرکے گھر پہلا بیٹا پیدا ہوا ہے —— کیا ہوا جو وہ منگولائڈ ہے —— دوسرے
ں کی طرح نارمل نہیں ہے —— میرا بیٹا تو ہے —— چوہدری صاحب لاہور
اں پر آپ دیکھئے گا بہت ہینڈسم ہے میرا بیٹا ——"
"یقیناً ہو گا ——"
لاہور واپسی پر ڈاکٹر عمران کی بیگم اور رحمان ہمارے گھر آئے —— ایک
ؤں کی رنگت بہت گوری تھی اور پھر انہوں نے کپڑے بھی سفید سفید پہن
ے تھے چنانچہ یوں لگا کہ تین خوش باش مسکراتے ہوئے اسکیمو ہمارے ہاں آ گئے
۔ اور ان کے آس پاس پاکیزگی کی مہک تھی۔
"چند روز پہلے میں نے بیوی کی سکیننگ کرائی —— بیٹا ہے اور خوب
مند ہے ہمیں بتا دیا گیا اور ہم مبارک بادیں وصول کرنے لگے —— اور
"
مجھے معلوم تھا کہ مجھے کچھ کہنا نہیں —— صرف سننا ہے —— اس لئے
وشی سے سنتا رہا۔
"اور پھر —— میں صرف دوسروں کے ردعمل سے دکھی ہوا تھا —— ایک
ا ڈیپریشن تھا —— میں کہیں نکل جانا چاہتا تھا —— اس اداس ماحول سے
ا جانا چاہتا تھا —— اور پھر' ٹریکنگ ٹرپ ٹو کنکورڈیا —— ڈاکٹر وا ئڈ
اخبار میں آپ کا اشتہار نظر آ گیا —— تارڑ صاحب آپ بالکل درست وقت
۔ مجھے ساتھ لانے کا شکریہ ——"
آج کی شب ہم نے کوروفون میں کیمپ کرنا تھا —— بیافو گلیشئر کے دہانے پر

ہریاول اور گلابوں کی بھرمار —— لیکن یہ ہے کہاں —— کتنی دور ہے ——؟
بتایا گیا تھا کہ جہاں یہ میدان اختتام پر پہنچتا ہے اور وہ سامنے جو بلند پہاڑ ہیں
کے دامن میں کورونون ہے —— میری تھکاوٹ اب ناقابل برداشت ہوتی جا
تھی۔ اگر ڈاکٹر صاحب میری دیکھ بھال میں مصروف نہ ہوتے تو میں کب کا
سیک سرہانے رکھ کے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہوتا ——

”خاں صاحب —— بہت برا حال ہے“ میں اب تقریباً لڑکھڑا رہا تھا۔

”آپ ذرا اپنا واکنگ سٹائل بدل لیجئے —— آپ بہت سیدھے ہو کر
رہے ہیں اور خود زور لگا کر پاؤں اٹھاتے ہیں —— ذرا سا جھکئے اور پاؤں کو خو
اٹھنے دیجئے ——“

میں نے یہ واکنگ سٹائل اپنانے کی کوشش کی —— واقعی اس طرح
میں کم قوت لگتی تھی اور قدم خود بخود اٹھتے گرتے چلے جاتے تھے ——

”ویسے اب ہم چونکہ تھوڑے سے دوست ہو گئے ہیں اس لئے ایک
آپ کو بتا دیتا ہوں چوہدری صاحب ——“

”جی فرمائیے خاں صاحب ——“

”آپ نے کمال کر دیا ہے —— میرا قطعی طور پر خیال نہیں تھا کہ آ
چل لیں گے —— پہلے دن کے حساب سے آپ بہت اچھا چل رہے ہیں ——

”تھینک یو خان صاحب ——“

بائیں ہاتھ والے اونچے پتھریلے ڈھیر ہمارے ساتھ تھے اور ہم در
قریب ہو رہے تھے ---- میں بار بار کن اکھیوں سے اس دیوار نما رکاوٹ کو
تھا جو کافی دیر سے ہمارے اور اس وسیع منظر کے درمیان حائل تھی جو میدا
آغاز میں جھونپڑے کے قریب سے نظر آتا تھا —— پتہ نہیں اب اس کے
تھا —— میری نظریں اس کی بلندی کا جائزہ لیتیں —— تقریباً بیس پچیس فٹ
جانچتیں کہ کیا اس پر چڑھ کر دوسری جانب جھانکا جا سکتا ہے —— ہاں تھو
ہمت درکار تھی —— اور وہ مجھ میں نہیں تھی —— اور میں یہ جاننا بھی
بلکہ یہ جاننے کے لئے ہلکان ہو رہا تھا کہ اس کے پیچھے کیا ہے —— ”خاں

- کیا آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس برفپوش چوٹی کی بلندی سے نیچے اس
میدان کو دیکھے اور ہم دونوں کو اس میں گرتے پڑتے چلتے دیکھے تو کیا کہے؟“

”کون سی برفپوش چوٹی پر ——“ ڈاکٹر صاحب پتہ نہیں کہاں گم تھے ——

”وہ جو دریا برالڈو کی گذرگاہ کے عین ادھر ہے اور سب سے بلند ہے ——“

”اچھا —— تو وہاں وہ شخص کیا کر رہا ہوگا ——“

”خاں صاحب —— وہ شخص وہاں سے نیچے اس میدان کو دیکھے تو ....“

”چوہدری صاحب اتنی سردی میں کوئی بھی شخص اس چوٹی پر صرف اس
جائے گا کہ اوپر جا کر اس میدان کو دیکھے اور ہمیں دیکھے —— یہ کیسے ممکن
ہے؟“

”خاں صاحب آپ ہر مفروضے کا طبی معائنہ نہ کیا کیجئے فار گاڈ سیک ——
... اچھا دفع کیجئے ——“ میں نے پاؤں پٹخ کر کہا۔

”چلئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ کوئی بیوقوف شخص صرف اس میدان کو اور
دیکھنے کے لئے اس برفپوش چوٹی پر چلا جاتا ہے تو پھر ——“

”دفع کریں جی ——“

”چوہدری صاحب بچوں کی طرح ناراض نہیں ہوتے —— اچھا تو پھر ——“

”پھر یہ کہ وہ شخص دیکھے گا کہ —— ہم دونوں ایک بلند فصیل نما ڈھیر کے
ساتھ چلے جا رہے ہیں اور چلتے جا رہے ہیں اور ہم میں اتنا تجسس بھی نہیں
... ہم میں سے کوئی اک اس ڈھیر پر چڑھ کر دیکھ لے کہ دوسری جانب کیا
ہے“

”آپ دیکھ آئیں ——“ ڈاکٹر صاحب نے اطمینان سے کہا اور چلتے رہے۔
اگر میں اس وقت تھکاوٹ سے اتنا نڈھال نہ ہوتا تو ڈاکٹر صاحب کی زندگی
... میں پڑ سکتی تھی۔

”جاتے کیوں نہیں چوہدری صاحب ——“ ڈاکٹر صاحب صرف یہ کہنے کے
... اور پھر چلنے لگے۔

”اگر مجھ میں جانے کی ہمت ہوتی تو میں آپ جیسوں کے ترلے کرتا ——“

میں نے ناک چڑھا کر کہا۔ "پتہ نہیں اس پتھریلی دیوار کے پیچھے کیا ہے ——
کوئی شاداب گلابوں سے اٹی ہوئی وادی اور سفید لشکتی ندیاں —— کوئی ہ
ہیبت ناک گلیشئر —— یا کوئی ایسی جھیل جس کے کنارے آج تک کسی ۔
نہیں لگایا ——"

"ایک عرض کروں چوہدری صاحب ——"

میں خاموشی سے چلتا رہا۔

"تجسس مجھ میں بھی بہت ہے کہ دوسری جانب پتہ نہیں کیا ہے لیکن
آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میرا بھی تھکاوٹ سے اتنا ہی برا حال ہو سکتا ہے
آپ کا ہے —— چوہدری صاحب —— بہت برا حال ہے ——"

"خاں صاحب آپ جب واپس لاہور جائیں گے تو پھر آپ کی زند
ایک بہت بڑا پچھتاوا ہو گا —— کاش میں اس دیوار پر چڑھ کر دیکھ لیتا کہ
جانب کیا ہے ——"

ڈاکٹر صاحب رکے اور خاصی دیر مسکراتے رہے پھر رک سیک اتار
رکھا اور بھر بھری پتھریلی دیوار پر چڑھنے لگے۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور
لیٹ گیا —— ڈاکٹر صاحب دو قدم اوپر چڑھتے تھے اور ایک قدم پھسلتے ہو
آتے تھے —— اوپر پہنچ کر انہوں نے آنکھوں پر ہتھیلی کا چھجا لگایا او
سمندری کپتان کی طرح چاروں طرف دیکھا —— پھر مجھے دیکھا اور نیچے اتر
—— نیچے اترے۔ مجھ سے کچھ کہے بغیر رک سیک اٹھایا اور چلنے لگے ——
میں بھی بمشکل اٹھا' کپڑے جھاڑے اور ان کے پیچھے چلنے لگا
فاصلہ تو انہوں نے خاموشی میں طے کیا پھر کہنے لگے "چوہدری صاحب
پوچھا نہیں کہ دیوار کے پار کیا تھا ——"

"کیا تھا؟"

"جیسے چھوٹے بڑے پتھر ادھر ہیں ویسے ہی ادھر تھے —— اور کچھ
تھا ——"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یقین نہیں آتا تو خود دیکھ آئیں ——"

"اچھا ——" مجھے گرمی آگئی "میں خود دیکھ کر آتا ہوں چاہے اس کوشش
دوسری جانب کسی کھائی میں لڑھک جاؤں ——" میں نے رک سیک اتارنا
ع کر دیا۔

"جانے دیں چوہدری صاحب —— واقعی دوسری جانب کچھ بھی نہیں ——
یہ بہتر نہ ہوتا کہ ہمیں معلوم ہی نہ ہوتا کہ دوسری جانب کیا ہے —— تجسس تو
رار رہتا —— اور آپ آئندہ زندگی میں ہمیشہ مجھے یاد دلاتے کہ خاں صاحب
دونوں جاتے ہوئے وہ بلند ڈھیریاد ہے —— پتہ نہیں اس کے پیچھے کیا تھا ——"

"مجھے پتہ ہے کہ اس کے پیچھے ایک ایسی جھیل ہے جس کے کنارے آج
کسی نے خیمہ نہیں لگایا ——"

"اور مجھے وہ جھیل نظر نہیں آئی؟ ——"

"نہیں ——" یہ کہہ کر میں ہنسنے لگا۔ اور تھکاوٹ کے باوجود ہنسنے لگا کیونکہ
خوش تھا۔ میں آزاد تھا —— اور ڈاکٹر صاحب بار بار مجھے دیکھتے تھے اور
راتے تھے۔

"چوہدری صاحب آپ ہنستے رہئے لیکن ذرا راستے کا دھیان بھی کیجئے ہم
لد کے کناروں پر آ چکے ہیں ——"

برالدو کے اس کنارے پر کبھی ہم ریت پر چلتے اور کبھی بڑے بڑے پتھروں
ھلانگتے۔ یہاں دریا قدرے خاموشی سے بہتا تھا۔

"کوروفون میں بہتی بے شمار ندیاں اور جنگل اور دنیا کا ٹھنڈا ترین مرغ بیافو"

راستہ پھر اوپر چڑھنے لگا۔
اوپر پہنچ کر بائیں ہاتھ پر ایک ایسا عظیم سیاہ ڈھیر نظر آیا جس نے آ... بیشتر حصہ ڈھانک رکھا تھا۔ ریت پتھروں اور سنگریزوں کا ایک اہرام۔ جیسے کو... زندہ ہو لیکن پتہ نہ چلتا ہو کہ اس کا سرپاؤں کہاں ہے۔ اس ڈھیر کے او... تھے اور ادھر سے جو ہوا آتی تھی ہمارے لباس کو حقیر جانتی تھی —— یہ بیافو کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا ---- اور یہیں سے چھوٹی چھوٹی نیلگوں ندیوں تالابوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

بیافو کی برفوں کی پگھلاہٹ ریتلی زمین پر پھیلی ہوئی تھی —— ہم... چھوٹی سی جھیل کے کنارے چلتے اور کبھی کسی ندی کو پھلانگتے چلتے جاتے۔ چند لمحوں بعد ہم اس کا شفاف سرد پانی اپنے حلق میں اتارتے اور خود بھی اور ترو تازہ ہو جاتے ——

شام ہو رہی تھی اور سردی میں اضافہ ہو رہا تھا۔
ہم نیچے آئے اور آگے چھوٹے چھوٹے بونے درختوں کے جھنڈ... میں ان خیموں کے آثار تھے جو کبھی خیمہ زن ہوئی تھیں۔ جلے ہوئے ... ٹین۔ پلاسٹک کے لفافے' ماحول کے لئے ایک زہر جو یہاں بھی پہنچ چکا تھا۔

"کمانڈر ابھی تک نہیں پہنچا —— اور نظر بھی نہیں آ رہا —— صاحب فکر مند تھے "تھوڑی دیر اس کا انتظار کر لیں ——"
بالآخر افق پر کمانڈر کی سرخ جیکٹ نظر آ گئی۔

ہم جنگل میں چلنے لگے۔
ہماری سمت کا تعین پورٹروں کی وہ آوازیں کر رہی تھیں جو آس پاس ار...ؤں میں بہتی ندیوں کے شور سے بلند ہو کر ہم تک پہنچ رہی تھیں ——

... کنکورڈیا کی جانب ہماری پہلی منزل —— کوروفون۔
بونے درختوں میں سے جھک جھک کر چلتے ذرا کھلی جگہ پر پہنچے جہاں درختوں کی بجائے سرسبز جھاڑیاں تھیں۔

بیافو گلیشیئر کی تُوتھی کے عین آگے کوروفون کا چھوٹا سا علاقہ تھا جس میں ...سبز درخت اور جھاڑیاں تھیں اور ان میں متعدد برفیلی ندیاں تھیں جو بیافو میں ... پگھل پگھل کر آ رہی تھیں۔ ایک جانب پڑی۔ دُن کی چھوٹی سی آری پوسٹ ... جس کے باہر پٹرول یا تیل کے کنستروں کا انبار تھا۔ آس پاس اسی برس لگائے ... سفیدے کے چند درخت تھے اور ان میں نیلی پی کیپ پہنے ایک باریش نوجوان ... ہماری طرف دیکھ رہا تھا —— پوسٹ کے سامنے جگہ خالی تھی اور وہاں ندی ... جھاڑیوں کے برابر میں ہمارے پورٹر سامان ان لوڈ کر رہے تھے ---- صرف ... قباحت تھی ——

اس سارے منظر اور میرے درمیان ایک خود سر اور شوریلی ندی بہہ رہی ... اس ندی کے پار آری پوسٹ تھی اور ہماری کیمپنگ سائٹ تھی —— ... صاحب کب کے اسے عبور کر کے جا چکے تھے۔ جب وہ احتیاط سے ندی میں ... ہوئے پتھروں پر قدم رکھ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ وہ گرتے ... بچے —— اترتی شام کے ہلکے دھندلکے میں ندی کے پانیوں کو تھوڑی دیر ... رہنے سے ان کے شور میں اضافہ ہوتا تھا اور دل میں خوف بھرتا جاتا تھا۔

مجھے بہرحال دوسری جانب جانا تھا —— میں نے ندی کے دوسرے کنارے ... لاتعلق قسم کے دو پورٹرز کو آواز دے کر بلایا۔ میں کچھ کہتا تھا اور ان کی ... پوچھ اور آتا تھا —— ان میں سے ایک کیمپ کی طرف بھاگ گیا اور ایک ... اٹھا لیا —— پتہ نہیں وہ یہ سمجھا کہ میں نہانا چاہتا ہوں۔ بہرحال میں نے بڑی ... سے انہیں اپنی طرف بلایا۔ ایک کو اپنا رک سیک دیا کیونکہ میں ہرگز یہ نہیں

چاہتا تھا کہ میرے دونوں کیمرے اگر برالڈو سے بچ کر آ گئے ہیں تو اب اس ؛
کے سپرد ہو جائیں۔ ویسے یہ ندی بھی چند میٹر کے بعد درختوں کے پیچھے برالڈو
شامل ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس میں کسی شے کا گرنا دراصل برالڈو برد ہونے
مترادف تھا۔ دوسرے پورٹر کو میں نے سمجھایا کہ تم دوسرے کنارے پر جا کر
آگے کرو تا کہ میں ندی کے ایک بڑے حصے کو پھلانگ سکوں ——

میرے ہاتھ میں واکنگ سٹک تھی۔

میں نے ایک پتھر پر قدم رکھا۔ وہ گیلا تھا اور میرا پاؤں پھسلتا تھا۔ دوسر
پر گیا تو ندی کے عین بیچ میں تھا۔ یہاں ڈھلتی شام میں اس کمبخت ندی کے پانی
طرح شور کرتے تھے اور تیز لگتے تھے جیسے میں دریائے سندھ کے درمیان میں
کھڑا ہوا ہوں۔ اس سے اگلے پتھر کا زاویہ کچھ ایسا تھا کہ میں اس پر پاؤں رکا
اگر فوراً نہیں پھلانگتا تو سیدھا پانی میں۔ میں وہاں رک گیا۔ ذرا سا بدن بھی
قابو ہونے لگا اور سر بھی چکرانے لگا —— دوسری جانب پورٹر ہاتھ آگے کرے
تھا کہ چھلانگ لگا دو میں پکڑ لوں گا اور وہ بے حد محفوظ بھی ہو رہا تھا —— میر
اندازہ لگا لیا کہ میں یہاں گروں گا اس لئے واپسی —— واپسی پر جب آخری
پاؤں رکھا ہے تو یکدم میں لڑکھڑا گیا اور بیلنس قائم رکھنے کے لئے جو واکنگ
نیچے کی ہے تو وہ پانی کے اندر تک چلی گئی اور جب رکی تو اس پر میرے سا
بدن کا بوجھ اور یہ بوجھ کلائی نے سہارا اور وہ دن اور آج کا دن —— اس
میں اب بھی درد ہے —— اور اس بازو میں یکدم کھچاؤ سے جو پٹھوں کو نقصا
ہے تو اب بھی فزیو تھراپی کرواتا ہوں اور اس کے باوجود اس بازو سے کوئی
شے اٹھا نہیں سکتا اور اس کے ساتھ اگر کمر پر مزید ارکھلی ہو تو کھجا نہیں سکتا
کوہ نوردی کی تھوڑی سی قیمت —— میں نے تھوڑی دیر اپنے آپ کو واکنگ
کی مدد سے سنبھالے رکھا اور پھر کنارے پر آ گیا —— دوسری جانب پورٹر اش
رہا تھا کہ ذرا اوپر سے آ جاؤ چنانچہ چند قدم اوپر جا کر صورت حال کا جائ
یہاں بھی جو پتھر پڑے تھے وہ اتنے مہمان نواز نہیں تھے لیکن یہاں ندی کی
بہت کم تھی ---- بہرحال یہاں سے جو پتھروں پر قدم رکھتا آگے گیا ہوں تو

ہے اور کنارے کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ کوئی لونگ جمپ کا چیمپئن ہی اسے
لانگ سکتا تھا —— یہاں پر پورٹر نے کام دکھایا اور بڑا سا پتھر دھکیل کر بہتے پانی
راستہ بنا دیا ——

اور دوسری جانب ایک بستی آباد ہو رہی تھی۔

دوسری جانب زندگی تھی۔

عامر۔ ڈاکٹر صاحب اور میاں صاحب پہنچ چکے تھے اور کیمپنگ گراؤنڈ کا
ئنہ کر رہے تھے ---- شاہد اور مرزا ابھی تک راستے میں تھے۔

ہر کیمپنگ سائٹ میں دو تین فٹ اونچی پتھروں کی ایک چار دیواری ہوتی
ھ کچن کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس پر نیلی ترپال کو رسوں سے تان دیجئے
آپ کا بارش اور کسی حد تک سردی سے محفوظ کچن تیار ہے۔ ہمارا کچن بھی
تھا اور جونہی میں نے اندر جھانکا غلام نے نوڈل سوپ کا ایک مگ میرے
ں میں تھما دیا۔ اس سے پیشتر سب لوگوں نے انرجائل کے مالٹا ذائقے والے
ین مگ پئے تھے ---- شمال کے ان شدت کے موسموں والے علاقے میں آپ
بھی جائیں گے پہلے آپ کو انرجائل پلایا جائے گا کہ یہ ان بلندیوں پر بے حد
اور طاقت بھی دیتا ہے اور پھر چائے پیش کی جائے گی۔

ندی کے دوسری جانب ایک بہت بڑے پتھر کے آس پاس ہمارے پورٹر
تے اور اپنے کھانے پینے کا بندوبست کر رہے تھے۔ میں نوڈل سوپ کا مگ
ان کے کیمپ کی جانب چلا گیا۔ ایک پورٹر آٹا گوندھ رہا تھا اور ایک چائے
میں مصروف تھا۔ کچھ آگ جلائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئے
ادھر صاحب لوگ پورٹروں کے ساتھ زیادہ میل جول نہیں رکھتے۔ کچھ دیر
پاس بیٹھ کر میں واپس آیا تو آرمی پوسٹ کے چھپر برآمدے کے نیچے بڑی
تھی ——

نیلی پی کیپ والے بارلیش نوجوان نے مجھے بے حد کھلے دل سے خوش آمدید
آیئے صاحب ادھر ہوا کم ہے —— ادھر بیٹھیں۔
آرمی کیمپوں میں خالی کنستر سب سے اہم اور کارآمد شے ہوتی ہے۔ تین

چار کنستر لٹا کر ان پر ٹاٹ بچھا دیں تو صوفہ بن جاتا ہے۔ زیادہ کنستر ہوں تو ا
سلیپنگ بیگ بچھا کر سو جایئے اور تفریح کا موڈ ہو تو اسے دف کی طرح کمال
سے بجایا بھی جا سکتا ہے۔ یہاں بھی اسی قسم کا صوفہ تھا ـــــ اور اس صوف
بیٹھتے ہی جو حرکت تھی وہ ختم ہوئی اور اس لمحے یوں لگا جیسے ندی کی سرسراہٹ
ہوا کا شور تھم گیا ہے اور پھر جم گیا ہے۔ شدید سردی ہمیشہ بے آواز ہوتی
ایک یخ خاموشی کے ساتھ وہ بدن میں اترتی جاتی ہے۔

"بھئی یہاں تو کچھ زیادہ ہی سردی ہے ـــــ" ڈاکٹر صاحب ٹھٹھرتے
گویا ہوئے۔

یہاں مرزا صاحب کو اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کا موقعہ مل گیا "
صاحب آپ اس وقت دنیا کے طویل ترین گلیشئرز میں سے ایک یعنی بیافو کی
کے سامنے براجمان ہیں تو سردی تو ہو گی ـــــ اور آپ تو جانتے ہی ہوں
پولر ریجن سے باہر دنیا کے طویل ترین گلیشئرز بالتورو۔ ہسپر اور ـــــ بیا
جس کے سامنے ہم بیٹھے ہیں"

مجھے یاد آیا کہ ایک اور طویل اور بہت ہی خطرناک ٹریک بیافو۔
گلیشئرز کا ہے جو یہاں سے یعنی کوروفون سے ہی شروع ہوتا ہے اور تقریبا
دن کے برفانی سفر کے بعد نگر کی ریاست میں اس مقام پر ختم ہوتا ہے جہا
گلیشئر کے کنارے ایک بار میں نے اور میرے بال بچوں نے دور سے ہسپر
لکیر کی صورت میں دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس ٹریک کے دوران ایسی چوٹیا
آتی ہیں جن کے بارے میں کوہ پیما بھی زیادہ علم نہیں رکھتے اور ایسے چٹا
ہیں جن میں سے بیشتر پر ابھی انسانی قدم نہیں پہنچے۔

بیافو ہسپر وہی برفانی راستہ ہے جس پر نگر اور ہنزہ کے لوگ یہاں تک
تھے اور غریب اسکولے والوں کو لوٹ کر واپس چلے جاتے تھے ـــــ

"اور سنولیک کو بھی تو یہی راستہ جاتا ہے ـــــ"

"اچھا ـــــ" عامر پریشان ہو گیا "سنولیک کو ادھر سے راستہ جاتا ہے
کمال ہے جی ـــــ چلیں تارڑ صاحب ـــــ"

"کھانے کے بعد چلیں گے ـــــ" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ سر ـــــ" باریش فوجی جوان نے بے حد
محبت سے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے شیر نادر کہتے ہیں سر اور میں ادھر انچارج ہوں ـــــ میرے ساتھ
گلگل کے دو نوجوان اور بھی ہیں"

"دیکھو شیر نادر ـــــ ذرا ادھر دیکھو ـــــ وہ ترپال کے نیچے اس وقت ہمارا
لک پتہ نہیں کیا پکوان پکا رہا ہے اس لئے کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں گے"

"نہیں صاحب ہمیں تو گورنمنٹ دیتا ہے اور دیکھیں سر ـــــ ادھر سے
مت گورے لوگ جاتے ہیں ہم ان کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ مسلمان کا فرض ہے
کہ مسافر کا خدمت کرے --- اور آپ تو پہلا ٹیم ہو ادھر جو سارا پاکستانی ہے تو
آپ کھانا کھائیں سر ـــــ"

"اچھا ٹھیک ہے۔ ہم سب مل کر اپنا اور آپ کا کھانا کھائیں گے ـــــ ٹھیک
ہے؟"

سردی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا ـــــ

"چوہدری صاحب ـــــ" ڈاکٹر صاحب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر
ایک طرف اشارہ کیا۔

"جی خاں صاحب"

"یہ اپنے شاہد صاحب جو ہیں یہ بڑی دیر سے ندی کے کنارے ٹہل رہے
ہیں ـ ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ ـــــ کیونکہ آج یہ ٹھیک نہیں چل رہے
تھے اور یہاں پہنچ کر سیدھے خیمے میں جا لیٹے تھے ـــــ"

"میرا خیال ہے منظر کو دیکھ کر رومانٹک ہو گئے ہیں اور کوئی بات نہیں"
لیکن میں بھی دیکھ رہا تھا کہ شاہد صاحب کی چال میں توازن نہیں ہے ـــــ
اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی ـــــ بلندیوں پر پہلے دن کی ٹریکنگ کے بعد کچھ
نہ کچھ اثر تو ہوتا ہے --- میرے اعضاء بھی پتھریلے ہو رہے تھے اور میں صرف

اپنی قوت ارادی کی وجہ سے تھوڑا بہت حرکت میں تھا ورنہ جہاں بیٹھتا وہیں پتھر
جاتا ——

اس دوران میاں صاحب اپنے خیمے سے نکلے اور کچھ دیر شاہد کے پا
رکے اور پھر ہماری جانب آ گئے تو ایک انتہائی فکر مند چہرہ لے کر —— "لو
تارڑ صاحب —— ایک اور CASUALTY ہو گئی ہے —— شاہد صاحب
گئے"

ہم سب کے دل بیٹھ گئے۔

جیسے کسی چھوٹی سی جھیل میں بڑے بڑے پتھر گرنے لگیں۔

ہم سہم گئے —— جیسے کسی خرگوش نے شکاری کتے کو دیکھ لیا ہو۔

اب کیا ہو گا؟

"میں چیک کرتا ہوں ——" ڈاکٹر صاحب اٹھ کر چلے گئے۔

ہم سب خاموش ہو گئے۔ قدرت ہم پر حاوی ہو رہی تھی۔ عناصر ہمیں
قوت سے زیر کر رہے تھے۔ بلندیاں ہم پر اثر انداز ہو رہی تھیں —— لیکن
مقابلے کی نیت سے یا کسی کو زیر کرنے کا ارادہ لے کر گھر سے نہیں نکلے تھے۔
صرف آوارہ گردی کرنے آئے تھے ---- دوستی کرنے آئے تھے۔ ایک نظر
آئے تھے —— مقابلہ کرنے نہیں آئے تھے۔

ڈاکٹر صاحب اور میاں صاحب واپس آ رہے تھے۔

"آئی ایم سوری چوہدری صاحب آپ کی ٹیم کا ایک اور ممبر بلندی کا
ہو گیا ہے —— کمانڈر کو سفوکیشن ہو رہی ہے اور دل گھبرا رہا ہے —— یہی علا
ہیں۔ میں نے اسے چند گولیاں دی ہیں اور خیمے میں لٹا دیا ہے —— اگر تو صبح
اس کی طبیعت بہتر ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں انہیں بھی واپس بھیجنا
گا"

"دیکھیں خاں صاحب ہمارے پیچھے پولیس نہیں لگی ہوئی کہ ہم ہر منز
ایک رات قیام کرنے کے بعد اگلی صبح ہر صورت کوچ کر جائیں —— ہم
کوروفون میں ایک دو دن مزید قیام کر سکتے ہیں اگر شاہد صاحب اس دوران

ریسٹ کر کے صحت یاب ہو سکتے ہیں تو ——"

"بالکل جی ——" عامر کا رنگ بھی زرد ہو رہا تھا "ہر منزل پر اگر ایک ٹیم
ممبر کو ہم واپس بھیجتے رہے تو باقی کیا رہ جائے گا —— ہم کل کا دن یہیں ٹھہریں گے
اور دیکھیں گے کہ شاہد صاحب کی طبیعت سنبھلتی ہے یا نہیں ——"

"اور اگر نہیں سنبھلتی تو ——" یہ سوال مجھ سے کیا گیا تھا کیونکہ نام نہاد
لیڈر ہونے کے باوجود نامناسب فیصلوں کے لئے میری طرف ہی دیکھا جاتا تھا۔

"ہم کل کا دن کوروفون میں رہیں گے۔ پرسوں صبح تک اگر شاہد صاحب
بہتر ہو جاتے ہیں تو ٹھیک ورنہ انہیں دو پورٹرز کے ہمراہ واپس اسکولے بھیج دیا
جائے گا اور ہم آگے چلے جائیں گے —— اور اگر کل کلاں میں ڈاؤن ہو جاتا
ہوں تو آپ بے شک مجھے واپس بھیج کر آگے چلے جایئے گا —— کسی نے کسی کا
کنکورڈیا پہنچنا بہت ضروری ہے ——"

"اور آپ اپنے ساتھی کا فکر نہ کرو صاحب ——" شیر نادر نے تسلی دی
"بے شک ادھر ہمارے پاس چھوڑ دو —— ہم اس کا دیکھ بھال کرے گا اور اگر
زیادہ طبیعت خراب ہوتا ہے تو ہم ادھر سے سکردو پیغام بھیجے گا کہ کوروفون میں
ایک پاکستانی بیمار ہے ہیلی کوپٹر بھیج دو ——"

"اور وہ بھیج دیں گے —— چاہے بیمار شخص فوجی نہ ہو ——"

"کیوں نہیں بھیجیں گے سر —— یہ علاقہ اچھا نہیں ہے۔ ادھر اس قسم کا
آپریشن نہ ہو تو بہت مصیبت بن سکتی ہے —— ہیلی آئے گا سر"

اس "ہیلی آئے گا سر" سے ہمیں بہت تقویت ملی اور ہم تھوڑے سے
بے فکر ہو گئے —— لیکن ہم سب کے اندر اس سہم نے جڑیں پکڑ لی تھیں کہ ابھی
سے بلندی اتنا ستاتی ہے تو اوپر جا کر پتہ نہیں کیا ہو گا —— اس کا ایک فائدہ بھی
ہوا کہ ہم نے ان علاقوں کو اوران کی آب و ہوا کو ذرا سنجیدگی سے لینا شروع کر
دیا —— موسم کی تنظیم میں ہم نے کوئی کسر نہ چھوڑی اور خاص طور پر لاہوریوں
والا رویہ یعنی برف پر ٹی شرٹ پہن کر کہنا کہ "گل ای کوئی نئیں" یکسر ترک کر دیا۔

"میاں صاحب آج آپ کمانڈر کے ساتھ سوئیں گے۔ اور آپ کی ڈیوٹی
ہے کہ رات کے وقت اگر شاہد صاحب خیمے سے نکلنے کی کوشش کریں یا آپ سے
کہیں کہ گرمی لگ رہی ہے ذرا باہر چلتے ہیں تو آپ نے ——— باقاعدہ ان کی چھاتی
پر چڑھ کر بیٹھ جانا ہے اور انہیں کسی بھی حالت میں باہر نہیں جانے دینا ———"

"لو جی ڈاکٹر صاحب میرا نام میاں فرزند علی ایڈووکیٹ نہیں اگر میں آج
رات شاہد کو خیمے سے باہر انگلی بھی نکالنے دوں ——— آپ کہیں تو ابھی جا کر پہرہ
دینا شروع کر دوں؟"

"ابھی تو خیمہ ہمارے سامنے ہے میاں صاحب ——— آپ کی ڈیوٹی کھانے
کے بعد شروع ہو گی ———"

ڈاکٹر صاحب کے فقرے کے اختتام سے پہلے ہی غلام نازل ہو گیا۔ اس نے
مہربانی کی کہ آغاز ہنسی سے نہیں کیا کیونکہ وہ بھی شاہد کی بیماری کے بارے میں
متفکر تھا "صاحب کھانا تیار ہے آ جاؤ ———"

"صاحب کھانا ادھر کھائے گا۔ تم کھانا ادھر آ جاؤ ———"

"اچھا صاحب ———" وہ اپنی ہنسی کا سٹارٹ لینے لگا تھا کہ میں نے اسے
گھورا اور وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

بڑے پتھر کے نیچے پورٹروں کا ایک گروہ آگ جلائے بیٹھا تھا اور کوئی
لوک گیت گا رہا تھا ———

"یہ کیا گا رہے ہیں شیر نادر؟"

"پتہ نہیں صاحب ——— ہم ادھر گلگت کا رہنے والا ہے ——— لیکن
عشق مشق کی بات کرتا ہے"

"ڈاکٹر صاحب وہ عشق مشق سے یاد آیا کہ اسکولے میں ہسپانوی
چاریوں کا کیا کیس تھا؟۔۔۔"

میرے اس سوال پر بیک وقت بیافو سے زیادہ سرد آہیں عامر۔ میاں صاحب
اور خاں صاحب کے سینوں میں سے برآمد ہو کر فضا کو مزید یخ بستہ کر گئیں "ہا
ہائے" ڈاکٹر صاحب بولے "بس چوہدری صاحب میں جب اسکولے کے چوک

پہنچا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میاں صاحب درخت کے ایک تنے پر بیٹھے ہیں اور
علامہ اقبال کی طرح مٹھی گلے پہ جمائے گہری سوچ میں مستغرق ہیں۔ میں نے سبب
پوچھا تو انہوں نے سامنے اشارہ کر کے کہا "بے چاریوں کے پاسپورٹ گم ہو گئے
ہیں ———" اور چوہدری صاحب جب میں نے اسکولے کے پتھروں پر بیٹھی ان
غمگین بے چاریوں کو دیکھا ہے تو ——— رنگت ان کی برفوں نے سنولا دی تھی۔
بدن ان کے تندرست ہو رہے تھے اور واللہ کہاں کہاں سے تندرست ہو رہے
تھے اور جو ٹریک سوٹ انہوں نے پہن رکھے تھے وہ مجھے یقین ہے کہ سفید ہوں گے
ان کے پہننے سے رنگین ہو گئے تھے ——— چنانچہ میں بھی صرف انسانی ہمدردی کے
جذبے کے تحت میاں صاحب کے برابر میں بیٹھ گیا ——— اور پھر عامر آ گیا ———"

"جی ہاں پھر میں آ گیا ———" عامر دل کھول کر ہنسا "اور میں نے دیکھا کہ
ہماری ٹیم کے دو ممبران نے اسکولے چوک میں ٹکٹکی لگائی ہوئی ہے ——— اور جن
چیزوں پر انہوں نے ٹکٹکی لگا رکھی تھی وہ چیزیں اچھی تھیں تارڑ صاحب' چنانچہ میں
بھی نکی ہو گیا ——— ہر ایک منٹ کے بعد ہم میں سے کوئی نہ کوئی ٹھنڈی آہ بھر کر
کہتا کہ پتہ نہیں ان بے چاریوں کے پاسپورٹ ملتے ہیں یا نہیں ——— اور پتہ نہیں
یہ کہاں کہاں سے سنولائی ہوئی ہیں ———"

ان "بے چاریوں" کے تذکرے سے ہم سب کے سروں پر جو فکر مندی
اور غم کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے وہ چھٹ گئے اور ہم قدرے نارمل ہو
کر انسانی آبادی سے دور پہاڑوں کے اندر اپنی پہلی شب سے لطف اندوز ہونے
لگے۔

آرمی کیمپ ایک عارضی سا پتھریلا ٹھکانہ تھا۔ ایک سٹور اور دو چھوٹی چھوٹی
اندھیری کوٹھڑیاں' ایک برآمدہ جس میں ہم خالی کنستروں پر محفل جمائے بیٹھے تھے
اور جب کبھی ٹیک لگانے کی کوشش کرتے تو دیوار کے پتھروں کے کونے ہمارے منہ
سے "آہ" نکلوانے کے بعد ہماری کمر سیدھی کر دیتے۔ ایک کوٹھڑی میں کسی جوان
نے ریڈیو یا ٹیپ لگا رکھا تھا اور شائد روٹیاں پکا رہا تھا یا شائد ہانڈی پکا رہا تھا کیونکہ
اس کے چولہے کا دھواں باہر آ کر سردی کی وجہ سے ہمارے آس پاس ٹھہر جاتا اور

ہم آنکھیں جھپک جھپک کر اسے زائل کر دیتے۔

ہمارا خیال تھا کہ کوروفون میں بادل نیچے آجاتے ہیں لیکن یہ خیال نہ رہا کہ دراصل ہم ان کی قربت میں آچکے ہیں اور وہ تو وہیں ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں۔

ہوا کی شدت بڑھنے لگی۔ اس کے زور سے بادل سرکنے لگے۔ ہمارے خیموں کے اوپر جہاں سے بادل ہٹے وہاں ایک سفیدی تھی اور یہ بیافو کا ایک حصہ تھا ـــــ جیسے اس کی برفیلی موجودگی ہم سب کو دیکھنے آئی ہو ـــــ

"جناب شیئر صاحب ـــــ اس جگہ کا نام پری - ون بھی تو ہے۔ تو ادھر کوئی پڑیاں شڑیاں رہتی ہیں؟" میاں صاحب پوچھ رہے تھے اور میاں صاحب کا اندرون لاہور شہر کا "ر" اور "ڑ" والا لہجہ کوروفون آکر تازہ دم ہو گیا تھا حالانکہ اسکولے میں انہوں نے بے چاریوں کو "بے چاڑیاں" نہیں کہا تھا۔

"یہ پری نہیں ہے پڑی ہے ـــــ"

"وہی پری ـــــ" میاں صاحب نے زور دے کر کہا۔

"نہیں سر ـــــ پڑی ـــــ "ڑ" سے ـــــ"

"وہی "ر" سے ---- پری"

اس موقع پر میں نے شیر نادر کو بتایا کہ میاں صاحب لاہوڑیے ہو گئے ہیں اور جو آپ کی پڑی ہے وہ میاں صاحب کی پری ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

"اس علاقے کو پڑی۔ ون اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پڑی ہے۔ پتھروں کا ایک علاقہ ---- لیکن سر آپ جانتے ہیں کہ بیافو کا کیا مطلب ہے ـــــ اس کا مطلب ہے مرغ ـــــ"

"مرغ یعنی چکن؟" عامر نے حیران ہو کر کہا اور پھر خوشدلی سے ہنسا "یہاں مجھے اپنی چکن فیڈ فیکٹری کی برانچ کھولنی چاہئے ـــــ اور نام ہو بیافو فیڈ ـــــ"

"لیکن دنیا کے بلند ترین گلیشئر کا مرغ سے کیا واسطہ ـــــ"

"پتہ نہیں صاحب ـــــ بہرحال بیافو کا مطلب مرغ ہی ہوتا ہے"

"یقیناً دنیا کا ٹھنڈا ترین مرغ ـــــ" ڈاکٹر صاحب نے جھرجھری سی لی۔

"لیکن ہم جو مرغ آپ کو کھلائیں گے وہ بالکل گرم ہوگا سر ـــــ" شیر نادر نے ہمارے منع کرنے کے باوجود مرغ گوشت کے دو ڈبے ہمارے لئے "ذبح" کر لئے تھے۔ ہمارا کھانا بھی آگیا ـــــ ہمارا زور تازہ سبزیوں پر تھا ـــــ بند گوبھی اور ...ل گوبھی ـــــ اور ان کا سٹاک پائیو تک ختم ہو جانا تھا اور پھر اگلے دو ہفتے ہم نے ٹین بند چیزوں پر ہی گذارہ کرنا تھا ـــــ

کھانے کے بعد قہوہ ـــــ اور قہوے کے بعد تھکاوٹ اور بہت تھکاوٹ اور برفیلی ہوا اور ہوا میں نمی ـــــ

کوروفون میں رات مکمل طور پر رات نہیں تھی اس میں سفیدی تھی اور ...یں دکھائی دیتی تھیں۔ وہ بڑا پتھر بھی دکھائی دے رہا تھا جس کے آس پاس پورٹر ...ہ سو چکے تھے اور بہت بعد میں کرنل مبشر نے مجھے بتایا کہ وہ بڑا سفید پتھر ہی تو ...وفون ہے ـــــ کوروفون کا مطلب ہے بڑا سفید پتھر۔

خیمے کے اندر جانے سے پیشتر میں نے اپنے بوٹ اتارے ـــــ جرابیں ...ریں۔ اور ایسے کومل کومل کنول جیسے پاؤں برآمد ہوئے کہ جی خوش ہو گیا ـــــ ...اں میرا ساتھ دیں گے ـــــ وہ تھکے ہوئے تھے لیکن کیسے تھکے ہوئے؟ ـــــ "...ں تسلی بخش، مطمئن تکمیل آرزو والی شب کے بعد کوئی گوری پہاڑی ندی ...ے نہا کر نکلتی ہے تو اس کا بدن ہوتا ہے ـــــ تھکا ہوا بھی اور آسودہ بھی۔"

ایک برفانی ندی میرے خیمے کے ساتھ بہہ رہی تھی ---- اور خیمے کے اوپر ...یدی جھکی ہوئی تھی ـــــ جیسے اس کی برفیلی موجودگی مجھے دیکھنے آئی ہو اور یہ برفیلی موجودگی میرے سلیپنگ بیگ میں تھی اور بہت دیر بعد میرے ...ی گرمائش نے اسے اس قابل بنایا کہ میری آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں اور ...اں پیار کے آرام سے سو سکوں ---- اور اس نیند میں بھی میں بیافو کی ہواؤں ...پنے خیمے کے پردے پر دستک دیتے سنتا تھا اور برفانی ندی کے بہاؤ کی ...ز میرے ساتھ میرے بدن میں اتر رہی تھی اور پچھلی رات بارش اتری ...اس زور سے اتری کہ میں آنکھیں کھولے اسے خیمے پر برستا سنتا رہا اور سوچتا ...میں کہاں ہوں۔

...روفون میں ہوں ـــــ تو یہ کوروفون کہاں ہے؟

"ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو اور بڑا سفید پتھر

میں نے ہاتھ سلیپنگ بیگ سے باہر نکالا تو وہ خیمے کے پردے سے ٹکرا
اور پردہ بھیگا ہوا تھا --- بلکہ پورا خیمہ زمین کے ساتھ ساتھ کم از کم چھ انچ
گیلا ہو چکا تھا۔ میرے ذاتی استعمال کی وہ اشیاء جو میں نے خیمے کے کونوں میں ا
پاکٹ میں سنبھال کر رکھی تھیں ان پر بھی بارش کا اثر ہو چکا تھا۔
میں نے خیمے کے پردے میں سے سر باہر نکال کر دیکھا تو کوروفون
کیمپنگ گراؤنڈ بھی تر بتر تھی اور میرے خیمے کے گرد جو پانی جمع تھا اس
میرے بوٹ —— مزے سے گیلے ہو رہے تھے ---- میں نے ہراساں ہو کر ا
تسموں سے پکڑا اور گھسیٹ کر خیمے کے اندر کر لیا جیسے کسی شرارتی بچے کو باہر
گھر میں گھسیٹتے ہیں لیکن حماقت تو میری تھی —— مجھے پچھلی شب بوٹ اتار کر
فضا میں نہیں چھوڑنے چاہئے تھے ---- کیمپنگ کی زندگی کے آداب میں یہ
شامل ہے کہ آپ رات کو کوئی شے باہر نہ چھوڑیں کیونکہ رات کو بارش ہو
ہے —— اور رات کو بارش ہوئی۔
میں نے وقت دیکھا تو ابھی صرف سوا پانچ بجے تھے۔ میں غڑاپ سے
سلیپنگ بیگ میں گھس گیا اور اونگھنے کی کوشش کرنے لگا —— ویسے پچھلی
میں نے یہی ارادہ کیا تھا کہ صبح سویرے بیدار ہو جاؤں گا اور وہاں تک سیر کے
جاؤں گا جہاں سے بیافو شروع ہوتا ہے یا شائد ختم ہوتا ہے لیکن —— بیافو ک
میں وہ مزا کہاں جو بیافو کے دامن میں ایک سلیپنگ بیگ میں گھس کر او
ہے۔
کچھ وقت گذرا اور پھر نیم بیداری کے عالم میں مجھے مرغ کی اذان سنا

مرغ —— مرغ کی اذان —— یعنی بیافو کی اذان —— واہ کیا بات ہے یہاں تو
ر بھی اذانیں دیتے ہیں —— دوبارہ مرغ کی آواز آئی تو میں نے سوچا کہ یہ
ہو سکتا ہے کہ ایک گلیشئر اذان دینے لگے —— میں نے اپنے آپ کو
بیگ کی آغوش سے آزاد کیا اور سر باہر نکال کر دیکھا —— بیافو کی برفیلی
بادلوں میں روپوش تھی —— اس لمحے ایک اور اذان ہوئی اور باقاعدہ مجھے
محسوس ہوا کہ میرے خیمے کے قریب کسی مرغ نے چھاتی پھیلا کر ککڑوں کڑوں
ہے —— میں نے دائیں جانب دیکھا تو وہاں بیچ بیچ ایک مرغ گردن اونچی کئے
فخریہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا —— اور مجھے متاثر کرنے کے لئے اس نے
بار پھر ککڑوں کڑوں کیا —— یہ کوروفون میں مرغ کہاں سے آ گیا —— بعد
معلوم ہوا کہ یہ شیر نادر کا پالتو مرغ ہے جو بیافو گلیشئر کو اپنا حریف سمجھتا ہے
اس کی جانب منہ کر کے صبح سویرے ککڑوں کڑوں شروع ہو جاتا ہے۔
میں نے سویٹر پہنا اور باہر آ گیا۔ کیا دھلی ہوئی زبردست خنک مہک ڈالی صبح
میں نے دونوں ہاتھ کھینچ کر بلند کئے۔ ایک بڑی جمائی کے ساتھ ایک بڑی
الی لی —— رات کوروفون کے آس پاس پہاڑوں پر ہلکی برفباری ہوتی رہی
ان پر برف کی سفیدی پاؤڈر کی طرح چھڑکی ہوئی تھی ——
"گڈ مارننگ سر ——" غلام نیلی ترپال کے نیچے سے جھانک رہا تھا "رات
بارش ہوا سر۔ بہت کچھ بھیگ گیا —— صاحب آپ کو منہ ہاتھ دھونے کے
پانی گرم کر کے دے گا ——"
"گرم پانی —— ہونہہ" میں نے ناک چڑھا کر کہا "اے کور ذوق مرد ناداں
کچھ نہیں رہا کہ بیافو کے دامن میں ایک جنگل ہے۔ جنگل میں ندی ہے' ندی
ے میرا خیمہ ہے اور کیا پانی کی روانی ہے اور کیا شفاف اور نتھرا ہوا پانی ہے
اس ندی میں ہم منہ ہاتھ دھوئے گا اور ندی کا صاف پانی تصویر لے گا"
غلام کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس نے ہنسنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی
رہا۔ البتہ وہ کچن کی ترپال میں سے جھک کر باہر آ گیا اور مجھے دیکھنے لگا ——
"کیا دیکھتے ہو؟"

"بس آپ منہ ہاتھ دھوؤ اور ندی کے پانی کو بولو کہ آپ کا تصویر…
ہم دیکھتا ہے"

میں نے تولیہ اور ٹائلٹ کٹ اٹھائی اور ندی کے ریتلے کنارے پر جا… گیا —— یہاں اس میں پتھر کم تھے اس لئے شور بھی کم تھا۔ ذرا آگے جھک… نے منہ دھونے کے لئے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے اور —— ندی نے قطعی میری رومانویت کا لحاظ نہیں کیا اور باقاعدہ کاٹ کھایا۔ اس پانی کو ہم سرد۔ ٹھنڈا' یخ پانی وغیرہ نہیں کہہ سکتے --- بلکہ یہ کچھ کمینہ قسم کا پانی تھا ——

"ہی ہی ——" غلام کی لگڑبگڑ ہنسی ایک جھاڑی کے پیچھے تھی "صا… گرم پانی لاتا ہے"

منہ ہاتھ دھونے کے بعد اگلا مرحلہ کسی ایسے پتھر یا جھاڑی کی تلا… جس کے پیچھے مناسب طریقے سے روپوش ہوا جا سکے —— اتنی دیر میں… صاحب کیمپنگ کے پہلو میں واقع درختوں کے ایک جھنڈ میں سے نکلے۔

"چوہدری صاحب آپ بھی ہو آئیں' نہایت روح پرور مناظر ہیں —— جا… ہیں' درخت ہیں۔ ریت ہے اور ہر سمت بیافو میں سے پگھلنے والی برف کے… اور چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں۔ پانی کی کوئی قلت نہیں"

میں بھی درختوں کی اس جھنڈ میں دور تک نکل گیا۔ اور یہ حقیقت… وہاں سرسبز جھاڑیوں ریت اور پانی کے بہاؤ کے عجیب روپ تھے۔ چھوٹے… تالاب اور ان میں آ کر گرنے والے پانی۔ ان میں سے بہنے والی چھوٹی ندیاں —— اور اوپر بیافو کی سفیدی جھانکتی ہوئی —— ایسے منظر کم لوگو… نصیب میں ہوتے ہیں اور میں ایسا کم ظرف تھا کہ اس منظر کو دیکھنے نہیں آیا… میں "بیٹھنے" آیا تھا۔

کیمپنگ واپسی پر دیکھا کہ میاں صاحب اپنے خیمے کے باہر کھڑے… صاحب سے محو گفتگو ہیں ——

"بس جی ڈاکٹر صاحب آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے شاہد کو رات خیمے سے باہر نکلنے نہیں دیا۔ آدھی رات کے وقت کہنے لگا کہ میرا…

…اری ہے —— اٹھنے لگا تو میں نے پکڑ کر زبردستی لٹا دیا۔ بڑی منتیں کیں' سردی کی وجہ سے پیشاب آ رہا ہے جانے دو —— میں نے کہا بے شک… لیکن باہر نہیں جانے دوں گا ——"

"ویل ڈن میاں صاحب ——" ڈاکٹر صاحب نے انہیں تھپکی دی۔

"اور جو میرا ویل ڈن ہو رہا ہے ڈاکٹر صاحب اس کے بارے میں کیا خیال… …کے اندر سے شاہد کی ایمرجنسی سے لبریز آواز آئی۔

"اب آپ باہر آ سکتے ہیں ——"

شاہد باہر آیا اور جھکا جھکا ضبط کرتا ہوا جھاڑیوں کی جانب چلا گیا۔

…میں چیک اپ ہوا۔

"کمانڈر ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہے —— ناشتے کے بعد کوئی فیصلہ… گے —" ڈاکٹر صاحب نے بتایا "کہتا تو ہے کہ میں چل سکتا ہوں لیکن کیا… اگر دور جا کر گر جائے یا بے ہوش ہو جائے —— ناشتے کے بعد دیکھیں…

…گرم دلیے کا تھا اور بہت قوت اور گرمی دینے والا تھا ——

شاہد صاحب ایک عرصے کے بعد بستر سے اٹھنے والے کسی مریض کی طرح… گراؤنڈ میں ہولے ہولے ٹہل رہے تھے۔

…نکل آئی تھی اور میرے بوٹ سوکھ رہے تھے۔

"…کا سفر کیسا ہے؟" میں نے غلام سے پوچھا۔ ہم نیلی ترپال کے نیچے آرام اور حدت سے تھے۔ باہر دھوپ تو تھی لیکن ہوا بہت تیز تھی۔

"اچھا ہے ——" اس نے کہا۔

ان علاقوں کے لوگوں کی عادت ہے کہ آپ اگر ان سے ایک دراڑوں… …ہوئے خوفناک گلیشئر پر سفر کے بارے میں پوچھیں گے تو جواب یہی ہو گا… …ہے —" اور اگر خدانخواستہ ایک دو شخص ان دراڑوں میں گر کر… …میں اور آپ ان سے شکایت کریں کہ آپ نے تو کہا تھا کہ اچھا سفر ہے… …لیں گے۔ تو اچھا ہے ناں' ایک دو بندہ ہی گرا ہے ناں۔ تو کیا ہوا

——سب تو نہیں گرا——اچھا ہے۔

"اور آج رات کہاں گذرے گی؟"

"بوردول میں——اور اس کا مطلب ہے مصیبت دریا——"

"سبحان اللہ——"

اور یہ جو میں دریافت کرتا تھا کہ اگلا شاپ کون سا ہے تو م
معلومات کو مزید مستحکم کرنے کا ایک طریقہ تھا ورنہ ہم جانتے تو تھے کہ
سا مقام ہو گا اور کہاں قیام ہو گا۔

"بوردول؟——کیا ہم پائیو تک نہیں پہنچیں گے؟"

"کیا پتہ پہنچ جائیں——"

ہر کام عجلت کے بغیر ہو رہا تھا۔ اطمینان سے، سکون سے، جیسے آ
نہیں ہے——اس لئے کہ ہماری قسمت کا فیصلہ شاہد صاحب کی حالت
ہونا تھا——پورے نو بجے ڈاکٹر صاحب نے انہیں کسی حد تک سفر کے
دے دیا——ہم سب نے خوب نعرے لگا کر اور شور مچا کر اس خوشگوا
استقبال کیا——

بڑے سفید پتھر یعنی کوروفون کے اردگرد سے پورٹر اٹھنے لگے۔
نیلی ترپال کے رسے ڈھیلے کر کے اسے سمیٹا جانے لگا۔ کوچ کا نقارہ بج
چند لمحوں کے اندر اندر کوروفون سب کے لئے غیر اہم ہو گیا—— نظر
پر تھیں اسکولے سے یہاں تک ہم تقریباً سیدھے چلے آئے تھے لیکن ا
برالڈو یکدم دائیں ہاتھ کو مڑ گیا تھا بلکہ دائیں ہاتھ سے بہتا آ رہا تھا۔ ا
راستہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا اور دور چند نامعلوم برفانی چوٹیاں
آخری پورٹر بھی پہاڑی رستے پر چڑھتا ہوا نظر سے اوجھل ہو گیا تو
اپنے رک سیک اٹھا لئے——میاں صاحب نے سب کی خدمت میں
ایک گلاس پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وٹامن کی گولیاں کھلائیں اور
بوتھی کے سائے میں سے نکل کر بڑے پتھر سے پرے اس راستے پر
نے کبھی نہ کبھی تو شاہ گوری تک پہنچنا تھا——

کوروفون کی ویران کیمپنگ سائٹ کے پہلو میں آرمی کیمپ کے ساتھ
ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور ہمیں جاتا دیکھ رہا تھا۔ ایک ویرانے میں کیا انسان
شخص ہمیں ملا تھا——عامر ابھی تک وہیں کھڑا تھا اور بیافو گلیشئر کو دیکھے جا
میں نے اسے زور سے پکارا۔

"تارڑ صاحب——" وہ میری جانب آنے لگا "کوئی ایسا دن ہو گا کہ ہم
ن میں رات گذاریں گے اور اگلی صبح کنکورڈیا جانے کی بجائے بیافو گلیشئر
گے۔ سنولیک جانے کے لئے——"

"ہاں——کوئی ایسا دن ہو گا۔"

"وعدہ؟" اس نے ہاتھ آگے کر دیا۔

"وعدہ——"

اور ہمیں محسوس ہوا جیسے ہم نے سنو لیک کی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔

”مورے سیاں جی اتریں گے پار“

ایک لاطینی محاورہ ہے کہ کوہ پیما ہمیشہ آزاد رہتا ہے ——
اس لئے کہ پہاڑی راستوں کی خصلت میں شامل ہے کہ وہ ہ
نہیں چلتے بلکہ ایک سیڑھی کی طرح آسمان کو اٹھتے ہیں اور پھر نیچے جانے
بلند ہونے لگتے ہیں اور پھر اترنے لگتے ہیں۔ اور یہ راستے ہمیشہ ایک شخ
ہوتے ہیں۔

ایک کوہ نورد کے لئے ——
ان راستوں پر آپ شانہ بہ شانہ کسی دوست کے ہمراہ گپ لگ
نہیں چل سکتے۔

وہ بہ مشکل آپ کے ایک پاؤں کو سہارتے ہیں دوسرے شخص
کہاں سے آئے —— اس لئے کوہ نورد سر جھکائے اکیلا چلتا ہے۔ او
چلتا ہے اس لئے آزاد ہوتا ہے ——

وہ تھکاوٹ میں ہو۔ پسینے میں بھیگ رہا ہو یا پیاس سے نڈھال ہو
ہے۔ اسے اپنے فیصلے خود کرنے ہوتے ہیں —— کیا کھائی کے اوپر اس
جا سکتا ہے یا نہیں' کیا اس خوبصورت گلیشئر کے اندر دراڑیں تو پوشیدہ
تمام فیصلے وہ خود کرتا ہے۔

سر جھکا کر چلتا جاتا ہے سوچ میں رہتا ہے اور آزاد ہوتا ہے ——
اور آج ٹریک کا پہلا دن تھا جب تمام جزیرے الگ الگ ہو گئے
ہر جزیرہ اپنے آپ میں مگن سر جھکائے سانس لینے کی مشقت
نظریں جمائے بے حد غور سے چلتا ہوا ——

میرا سرخ خانے دار فلسطینی رومال بے حد کارآمد ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے
میں اپنا چہرہ پونچھتا تھا۔ عینک صاف کرتا تھا۔ اپنی گردن کو دھوپ سے بچاتا
اور بیٹھنے کے لئے آرام کرنے کے لئے زمین پر بچھا لیتا تھا ——

ہم سب ہر صبح ٹریک پر چلنے سے پیشتر الٹرا وائلٹ ریز سے بچاؤ کے لئے
لاک کریم چہرے پر اور ہاتھوں پر تھوپ لیتے تھے۔ اس ”میک اپ“ کی وجہ
ہم تھوڑے سے ہونق تو ضرور لگتے تھے لیکن اس کا استعمال نہ کیا جائے تو آپ
لد پھٹ سکتی ہے' چہرہ خراب ہو سکتا ہے اور آپ زیادہ سے ہونق لگ سکتے
۔ دھوپ کی وجہ سے میرے ماتھے پر لگی کریم پسینے کے ساتھ شامل ہو کر میری
کھوں میں گرتی تھی اور بے حد تکلیف دہ ثابت ہوتی تھی۔ جیسے سرخ مرچوں کو
میں گھول کر آنکھوں میں ڈال دیا جائے۔

میں بار بار اپنے رومال سے آنکھوں میں آئے ہوئے پانی کو پونچھتا چلتا تھا۔
تمنگل سے کوروفون ایک نویکلا تجربہ تھا۔ ہر شخص ہلکے پھلکے موڈ میں تھا کہ
کتنی زبردست چڑھائی ہے —— اوئے ہوئے ذرا ادھر سے جھانکو دریائے
بالکل نیچے ہے اور پاؤں پھسل جائے تو توبہ توبہ —— یار میرے سر میں بھی
درد شروع ہو رہا ہے کہیں یہ بلندی کا اثر تو نہیں —— یہ سارے خدشے
ار جذباتیت کا رنگ لئے ہوئے تھے لیکن اب دوسرے روز کوروفون سے
معاملات سنجیدہ ہو چکے تھے —— کوئی کسی سے راستے کی خطرناکی اور چلنے کی
تذکرہ نہیں کرتا تھا بس سر جھکائے چلتا جاتا تھا —— ہر کوئی جان چکا تھا کہ
ال اور مشقت ایک ایسی حقیقت ہیں جو اب ہماری ٹیم کی ممبر بن چکی ہیں۔ ان
رہے گا۔

لیکن ایک خدشہ برقرار تھا ——

ہم کنکورڈیا پہنچ جانے کے بارے میں بے حد بے یقین ہو رہے تھے۔ خالد
مصی' شاہد کی بیماری' بلندی کے مضر اثرات کے خدشات' سردی کی متوقع
اور بالتورو گلیشئر پر سفر —— ہم سب کے ذہنوں میں بھوتوں کی طرح ناچتے
اور رخصت نہیں ہوتے تھے .... اس کے علاوہ ہمیں راستے میں کنکورڈیا سے

واپس آتا ہوا جو بھی ٹریکر ملا اس کا برا حال تھا اور وہ ہمیں رحم آمیز نظروں
دیکھتا ہوا اسکولے کی جانب چلا جاتا۔ رپورٹ یہی آ رہی تھی کہ کنکورڈیا میں
بے حد خراب ہے۔ تمام چوٹیاں بادلوں میں روپوش ہیں اور روزانہ بارش
باری ہوتی ہے۔ راستوں میں پھسلن تھی اور بالتورو میں روزانہ کوئی نہ کو
گرتا تھا —— سردی اتنی تھی کہ فراسٹ بائٹ روز مرہ کا معمول تھا ا
حرارت منفی دس سے بھی کہیں نیچے چلا جاتا تھا —— چنانچہ ہم زیادہ پر ا
تھے —— اس کے باوجود ہم مایوس بھی نہیں تھے اور صرف یہ خواہش تھی
کہ ہم بالتورو گلیشیئر تک تو پہنچ جائیں تاکہ ہم کہہ سکیں کہ ہم نے کوشش
بالتورو کو ہاتھ لگا کر واپس آ گئے۔

اوپر سے برے موسم کی رپورٹ آتی تو پورٹروں میں بھی بے چینی
جاتی اور وہ واپس جانے کے بہانے تلاش کرنے لگتے ——
لیکن آج موسم بے حد مددگار تھا —— آسمان پر کہیں کہیں بادل تھے
دھوپ کے بعد ہمیں سائے میں لے جاتے —— یہ کیسی عجیب بات ہے
راستے پر ٹریکرز کو سن سٹروک بھی ہو جاتا ہے —— بلندی کی گرمی میں اتنی
شدت ہوتی ہے ——

دریائے برالڈو آج قریب ہی تھا اور خوفزدہ بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ
راستے زیادہ بلندی پر نہیں جاتے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ جس پہاڑی سلسلے
چل رہے تھے وہ ختم ہونے کو ہے اور بائیں جانب سے دو تین نالے بر
برالڈو میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تقریباً برالڈو کے سائز
اس کا شور بلند ہو رہا تھا —— مجھے معلوم تھا کہ اگلے موڑ پر اس کا شور ز
گا اور وہ یکدم میرے سامنے آ جائے گا —— اور وہ آ گیا —— کہیں
کوہستانی گھاٹیوں میں سے یہ وسیع مٹیالا دریا آ رہا تھا اور میرے نیچے
دائیں جانب برالڈو کی گذرگاہ میں شامل ہو رہا ہے —— یہ دریائے ڈوم
اور پہلی نظر میں مجھے یہی لگا کہ دریا پر پل نہیں ہے اس لئے ہم
ساتھ ساتھ ڈھلوان پر اندر پہاڑوں کے اندر جانا ہو گا اور وہاں کوئی پل

جہاں سے اسے عبور کیا جا سکے گا اور پھر ہم ان سامنے والے پہاڑوں پر چلتے
ئے برالڈو تک واپس آ جائیں گے۔ لیکن یہ پہلی نظر کا دھوکہ تھا۔ دوسری نظر
میں نے دیکھا کہ نیچے ایک راستہ جا رہا ہے۔ دریا کے کنارے تک پہنچا ہے اور
ں ہمارے کچھ ٹیم ممبر کھڑے ہیں —— وہ نظر نہیں آ رہے ان کی جیکٹس یا سویٹر
ر آ رہے ہیں اور دریا کے عین اوپر کوئی چھوٹی سی ڈبیا نما شے حرکت کر رہی ہے
میرے دیکھتے دیکھتے وہ دوسری جانب چلی گئی ہے ——

یہ جھولا تھا ——

کنکورڈیا کے راستے کا ایک مشہور اور اہم سنگ میل۔

اس دریائے بے مہار کو اسی جھولے میں بیٹھ کر عبور کیا جاتا ہے۔

میں نیچے اترنے لگا۔ اترتے ہوئے دریا کا شور زیادہ ہوتا تھا اور نزدیک ہوتا
اور اس حساب سے جھولے کا حجم بھی بڑھتا چلا جاتا تھا۔

میں جب نیچے پہنچا ہوں تو ہمارے تمام پورٹر اور سامان دوسری جانب منتقل
ہو تھا۔ اس کنارے پر شاہد اور ڈاکٹر صاحب اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے
غلام محمد دریا کے شور سے بلند آواز میں بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہر طرف
تھا۔ دوسری جانب پورٹرز اور جھولے کو کھینچنے والے کچھ کہہ رہے تھے اور
غلام محمد چیخ رہا تھا۔

خالی جھولا واپس آیا تو غلام نے آگے بڑھ کر مجھے اس میں فٹ کرنے کی
... —— اور یہ بھی ایک کرتب تھا کہ جھولا جھول رہا ہے ایک مقام پر نکتا
اور آپ بھی اپنے جسم کو اسی ردھم میں لا کر اس پر بیٹھنے کی کوشش کرتے
صرف نیچے نہ دیکھیں کیونکہ اگر آپ جھولے سے پھسلتے ہیں تو دریا اتنا دور
اور جھولا تھا کیا؟ —— ہمارے ہاں پھلوں کی پیٹیاں نہیں ہوتیں ——
ہلکی اور کھوکھلی لکڑی سے بنی ہوئیں۔ ان کی ٹوٹی ہوئی پھٹیوں سے
ہوئی ایک نشست —— اور اسے چار رسوں سے جکڑ کر گراری کے ساتھ
دیا گیا تھا۔ اگر میں نے دو تین پورٹرز کو بحفاظت پار اترتے نہ دیکھا ہوتا تو
میں اس شے پر سواری نہ کرتا —— دس بارہ کلو میٹر اوپر پہاڑ پر چڑھ جاتا پھر

بارو مار کرتا ہوا واپس آ جاتا لیکن ان پھٹوں پر نہ بیٹھتا جو بیٹھنے پر ہر مرتبہ
کرتے تھے ——

دریا کے اس شور میں اور جھولے کی وحشت میں بھی غلام کی "تحا
سنائی دے گئی "بیٹھو صاحب بیٹھو۔"

میں نے دو تین بار اچک کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن جھولا تو ہر مرتبہ
رہی —— اور بالآخر میں تھوڑا سا اٹک گیا اور میرے اٹکتے ہی غلام کا نع
ادھر سے رسہ کھینچا جانے لگا اور اس کے ساتھ ہماری روح بھی کھینچی جانے
نیچے دیکھا تو یوں لگا جیسے جھولا ایک ناتواں رسے سے لٹک نہیں رہا بلکہ دریا
چکا ہے اور بہتا چلا جا رہا ہے' ہر طرف گھمن گھیریاں تھیں۔ دریا کا بہاؤ اسٹ
دھار کی طرح تیز اور پرشور تھا۔ مورے سیاں جی اتریں گے پار ندیا دھیر
—— لیکن یہ ندیا دھیرے بہنے والی نہیں تھی بے شک سیاں جی کی روح
سے پرواز کر جائے ——

جھولا دوسرے کنارے پر پہنچ چکا تھا اور میں اسی طرح دم بخ
گھگھیائی ہوئی ہنسی کے ساتھ بہادری دکھانے کی کوشش میں رسوں کو تھا
تھا ——

"کی گل اے؟" میاں صاحب جو پہلے سے پہنچ چکے تھے میرے پاس

"دوبارہ واپس جانا ہے ——" میں نے فوراً سر جھٹکا اور نیچے آ گیا ——

ہماری مہم کا سامان پتھروں پر پڑا تھا اور پورٹر ستا رہے تھے۔
صاحبان ادھر آ چکے تھے وہ اتنے خوش تھے جیسے کنکورڈیا پہنچ گئے ہوں۔
ڈاکٹر صاحب بھی جھولتے ہوئے آ گئے۔ جھولے کے چوکیدار نے ایک
حساب کر کے زبانی کلامی بل پیش کر دیا۔

فی بندہ دس روپے اور فی بوجھ بیس روپے ——

"پر ہم تو گورنمنٹ ہیں ——" شاہد نے جواز پیش کیا۔

"گورنمنٹ کے لئے چار کلو میٹر اوپر جھولا ہے —— وہ مفت ہے
ہے ادھر چارج ہو گا ——"

"تو پھر ٹھیک ہے آپ ہمیں واپس بھیج دو ہم چار کلو میٹر اوپر جا کر مفت کا
ا لے گا اور پھر شام تک ادھر واپس آ جائے گا ——" شاہد نے لاپروائی سے
اور چوکیدار نے اتنی ہی لاپروائی سے یہ پیش کش مان لی اور کہنے لگا "ٹھیک ہے
ب اپنا پورٹر بلاؤ اور بٹھاؤ۔ دوسری طرف چھوڑ دے گا —— پہلے کون جائے
اور اس وقت جب یہ گفتگو ہو رہی تھی ہمارے نصف پورٹر جا چکے تھے --- بہر
، چوکیدار حسن علی کی تھوڑی سی منت ساجت کی۔ اسے اسلام اور پاکستان کا
۔ دیا کہ دیکھو کنکورڈیا کی جانب بنیاد پرست مسلمانوں کی پہلی ٹیم جا رہی ہے کچھ
اظ کرو —— اور اس نے تھوڑا سا لحاظ کر دیا۔ البتہ اس کے خونخوار کتے نے
ڑ صاحب کا لحاظ نہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب اس کے ساتھ ذرا فرینڈلی ہوئے تو اس
اپنے نوکیلے دانت ان کے بوٹوں میں گاڑ دیئے ——

"بڑا کتے کا بچہ ہے بھئی ——"

ڈاکٹر صاحب خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

ہماری معلومات کے مطابق جھولے کے فوراً بعد ایک اور نالہ عبور کرنا پڑتا
اور وہاں پل یا جھولا وغیرہ نہیں تھا —— آپ اس کے تیز پانیوں میں واکنگ
۔ اور رسے کی مدد سے اترتے تھے اور پار کرتے تھے —— لیکن آج ہم خوش
ٹھہرے تھے کہ نالے میں پانی کم تھا --- شائد بلندیوں پر موسم کی خرابی کی
ے برف کم پگھل رہی تھی ---- ہم اس میں ابھرے ہوئے پتھروں پر قدم رکھتے
سانی سے دوسری طرف چلے گئے۔

"نیلی جھاڑیوں والے میدان میں دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی سے ملاقات"

ایک بار پھر ہم برالدو کی وادی میں تھے اور ایک میدان میں تھے — دریا کے ساتھ ایک ریتلا میدان جس میں چھوٹی چھوٹی نیلاہٹ ا جھاڑیاں — اور نیلا آسمان اور پہاڑوں پر تھوڑی تھوڑی برف — میدان میں ایک راستہ دور تک جہاں تک آپ دیکھ سکیں۔ یہ راستہ ایسا نہ تھ نظر آ سکے — اس کا تعین جا بجا آراستہ خچروں کی لید سے ہوتا تھا — آپ کسی گائیڈ کی مدد کے بغیر بھی کنکورڈیا پہنچ سکتے ہیں — ایک تو اس ٹیلی فون تار کو نظر میں رکھئے جو کہیں ایستادہ کہیں گرے ہوئے بانسوں ساتھ بندھی ہوئی کنکورڈیا تک جاتی ہے اور دوسرے اگر آپ بالکل ہی گمشد جائیں تو خچروں کی لید تلاش کریں اور پھر ان کے یعنی خچروں کے نقش قدم پ جائیں۔ کنکورڈیا کیا آپ سیاچین تک پہنچ جائیں گے۔ ویسے یہ ماحولیات وا عقل لوگ ہوتے ہیں یہ ان علاقوں میں خچروں کی لید پر بہت اعتراض کرتے ہیں جی دنیا کے خوبصورت ترین پہاڑی سلسلے کا ماحول خراب ہو چکا ہے۔ انہیں بات کا علم نہیں کہ انشاء اللہ چند برسوں تک کنکورڈیا تک ایک ایسا راس جائے گا جس پر لید ہی لید ہوگی اور پھر اس لید میں آپ تھوڑی سی مٹی ملا کر اگا سکتے ہیں اور یوں ماحول مزید خوشگوار ہو جائے گا — اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان علاقوں کو آلودگی سے بچانے کے لئے خچروں کی پشت کے سا باندھ دیئے جائیں جیسا کہ مہذب ملکوں میں ہوتا ہے — ان کا یہ مطالبہ بھ مانا چاہئے کل کلاں کہیں گے کہ خچروں کو ٹائلٹ پیپر بھی سپلائی کئے جائیں۔

شائد مہذب ممالک میں ہوتا ہے — جھولے کے بعد اس ریتلے اور نیلی جھاڑیوں والے وسیع رقبے میں ہم بڑے مزے سے چل رہے تھے۔ نہ دریا کے اوپر معلق کوئی راستہ تھا۔ نہ چڑھائی تھی بس ہموار زمین تھی اور ہم ایک تند دریا کو جھولے پر بیٹھ کر عبور کر آئے تھے۔

اس میدان میں شائد ٹائمنگ ایسی ہوئی کہ ہر دو چار منٹ بعد سامنے سے کوئی نہ کوئی ٹریکر یا ٹیم آتی ہوئی نظر آ جاتی — ان ٹریکرز سے آمنا سامنا ہوتا تو ان کے رویے مختلف ہوتے — کچھ تو دنیا جہان سے بے زار اپنی دھن میں مگن سر جھکائے بغیر کچھ کہے گزر جاتے۔ کچھ آپ پر نظر ڈالتے لیکن آپ سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے۔ ایک آدھ دانہ ایسا آ جاتا کہ آپ کو دیکھ کر کھل اٹھتا اور دیر تک ہاتھ تھامے بال بچوں کی خیریت دریافت کرتا رہتا اور اس سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا — دور سے پتہ نہ چلتا کہ آنے والا ٹریکر ہے یا ٹریکری ہے اس لئے ہماری ٹیم کے ممبران قیافے لگاتے رہتے۔

"میرا خیال ہے یہ جو ہے تو یہ آ رہی ہے کیونکہ سرخ جین ہے اور بھری بھری ہے —"

"یہاں سے پتہ تو نہیں چل رہا لیکن کوئی سنہری بالوں والی بی بی ہے —"

اور اکثر سرخ جین والی آ نہیں رہی ہوتی تھی آ رہا ہوتا تھا کیونکہ اس کی داڑھی بھی ہوتی تھی اور سنہری بالوں والی بی بی کی بجائے کوئی بابا نکل آتا۔ اور یہیں پر — جھولا عبور کرنے کے بعد اس میدان میں سامنے سے ایک ٹریکر خاتون آ رہی تھی — مجھے دیکھ کر وہ رکی "ہائے —" وہ ہانپ رہی تھی "کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"پاکستان کے"

"کیا واقعی —" وہ یقین نہیں کر رہی تھی "میرا خیال تھا کہ ان علاقوں میں صرف پورٹر اور گائیڈ پاکستانی ہوتے ہیں — تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"میں —" میں نے اسے پہلی بار غور سے دیکھا۔ وہ چھوٹے قد کی ایسی لڑکی تھی جو لاکھ کوشش کرنے کے باوجود شیلف پر پڑی رہ جاتی ہے یعنی اس

کی شادی نہیں ہوتی۔ شائد وہ بہت اچھی انسان ہو لیکن اس کی جانب زیادہ
تک دیکھنے کے لئے محنت درکار تھی ــــ بھورے سے الجھے ہوئے بال۔ اور
اور میلے سے دانت اور بے جان سی رنگت ــــ

"میں یہاں کیا کرنے آیا ہوں؟ مجھے کسی غیب کا علم جاننے والے نے بتایا تھا کہ تم سکردو سے پرے آخری انسانی بستی اسکولے جاؤ اور پھر اسکولے سے سفر کر ہوئے ایک نیلی جھاڑیوں والے خشک میدان میں پہنچو تو اس کے درمیان میں ا راستہ ہے اور اس راستے پر ایک ایسی خاتون تمہیں ملے گی جو دنیا کی حسین تر خاتون ہے ــــ میں یہاں کیا کرنے آیا ہوں؟ میں صرف اور صرف تمہیں ملنے لئے یہاں آیا ہوں ــــ تمہاری ایک تصویر اتاروں گا اور چلا جاؤں گا ــــ کیا تمہاری تصویر اتار سکتا ہوں؟"

اس کے چہرے کا رنگ مختلف ہوا اور وہ تھوڑا سا شرمائی "تم یقیناً مذاق رہے ہو"

"نہیں۔ میں سنجیدہ ہوں ــــ بہت عرصے کے بعد تم جیسی حسین لڑکی دیکھ ہے۔ تصویر اتار لوں؟"

"ہاں ــــ" اس نے جلدی سے اپنے بال درست کئے۔ میں نے تصویر اتاری "شکریہ ــــ" اور آگے بڑھ گیا۔ اور جب کافی دور جا کر میں نے پیچھے کر دیکھا تو وہ وہیں کھڑی تھی، ایک ناقابل یقین حالت میں ــــ

"چوہدری صاحب ــــ" ڈاکٹر صاحب میرے پیچھے چلے آ رہے تھے " نے یہ اچھا نہیں کیا اس لڑکی کے ساتھ ــــ"

"کیوں؟"

"شائد وہ آپ کی باتوں کا یقین کر لے ــــ"

"نہیں ــــ وہ اسکولے تک خوش جائے گی ــــ شائد اس کی میں اتنا خوبصورت لمحہ پہلے نہ آیا ہو اور پھر ــــ سکردو پہنچ کر وہ آئینہ دیکھ گی"

"اور اس کے باوجود اس کے اندر ایک شک رہے گا کہ کیا پتہ کنکو

ب جاتا ہوا وہ پاکستانی جس کی داڑھی میں سفیدی آ رہی تھی، سچ کہتا ہو ــــ میں قعی دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں سے ایک ہوں ــــ"

"میری بھی یہی خواہش ہے کہ وہ اس شک میں مبتلا رہے۔ اور یوں زندگی ار دے ---- خاں صاحب ہم سب اس قسم کے شکوک میں مبتلا زندگی گزار رہے ہیں ــــ ہم وہ تو نہیں ہوتے جو ہم خیال کرتے ہیں۔ زندگی کی شاہراہ پر کسی یسے نیلے جھاڑیوں والے میدان میں کوئی ہمیں شک میں ڈال دیتا ہے ــــ اور اس شک کے سہارے زندگی گزار دیتے ہیں ــــ"

"آپ بھی؟"

"میں تو خاص طور پر ــــ" میں نے ہنس کر کہا ــــ

ڈاکٹر صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا "شاہد ٹھیک چل رہا ہے ــــ آہستہ ہے لن ٹھیک ہے ----"

"اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"آپ کل گھوڑے ہو جائیں گے ــــ"

"نہیں خاں صاحب میں گھوڑا نہیں ہونا چاہتا ــــ میری بیوی مجھے ایسے ہی د کرتی ہے"

"نہ جی ــــ آپ چلنے کے معاملے میں گھوڑے ہو جائیں گے۔ یہ ٹریکنگ اصول ہے کہ انسان پہلے دو دن اپنے آپ کو موسم اور لینڈ سکیپ سے ہم آہنگ ہے ---- اس کے بدن کی ٹیوننگ ہو جاتی ہے اور تیسرے دن ــــ زبردست تا ہے اور خوب چلتا ہے یعنی گھوڑا ہو جاتا ہے ــــ"

سامنے سے کچھ اور کوہ پیما چلے آ رہے تھے ــــ اور پھر ان کے پورٹر چلے ے تھے جو بہت بڑی تعداد میں تھے۔ یہ ایک فرانسیسی ٹیم تھی جو صرف ایک کے لئے اس علاقے میں آئی تھی کہ کوہ نوردوں اور ٹریکروں اور فوجیوں کا ہوا کوڑا کرکٹ اٹھائے اور پیک کر کے سکردو لے جائے ــــ تاکہ ان خطوں کا قدرتی جمال داغدار نہ ہو ــــ ان کی خوبصورتی ہمیشہ کے لئے قائم ہے۔ خطے ہمارے ہیں لیکن ان کے حسن کا خیال غیر ملکیوں کو زیادہ ہے ــــ

ایک تو ان کافروں کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں ——

"السلام و علیکم تارڑ صاحب آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ——" ایک نیلی پی کیپ۔ سیاہ بنیان اور نیلی جین میں ملبوس پہلے تو میرے قریب سے گذر بھاگتا ہوا واپس آگیا ——

"جو کچھ آپ کر رہے ہیں"

"میں تو سر —— وہ جو لیڈی ہے اسے کنکورڈیا لے کر گیا تھا۔ اب سکردو جا رہا ہوں۔ میرا نام بگ نبی ہے"

"آپ کا نام بگ نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ خرگوش ہیں؟"

"نہیں سر —— آپ نے ٹھیک طرح سے سنا نہیں —— مجھے بگ ن ہیں۔"

"یہ کیسا نام ہے؟"

"سر یہاں مختلف گائڈز کے نام پڑ گئے ہیں۔ لٹل کریم کا تو آپ نے س ہو گا۔ اس طرح ایک بگ کریم ہے —— ایک اور گائڈ جو ہے وہ لٹل نبی کہلا اور مجھے بگ نبی کہا جاتا ہے ——"

میں نے بگ نبی کے مختصر اور چھریرے بدن کو غور سے دیکھا "اگر تم تو وہ لٹل پتہ نہیں کتنا لٹل ہو گا ——"

"وہ بہت لٹل ہے سر —— سر میں ادھر سے چلا آ رہا تھا اور میں نے دیکھا۔ آگے نکل گیا اور پھر یکدم میں نے آپ کو پہچان لیا سر —— مجھ خدمت بتائیں جناب کوئی خدمت ---"

"آپ کب تک سکردو پہنچ جائیں گے؟"

"دو دن میں سر ——"

"اگر میں آپ کو ایک خط لکھ دوں تو کیا آپ سکردو جا کر پوسٹ گے؟"

"سر آپ کہیں گے تو لاہور جا کر آپ کے گھر دے آئیں گے --- لکھیں

میں نے فوراً اپنا رک سیک کندھے سے اتارا۔ اس کی پاکٹ میں سے سادہ لا اور مارکر نکالا اور پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا —— اور کہاں بیٹھ گیا؟ دریائے الڈو کی وسیع گذر گاہ کے ساتھ ایک ایسے ریتلے میدان میں جہاں نیلی جھاڑیاں لی اور چاروں جانب برفوں والے پہاڑ سر بلند تھے —— میں یہاں سے گھر لوں کو کیا لکھوں ——

"بگ نبی گائڈ ادھر سے آ رہا تھا میں نے سوچا اس کے ہاتھ تم سب کو ایک چٹھی بھیج دوں۔

ہم پائیو کی جانب جا رہے ہیں۔ ہر ایک کہہ رہا ہے کہ موسم بہت خراب ہے۔ سردی بہت ہے۔ بہر حال جہاں تک جا سکا جاؤں گا۔

قراقرم کے کسی راستے پر دریائے برالڈو کے کنارے

مستنصر"

کس جگہ پر بیٹھا اپنے بچوں کو خط لکھ رہا ہوں جس کے بارے میں معلوم ہی یں کہ کہاں ہے —— اس کا نام کیا ہے۔

اس دوران شاہد صاحب بھی احتیاط سے آہستہ آہستہ قدم دھرتے آ گئے۔ دیکھ کر سینے پر ہاتھ رکھا اور رک گئے "مائی لیڈر —— خیریت ہے؟"

میں نے بگ نبی کا تعارف کروایا اور خط کے بارے میں بتایا۔

شاہد صاحب نے بھی اپنا رک سیک اتارا اور مجھ سے کاغذ اور مارکر ادھار کر خط لکھنے لگے ——

بلکہ لکھنے کی تیاری کرنے لگے پھر اپنا ہیٹ کھجا کر بولے "مائی لیڈر —— آج وخ کیا ہے؟"

"پتہ نہیں ——"

"اور —— خط میں کیا لکھیں؟"

"پتہ نہیں۔"

"آپ کیسے لیڈر ہیں کہ آپ کو کچھ پتہ نہیں ——"

"اسی لئے تو میں لیڈر ہوں کہ مجھے کچھ پتہ نہیں ——"

بگ نی مسکراتا رہا اور پھر ہم دونوں کے خط اپنے تھیلے میں رکھ کر اس ٹورسٹ کے پاس چلا گیا جو ہم سے کچھ فاصلے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شکریہ بگ نی کیونکہ وہ دونوں خط لاہور پہنچ گئے۔

سفر پھر شروع ہو گیا۔

دریائے برالڈو کے اس پار، ریت کے ٹاپوؤں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں پرے دور پہاڑوں کے دامن میں دو سیاہ چیزیں تھیں جو کبھی حرکت کرتیں او ٹھہر جاتیں --- میں پھر رک گیا۔ شائد میں ان علاقوں میں پہلی مرتبہ جنگلی حیا مشاہدہ کر رہا تھا۔ لیکن فاصلہ اتنا زیادہ تھا، ایک کلو میٹر سے بھی کہیں زیادہ نہیں چلتا تھا کہ جس جنگلی حیات کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے وہ کیا ہے ——

غلام آج میری درخواست پر پورٹروں کے ساتھ آگے نکل جانے کی ہماری ٹیم کے آخری ممبر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور میں نے اس کی میں یہی عرض کیا تھا کہ بھائی صاحب آپ اور مکمل پورٹر برادری ہم سے آگے جاتی ہے اور گم ہو جاتی ہے —— فرض کریں ہم میں سے کوئی ایک بیمار ہے، زخمی ہو جاتا ہے اور ہم اپنی طے شدہ منزل کی بجائے اسی مقام پر ش کرنے چاہتے ہیں تو کیا ہو گا —— آپ مہربانی کریں اور سب سے آخر میں ہوئے ممبر کے پیچھے پیچھے چلتے آئیں —— چنانچہ وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آ رہا

"غلام —— یہ دریا کے پار کوئی جنگلی جانور ہیں؟"

"جنگلی جانور ——" وہ ہنسنے کو تھا لیکن پھر ضبط کر گیا "نہیں صاحب تو زوہ ہے۔ اسکولے کے لوگ ادھر اپنا زوہ چھوڑ جاتے ہیں پھر کئی دن جاتے ہیں۔"

"ظاہر ہے ان کو یہاں سے کوئی چرا نہیں سکتا ——"

"ظاہر ہے —— چرا کر ادھر سے جائے گا تو اسکولے ہی سے گزر دوسری طرف سے جائے گا تو کے ٹو لے جائے گا ——"

"درست ——" میں نے سر جھٹکا اور پھر چلنے لگا "غلام۔ آج کھانا

"بار دول میں ہو گا ——"

"اور پائیو کتنے بجے پہنچیں گے"

"پائیو نہیں پہنچیں گے صاحب —— بار دول میں یا ذرا آگے رات کریں — آرام کریں گے"

"نہیں آج ہمیں پائیو پہنچنا ہے۔"

"ٹھیک ہے صاحب ——"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ غلام نے آج پائیو نہ پہنچنے کا فیصلہ کیوں کر لیا

زمین ہموار ہی چل رہی تھی۔ کئی مقامات پر صحرائی ٹکڑے بھی آئے۔ منظر وش نمائی بہت کم تھی —— خشک پہاڑ۔ دریائے برالڈو کا ریتلا کنارا اور ھوٹی جھاڑیاں۔

دوپہر کے وقت ہم ایک ہموار ریتیلے علاقے میں پہنچے۔ چٹانوں کے عین نیچے اور نیلے پیلے خیمے نصب تھے اور لگتا تھا کہ یہاں لوگ شب بسر نہیں کرتے پند روز کے لئے قیام کرتے ہیں۔ کچھ غیر ملکیوں سے سلام دعا ہوئی اور ہم ھ گئے۔ ایک نیلے خیمے کے اندر چند مقامی لوگ اپنے درمیان میں پلاؤ کا رکھے اس پر جھکے ہوئے تھے۔ جتنی دیر میں میں اس کے کھلے دروازے سے گزرا اتنی دیر میں ان میں سے ایک کو میں نے نور حیات کی شکل کا وہ فوراً باہر آ گیا۔ وہ نور حیات ہی تھا۔

"صاحب آپ --- آپ ادھر --- ادھر کیسے آ گئے؟" وہ سخت حیرانی میں ا۔ میری اور اس کی پہلی ملاقات راولپنڈی کے ڈینز ہوٹل میں ہوئی تھی جب مبشر کے ہمراہ جان سموئچ کی کے ٹو نارتھ پلر مہم کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہنزہ میں مل گیا —— اور ابھی دو روز پیشتر اسکولے کی طرف وادی سفر کرتے ہوئے مجھے نور حیات یاد آیا تھا۔ کس طرح وہ ایک پیاسے کے لئے برالڈو گورج میں اتر کر پانی لے آیا تھا —— یہ کیسا اتفاق تھا کہ

وہ مجھے ایک خیمے میں جھانکنے سے مل جاتا ہے ——— اگر میں باردول کیمپنگ چلتے ہوئے اس نیلے خیمے کی طرف نگاہ نہ کرتا ——— تو وہ نہ ملتا۔

میں نے اسے اپنی مہم کے بارے میں بتایا۔

"تم کھانا کھا لو۔ ہم بھی لنچ کے لئے یہیں رک رہے ہیں ———"

"نہیں نہیں آپ کے لئے کھانا میں لاتا ہوں ———" اس نے بہت ا کیا۔

"یہ اچھا نہیں لگے گا کہ تقریباً تیس لوگوں میں سے صرف میں آپ ساتھ کھانا کھا لوں ———"

"تو سب لوگوں کے لئے بنا لیں گے ———" وہ پہلے کی نسبت صحت چکا تھا بلکہ قدرے موٹا ہو رہا تھا اور اس کی ناک کا ایک حصہ پہلے کی طرح پھڑکتا نہیں تھا ———

غلام نے لنچ کے لئے روٹیاں کوروفون میں ہی پکا لی تھیں اور انہیں شہد اور اچار کے ساتھ کھایا گیا تو یقیناً سب کو سواد آگیا ——— روٹی سے پ اور وہ بھی چینی سوپ ---- اور پھر گرم کافی ———

باردول میں آلودگی کے آثار بہت نمایاں تھے ——— دریا کے سا ریتیلے علاقے میں جا بجا خالی ڈبے، پلاسٹک کی بوتلیں، لفافے، جلی ہوئی لکڑ ایسی چیزیں نظر آ رہی تھیں جو حضرت انسان کی لاپروائی اور کور ذوقی کا تھیں۔ نور حیات اپنے خیمے کے پاس ٹین کے ڈبے کوٹ رہا تھا۔" میں کو رہا ہوں کہ باردول میں جتنے ٹین کے ڈبے ہیں انہیں کوٹ کر اپنے سا جاؤں اور سکردو پہنچ کر ڈلیور کر دوں ——— میں جس ٹیم کے ساتھ ہوں اپنے سفر اور قیام کے دوران کاغذ کا ایک پرزہ یا سویٹ کا ایک ریپر بھی ا میں نہیں پھینکا ---- لیکن بہت سارے لوگ بہت زیادہ لاپرواہ ہیں ——— جا کر دیکھئے گا کہ کیمپنگ سائٹس کا کیا حال ہے ——— تارڑ صاحب ان ی سے بچانے کے لئے آپ بھی کچھ کیجئے ———"

"ہم ادھر اسلام آباد میں بہت کچھ کر رہے ہیں نور حیات ----

ار کروا رہے ہیں این جی اوز کام کر رہی ہیں ---- ماحولیات کی وزارت الگ و بہت سوچ بچار کر رہی ہے ---- اس کے افسران اتنے فکر مند ہیں کہ اکثر الاقوامی سیمینارز میں شرکت کرتے رہتے ہیں ---- ان میں ماحول کو بہتر بنانے ایک لہر دوڑ رہی ہے ----"

"یہ لہر یہاں تک تو نہیں پہنچی"

"یہاں تک ——— ماحولیات کے افسران کو دراصل ان علاقوں کا پتہ ا کہ یہ کدھر ہیں ورنہ وہ لہر یہاں تک بھی پہنچ جاتی ———"

"آپ مذاق کرتے ہو سر ——— آج آپ کدھر رات کرے گا صاحب؟"

"پائیو ———"

"شام کو پہنچے گا ———"

"راستہ زیادہ خطرناک تو نہیں ———"

"نہیں ——— زیادہ خطرناک تو نہیں۔ ایک دو جگہ ہیں جہاں سے کبھی کوئی ل وغیرہ گرتا ہے ——— راستہ ٹھیک ہے صاحب ———"

"چلیں صاحب ———" غلام رک سیک اٹھائے میرا منتظر تھا کیونکہ پورٹر جا ے اور ٹیم ممبر کھانے کے بعد کی نیم غنودگی میں ذرا جھومتے ہوئے اٹھ رہے

•

"ر حیات ۔ ہمارے ساتھ ایک ڈاکٹر ہے ——— یہاں کوئی بیمار تو نہیں؟"

"نہیں صاحب ——— ویسے ہمارے گروپ میں ایک نرس ہے ———"

"نرس ہے؟" میاں صاحب چونکے "پھر تو ہم بیمار ہیں"

"آپ اسے دیکھ لیں گے تو زیادہ بیمار ہو جائیں گے ———" نور حیات ہمیں لک کے آخر تک چھوڑنے آیا "بس اسی طرح پھر کبھی مل جائیں گے صاحب ن پہاڑی راستے پر ---"

دوسکم ڈونگ نی سوک ——— یعنی
میرا سوکھا ہوا کانٹا میں ایک رات"

وہاں بھی ریت تھی۔ سوکھی چٹانوں کے سائے میں جھاڑیاں تھیں۔ ذرا پرے تھا اور سنائی نہیں دیتا تھا۔ اور جو ہمارے سفر کا رخ تھا وہاں ایک نیلگوں چوٹیوں پر برف دکھائی دیتی تھی ——— اور اس مقام پر ہم تین بجے پہنچ

پورٹر سامان کندھوں سے اتار کر آرام کر رہے تھے۔

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ غلام مزے سے ٹہلنے کے انداز میں چلتا آ

"غلام ———" وہ اڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا "یہ پورٹر کیا کر رہے ہیں؟"

"آرام کر رہے ہیں ———"

"یہ تو مجھے بھی دکھائی دے رہا ہے کہ آرام کر رہے ہیں لیکن ابھی گھنٹے پیشتر ہم نے باردو مل میں جو آرام کیا ہے ———"

"تو ادھر چاہئے پڑے گا ———"

"ادھر چاہئے پڑے گا تو پایو کیسے پہنچے گا ——— یہاں سے پایو تک کا ہے؟"

"چار گھنٹے تو لگیں گے صاحب ——— تو ادھر رات کرتا ہے اور پھر گا ———"

"دیکھو غلام ——— ادھر رواج ہے کہ پورٹر لوگ پایو میں ایک کرتا ہے اور روٹی پکاتا ہے اور راشن تقسیم ہوتا ہے ——— ٹھیک؟ ——— آج پایو نہیں جاتے ——— کل جاتے ہیں تو پھر پرسوں ریسٹ ہوگا ——— ایک دن ضائع ہوگا۔ ہم ابھی کافی بہتر حالت میں ہیں پایو تک چل سکتے ہیں

"صاحب آپ ادھر ٹھہرو۔ میں پورٹر سے بات کرتا ہوں۔ اگر ہم ادھر رات کرتا ہے تو کل بہت جلدی پایو پہنچے گا اور پرسوں آرام نہیں کرے گا ——— آگے جائے گا"

"تم پورٹرز سے بات کر لو ———"

ڈاکٹر صاحب نے اپنا رک سیک اتار کر کھولا اور سلیپنگ بیگ نکال کر ریت پر بچھایا اور دراز ہو گئے ——— "چوہدری صاحب ——— کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ہر شام تھکے ہوئے ٹوٹے ہوئے بھوکے پیاسے قدم گھسیٹتے اپنی اگلی منزل پر پہنچیں ——— کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ابھی تھکے نہ ہوں ——— حواس میں ہوں ——— اور کسی مقام پر یوں ——— سلیپنگ بیگ نکال کر ریت پر بچھائیں اور لیٹ جائیں ——— یہ نہیں ہو سکتا؟"

"لیکن ڈاکٹر صاحب ——— پایو"

"پایو کہاں جائے گا ——— ادھر بالتورو گلیشیئر کے دامن میں ہی رہے گا کل ——— کل چلے جائیں گے ——— آپ خود ہی تو کہتے تھے کہ ہمارے پیچھے پولیس تو نہیں لگی ہوئی ——— یہیں ٹک جائیں ——— ابھی دن ہے ——— ابھی تھکاوٹ نہیں ——— ذرا انجوائے کریں ———"

مجھے ڈاکٹر صاحب کا یہ جواز پسند آیا۔ کبھی منزل سے پہلے جب آپ اچھی ... میں ہوں۔ آپ کے قدم گھسٹتے نہ ہوں تب بھی تو رک جانا چاہئے۔ یہ ... ہے کہ انسان کی زبان باہر نکلی ہو اور وہ گرتا پڑتا کہیں پہنچے اور سلیپنگ ... ایک آٹے کی بوری کی طرح گرے اور گرا رہے ———

غلام واپس آیا تو اس نے بھی اچھی خبر سنائی "صاحب اگر ادھر رات کرے پورٹر پایو میں ریسٹ نہیں مانگے گا۔ پرسوں آگے جائے گا ———"

"لینڈ ہو ———" ڈاکٹر صاحب نے کسی سمندری کپتان کی طرح منزل کو دیکھتے نعرہ لگایا... "سجنو رک سیک اتارو اور ریلیکس کرو ———"

پورٹر سامان کھولنے لگے۔ غلام نیلی ترپال کو ایک چٹان کے ساتھ باندھ سائبان تیار کرنے لگا ——— ہم اپنے اپنے خیمے ایستادہ کرنے لگے۔

یہ واقعی ایک بہت کمال کا جسمانی لطف تھا کہ آپ زیادہ تھکے ہوئے نہیں۔ دن کا پچھلا پہر ہے اور ادھر چٹان کا سایہ ہے لیکن میدان میں اور دریا پر دھوپ ہے اور غلام آپ کو پہلے ازجائل کے دو گلاس پلاتا ہے اور پھر آلو کے قتلے فرا[ئی] کرکے ٹماٹر ساس کے ہمراہ پیش کرتا ہے۔ اور آپ نے کہیں نہیں جانا ——— او[ر] ہی رات کرنا ہے۔

”غلام اس جگہ کا نام کیا ہے ——“ میں نے بوٹوں کے تسمے اتارتے ہو[ئے] پوچھا اور اس نے جواب میں کچھ ’ڈم ڈم ڈی ڈی ڈنگ ڈونگ قسم کا نام لیا۔

”دوبارہ بتاؤ اور ایک ایک لفظ پر ٹھہر کر بتاؤ ——“

”سکم —— ڈونگ —— نی سوک“ اس نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا اور میں نے [اسی] وقت اسے اپنے کاغذوں میں لکھ لیا ورنہ مجھے یہ سکم ڈونگ نی سوک کہاں یا[د رہ] سکتا تھا۔

”اس کا مطلب بھی کچھ ہے یا —— بس یونہی ڈنگ ڈونگ ہے“

”مطلب ہے ناں —— میرا سوکھا ہوا کانٹا۔“

”کیا نام ہے ’میرا سوکھا ہوا کانٹا“

”میرا بھی تو ہے ——“ ڈاکٹر صاحب نے نعرہ لگایا۔

”اور میرا بھی ——“ شاہد صاحب نے ہاتھ کھڑا کر دیا ——

اتنی دیر میں مرزا صاحب پاس سے گزرے تو ڈاکٹر صاحب نے پوچھا ”مرزا صاحب آپ کا بھی ہے؟“

مرزا صاحب سرخ ہو گئے ”اس طرح کی باتیں نہ پوچھا کریں سر...“

آہستہ آہستہ ہوا چلنے لگی لیکن اس میں ابھی ٹھنڈک نہ تھی ——

میں اپنے سفری نوٹس لکھنے کے لئے جھاڑیوں سے پرے ایک پتھر [سے ٹیک] لگا کر بیٹھ گیا ... میرے نیچے ریت تھی اور کھسکتی تھی۔ میں نے اس سفر [میں] زیادہ نوٹس نہیں لئے تھے ... اور پہلی مرتبہ ڈائری کے بجائے کھلے [کاغذوں پر] یادداشتیں لکھی تھیں —— اس قسم کے پہاڑی ٹریک کے بارے میں [آپ کیا یاد] رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ۔ میں یہی لکھ [سکتا تھا]

کہ اس وقت ہم باردوِل کے علاقے میں ہیں اور سوکھا ہوا کانٹا میں ہیں اور یہ ایک ریتلا جھاڑیوں سے بھرا ہوا میدان ہے اور ذرا ہٹ کر دریائے برالڈو بہتا ہے اور ... اور آپ کیا لکھ سکتے ہیں؟ پہاڑوں کو —— کوہستانی لینڈ سکیپ کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا۔ آپ ایک پہاڑ کے بارے میں کیا کچھ کہہ سکتے ہیں —— آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑ ۔ بلند پہاڑ۔ برف پوش چوٹیاں۔ برف پوش بلندیاں۔ اونچے اونچے پہاڑ ... نیلگوں چوٹیاں۔ آسمان کو چھوتی چوٹیاں ... اور جب آپ کسی پہاڑی دریا کو بیان کرتے ہیں تو وہ دریا پرشور۔ شوریلا۔ پتھروں پر اچھلتا سر پٹختا۔ جھاگ اڑاتا کے علاوہ اور کیا کیا کچھ ہو سکتا ہے —— چنانچہ کوہستانی لینڈ سکیپ کو بیان کرتے کرتے آپ کی تحریر میں ایک یکسانیت در آتی ہے —— اسی یکسانیت سے بچنے کے لئے میں اپنے احساس کو اور آس پاس کے موسم کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ میں ایک لینڈ سکیپ یا ایک منظر کو دیکھ کر اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور پھر واپسی پر اسے اپنے سامنے دوبارہ زندہ کرنے کا جتن کرتا ہوں ... اور جب میں وہ منظر بیان کرتا ہوں تو اس میں اس منظر سے جدائی کی کسک بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اس لینڈ سکیپ کے لئے اداسی بھی تحریر میں جھلکنے لگتی ہے —— اور جب لکھتا ہوں تو اس لمحے کی محرومیاں اور ناکامیاں بھی اس میں شامل ہونے لگتی ہیں —— شاید اسی لئے میرے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میرے سفرناموں میں فکشن بھی ملاوٹ کر جاتی ہے —— جی ہاں۔ آپ کسی شخص کے ساتھ گفتگو کریں اور اسی شام اپنی لکھنے والی میز پر براجمان ہو کر اس گفتگو کو قلم بند کر لیں —— وہ قدرے مختلف ہو گی ۔ اس میں آپ کی خواہشیں شامل ہو جائیں گی —— وہ بالکل لفظ بہ لفظ نہ ہو گی —— جو کہ تھی —— بس میں جو منظر بیان کرتا ہوں وہ بھی ذرا مختلف ہو جاتے ہیں —— مقام وہی رہتا ہے۔ اس مقام کے پتھر جھاڑیاں ۔ پہاڑ اور موسم وہی رہتے ہیں لیکن —— ان میں میں خود شامل ہو جاتا ہوں —— اور مجھ میں فکشن بھی ہے اور فینٹسی بھی —— میں ایک منشی نہیں ہوں کہ جو سامنے ہے اسے نوٹ کر لوں اور کاغذ پر اس کی فہرست بنا دی —— جس نے مناظر کو ہو بہو ویسا ہی دیکھنا ہے کہ وہ ہیں تو اس کے لئے بہتر ہو گا کہ وہ ان مناظر کی تصویریں دیکھ لے

—— لفظوں کو پڑھنے میں وقت ضائع نہ کرے۔
مرزا صاحب جدھر بھی گئے تھے واپس آ رہے تھے اور جیسے بچوں کی طر
بے حد صاف ستھرے اور نکھرے ہوئے لگ رہے تھے ——

"مرزا صاحب ادھر کوئی منہ ہاتھ دھونے کا انتظام بھی ہے ——؟"

"سر ادھر تو نہانے کا انتظام ہے ——"

"نہانے کا؟ ——" میری باچھیں کھل گئیں۔ "مرزا صاحب میں آ کا ایک مائینر سا بزرگ ہوں مجھ سے مذاق مت کیجئے —— کیا واقعی؟"

"سچ کہہ رہا ہوں ——"

میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ مرزا صاحب اکثر پہاڑوں پر جاتے رہتے اور کیا پتہ کسی بلندی پر کچھ اثر وغیرہ ہو گیا ہو اور موصوف دریائے برالدو میں لگا آئے ہوں ——

"آپ بھی نہا آئیں ——" انہوں نے دریا کی طرف اشارہ کیا۔

"نہ —— مجھے نہانے کا شوق ہے ڈوبنے کا نہیں ——"

"سر ڈوبنے کا؟ —— وہاں تو چلو بھر پانی ہے ——"

"کہاں؟" میری شاخِ امید پھر سرسبز ہو گئی۔

"یہاں اس کیمپنگ گراؤنڈ میں ہم جب داخل ہوئے تھے تو راستے پتھروں کے ڈھیر نہیں تھے بس وہاں پہ اوپر سے کوئی چشمہ آ رہا ہے۔ پہلے میں ہاتھ منہ دھویا تو پانی اچھا لگا —— پھر میں نہانے لگا ——"

ڈاکٹر صاحب بہت دیر سے کان لگائے سن رہے تھے وہ بھی اٹھ کر م پاس آ گئے —— "تو پانی ایسا ہے کہ نہایا جا سکے؟"

"بالکل جی —— ویسے ٹھنڈا تو ہے —— اور گلیشر کا تو ہے —— لیکن کڑا کر کے ایک مگ ڈال لیں تو پھر کام آسان ہو جاتا ہے ——"

پانی میرے خاندان کے جینز میں شامل ہے —— شائد اس لئے کہ گاؤں دریائے چناب کے کنارے تھا اور میرے والد کے لئے یہ معمولی بات تھی ... تیر کے دوسرے کنارے پر جائیں اور میرے دادا جان کو ناشتہ دے

گاؤں واپس آ جائیں اور پھر خود ناشتہ کریں۔ ایک بار بڑے سیلابوں کے دوران ابا جی شاہدرہ سے گھوڑ منڈی تک پانی میں چلتے اور تیرتے گئے تھے —— اور یہ فاصلہ چالیس میل سے اوپر تھا —— میں نے ڈبکیاں لگانے کا ابتدائی کورس گھوڑ منڈی کے غلیظ جوہڑوں سے کیا تھا۔ پھر سوئٹزر لینڈ اور سویڈن اور انگلستان کی جھیلوں میں بھی نہائے لیکن وہ لطف نہ آیا جو ان جوہڑوں میں ڈبکی لگا کر باہر آنے پر آتا تھا کہ بالوں میں کائی پھنسی ہوئی ہے اور ایک کان میں کوئی بوٹی ہے اور دوسرے میں شائد کوئی چھوٹا موٹا مینڈک ٹرا رہا ہے —— اور شائد کاندھے پر ایک آدھ بطخ بھی براجمان ہے —— مجھ سے اگلی نسل میں پانی کے لئے رغبت تو ہے لیکن آؤٹ ڈور کا فیشن نہیں ہے ان ڈور یعنی غسل خانوں میں زیادہ نہاتے ہیں —— سلجوق کو بھی صفائی ستھرائی کا بے حد شوق ہے۔ غسل خانے میں جا کر باقاعدہ آباد ہو جاتا ہے۔

"تو پھر میں بھی ٹرائی مارتا ہوں —— بہت دن ہو گئے نہائے ہوئے" میں اٹھنے لگا تو ڈاکٹر صاحب نے میرا کندھا پکڑ کر بٹھا دیا۔

"چوہدری صاحب آپ کی عمر ہے کنکورڈیا کے راستے میں برفیلے پانیوں میں اشنان کرنے کی —— ہم واپس جا کر کیا جواب دیں گے کہ تارڑ صاحب اچھے بھلے تھے بس تولیہ کندھے پہ ڈال کر گئے ہیں تو واپس نہیں آئے —— جا کر دیکھا تو برفانی حالت میں تھے اور بس ہنس رہے تھے —— آپ بیٹھیں پانی کا درجہ حرارت میں چیک کرتا ہوں۔ شاہد صاحب آپ نے آنا ہے؟"

شاہد صاحب بڑے غور سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر فوراً "لبیک کہا اور تولیہ کندھے پر ڈال لیا —— دراصل شاہد صاحب کو ڈاکٹر صاحب تھوڑا سا بلیک میل بھی کرتے تھے۔ شاہد صاحب راستے میں کہیں ستانے کے لئے بیٹھے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے ان کے قریب جا کر بڑی مایوسی سے دیکھنا ہے اور کہنا ہے "آپ کی طبیعت تو شائد پھر خراب ہو گئی ہے" اس پر شاہد صاحب چھلانگ مار کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے "نہیں ——" اور ... یا —— یا پھر ان کی نبض دیکھنے لگیں گے —— شاہد صاحب میں ابھی سوچ رہا ہوں کہ —— جی تو نہیں چاہتا آپ کو سکردو واپس بھیجنے کو لیکن —— شاہد

صاحب کو مسلسل یہ خدشہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کسی وقت بھی انہیں "نااہل" دے کر واپسی کا مشورہ دے دیں گے —— چنانچہ وہ ان کی کوئی بھی بات نہ ما کا رسک نہیں لے رہے تھے۔

"اور ہاں مرزا صاحب ——" ڈاکٹر صاحب ذرا شرارت کے موڈ میں نہانے کے لئے کوئی اوٹ یا کوئی روپوشی کا بھی بندوبست ہے یا کھلے میدان میں"

"سر آپ مجھ سے سینئر ہیں آپ سے کیا عرض کروں ——" مرزا صا ذرا شرمندہ ہوئے "ہے تو کھلا میدان لیکن یہاں تو وہی دنیا کی نکڑ ہے جہاں بنا بندے دی ذات ہووے —— آپ کو دیکھنا کس نے ہے ——"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ قدرتی حالت میں نہا کر آئے ہیں۔ کوئی پر نہیں ہوئی؟"

"نہیں —— بس ایک پورٹر ادھر آ نکلا تھا پانی لینے کے لئے ۔ میں نے "شو شو" کیا تو وہ گیا ہی نہیں۔ دانت نکالنے لگا اور پانی لینے کے بعد گیا —— پورٹروں کا خیال رکھئے گا ——"

"مرزا صاحب آپ بھی اس پورٹر کا خیال رکھئے گا جو شو شو کرنے نہیں گیا تھا ——"

دونوں ہنستے ہوئے چلے گئے۔

"عجیب حس مزاح ہے ڈاکٹر صاحب کی ——" مرزا صاحب نے ناک کر کہا اور کچن کی جانب گرم کافی کی امید میں چلے گئے۔

میں اپنے سفری نوٹس کی طرف پھر متوجہ ہوا —— ابھی سوچ رہا تھا لکھوں کہ شاہد اور ڈاکٹر واپس آتے دکھائی دیئے۔

"اللہ معافی ——" شاہد صاحب کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے —— " کہ ٹھنڈے کن کھجورے ہیں جو بہتے چلے آ رہے ہیں ——"

"نہا کر نہیں آئے؟" میں نے پوچھا۔

"چوہدری صاحب میں نے پانی کو ایک انگلی سے چیک کیا تو اسے طبی سے انسانی صحت کے لئے مضر پایا —— چنانچہ اجتناب کیا اور تولیے کو گ

ے پر ٹاکی پھیر لی ہے ——"

"لیکن مرزا صاحب کیسے نہا آئے؟"

" یہ تو اب ہم اس پورٹر سے جا کر پوچھتے ہیں جو شو شو کرنے پر بھی نہیں گیا اور دانت نکالتا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا —— پوچھیں گے کہ مرزا صاحب کو کس لت میں دیکھا ——"

اب پتہ نہیں کہ دونوں پر سکم ڈونگ نی سوک کی تنہائی کا اثر ہو گیا تھا رمجھ سے مذاق کر رہے تھے یا سچ مچ پانی اتنا سرد تھا کہ وہ چہروں پر تولیہ پھیر کر آ ے تھے —— یہ جاننے کے لئے کہ حقیقت کیا ہے میرا نہانا یا نہانے کی کوشش کرنا ضروری تھا۔

اوپر سے بلندی سے چٹانیں اور پتھر بہہ کر آئے تھے اور یقیناً کسی بڑے لیشئر کے پگھلنے سے آئے تھے۔ ان چٹانوں میں جگہ بناتا وہ چشمہ تھا یا گلیشئر کا پانی جو واقعی چلو بھر ہی تھا —— جہاں وہ ریت پر بہتا تھا وہاں اسے ریت سے الگ ر کے اٹھانا مشکل تھا... البتہ ایک مقام میں نے ایسا تلاش کر لیا جہاں یہ پانی ایک الی سی دھار کی صورت گر رہا تھا۔ اس کے نیچے اگر کافی کا مگ رکھ دیا جائے تو قطرہ قطرہ مگ بھر جانے... کا امکان تھا۔ میں نے اپنا تولیہ اور صابن ایک پتھر پر ا اور پھر ذرا جھجکتے ہوئے شرٹ اور جین اتار دی۔ اب میں تھا اور بس میں ہی تھا اور قراقرم کی ٹھنڈی ہوا تھی... جو زندگی میں پہلی مرتبہ مقامات آہ و فغاں اور راست لگ رہی تھی اور بہت ٹھنڈی لگ رہی تھی —— اور جب میں نے لڑا کر کے پانی کا پہلا مگ اپنے بدن پر ڈالا ہے تو مقامات تو تقریباً غائب ہو گئے آہ و فغاں باقی رہ گئے ——

اگر ایک بچہ کسی گلیشئر کی کوکھ میں پیدا ہو اور اس میں سے جنم لینے والی ندی میں بہتا ہوا دنیا میں وارد ہو تو شائد وہ اسی طرح یخ اور کھنکتا ہوا کرے جس طرح پورے پانچ مگ پانی کے ساتھ نہانے کے بعد میں محسوس تھا —— اور میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ یہ کپڑے وغیرہ بالکل بے فضول اور مجھے یونہی کیمپ میں واپس چلا جانا چاہیئے —— کیا ہوادار زندگی تھی ——

بہرحال میں نے جین چڑھائی اور بنیان پہن کر پتھروں میں قدم رکھتا کیمپ کی جانب
چلنے لگا —— راستے میں ایک مقام پر میں نے برالڈو کو ایک عجیب روشنی میں دیکھا
—— اس کے ایک حصے پر جہاں پچھلے پہر کی دھوپ زرد ہو رہی تھی ایک ٹھہراؤ
تھا جیسے پانی یہاں سُست ہو گئے ہیں- لہریں سلوموشن میں اٹھ رہی ہیں —— اور ا
کی بے پناہ وسعت میں جہاں تک میں دیکھ سکتا تھا کوئی نہ تھا- صرف میں تھا-
کیمپ واپس آیا تو ہاتھ اٹھا کر فضا میں لہراتا ہوا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا —
تھینک یو برالڈو تم نے مجھے اپنے پاس بلایا- یہ منظر دکھلائے _ تھینک یو ویری مچ
ڈاکٹر صاحب نے مجھے دیکھ لیا "چوہدری صاحب یہ آپ کس سے باتیں
کر رہے ہیں؟"

"برالڈو سے-"

"برالڈو سے —— ذرا نبض تو دکھائیے ——"

"میں بالکل ٹھیک ہوں خاں صاحب —— اور میں برالڈو سے ہی با
کر رہا تھا ——"

"اور کیا برالڈو بھی آپ کے ساتھ محوِ گفتگو تھا؟"

"نہیں شکرگزار تو میں تھا ——"

"آپ سیریس تو نہیں ہو سکتے؟" ڈاکٹر صاحب نے اپنی طفلانہ مسکرا
بکھیر کر کہا-

"میں بالکل سیریس ہوں- میں پچھلے کئی روز سے برالڈو سے باتیں
ہوں صرف آپ کو آج خبر ہوئی ہے ——" ڈاکٹر صاحب نے مجھے تشویش
نظروں سے دیکھا "نہ نہ .... مجھے اس طرح نہ دیکھیں —— میں سچ کہہ رہا
میں جب ٹریک پر چل رہا ہوتا ہوں نظریں جھکائے مشقت کرتا ہوا تو میں چپ
رہتا —— میں باتیں کرتا ہوں راستے میں جو بھی چیز ہو اس کے ساتھ ——"

"مثلاً آپ برالڈو سے کیا باتیں کرتے ہیں؟"

"اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس وقت میں کہاں ہوں- اگر
دریا کے ساتھ ساتھ زیادہ پُر خطر راستے پر نہیں ہوں تو پھر میں ذرا فرینڈلی ہ

"ہاں بھئی برالڈو صاحب کیا حال ہیں- یار کیوں اچھل رہے ہو- کیوں غصے میں
ہو- تم نے خود ہی تو بلایا تھا اپنے پاس اب ناراض ہوتے ہو —— اور اگر میں کسی
پُر خطر راستے پر نیچے بہت گہرائی میں برالڈو کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں ' بڑے بھائی
جان' برالڈو جی ... سر آپ نے ہمیں اپنے پاس نہیں بلانا _ نہ نہ ... مہربانی ہے آپ
کی . تھینک یو ویری مچ"

"بہت دلچسپ" ڈاکٹر صاحب نے سر ہلایا "اور یہ کیفیت شائد پہلی بار
سامنے آئی ہے ——"

"خان صاحب اگر آپ کا خیال ہے کہ مجھ پر بلندی کا اثر ہو گیا ہے تو آپ
غلطی پر ہیں ...میں تو اسلام آباد میں صبح سویرے ٹیلی ویژن سٹیشن کی طرف جاتے
ہوئے جب گلگت یا سکردو کے جانے والے طیارے کو دیکھتا ہوں تو اس کے ساتھ
بھی باتیں کرتا ہوں ——"

"سبحان اللہ ——" ڈاکٹر صاحب ہنسنے لگے "آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا ——"
ہمارے سب کے درمیان ایک فقرہ مسلسل گردش کرتا تھا اور وہ تھا' مجھ پر
بلندی کا اثر ہو گیا ہے ——

اگر کوئی حماقت آمیز بات منہ سے نکل گئی ہے تو معاف کیجئے گا مجھ پر بلندی
کا اثر ہو گیا ہے —— اگر آپ اداس ہیں تو معاف کیجئے مجھ پر بلندی کا اثر ہو گیا
سالن میں نمک زیادہ ہے تو غلام پر بلندی کا اثر —— مرزا صاحب اپنے
بچوں کو یاد کرتے ہیں بلندی کا اثر —— میاں صاحب بے چاریوں کی یاد میں
آہیں بھرتے ہیں تو —— اور تو اور سویرے سویرے قبض ہو گئی ہے تو ——

"ویسے آپ پر تو یقیناً بلندی کا اثر ہو چکا ہے ——" ڈاکٹر صاحب مسلسل
کہہ رہے تھے "لیکن آپ ٹیم کے لیڈر ہیں اگر آپ کو واپس بھیج دیں تو ہم کیا
کریں گے —— آپ کو برالڈو سے باتیں کرنے کی اجازت ہے چوہدری صاحب"

"شکریہ خان صاحب ——"

لم ڈونگ نی سوک میں —— کوروفون کی طرح خیمے میں کسی ندی کے بہاؤ
رات کو جھاڑیوں میں ریت کی سرسراہٹ سنائی دیتی تھی —— ریت کو

تیز ہوا اڑاتی تھی اور وہ خیمے کے پردے پر گرتی جاتی تھی۔
صبح ہمیں پائیو جانا تھا۔
اور آج شب ہم کہاں تھے؟ سکم ڈونگ نی سوک میں ——کیا میں نے اپنے وحشی ترین خوابوں میں بھی یہ سوچا تھا کہ کبھی میں ایک ایسے مقام پر شب بسر کروں گا جس کا نام ——میرا سوکھا ہوا کانٹا ——ہو گا۔

"بلند چٹان سے چمٹے ہم اور نیچے برالڈو میں ڈیتھ ڈراپ"

میں گھوڑا ہو چکا تھا——
ڈاکٹر صاحب نے درست کہا تھا کہ ٹریک کے تیسرے روز انسان گھوڑا ہو جاتا ہے۔ میں آج بہت اچھا چل رہا تھا——
میرے سانس لینے کے وقفے کم ہو رہے تھے اور میں سر جھکا کر مشقت سے چلنے کی بجائے سر اٹھا کر اپنے آس پاس بھی دیکھتا تھا اور میرے پاؤں میرے بس میں رہتے ہوئے آرام سے اٹھتے چلے جاتے تھے۔
میسنر نے جب کنکورڈیا کا سفر اختیار کیا تو شائد پائیو جاتے ہوئے اس نے لکھا تھا کہ "میری ٹانگیں طاقتور اور ہمت والی ہوتی گئیں۔ غیر موزوں پہاڑی لینڈ سکیپ پر چلتے ہوئے۔ کبھی اوپر پھر نیچے۔ چٹانوں پر چڑھتے' اترتے انسان میں ایک طاقت اور بیلنس آ جاتا ہے——"
مجھ میں بھی بلکہ میرے جسم میں کسی حد تک وہ طاقت اور بیلنس آ چکے تھے اور یہ مجھے حیران کرتے تھے۔ کیونکہ شہر میں تو چار قدم چلنے سے میرا سانس پھولتا تھا۔ میں سُست اور بے ڈول جسم کو مشقت سے بچاتا رہتا تھا اور یہاں—— میں گھوڑا ہو چکا تھا——
میرے آگے آگے نیلا رک سیک اٹھائے دونوں ہاتھوں میں واکنگ سٹکس تھامے عامر چلتا جا رہا تھا—— سامنے خشک چٹانیں تھیں بالکل عامر کے اوپر اور نیچے ان کے دامن میں سفید ریت کا ایک چھوٹا سا صحرا تھا جس میں پاؤں دھنستے تھے اور چلنا مشکل ہو رہا تھا—— مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے عامر کے پاؤں تلے برف تلے

برف ہے اور وہ واکنگ سٹکس پر زور ڈال کر اس پر سکی انگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے ——

اس صحرا کے اختتام پر برالڈو بالکل قریب آگیا بلکہ بعض مقامات پر ا راستے سے اتر کر اس میں ابھرے ہوئے پتھروں پر پاؤں دھرتے چلتے تھے اور ا کے چھینٹے ہماری عینکوں کے شیشے گیلے کرتے تھے۔ یہ جگہیں خطرناک نہیں لگتی تھ کہ کناروں پر بہت کم پانی تھا اور ریت دکھائی دیتی تھی لیکن اس پانی میں گرنا ہر دانش مندی نہ تھی کیونکہ جو لہر آتی تھی وہ طاقتور آتی تھی اور اگر آپ اس میں گرتے ہیں تو اس کے ساتھ مرکزی بہاؤ میں جا شامل ہوتے ہیں۔

آج صبح چلنے سے پیشتر ہم میں سے کسی ایک نے "پائیو" کا نعرہ بلند کیا تھا ا بقیہ ٹیم نے جواب میں "جائیو جائیو" کا نعرہ لگایا تھا ——

راستے میں جب کبھی کوئی ساتھی نظر آتا تو منہ پھاڑ کر "پائیو" کہا جاتا ا اگر وہ دریا کے شور کے باوجود سن لیتا تو "جائیو جائیو" ضرور کہتا ---- تو آج ہم پا کو جائیو جائیو تھے۔

کنکورڈیا ٹریک میں دو کیمپنگ سائٹس ایسی ہیں جن کا بہت تذکرہ ہوتا ہ —— ایک پائیو ---- جہاں ایک دن آرام کیا جاتا ہے —— جہاں آخری ہریاو ہے اور جس کے بعد آپ کنکورڈیا بالتورو گلیشیر پر چلتے ہیں اور پورے چار چلتے ہیں۔ دوسری کیمپنگ اردوکس ہے جہاں پہنچنے پر بلندی واقعی اثر کرتی اور موسم شدید ہونے لگتا ہے اور جس کی ڈھلوانوں سے دنیا کی خوبصورت تر چٹانوں اور چوٹیوں کے منظر دیکھنے میں آتے ہیں —— اور صرف دو روز کے سفر بعد آپ کنکورڈیا پہنچ جاتے ہیں ---- ہم میں جو سہم اور خوف جاگزیں تھے ان وجہ سے ہم خواہش کرتے تھے کہ چلو کنکورڈیا نہ سہی —— کم ازکم پائیو تو پہنچ جا —— اس لئے آج کا دن اہم تھا —— ہم آج پائیو کو جائیو جائیو تھے ——

کل جھولا کے بعد غلام نے دریائے برالڈو کے آخر میں کچھ چٹانوں ا سایوں کی طرف اشارہ کرتے بتایا تھا کہ وہ —— بالتورو ہے —— صاف نظر آ [illegible] لیکن بالتورو ہے ---- اکثر حضرات نے صرف اس لئے "ہاں ہاں دکھائی دے

ہے" کہہ دیا کہ باقی جو کہہ رہے تھے کہ ہاں ہاں دکھائی دے رہا ہے —— انتیسویں روزے کے چاند کی طرح جب یہ چاند دراصل ان کی خواہش ہوتا ہے اور آسمان پر نہیں نظر نہیں آتا اور اس کے باوجود وہ کہتے جاتے ہیں کہ ہاں —— میرا خیال ہے ---- ہاں ہاں نظر تو آ رہا ہے۔

لیکن آج برالڈو کو دیکھتے چلے جائیں تو اس کے آخر میں جو دھندلاتی ہوئی چٹانیں تھیں ان کے درمیان میں کوئی سیاہ سا وجود نظر آتا تھا —— یہی بالتورو تھا عام حالات میں ہم بالتورو کے نظر آنے پر بہت پرمسرت ہوتے' اس خوشی میں ملول کا ایک مگ نوش کرتے اور کچھ دیر آرام کرتے اور تصویریں اتارتے ---- لیکن یہ موقع یہ مقام —— کچھ اور تھا۔

چٹانیں دریائے برالڈو کے کناروں سے اٹھ کر سیدھی آسمان کو بلند ہو رہی تھیں اور ان چٹانوں پر وہ راستہ تھا جس پر ہم چل رہے تھے اور قدم بہ قدم احتیاط [illegible] کر رہے تھے۔ ہم آپس میں بات بھی نہیں کر رہے تھے کیونکہ جوں جوں ہم [illegible] پر چڑھ رہے تھے برالڈو اور گہرائی میں جا رہا تھا اور اب ہم اس کی جانب کم [illegible] تھے کہ دیکھنے سے کچھ گھومنے لگتا تھا —— سر چکرانے لگتا ہے ——

اس راستے پر ہم اس طرح نہیں آئے کہ ہم نے اسے سامنے دیکھا اور کہا [illegible] یہ تو اب خطرناک راستہ آگیا ہے اس پر سوچ سمجھ کر چڑھتے ہیں بلکہ اس [illegible] تب ہوا جب ہم اس پر چل رہے تھے۔

ایک کچا اور ذرا سا ترچھا راستہ جس پر پاؤں پورا نہیں جمتا تھا ذرا ٹیڑھا [illegible] اور اس راستے کے ساتھ ڈھلوان نہیں جو برالڈو کی منہ زوری تک جاتی [illegible] ایک پکی پکی چٹان جو سیدھی کئی سو میٹر نیچے برالڈو میں گرتی تھی —— یہاں [illegible] غلطی ---- یا پاؤں کا آگے پیچھے ہونا۔ بے دھیانی اور آپ لڑھکتے ہوئے نہیں جاتے تھے بلکہ براہ راست برالڈو میں گر جاتے تھے ----

یہاں پہلی بار میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں اپنے ساتھ سلجوق یا [illegible] کر نہیں آیا —— میں انہیں شائد یہاں سے گزرتا نہ دیکھ سکتا اور ہم [illegible] چل جاتے ----

ہم سانس روکے ___ سر جھکائے مکمل توجہ سے راستے کو دیکھ دیکھ کر
بہت احتیاط سے قدم اٹھا رہے تھے ---- اور ہوا کی تیزی ہمیں پریشان کرتی تھی
کہیں یہ بیلنس خراب نہ کر دے۔ دریا کا شور ناگوار لگتا تھا اور ہم کہاں ہیں
ہمارے آس پاس کیا ہے یہ ہمیں کچھ معلوم نہ تھا۔ ہم آپریشن ٹیبل پر جھکے ڈاکٹر
کی طرح سر جھکائے ہولے ہولے قدم اٹھا رہے تھے ___ اور ہمارے دلوں میں
تھا ___ بس یہی کہ کبھی نہ کبھی تو ایسا راستہ آنا تھا ---- اور وہ آ گیا ہے ___
یہاں توجہ درکار ہے ___ آنکھیں زیادہ نہیں جھپکتے ---- اپنے بدن کو تناؤ میں ر
ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں ___

ازابیل شاء نے کنکورڈیا ٹریک کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے "یہ
ایسی بلندی ہے کہ آپ نیچے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر دیکھیں گے تو آپ کا سر چکرا جا
گا اور اگر گریں گے تو ڈیتھ ڈراپ ہے"

جو راستہ اور بلندی ہماری قدموں تلے تھی بس اسی مقام کے بارے
ازابیل نے یہ فقرے تحریر کئے تھے ___

اور پھر راستے کے آگے ایک چھوٹی سی چٹان آ گئی ___ یعنی کچا راستہ
ہوتا ہے اور آگے ایک بڑا پتھر ہے جو زیادہ ابھرا نہیں ہوا تقریباً راستے کی
ہے ___ آپ نے اس پتھر پر پاؤں رکھنا ہے اور مجھے تو اس پر پاؤں جمانے کی
جگہ نظر نہیں آ رہی تھی اور پھر کم از کم تین چار قدم اٹھانے کے بعد آپ پھر
راستے پر پاؤں رکھ دیتے ہیں ___ میں رک گیا ___

راستے پر تو پاؤں جم جاتے ہیں لیکن ایک ڈھلوان پتھر پر جب آپ
رکھتے ہیں تو کیا آپ کے بوٹ وہیں جمے رہتے ہیں یا کھسکتے ہیں ___ اور صرف
قدم نہیں ___ تین قدم اور بھی ہیں ___

ہوا یہاں بہت تیز تھی۔ اس لئے کہ یہاں سے آگے وادی وسیع ہو
تھی اور اس وسعت میں چلنے والی ہوائیں جب یہاں پہنچتی تھیں تو یہ ایک کھا
تنگ اور بلند درہ تھا اور ہوا کی رفتار زیادہ ہو جاتی تھی ___ اس بلند چٹانی د
پر ہم چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے ---

ڈاکٹر صاحب آگے جا چکے تھے ___
میرے پیچھے عامر تھا ___ وہ بھی رک گیا۔
"کیا خیال ہے تارڑ صاحب ___"
"تم آگے چلو ___"

جہاں میں کھڑا تھا وہاں اتنی جگہ تو نہ تھی کہ کوئی دوسرا شخص باآسانی مجھ
سے آگے چلا جاتا لیکن عامر کے پاؤں جم کر پڑتے تھے اور اس میں وہ بیلنس تھا جو
عمر کی وجہ سے مجھ میں کم ہو چکا تھا ___ اب وہ مجھ سے آگے کھڑا تھا ___ اس نے
چند لمحوں کے لئے اس چٹان کا مطالعہ کیا اور پھر جہاں جہاں اس نے سوچا تھا کہ
قدم رکھے گا قدم رکھ کر دوسری جانب چلا گیا ___

"چلیں تارڑ صاحب"

میرے پیچھے اب مرزا کھڑا تھا ___ "آپ کے بوٹ سہار جائیں گے سر
ذرا ہمت کریں ___"

مجھے معلوم تھا کہ بوٹ تو شائد پتھریلی چٹان پر جم کر پڑ جائیں لیکن میرا
بوڑھا جسم شائد لرز جائے ___" مرزا آپ پہلے چلو"

مرزا چونکہ چٹانی ایکسپرٹ تھا وہ آسانی سے دوسری جانب چلا گیا۔

اب میرے پیچھے شاہد کھڑا تھا ___ اور اس کی سرخ جیکٹ تیز ہوا سے
بال پھڑپھڑا رہی تھی۔ "کیا خیال ہے شاہد صاحب؟"

"خطرناک ہے مائی لیڈر ___" شاہد بھی خوفزدہ ہو رہا تھا۔

اور تب میں نے غور کیا کہ ایک اور راستہ بھی ہے ___ متبادل راستہ ___
چٹان کے اوپر سے ہو کر دوسری جانب اتر جاتا تھا ___ زیادہ سے زیادہ پندرہ
بیس قدم کا یہ راستہ ایسے لوگوں کے قدموں سے وجود میں آیا تھا جو میری طرح
یہاں آ کر رک گئے اور پھر یہی بہتر سمجھا کہ چٹان کے اوپر سے چل کر دوسری
جانب اترا جائے ___ لیکن یہ راستہ بھی اسی بلندی پر تھا اور اتنا ہی خطرناک تھا
صرف قدم دھرنے کے لئے کہیں کہیں نشان تھے ___

"ادھر سے ___" میں نے مرزا کو اشارہ کیا "میں ادھر سے آؤں گا ___

لیکن تم آگے آکر میرا رک سیک لو اور پھر میرا ہاتھ تھامو۔۔۔ ورنہ میں یہاں
سکتا ہوں"

دل میں ایک ڈوبتا ہوا ڈر تھا اور خوف میری ہڈیوں میں رچ گیا تھا۔۔۔
موت کا خوف نہیں تھا بلکہ بے یقینی کا ڈر تھا۔۔۔ کیا میں گروں گا؟

میں چٹان کے ساتھ ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔۔۔ آہستہ آہستہ جیسے راستے
بارودی سرنگیں بچھی ہوں۔ میری ٹانگوں میں اور کچھ نہ تھا سوائے لرزتی ہوئی
کے۔ پانچ چھ قدم کے بعد میں چٹان کے اوپر تھا اور پھر میں نے دیکھا کہ نیچے
ہاتھ پر مرزا کھڑا ہے لیکن نیچے جو راستہ اترتا ہے' کچا ہے اور اتنا ڈھلوان ہے
اس پر میرا بوٹ ٹھہر ہی نہیں سکتا۔۔۔ میں نے رک سیک اتارا اور بمشکل ا
کیونکہ تیز ہوا اور ڈھلوان کی وجہ سے اپنا بیلنس قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔
اور مرزا کی طرف دھکیل دیا۔۔۔ رک سیک گھسٹتا ہوا نیچے چلا گیا اور اگر
اسے نہ پکڑتا تو وہ یقیناً کئی سو میٹر نیچے برالڈو میں جا گرتا ۔۔۔ پھر میں نے
اتاری کیونکہ وہ پسینے کی وجہ سے بار بار پھسل رہی تھی ۔۔۔ پھر فلسطینی رومال
کیونکہ وہ ہوا سے پھڑپھڑاتا تھا۔۔۔

میں نے صرف جانچنے کے لئے ایک قدم رکھا اور وہ جما ہی نہیں۔۔۔
سنگریزے لڑھکتے ہوئے مرزا کے قدموں میں جا گرے۔

"آجائیں تارڑ صاحب کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ آپ کے بوٹ دھوکہ نہیں
گے۔۔۔" اب میں کھلی فضا میں اور زور کی ہوا میں ذرا جھکا ہوا کھڑا ہوا
اپنے آپ کو بہ مشکل سنبھالے ہوئے ہوں۔ اور نیچے اور میں اس سے نظر
چرا سکتا کہ زاویہ ایسا ہے کہ میں شوکتے ہوئے گہری گونج والے پانیوں کو د
جا رہا ہوں جیسے ایک پرندہ اپنی جانب بڑھتے اژدھے کو دیکھتا چلا جاتا ہے کہ
ہپنوٹائز ہو چکا ہوتا ہے ۔۔۔

"تارڑ صاحب اسے تھام لیں۔۔۔" مرزا نے ایک ہاتھ سے اپنا
سٹک آگے کی اور دوسرے کی ہتھیلی پھیلا دی اور جتنی دیر میں آپ قدم ا
گے میں آپ کو پکڑ لوں گا"

یہاں سے زاویہ اتنا ترچھا تھا کہ اگر میں مرزا کو مناسب گرفت سے نہیں
تھامتا تو اس پر گرتا ہوں اور اسے بھی ساتھ لے جاتا ہوں۔۔۔ صنم تم کو بھی لے
ڈوبیں گے۔۔۔ دریائے برالڈو میں۔۔۔

"آجائیں تارڑ صاحب۔۔۔ جتنی دیر کھڑے رہیں گے اتنا زیادہ خوفزدہ
ہوں گے۔۔۔" میں نے نیچے دیکھا تو ازابیل شاہ کے فقرے یاد آ گئے۔۔۔ آپ
نیچے نہیں دیکھ سکتے۔۔۔ دیکھیں گے تو سر چکرائے گا اور اگر گریں گے تو ڈ-تھ
ڈراپ ہے۔۔۔ اگر میں نے یہ فقرے نہ پڑھے ہوتے تو شائد میرا خوف اتنا زیادہ
نہ ہوتا۔۔۔ لاہور میں ایک کانفرنس کے دوران ازابیل سے ملاقات ہوئی تو میں
نے اسے اس لمحے کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ صرف تمہاری ان خوفناک
سطروں کی وجہ سے میں وہاں بالکل منجمد ہو گیا تھا۔۔۔ اس پر ازابیل نے بتایا کہ
دراصل جب میں اس مقام پر تھی تو مجھ سے آگے جو پورٹر تھا یکدم اس کا بیلنس
خراب ہوا اور وہ لڑکھڑا کر نیچے دریا میں گر گیا۔۔۔ ابھی وہ وہاں تھا اور ابھی
اس کا وجود مٹ گیا۔ اور جس چیز نے مجھے زیادہ خوفزدہ کیا وہ اس کی چھڑی
جو ایک جھاڑی میں اٹکی ہوئی تھی۔۔۔ میں بار بار اس جھاڑی کو دیکھتی تھی۔
اس چھڑی کو دیکھتی تھی جس پر شائد اس پورٹر کی انگلیوں کا پسینہ ابھی باقی تھا۔۔۔
اور مزید خوفزدہ ہوتی تھی۔۔۔ میں نے بھی سہارا لے کر اس چٹان کو عبور کیا تھا۔

"تارڑ صاحب۔۔۔ کس سوچ میں ہیں؟ آپ کے پیچھے بھائی جان شاہد بھی
کھڑے ہیں۔۔۔" میں نے گردن موڑے بغیر نگاہ ترچھی کی۔۔۔ شاہد صاحب بھی
میرے پیچھے جڑے کھڑے تھے ۔۔۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھ پر آن گریں گے اور

میں نے بسم اللہ پڑھ کر قدم آگے کیا۔ ذرا آگے کو جھکا اور واکنگ سٹک کا
سہارا لے کر اگلا قدم اٹھا دیا۔۔۔ اور اسی لمحے مرزا کے ہاتھ نے مجھے سہارا دے
دیا۔ میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ میں نے کیسے وہ چند قدم طے کر لئے۔۔۔۔

اس کے بعد شاہد کی باری تھی۔۔۔ وہ بھی بہت دیر کھڑا رہا اور پھر مرزا کا
سہارا لے کر ذرا لڑکھڑاتا نیچے راستے پر آ گیا۔۔۔

"ہاں جی——کیا حال ہے؟" عامر انتظار کر رہا تھا۔

"میں اس راستے سے واپس نہیں جاؤں گا——" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا "کبھی نہیں——"

ابھی میں اپنی جان کے خوف میں تھا اور ابھی خیال آیا کہ اس منظر کو محفوظ کرنا چاہئے——میں وہیں اکڑوں ہو کر راستے میں بیٹھ گیا۔ میرا ہیٹ اڑنے لگا اسے سنبھالا اور پھر وڈیو کیمرہ نکال کر، بیٹری فٹ کر کے اسے آنکھ سے لگا لیا۔ ہوا اسے بھی اڑاتی تھی——اس منظر میں——جو میں نے اسے بلندی پر فلمایا، عامر نظر آتا ہے——پھر سرخ جیکٹ اور سفید ہیٹ ہے اور ایک رکا ہوا ہے جو شاہد ہے اور اس کے نیچے برالڈو کی گرج اور شور ہے——

ہم ذرا سا نیچے اتر کر ستانے کے لئے رکے اور پہلی بار اس منظر کو دیکھا جو اس تنگ چٹان کے بعد سامنے آیا تھا——

دریائے برالڈو ایک بہت ہی وسیع میدان میں چھوٹی چھوٹی ندیوں میں——ریت کے ٹاپو---- بائیں ہاتھ پر جدھر ہم تھے دریا کا مرکزی دھارا چلا اور خشک پہاڑی ڈھلوانوں کے آخر میں سرسبز درختوں کی ایک لکیر نظر آ ر——یہ پائیو تھا۔

"چشمے درخت اور بُو لیکن پائیو ضرور جائیو"

یہ پائیو تھا——پائیو سے پرے دو چار کلو میٹر کے فاصلے پر ایک سیاہ صحرا نظر آ رہا تھا جو بادلوں اور دھند میں ملفوف تھا——ایک بہت ہی عظیم اور وحشت ناک سا تھم——جیسے زندہ ہو اور سانس لیتا ہو——یہ بالتورو کا آغاز تھا——اس کے دونوں جانب بلند پہاڑ تھے اور یہ ان کے اندر ایک برفانی سیاہ وادی کی صورت چلا آ رہا تھا۔ ہم نے بھی کل اس کے اندر جانا تھا——

پائیو نے ہمیں مسرت دی لیکن بالتورو نے ہمیں دہشت دی۔

جیسے ایک عفریت آپ کا منتظر ہو——

لاوے کا ایک سمندر جو منہ کھولے لیٹا ہوا ہے، نگلنے کے لئے۔

ہم نیچے اترتے ہوئے دریا کے کنارے پر آ گئے، کبھی پتھروں پر چلتے۔ کبھی ریت پر——بائیں ہاتھ پر چٹانیں تھیں اور ان کے عقب میں جانے کیا تھا اور دائیں جانب دریا اور اس کی وسیع گزر گاہ اور اس سے پرے برفوں سے ڈھکے ... پہاڑ——

میرے عین اوپر ایک ٹھنڈک سی اتری۔ یخ ہوا——نیلی بھربھری چٹانوں میں ایک بہت بڑا دہانہ تھا اور اس کے اندر سے یہ ہوا آتی تھی اور اس کے اندر ایک بہت بڑا گلیشیئر روپوش تھا۔

میں نے ایک مرتبہ پھر پیچھے دیکھا۔ بس بلندی سے ہم آئے تھے وہ یہاں سے دکھائی نہیں دے رہی تھی لیکن دریا کے اوپر ایک جھولا دکھائی دیا جو اس چٹان کے عین نیچے تھا---- اس کا مطلب تھا کہ وہاں سے دریا پار کیا جا سکتا تھا——ہو سکتا ہے واپسی پر ہم دریا کے دوسرے کنارے سے آئیں اور اس جھولے سے دریا

کے اس کنارے پر آ جائیں—یوں شائد ہم اس راستے پر چھٹکارا حاصل کر —بہر حال واپسی پر دیکھیں گے۔

دریا کی تازگی میں اوپر سے جہاں پائیو تھا اور وہاں ایک راستہ تھا جس ہمارے پورٹر چلے جا رہے تھے —تو وہاں سے ایک عجیب سی بو آئی—در تازگی کو مجروح کرتی ہوئی—ایک ایسی بو جو گرم دوپہروں میں گاؤں کی روش سے اٹھتی ہے—دھوپ میں خشک ہوتے انسانی فضلے کی بو—

پائیو کی یہ "شہرت" مجھ تک پہنچ چکی تھی۔

مجھے بتایا گیا تھا کہ پہلے بو آئے گی—پھر پائیو آئے گا—مجھ سے اس گلی میں میرے افسانے گئے—

ہماری ٹیم میں تو تیس سے بھی کم لوگ تھے۔ لیکن بڑی بین الاقوامی میں بعض اوقات ڈھائی تین سو کے لگ بھگ نفری ہوتی ہے۔ کسی بھی کیمپنگ آس پاس جب ڈھائی تین سو لوگ اپنے آپ کو فارغ کرتے ہیں—اور پھ ٹیم نہیں—دو دن کے بعد ایک اور ٹیم—اور خیال رکھئے کہ یہی لوگ بھی آئیں گے۔ گرمیوں کے موسم میں یہ کام جاری رہتا ہے اور پھر سردیو ان ہزاروں "یادگاروں" پر برف پڑ جاتی ہے—یہ گندگی محفوظ ہو جاتی ہے اگلے برس یہ برف پگھلتی ہے تو یہ بو دار مادے پانی کے ساتھ مل کر دریاؤ ندیوں کو آلودہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا زیادہ تر حصہ اسی مقام پر ریت یا مٹ شامل ہو کر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے —گرمی کا موسم آتا ہے تو اور پورٹر آتے ہیں اور—ایک اور تہہ—تہہ در تہہ—

جیسے گاؤں کی بو کی عادت ہو جاتی ہے اس طرح پائیو کی بو کی بھی عا جاتی ہے—پائیو تک کا راستہ بھی خاصا دشوار تھا—ہم سب ہانپتے ہو پہنچے—ایک خشک اور پتھریلی ڈھلوان پر درختوں کے جھنڈ تھے—کہ سے پائیو چوٹی سے ایک چشمہ نیچے آ رہا تھا اور یہ تمام تر سبزہ اور درخ اترتے پانی کے ساتھ ساتھ نیچے دریا تک جاتے تھے۔ یہ درخت دل کو بے لرتے تھے کیونکہ اسکولے کے بعد یہ آپ کے پہلے باقاعدہ درخت ہو

نوروفون کے درخت چھوٹے قد کے اور جھاڑی نما تھے—لیکن یہ درختوں کی کون سی قسم ہے جو اس بلندی پر اور اس سردی میں بھی زندہ رہتی ہے—بعد میں ایک کوہ نورد نے بتایا کہ یہ کاٹن وڈ کے درخت تھے۔ پائیو ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ ایک پڑاؤ تھا—

نیچے اترتے پانیوں کے آس پاس درختوں کے سائے میں بے شمار خیمے استادہ تھے—سایہ دار ڈھلوان پر چھوٹے چھوٹے پلیٹ فارم بنے ہوئے تھے ان پر خیمے لگائے جا سکتے تھے۔ چند پورٹر کپڑے دھو رہے تھے۔

دو کچے کوٹھے بھی تھے جن میں سے ایک کی چھت پر دو پورٹر روٹیاں پکا رہے تھے—

ہم جب اوپر پہنچے تو ہمارے خیمے نصب ہو چکے تھے۔ کچن تیار ہو چکا تھا اور غلام نیلی ترپال کے نیچے بیٹھا ہمارے لئے سوپ تیار کر رہا تھا—

میرا خیمہ کچن کے ساتھ چشمے کے کنارے پر تھا—

لیکن یہاں بہت ہجوم تھا—شور تھا—ایک پورٹر نے جب اپنی انتہائی شاندار بو والی جرابیں میرے خیمے کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر دھونی شروع کر دیں اور اس سے ذرا اوپر ایک غیر ملکی کوہ نورد نے دانت صاف کرنے شروع کر دیے تو میں نے غلام سے درخواست کی کہ میرا خیمہ براہ کرم شفٹ کر دیا جائے۔

"صاحب آپ گھوم پھر کر دیکھ لو کہ کدھر خیمہ پسند ہے۔ ہم ادھر لے جائے گا" یہ ایک بارلیش پورٹر وحید نام کا تھا جو خوش طبیعت اور مددگار فطرت کا شخص تھا—

میں درختوں سے ہٹ کر ذرا اوپر گیا جہاں بڑے پتھر اور جھاڑیاں تھے—یہاں سے منظر بہت شاندار تھا۔ ذرا ہوا پہلو بدلتی آئی تو معلوم ہوا کہ بو بھی نہایت شاندار ہے---لیکن یہ تو ہر جگہ تھی۔

"وحید ادھر لے آؤ—"

"لایا صاحب—" اس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

ڈاکٹر صاحب آنکھوں پر ہیٹ رکھے ایک جھاڑی کی اوٹ میں استراحت فرما

رہے تھے۔ عامر شائد خیمے میں ریسٹ کر رہا تھا۔

مرزا اور میاں صاحب کا خیمہ دوسرے کوٹھے کی چھت پر تھا اور وہ سامان اس کے اندر رکھ رہے تھے۔

پائیو کی دوپہر میں دھوپ تیز تھی۔

درختوں کے جھنڈ میں سے میرا خیمہ برآمد ہوا اور پھر اوپر آنے لگا۔ وحید اور پورٹر اس اگلو نما خیمے کو اسی ایستادہ حالت میں اٹھائے چلے آ رہے جس حالت میں وہ چشمے کے قریب نصب تھا۔۔۔ دور سے لگتا تھا جیسے تین کہار رنگ کی ڈولی اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ وہ اوپر آئے اور میری پسند کی ہوئی جگہ صاف کر کے خیمہ اس کے اوپر رکھ دیا اور پھر میخیں گاڑ کر قائم کر دیا۔۔۔ خیمے اندر سے ڈھلوان کا جو حصہ نظر آتا تھا وہاں بھی جو انسانی "آثار" نمایاں انہیں اٹھوا دیا تاکہ منظر داغ دار نہ ہو۔۔۔

نیچے کچن ٹینٹ کے باہر ایک درخت تلے غلام نے کچہری لگا رکھی تھی۔ وہ ہر پورٹر کو اس کے حصے کا راشن تقسیم کر رہا تھا۔۔۔ پائیو تک راشن اٹھانا ذمہ داری نہیں ہوتی ---- ان کی خوراک اٹھانے کے لئے الگ پورٹر ہوتے یہاں سے کنکورڈیا تک ہر پورٹر اپنی خوراک خود اٹھاتا ہے۔ خود پکاتا ہے۔ چنانچہ راشن تول تول کر دیا جا رہا تھا۔۔۔ گھی' آٹا' چینی' چائے' دالیں۔۔۔ ہی دیکھتے چار پانچ چولہے روشن ہو گئے۔ دو تین پتھروں کے درمیان پائیو درختوں کی لکڑیاں اور ان پر توے کی جگہ ٹین کا ٹکڑا۔۔۔ اس ٹکڑے پر گول بند نما روٹیاں جو قلچوں سے مشابہ تھیں۔۔۔ تمام پورٹر آئندہ آٹھ دس روز لئے روٹیاں پکا کر ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر انہیں چائے یا اچار کے ساتھ کھا رہتے ہیں۔۔۔ پائیو سے ہی تمام پورٹر آگ جلانے کے لئے لکڑیاں لے کر ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گٹھے بنا کر انہیں سامان کے اوپر لاد لیتے ہیں۔ بالتورو اور کنکورڈیا میں پائیو کی لکڑی جلتی ہے اور اس کے گرد گھیرا ڈالے پورٹر منفی درجہ حرارت میں رات گزار دیتے ہیں۔۔۔ عرصہ دراز سے یہی رواج چلا ہے کہ ہر پورٹر پائیو سے لکڑی حاصل کرتا ہے اور اوپر لے جاتا ہے۔۔۔ لیکن

کے باوجود پائیو کا سبزہ اور درختوں کا جھنڈ قائم ہے ---- کیسے قائم ہے یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔ خشک پہاڑ سے اترتے چشمے کے گرد جو درختوں کے میلے ہیں وہ کیوں ویران نہیں ہوتے' میں یہ نہیں جان سکا۔۔۔

بعض اوقات بہت دیر تک ہوا کا رخ بدلا رہتا ہے اور پائیو میں اس کے اصلی موسم لوٹ آتے ہیں اور وہاں برالڈو کی تازگی اور بالتورو سے آتی ہوئی خنک ہوا بدن کو خوشی دیتی ہے۔۔۔

ہوا پہلو بدلتی ہے تو موسم بدل جاتا ہے۔۔۔

لیکن یہ بو اتنی تیز نہیں کہ اسے بھلایا نہ جا سکے۔۔۔

پائیو ایک ایسا نخلستان ہے جو بالتورو کے "صحرا" سے ایک شب پہلے آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ یہ ایک ایسے مقام پر واقع ہے جو منفرد ہے۔ دریائے برالڈو کی وسعت پر جھکی ہوئی سبزے کی یہ لہر اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے۔۔۔

پائیو واقعی پائیو ہے۔۔۔

اور جس کے پاس بھی ہمت ہو اسے میں تو یہی کہوں گا کہ پائیو ضرور جائیو ۔۔۔ شاہد صاحب میرے خیمہ ساتھی تھے۔۔۔ ہم دونوں نے مل کر اپنا سامان خیمے میں آراستہ کیا۔۔۔ ابھی نصف دن ہمارے پاس تھا۔ پھر پائیو کی رات تھی اور کل ہم نے بالتورو میں داخل ہونا تھا۔۔۔ اس لئے ہم نے خیمہ آرام سے سامان سے آراستہ کیا۔

اور ہاں سب سے پہلا کام تو میں نے یہ کیا کہ وڈیو کیمرے کی دونوں بیٹریاں کیس میں سے نکال کر دھوپ میں رکھ دیں ---- اس طرح کہ ان کا چہرہ سورج کی جانب ہو اور جب میں احتیاط سے ان بیٹریوں کو دھوپ میں رکھ رہا تھا تو اس وقت میرے آس پاس جو ٹیم ممبران تھے ان کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔۔۔ میں ان بیٹریوں کی وجہ سے خاصا بدنام ہو چکا تھا۔۔۔ مجھے بتایا گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ بیٹریاں ایک خاص بلندی پر جا کر اپنی طاقت کھونے لگتی ہیں۔ جو بیٹری میدانوں میں تیس منٹ کی فلمنگ کے لئے کافی ہوتی ہے دس ہزار فٹ پر جا کر اس کی زندگی پندرہ منٹ رہ جاتی ہے اور جس بلندی اور گلیشیئروں کی دنیا میں ہم جا

رہے تھے وہاں تو شائد ایک آدھ سانس کے بعد انہیں موت کی ہچکی کا خطرہ تھا——
اس کا واحد حل یہ تھا کہ میں حتی المقدور انہیں سینے سے لگائے رکھوں گرم رکھ
—— ہر شام میں انہیں اپنے سلیپنگ بیگ کے پاؤں والے حصے میں دبیز گر
جرابوں میں لپیٹ کر رکھتا تھا اور پھر رات کو بھی خیال رکھتا تھا کہ وہ بدن
ساتھ لگی رہیں اور گرمی حاصل کریں —— دن کے وقت ٹریکنگ کرتے ہو
انہیں اپنے سویٹر میں سینے کے ساتھ لگا کر چلتا تھا —— اور جونہی کسی جگہ آرام
لئے ہم رکتے تھے یا کھانے کا وقفہ ہوتا تھا تو میں فوراً بیٹریاں نکال کر انہیں دھو
میں رکھ کر فکر مند ماؤں کی طرح انہیں دیکھتا رہتا تھا —— اور ٹیم ممبر میری طر
دیکھ کر مسکراتے رہتے تھے ——

"مائی لیڈر —— یہ جو آپ اتنا تردد کرتے ہیں اپنی جان کو روگ لگا رکھا
تو اس کا کوئی فائدہ ہو گا؟" شاہد صاحب خیمے میں سلیپنگ بیگ پر ٹانگیں پسار
مزے کر رہے تھے ——

"ہو گا جی —— انشاء اللہ ہو گا ——" میں بھی آرام کرنا چاہتا تھا لیکن
اپنی بیٹریوں کو تنہا چھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا —— یہ کسی کے پاؤں
نیچے آ سکتی تھیں —— کوئی پورٹر انہیں کوئی قیمتی چیز سمجھ کر اٹھا سکتا تھا" میری ا
رشتے کی پھوپھی گاؤں سے علاج کی خاطر چند روز کے لئے ہمارے پاس لاہور
گئیں۔ وہ جب شام کے وقت گھر کے کام کاج سے فارغ ہوتیں تو صحن میں پڑ
ایک پرانے گملے کو بڑے اہتمام سے پانی دیتیں —— اس گملے میں کچھ بھی نہ تھا
تھوڑی سی سوکھی مٹی تھی —— پھر انہوں نے مجھے بھی اپنے ساتھ ملا لیا ——
مستنصر ہم اپنے باغ کو پانی دیں —— اور ہم دونوں باقاعدگی سے اس گملے پر پا
چھڑکاؤ کرتے --- گھر میں سب لوگ ہمارا مذاق اڑاتے لیکن پھوپھی کہتیں ——
دیکھنا ایک نہ ایک دن ہمارے باغ میں پھل لگیں گے اور ہم دونوں مل کر کھا
گے اور کسی اور کو نہیں دیں گے —— اس گملے میں تھوی سی گھاس اُگ آ
اس دوران پھوپھی واپس گاؤں چلی گئیں اور کچھ عرصے بعد فوت ہو گئیں ——
میں کبھی کبھار اس گملے کو پانی دے دیتا —— اس میں گھاس تو تھی لیکن ایک

ں نے دیکھا کہ اس میں سرخ رنگ کا خوبصورت پھول کھلا ہوا ہے —— تو شاہد
ماحب مالی کا کام ہے پانی دینا —— پھل پھول لگانا اس کا کام ہے —— فائدہ ہو گا
ثاء اللہ ——"

شاہد صاحب اتنی طویل کہانی سن کر شائد اونگھ گئے تھے اس لئے خیمے میں
اموشی تھی —— تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو کہنے لگے "مائی لیڈر آپ کچھ کہہ
ہے تھے؟"

"نہیں ——"

"آپ کھانے سے پیشتر تھوڑا آرام کر لیں —— آ جائیں"

"میری بیٹریاں ——"

شاہد صاحب نے خیمے میں سے باہر جھانکا "ویسے آپ سر جھکائے اتنے غور
ے ان بیٹریوں کو کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"یہ بولیں گی ——"

"یہ کیا کریں گی؟" شاہد صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔

"بولیں گی —— مجھ سے باتیں کریں گی ——"

"کل ڈاکٹر صاحب کے بقول آپ برالڈو سے محو گفتگو تھے اور آج بیٹریوں
ے بات کرنا چاہ رہے ہیں —— آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"نہ نہ شاہد صاحب —— میں نہیں بولوں گا —— بیٹریاں بولیں گی ——
ر ان کے پیچھے بھی ایک کہانی ہے —— سنئے گا؟"

"سنایئے" شاہد نے ایک مصنوعی سی جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"ایک زمانے میں تارڑ حضرات خواتین سے رغبت رکھنے کے معاملے میں
ھا بدنام تھے ——"

"اب بھی ہیں ——" شاہد صاحب بولے۔

"لیڈر کو بیچ میں ٹوکتے نہیں ——"

"سوری مائی لیڈر ——"

"تو ان دنوں روایت تھی کہ اگر ایک تارڑ کسی جھاڑی پر سوکھتا ہوا دوپٹہ

دیکھ لیتا تھا تو فوراً جھاڑی کے پاس مودب ہو کر بیٹھ جاتا تھا اور پہروں بیٹھا
اور صرف اس امید میں کہ —— یہ بولے گی"

"تو پھر——"

"تو پھر کیا؟"

"تو پھر وہ بولتی تھی؟"

"اگر یہ بیٹریاں بولیں تو وہ جھاڑی بھی بولتی تھی" میں نے جل کر کہا
شاہد صاحب ایڈووکیٹ ہونے کی حیثیت سے حس مزاح کی بجائے حس جرح
تھے۔

اور پھر پائیو کے درختوں میں سے ایک ہنسی کی آواز آئی جس نے
بلکہ بالتورو کے بھی رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ یہ غلام تھا اور ہمیں کھانے کے
رہا تھا——

پرانے پھٹے ہوئے ٹریکنگ بوٹ۔ جھاڑی پر ایک بوسیدہ سویٹر۔ وہ
کے درمیان چند نیم سوختہ لکڑیاں --- کچھ خالی ٹین جن کو زنگ لگ رہا
یہاں پر ایک سفید بورڈ—— "1993ء کی گرمیوں میں آٹھ نوجوان فراخ
نوردوں نے گشابرم - ون اور گشابرم - ٹو کے بیس کیمپ کی صفائی کی۔ ی
خاص مہم تھی۔ ہم صرف خطرے کی گھنٹی بجانا چاہتے تھے۔ صورت حال
اجتماعی ارادے ذاتی یقین سے ہی بہتر ہو سکتی ہے—— آیئے ان خوابناک
آئندہ نسلوں کے لئے بچا لیں"

اس بورڈ کے پہلو میں جو کچا راستہ ہے اس پر چند قدم اوپر جائیں
بھی آپ کو ایک "خوابناک" منظر دکھائی دیتا ہے——

ایک وسیع نیم ریتلا میدان ہے جس میں جا بجا پتھر ہیں۔ ہلکی ڈھلوا
جانوروں کے ڈھانچے ہیں۔

غالباً زوہ کی سینگوں والی کھوپڑیاں دو تین پتھروں پر جیسے کسی نے سجا
ہوں --- دور سے لگتا ہے کہ جیسے کوئی زوہ سر جھکائے کھڑا ہے۔
سینگ فضا میں اٹھے ہوئے——

اور اس میدان کے درمیان میں سے بالتورو کو راستہ جا رہا ہے——
بالتورو جو پس منظر میں ایک پراسرار تصویر کی طرح آویزاں ہے——
تصویر میں جو سیاہ اور سفید ڈھیر ہیں وہ بالتورو کی برفیں ہیں—— اٹھاون کلو
ٹر اور تقریباً ایک کلو میٹر گہرا بالتورو——
اس پر ہلکے بادل اور دھند ہے——
یہ میدان ذرا نیچے جاتا ہے تو برالڈو کے وسیع پاٹ کو جا چھوتا ہے——
ید صحرا جس میں مٹیالی ندیاں رواں ہیں——
اور برف پوش پہاڑ—— اور اس میدان کے عین اوپر—— 6599 میٹر
لہ دنیا کی مشکل ترین چوٹی —— پائیو—— پاؤ پیک۔ جسے پہلی بار ایک پاکستانی نے
ر کیا۔ یہ تو یقیناً ایک خوابناک منظر ہے——
لیکن اس منظر میں کچھ اور بھی ہے——
سارے میدان میں —— جہاں تک دیکھیے وہاں تک اور جہاں تک سونگھیے
اں تک—— چھوٹی چھوٹی، دھوپ میں خشک ہوتی ڈھیریاں ہیں—— ہزاروں——
ور کل صبح تک ان میں بیس ڈھیریاں اور شامل ہو جائیں گی—— ہمارے پورٹرز
ل۔ اب اس میدان کو دیکھیے تو خوابناک نہیں کریہہ نظر آتا ہے——

"مُجرا اِن پائیو"

اس شام پائیو میں خوب رونق تھی۔

پورٹروں کے چند چولہے ابھی روشن تھے۔ کچھ نے اتنی روٹیاں نہیں تھیں جتنی سفر کے لئے درکار تھیں۔ کچھ پکا چکے تھے اور اب چائے کے لئے ابال لیتے تھے۔۔۔ لیکن درختوں میں اترتی شام میں۔۔۔ چشمے کے مدھم ہوتے کے آس پاس یہ چولہے جلتے اچھے لگتے تھے۔ اور ان پر جھکے بلتی چہرے اچھے تھے۔

اور اس شام پائیو میں رونق اس لئے بھی تھی کہ ہسپانوی سیاحوں کا بڑا گروپ کنکورڈیا سے ابھی ابھی واپس آیا تھا۔۔۔ اور وہ سب لوگ با دہشت سے نکل کر آئے تھے۔ ذرا بہکے ہوئے سے لگتے تھے اور ان کی حیرانی بہت تھی۔ اُن سے کوئی سوال کرتا تو وہ بہت دیر بعد جواب دیتے

ایک گائیڈ کا کہنا تھا کہ کنکورڈیا سے لوٹنے والوں کے چہرے مختلف ہیں اس لئے کہ ان پر ایک لمحے میں دو مختلف کیفیتیں اثر انداز ہوتی ہیں۔۔۔ مسرت ہوتے ہیں کہ اس سفید محل سے بخیریت لوٹ آئے ہیں جس میں پہا دیوتا اپنا تخت بچھاتے ہیں۔۔۔ اور غم زدہ بھی ہوتے ہیں کہ انہیں دوبارہ نصیب نہ ہو گا۔ میں اپنے خیمے میں تھا اور پائیو کے درختوں میں سے غیر ملکی کی پر مسرت چیخوں کی آواز مجھ تک آتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نیچے برالڈو تک گئے ہوئے تھے۔ جی تو میرا بھی چاہتا وہاں تک اترائی بہت تھی اور واپسی پر ظاہر ہے چڑھائی بہت تھی اور اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہتا تھا۔ مرزا صاحب میرے خیمے کے عین اوپر

پتھر کے اوپر براجمان ہو کر شام کا سگار پی رہے تھے۔

سگار کی خوشبو مجھ تک آتی تھی۔

مرزا صاحب جب بھی بے چین ہوتے' خواہ مخواہ الجھتے تو ہم جان جاتے کہ ایک بڑے پتھر کی تلاش میں ہیں اور اس پر براجمان ہو کر ایک سگریٹ نما انا چاہتے ہیں۔۔۔ جیسے انڈہ دینے کے لئے بے چین مرغی کسی مناسب جگہ کی میں پھرتی ہے۔۔۔ ہمیں تو مرزا صاحب نے یہی بتایا تھا کہ وہ پتھر پر اس لئے ہوتے ہیں تاکہ تنہائی میں سامنے والا منظر انجوائے کیا جائے اور اس کے گار سے لطف اندوز ہوا جائے۔۔۔ لیکن میاں صاحب کچھ اور کہتے تھے۔ یال تھا کہ منظر تو صرف بہانہ ہے۔۔۔ مرزا صاحب چونکہ چٹانوں پر چڑھنے ر ہیں اس لئے بلند ترین پتھر پر آسانی سے چڑھ جاتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ اطمینان سے سگار پی سکتے ہیں اور وہاں کوئی شخص پہنچ ہی نہیں سکتا ان سے دھ سگار کی فرمائش کرنے کے لئے۔۔۔

ایسے میں نے ڈاکٹر صاحب کو متعدد بار مرزا صاحب سے سگار ادھار لے کر اتے دیکھا تھا۔۔۔ میں اپنے خیمے سے نکل کر بہت دیر تک اس پتھر ن میں کھڑا رہا جس پر مرزا صاحب تشریف رکھتے تھے۔۔۔ میں بھی اوپر جا کر پائیو کا نظارہ کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"یئے تارڑ صاحب۔۔۔ بہت زبردست ویو ہے سر" تمباکو کی خوشبو کے زا صاحب کی آواز بھی آئی۔۔۔

"یئے آیئے۔۔۔" اس پتھر میں کہیں بھی کوئی ایسی جگہ یا ابھار نہ تھا جس نے والا شخص پاؤں رکھ کر اوپر چڑھ سکے۔۔۔

"ایسے آیئے۔۔۔" مرزا صاحب نے پتھر پر لیٹ کر ہاتھ آگے کر دیا "آ

"میں نے ان کا ہاتھ تھاما اور پتھر کی سطح سے چند ایک خراشیں وصول پہنچ گیا۔۔۔ واقعی زبردست ویو تھا۔

وہ ویو جو میں بیان کر چکا ہوں۔۔۔ برالڈو۔۔۔ اس کی چوڑی گزرگاہ ے گھنے درختوں کی قطار دریا تک پہنچتی ہوئی اور بائیں جانب ڈھلتی شام

میں ہم سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر بالتورو کی سیاہی بھی اور سفیدی بھی——

"سگار پیجئے گا——" مرزا صاحب نے سگریلا کا پیکٹ آگے کیا۔

"نہیں شکریہ——"

مرزا صاحب نے اطمینان کا سانس لیا——

"سر آپ بہت اچھے شخص ہیں آپ نے میرا ایک سگار بچا دیا——
تاں سر میں راولپنڈی سے اپنا کوٹہ لے کر آیا ہوں۔ اب اگر یہ ختم ہو جا
پائیو میں یا ادھر کنکورڈیا میں تو——میں کیا کروں گا——ویسے میں آپ
پلا سکتا ہوں" مرزا صاحب نے سرگوشی کے انداز میں کہا——

"اچھا——" حیرت سے میرا منہ کھل گیا "آپ کے پاس ہے؟

"ہاں ہے——لیکن کسی کو بتایئے گا نہیں——بڑی مشکل سے۔
چھپا کر لایا ہوں——"

"ظاہر ہے ایسی چیز کھلے عام تو نہیں لائی جا سکتی——کہاں ہے؟"

"ادھر میری جیکٹ کی جیب میں——میں بس اس بڑے پتھر کے
اتنے زبردست منظر کے سامنے بیٹھا پی رہا تھا——"

"کمال ہے——آپ مرزا صاحب——یعنی یہاں اس پتھر پر
اس لئے آئے تاکہ سب سے چھپ کر ذرا گھونٹ لگائیں——"

"بالکل——"

"ویسے مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یہ شغل بھی کرتے ہیں——"

"کون سا شغل سر——"

"یہی پینے پلانے کا——"

"کیا کہہ رہے ہیں سر۔ میں تو اس ٹن کی بات کر رہا تھا——
انہوں نے جیکٹ کی جیب میں سے پیپسی کا ایک ٹن نکال کر مجھے تھما
لیجئے——آپ کیا سمجھ رہے تھے سر؟"

میں نے پیپسی کا ایک گھونٹ لیا تو اس کے تیز اجزاء نے طبیعا

"سر دراصل میرے پاس صرف پانچ ٹن ہیں جو میں نے اپنے رک سیک میں
کر رکھے ہیں۔ سر اگر میں آپ لوگوں کو صلح مارتا تو——ایک ایک ٹن بھی
نہ آتا اس لئے چھپ کر پیتا ہوں۔ کسی کو بتایئے گا نہیں——میری خواہش ہے
اگر ہم کنکورڈیا پہنچ جائیں تو کے ٹو کے سامنے کھڑے ہو کر ایک سگار پیوں اور
کا ایک ٹین پیوں——سر آپ فکر نہ کریں آپ کو بھی دو گھونٹ پلاؤں گا
وعدہ کرتا ہوں سر۔"

ایک کوہ نورد کی خواہشیں کتنی معصوم ہوتی ہیں——

اور ماریا زامبرانا ناچ رہی تھی۔

اور اب زندگی نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا اور کسی انجانی قوت نے اس کا
کو جھکا دیا ہے۔

وہ محبوب کو اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھتی ہے اور اپنے لٹکے ہوئے بازو سمیٹ کر
اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

اور ماریا زامبرانا ناچ رہی تھی۔

اور ٹک ٹکا ٹک ٹک——اس کے پاؤں تلے سے دھول اٹھتی ہے۔

اس کا سانس چڑھا ہوا ہے اور تالی بجاتے ہوئے گھومتی ہے۔

نیلی جین میں اس کا بدن تھاپ کے ساتھ گرم لاوے کی طرح ابلتا
منجمد ہوتا ہے اور پھر رواں ہوتا ہے۔

اس کے بال اس کے چہرے کو ڈھانپتے ہیں تو وہ گردن جھٹکتی ہے۔ بلاؤز
والے دو بٹن کھلے ہیں اور اس نے آج کی شب کے لئے جان بوجھ کر
ہیں۔

وہ ناچتے ہوئے جھکتی نہیں۔ اگر جھکے گی تو سارے بٹن کھل جائیں گے۔

پانوی خانہ بدوشوں کا رقص۔

ماریا زامبرانا ناچ رہی تھی۔

اور ماریا پائیو میں زامبرانا ناچ رہی تھی۔

ہاں پائیو کی رات میں الاؤ روشن تھے۔ مشعلیں جلتی تھیں۔ درختوں
جھنڈ کے نیچے سرخ اور نیلے خیموں کے درمیان میں اس کے ناچنے سے دھول ا
تھی اور اس کے بدن کے ساتھ ساتھ ہمارے دل دھڑکتے تھے۔ اور ہم
تھوڑے سے بے اختیار ہوتے تھے۔ ہم پر بھی بلندی کا اثر ہو گیا تھا۔

ہم رات کے کھانے کے بعد اپنے خیموں میں تھے اور شرفاء کی
جلدی سو جانا چاہتے تھے کہ امیر اللہ آ گیا——

ہسپانوی گروپ کا انچارج امیر اللہ جو ایک تجربہ کار گائیڈ تھا اور مجھے
ہے کہ اور بہت سارے معاملات میں بھی تجربہ کار تھا—— "تارڑ صاحب
ہمارے گروپ میں سے ایک خاتون کی سالگرہ ہے اور ہم نے میوزک کا بندو
کیا ہے۔ آپ سب ہمارے مہمان ہیں——"

"میوزک کا بندوبست؟ پائیو میں؟"

"جی جناب—— استاد مایون خان بنسری بجائے گا اور اس کا لڑکا
کرے گا—— اور پھر سب موج کرے گا—— آئیں جناب"

"کیوں خان صاحب؟" میں نے ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا۔

"کوئی حرج نہیں چوہدری صاحب۔ اور مجھے امید ہے کہ مایون خ
بنسری اور اس کے بیٹے کے رقص کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہو گا—— کیا
ہیں ناں آپ ----"

ہم سب نیچے آئے تو محفل جوبن پر تھی——

مایون خان کے بارے میں بتایا گیا کہ گلگت ریڈیو کی سگنیچر ٹیون
اس نے بجائی تھی۔ گرمیوں کے موسم میں پائیو میں رہتا ہے اور ایک
ادارے کے سٹور کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اسکولے سے گروپ آیا تو ا
یہاں سے سپلائی حاصل کی اور آگے چلے گئے۔ جو واپس آئے انہوں نے
اور سامان یہاں چھوڑ دیا۔

اکثر کوئی بھی نہیں آتا۔

تب مایون خان پائیو کے درختوں میں بیٹھ کر بنسری بجاتا ہے اور

رقص کرتا ہے——

ہم "رقص گاہ" میں داخل ہوئے تو امیر اللہ نے فوراً ہمارے لئے نشستوں کا انتظام کیا۔ خالی کنستروں پر سلیپنگ بیگ بچھے ہوئے تھے۔

مٹی کے تیل کی بو ان مشعلوں سے آ رہی تھی جن کی روشنی میں ایک لمبے اور گھنے بالوں والا لڑکا ایک خاص انداز میں ناچ رہا تھا—— بلکہ ایک خاص نخرے سے ناچ رہا تھا—— اس کے بدن کی لچک میں نسوانیت تھی اور وہ منہ کھول کر آہیں بھرتا تھا اور آنکھوں سے اشارے کرتا تھا۔ یقیناً وہ اس برادری سے تعلق رکھتا تھا جس برادری سے خشونت سنگھ کے ناول "دہلی" کے مرکزی کردار بھاگ مری کا رشتہ تھا——

اسے اپنی نسوانی کشش کا علم تھا اور جب وہ سینے پر ہاتھ رکھتا تھا تو ذرا دور رکھتا جیسے اس کے نیچے بھی کچھ ہو۔

اور موسیقی صرف مایون خان کی بنسری پر ہی موقوف نہیں تھی بلکہ غلام محمد ایک خالی کنستر کو گود میں لئے ایک دف کی طرح بجا رہا تھا اور کیا خوب رو ہم سے رہا تھا۔ امیر اللہ کی جانب سے ہمیں کافی پیش کی گئی۔ اور ہم تماش بینوں کی ان نشستوں پر کہنیاں ٹکائے کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے رقص دیکھتے رہے——

ہسپانوی سیاح بے پناہ تالیاں بجا رہے تھے اور وہ خوش تھے—— اور ان کی خوشی میں ہسپانوی انگوروں کے پانی کا بھی عمل دخل تھا۔

رقاص لڑکا پسینہ پونچھتا گہرے گہرے سانس لیتا اک ادا کے ساتھ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا——

"واہ جی واہ——" میاں صاحب نے داد دی۔

ادھر ایک مرتبہ پھر مایون خان نے کان پر ہاتھ دھر کے کوئی بلتی لوک گیت الاپا جس پر پورٹر برادری بھی جوش میں آ گئی اور خوب لہک لہک کر اس کا ساتھ دینے لگی۔ غلام محمد بھی زور زور سے دف بجانے لگا——

تب ایک نیلے خیمے میں سے ماریا آئی اور پائیو کے درختوں تلے مشعلوں کی روشنی میں زامبرانا چنے لگی۔

ماریا کے ناچنے سے ہماری ٹیم بھی جوش میں آ گئی——
"لو جی کمال ہو گیا ہے——" میاں صاحب نے عینک کا فوکس درست کیا
"پائیو میں مجرا---- واہ جی واہ——"
ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر ایک معصوم مسکراہٹ کھیلنے لگی "چوہدری صاحب——"
"ہاں جی خان صاحب——" میں بھی بہت راضی ہو رہا تھا——
"دیکھتے جاؤ——"
"دیکھ رہے ہیں خان صاحب——"
شاہد صاحب تقریباً عبادت کے موڈ میں تھے——یا اللہ تیرا شکر ہے۔ تو
پائیو میں ہمیں یہ کچھ دکھایا——
غرناطہ کے خانہ بدوشوں کا رقص زامبرا آخری انسانی بستی اسکولے سے ون کی مسافت پر واقع بالتورو گلیشیئر کے سائے میں——پائیو——میں ہو رہا تھا
یہ کیسے اتفاقات ہیں۔ یہ کیا سلسلے ہیں۔ یہ کون سی زنجیریں ہیں جو ایک کو آج سے اٹھارہ برس پہلے کے اندلس میں——غرناطہ کے خانہ بدوشوں غاروں میں ناچتی ماریا سے باندھ دیتی ہیں——وہاں مرسیڈس میرے ساتھ تھی ماریا کہتی تھی۔

"ایک ایسے شخص کو پیار کرنا جو تمہیں نہ چاہتا ہو
پیار ہے!
"ایک ایسے شخص کو چاہنا جو تمہیں بھی چاہتا ہو
کاروبار ہے!
اور ایسا تو ہر کوئی کر سکتا ہے"

اور یہ والی ماریا جو غرناطہ کی ایک غار کی بجائے پائیو کے ایک خیمے تھی یہ بھی کچھ کہتی تھی——لیکن اس کے مخاطب ہم نہ تھے——
جن کی روشنی اس کی آنکھوں میں تھی——وہ دھول تھی جو اس کے پاؤ سے اٹھتی تھی اور اس کی چہرے تک آتی تھی——

چشمے کی سرسراہٹ تھی——
جیسے الحمرا کے زیر زمین آبی راستے چلتے ہیں ---- جیسے اس مورش محل کے کسی خاموش بلند سرو والے کنج میں فوارہ خاموشی سے ابلتا ہے——
یہاں پائیو کے چشمے کے پانی چلتے تھے اور نیچے سے برالڈو کا شور بلندی پر آتا تھا——وہ جونہی خیمے سے باہر آئی——ہسپانوی گروپ نے "اولے اولے" کے نعرے لگائے——تالیاں بجائیں——ہم پہلے جھجکے پھر ہم نے بھی خوب شور مچا کر اس کا استقبال کیا——جیسے ہی اس نے موسیقی کی تال پر ہاتھ اٹھائے——بدن کو حرکت دی میں جان گیا کہ یہ اب زامبرا ناچے گی——
اور ماریا زامبرا ناچ رہی تھی۔
ایک اور خاتون تالیوں کی گونج میں اٹھی لیکن زیادہ دیر تک ماریا کا ساتھ نہ دے سکی——پھر گروپ کے لوگ بھی رقص میں شامل ہو گئے——ماریا تھکی ہوئی لیکن پر مسرت ایک سٹول پر بیٹھ کر تالیاں پیٹنے لگی——
موسیقی کچھ بے ہنگم سی ہو گئی——
ہم جس تان کو کان لگا کر سنتے کہ واہ واہ کیا بلتی ثقافت کا نمائندہ لوک گیت ہے وہ غلام کے والہانہ انداز میں خالی کنستر کو ردھم میں بجاتے ہوئے مورا لال ...پٹہ ململ کا ---- نکل آتا——ہمیں احساس ہوا کہ دراصل ہم پاپولر گانے سن ...ے ہیں صرف اُن کی لے ایسی ہے جو بدلتی نہیں——پورٹر بھائی ہر گانے کو اپنی ...یک مخصوص ردھم میں گاتے تھے ---- پنجابی اردو اور انگریزی نغمے ان کی زد میں آ ... بلتی ہو جاتے——وہ منڈیا سیالکوٹیا سے شروع ہوتے ---- وے میں چوری ...ری تیرے نال لالیاں اکھاں وے ---- بھی درمیان میں آ جاتا——پھر وہ سوہنی ...الی گانے لگتے——اس کاک ٹیل میں سیاست بھی در آتی تو جئے بھٹو کی قوالی ...ع ہو جاتی——
بہت کم لوگ جانتے تھے کہ وہ کیا گا رہے ہیں——
لیکن سب لوگ یہ جانتے تھے کہ——یہ رات پھر نہ آئے گی۔
...ب میں نے مایون خان کو۔ وے میں چوری چوری، بنسری پر بجاتے سنا اور

پورٹروں کو لہک لہک کر گاتے سنا——اور ہم سب تالیاں بجا کر ساتھ دے رہے تھے تو ایک عجیب خیال نے اداسی کا دروازہ کھول دیا——موسیقی اور شاعری اور دل سے نکلی ہوئی بات کہاں کہاں تک پہنچتی ہے——

وے میں چوری چوری تیرے نال——لالیاں اکھاں وے----

پچیس برس پہلے۔ جب میں گوالمنڈی میں اپنی بیجوں کی دوکان پر بیٹھا کرتا ——میرے برابر میں تاج سبزی فروش فٹ پاتھ پر اپنے ٹوکرے سجائے ان پر پانی کے چھینٹے مارتا رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک عام سا کم پڑھا لکھا شخص آتا تھا صورت پر بے چارگی اور خوف۔ جتنی سبزی اسے درکار ہوتی اتنے اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے۔ تاج اسے اپنی مرضی سے دو چار آلو۔ ایک آدھ گوبھی کا پھول اور دھنیا وغیرہ دے دیتا اور کہتا——چل اک گون سنا دے——وہ جلدی سے سبزی کو اپنے تھیلے میں رکھتا اور پھر فٹ پاتھ پر بیٹھ کر تاج کو گون سناتا ——کن رس مجھے بھی تھا اور میں بھی کبھی کبھار اسے اپنی دوکان میں بلا لیتا۔ کرسی پر بیٹھ کر ایک "صاحب" کے سامنے گیت گانے سے جھجکتا——اس کا نام منظور جھلا تھا۔

اور جو گیت وہ اکثر گاتا——اپنا لکھا ہوا گیت اور اپنی دھن میں——یہی تھا---وے میں چوری چوری تیرے نال لالیاں اکھاں وے——

پھر ریشماں صحرا سے نکلی تو اس گیت نے اس کی قسمت بدل ڈالی——گیت کل جہان میں گونجنے لگا——ہندوستان میں اس کی کاپی' یارا سلی سلی اور بہت ہی سلی ہوئی——

اس کا خالق منظور جھلا گمنامی میں مرگیا۔

اسے اس گیت کا کیا ملا؟——آدھ کلو آلو اور گوبھی کا ایک پھول اور تھوڑا سا دھنیا---اور آج وہ مجھ سے پہلے پائیو پہنچ چکا تھا۔

وے میں چوری چوری——

"... سیقار" موڈ میں آ رہے تھے۔ مایون خان اپنی بانسری پر جھوم جھوم رہا تھا غلام اور ... پورٹر خالی کنستر پر جھکے مست ہو رہے تھے اور کان لگا کر

تھاپ پر قربان ہو رہے تھے——اور میں نے کان لگا کر سنا تو تھاپ "سخی شہباز قلندر" کی تھی——

کچھ دیر سے پنڈال خالی پڑا تھا۔ صرف موسیقی چل رہی تھی اور تالیاں پیٹی جا رہی تھیں——ماریا کے ہم سفر اسے زبردستی میدان میں دھکیل رہے تھے اور وہ ہنس رہی تھی اور تھکاوٹ کا بہانہ کر رہی تھی——اور پھر وہ آئی اپنی مرضی سے لیکن اس نے ظاہر یہی کیا کہ مجبور ہو کر آئی ہے۔ پہلے تو اس نے "شہباز قلندر" کی تھاپ پر مشرقی طرز کا کوئی رقص کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے بدن کی ٹیوننگ نہ ہو سکی اور اس نے پھر زامبرا شروع کر دیا——

"اولے اولے" اس کے ہم سفر اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

امیر اللہ کھسک کر میرے قریب آگیا "تارڑ صاحب——اب ہم آپ کو بھی میدان میں دیکھنا چاہتے ہیں——"

میرا رنگ فق ہو گیا "نہیں جی۔ تھینک یو ویری مچ——"

"ڈاکٹر صاحب آپ ہمت کیجئے——یہ گوری کیا کہے گی کہ میرا ساتھ کسی نے نہیں دیا——"

"اگر چوہدری صاحب اٹھیں گے تو ہم بھی ان کا ساتھ دیں گے——"

"نہیں خان صاحب——آتش اب عمر رسیدہ ہو چکا ہے——"

"آتش نے تھوڑا سا بھنگڑا ڈالنا ہے گوری کی تسلی نہیں کرنی جو جوانی کی بات ہے۔ اٹھئے چوہدری صاحب——"

"نو تھینکس خان صاحب——"

تب پائیو کے درختوں تلے ایک جانی پہچانی ہنسی کی آواز گونجی۔ غلام دانت نکالے ہاتھ لہراتا ہوا میدان میں کود پڑا——تمام ناظرین نے بے پناہ تالیوں سے اس کو سراہا——

اب ماریا زامبرا ناچ رہی تھی اور غلام پتہ نہیں کیا ناچ رہا تھا۔

لیکن غلام نے ہماری لاج رکھ لی تھی——

وہ کولہوں پر ہاتھ رکھے سرہلاتا مستی میں ماریا کے گرد چکر کاٹتا تھا اور یہ کہتا

پڑے گا کہ وہ ایک خاص حرکت کے ساتھ اچھا ناچتا تھا۔ اس میں ردھم کی
بوجھ تھی ـــــ ہماری ٹیم کے ممبر تالیاں بجا بجا کر نڈھال ہو رہے تھے۔ آفٹر آل
ہمارا کک تھا جو اس وقت ایک یورپی خاتون کے مقابلے پر آ گیا تھا ـــــ
"لوجی ـــــ باورچی نے کمال کر دیا ہے ـــــ لوجی باورچی نے ـــــ" م
صاحب بار بار کہہ رہے تھے۔
"میاں صاحب ـــــ باورچی نہیں کک ـــــ"
"اوہ جی بالکل کک ـــــ تارڑ صاحب میں ذرا چند نوٹ نچھاور کر
ہوں ماریا پر ـــــ اس کا حق بنتا ہے ـــــ"
اس سے پیشتر کہ میاں صاحب ایک نعرہ لگا کر اٹھتے اور ماریا پر نوٹوں
بارش کر دیتے میں نے انہیں دبوچ لیا ـــــ "میاں صاحب مجرا نہیں ہو رہا ـــــ
"اچھا؟" وہ حیرت سے بولے "چلئے آپ کہتے ہیں تو نہیں ہو رہا ـــــ"
موسیقی میں وقفہ آ گیا۔ ہانپتے ہوئے سازندوں کی جگہ تازہ دم سازندے
آنے لگے۔ ساز وہی تھے۔ خالی کنستر اور ایک بانسری ـــــ غلام اور ماریا تھک
بیٹھ گئے ---- چائے کا ایک اور دور چلا ـــــ
رات بھیگ رہی تھی اور پائیو کی رات صرف بھیگتی ہی نہیں منجمد بھی
ہے ـــــ مشعلیں بھڑک کر بجھنے کو تھیں ـــــ پانچ چھ کنستروں پر دھم
تھاپ پڑی اور تقریباً چالیس پچاس پورٹر مل کر گانے لگے۔
ایک عجیب سی لے تھی۔
اس میں کشش تھی اور سب پورٹر ہماری طرف دیکھتے تھے۔ امیرا
چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی تھی ـــــ
"چوہدری صاحب یہ رات پھر نہ آئے گی ـــــ" ڈاکٹر صاحب کا چہرا
سے سرخ ہو رہا تھا ---- ہم کتنی بار پائیو آئیں گے ـــــ اور اگر آئیں گے
ہو گی؟ مایون خان کی بنسری ہو گی ـــــ آ جائیں ـــــ"
ہمارے پورٹر کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے اور شور مچانے لگے
صاحب ـــــ صاحب آ جاؤ"

"آ جاؤ چوہدری جی ـــــ" ڈاکٹر نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھا دیا۔
اب تمام پورٹر واقعی کوئی بلتی لوک گیت گا رہے تھے۔ اور ہم سب بھی ان
کا ساتھ دے رہے تھے اور پتہ نہیں کیا گا رہے تھے۔ لیکن ہم خوش تھے۔ ہم سر ہلا
رہے تھے اور ہمارے بازو فضا میں بلند تھے اور ہمارے بھاری بوٹ گرد اڑاتے تھے
.... کچھ پورٹر چیخیں مار رہے تھے ـــــ
ماریا زور زور سے تالیاں بجا رہی تھی اور رحم بھی "اولے" کے نعرے بلند
کر رہے تھے ---- یہ زامبرا بھی تھا اور بھنگڑا بھی ـــــ
میں کہاں تھا؟ اندلس میں تھا یا پائیو میں تھا۔ میں جہاں بھی تھا میرا بدن میرا
ساتھ دیتا تھا۔ میرا سانس میرے ساتھ چلتا تھا ـــــ وقت تھم چکا تھا ـــــ میری عمر
کے ماہ و سال جھڑتے چلے جا رہے تھے ---- تب میں اٹھارہ برس کا تھا جب میں
جھیل جنیوا کے سرد پانیوں میں تیر کر باہر آیا تھا تو میرے بدن کے لوں لوں میں
جوانی کی وحشی مہک تھی ---- مجھے لگتا تھا کہ میں جھیل جنیوا کے سرد پانیوں میں تیر کر
باہر آیا ہوں ـــــ تو پائیو کی شب میں آیا ہوں ـــــ درمیان میں جتنے بھی خزاں
کے موسم تھے وہ نہیں ہیں ـــــ اور جوانی کی وحشی مہک بھی میرے ساتھ آئی ہے۔
کل ہم بالتورو پر چلیں گے ـــــ پتہ نہیں کل کی جیب میں ہمارے لئے کیا
ہے ـــــ لیکن آج تو ہم پائیو میں ہیں ـــــ اور سامنے ماریا ہے ـــــ اور میں ابھی
جھیل سے باہر نکلا ہوں ـــــ اور مجھ میں جوانی کی وحشی مہک ہے ـــــ

"جہاں سے برالڈو نکلتا ہے"

آج ہم بالتورو پر چلیں گے——

ہمیں دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ہم پر بلندی کا اثر ہو گا—— سردی مغلوب کر گی—— بدن ساتھ نہیں دے گا اور ہم راستے میں سے ہی واپس آ جائیں —— پھر ہم خواہش کرتے تھے کہ کم از کم بالتورو کو تو دیکھ لیں—— اس پر چند چل لیں اور پھر بے شک واپس آ جائیں—— تو آج ہماری خواہش کا سیاہ ہمارے سامنے کروٹیں لے رہا تھا۔ ہم اس کی جانب بڑھ رہے تھے—— لیکن ہی ادب کے ساتھ، جھکے ہوئے۔ دنیا کے بڑے کوہ نورد بالتورو سے ڈرتے تھے کی تعظیم کرتے تھے ہم تو بچے بالک تھے ہماری کیا حیثیت ہم تو ہاتھ جوڑ کر مانگتے ہوئے اس کی جانب قدم اٹھا رہے تھے۔

پائیو سے نکلے تو اس میدان میں سے نکلے جہاں زدہ کے ڈھانچے پڑے اور گندگی کی ڈھیریاں پڑی ہیں۔ چند قدم چلے تو پائیو پیک نظر آ گئی—— یہ کیمپنگ سائٹ کے عین اوپر ہے اس لئے وہاں سے نظر نہیں آتی—— پائیو نے اپنے آپ کو بہت دیر تک سنبھالے رکھا---- اس کی جانب کم لوگ آتے کیونکہ یہ مشہور چوٹیوں کی نسبت زیادہ دشوار تھی اور اس میں جان کا خطرہ بھی —— اس لئے ایورسٹ اور کے ٹو کے بعد کوہ پیماؤں نے اس پر قدم رکھا۔ عمودی چٹانیں ہیں۔ برف کم ہے۔ اور اوپر جانے کا راستہ سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے آگے آگے ڈاکٹر صاحب جا رہے تھے—— ٹریک سوٹ کی پتلون اور اوپر انہوں نے آج ملتانی کڑھائی والا ململ کا کرتہ پہن رکھا تھا—— میرا خیال بلکہ یقین ہے کہ یہ بھی ایک ریکارڈ ہو گا کہ آج تک کسی شخص نے بالتورو کیا چلنے کے لئے ململ کا کرتہ نہیں پہنا ہو گا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایسا کیوں کیا—— اس وقت ہمارا خیال تھا کہ وہ آج اپنی اصلیت پر اتر آئے ہیں یعنی پٹھان ہو گئے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ان کی بیگم ملتان کی ہیں—— شائد انہوں نے فرمائش کی ہو کہ ڈارلنگ جب بھی درجہ حرارت زیرو سے نیچے ہونے کا امکان ہو یا دنیا کا کوئی بڑا گلیشیئر ہو تو بس میری یاد میں ململ کا یہ کرتہ پہن لینا—— چنانچہ ڈاکٹر صاحب ایک ملتانی مجاہد کی طرح واکنگ سٹک کا عصا تھامے بالتورو کی جانب بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

عامر میرے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ وہ بھی بالتورو پر چلنے کی چاہت میں لبریز ہو رہا تھا—— "اٹس اے گریٹ ڈے تارڑ صاحب——"

ابھی میدان تھا—— بڑے بڑے پتھر تھے۔ ان میں زرد پھولوں والی جھاڑیاں تھیں اور ہمارے منہ میں گرم دودھ اور دلئے کا سواد تھا——

میری فرمائش پر ایک پورٹر کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ وہ ہمیں نظر میں رکھ کر چلے، یعنی ہمارا خیال رکھے اور دوسرے پورٹروں کی طرح اوجھل نہ ہو جائے—— آگے بالتورو تھا—— اور اس کے اندر اندھیرے میں ندیاں چلتی تھیں اور دراڑیں تھیں جو منہ کھولے انتظار کرتی تھیں—— اور یہ باریش پورٹر وحید تھا۔

اس میدان کے نشیب میں ایک ندی دکھائی دی جو نیچے جا کر برالڈو میں گر رہی تھی---- ہم نے برالڈو سے بھی آج ہی جدا ہونا تھا کیونکہ وہ بالتورو میں سے نکل کر آ رہا تھا—— ندی کی روانی ذرا شدید لگ رہی تھی۔ وحید نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا اور پھر ہمیں پیچھے آنے کا اشارہ کیا——

میں اور عامر اس جانب چلنے لگے۔ پھر چڑھنے لگے۔ پھر بہت بڑے بڑے پتھروں پر چھلانگیں لگاتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگے۔

وحید غائب ہو چکا تھا۔

چند قطرے بارش کے گرے۔

بقیہ ٹیم یا تو آگے جا چکی تھی اور یا پھر اسی راستے پر تھی جسے چھوڑ کر ہم آگئے تھے۔ ہمیں آنا نہیں چاہئے تھا۔

تب ہمیں ایک مکان جتنے پتھر پر وحید نظر آیا—— وہ ہمیں بلا رہا تھا
اس کی آواز ہم تک نہیں پہنچتی تھی—— جب ہم ہانپتے ہوئے وہاں پہنچے تو اس
بتایا کہ ندی یہاں سے آسانی سے پار کی جا سکتی ہے—— یہ اس کا خیال تھا کہ
یہاں سے آسانی کے ساتھ پار کی جا سکتی ہے۔

میں اور عامر تیز ہوا میں۔ سر پر گھرے بادل، بارش کی بوندیں اور ندی
تیز پانیوں کو تکتے جا رہے ہیں کہ اسے کیسے عبور کریں۔

دور بالتورو میں سے چھوٹے چھوٹے پتلے برآمد ہو رہے تھے جو برالڈو
اوپر ایک ڈھلوان سے چمٹ کر چلے آ رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے وہ ہمارے سامنے
ندی کے دوسرے کنارے پر ---- ندی کے لفظ سے شائد غلط فہمی ہو کہ اس کا
چالیس پچاس میٹر کا تھا—— نہیں یہ صرف چار پانچ میٹر چوڑی تھی پر اتنی
تھی کہ عامر نے جو کچھ کہنا ہوتا تھا منہ میرے کان کے نزدیک لا کر کہتا تھا
دوسرے کنارے پر کھڑے پورٹروں نے ندی کی روانی کو جانچا اور پھر ہاتھوں
پکڑی ڈانگوں کے سہارے سے ٹٹولتے ہوئے اور گرتے پڑتے ہماری طرف
ہم سے سلام دعا کی اور قطار بنا کر پائیو کی طرف چل دیئے—— چند لمحوں بعد
چھوٹے چھوٹے پتلے لگ رہے تھے اور ہم ابھی تک وہیں کھڑے تھے۔

پہلے وحید دوسری جانب چلا گیا اور اس نے اپنی ڈانگ ایک تلوار کی
سامنے سونت لی ---- میں نے اس کے سرے کو تھاما اور تھوڑا سا پھسلتا ہوا
جانب چلا گیا۔ ندی اتنی خطرناک نہیں تھی جتنی کہ دکھائی دیتی تھی——

عامر بھی پتھروں پر سے دھارے کو پھلانگتا آسانی سے پار آ گیا۔

یہاں سے ہم ایک مرتبہ پھر نیچے کی طرف گئے—— نیچے گئے اور مید
اس کنارے پر پہنچ گئے جس کے نیچے—— اور بہت نیچے دریائے برالڈو
اور پھر اس کا وسیع پاٹ تھا جس میں سفید ریت کے گرد اور آس پاس
دھارے بہتے تھے اور سامنے—— بالکل سامنے بالتورو کا سیاہ حجم تھا جس پ
تھی اور اس کے کالے وجود میں ایک کھائی تھی جس میں سے دریائے برالڈ
رہا تھا۔

یہاں پر ڈاکٹر صاحب، شاہد، میاں اور مرزا سے پھر میل ہو گیا۔

"چوہدری صاحب آپ کہاں چلے گئے تھے؟" ڈاکٹر صاحب کا سفید کرتہ
لڈو پر اٹھنے والی ہوا کے زور سے پھڑ پھڑا رہا تھا—— ہوا میں اڑتا جائے میرا
دوپٹہ ململ کا——

"ہمارا خیال تھا کہ اس ندی کو اوپر جا کر پار کیا جائے—— ہم ادھر سے
ئے ہیں"

"آپ کا خیال درست تھا۔ جدھر سے ہم آئے ہیں وہاں تو اس نے ہمیں
پریشان کیا—— بہت کٹی کراسنگ تھی——"

ہم اس ڈھلوان کی طرف چلنے لگے جس پر سے ایک چھوٹا سا کچا راستہ دریا
میں اوپر بالتورو گلیشیئر میں جا ملتا تھا۔

یہاں زمین پر بڑی بڑی دراڑیں تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا اس وسیع
ان کے کنارے موسموں کے تغیر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں اور پھر
لڈو میں گر جاتے ہیں—— اگر اس وقت کوئی ٹریکر ہمیں بالتورو سے دیکھتا تو اسے
دریا کے ساتھ اٹھنے والی ایک بہت بلند دیوار کے اوپر کھڑے نظر آتے۔

میدان کا اختتام آ گیا۔

اس کے ساتھ دریا کا شور بھی خوفناک حد تک بلند ہو گیا کیونکہ ہم برالڈو
ع کے نزدیک ہو رہے تھے۔ ایک ایسا ہی منظر میں نے ریاست ہنزہ میں پسو
یب تبورہ گلیشئر کا دیکھا تھا—— وہاں بھی سیاہ ہاتھیوں کے ایک پہاڑ میں
ایک دریا چنگھاڑتا ہوا باہر آتا تھا—— لیکن یہ کوئی عام دریا نہ تھا، برالڈو تھا

اب ہم اس ڈھلوان کے پاس آ گئے جو پائیو کے میدان اور بالتورو کو الگ
تی تھی—— یہ ایک کچی سی بھربھری پہاڑی تھی جس پر پورٹروں کے لاتعداد
وں نے ایک پگڈنڈی سی بنا دی تھی۔ پہاڑی کی ڈھلوان جہاں ختم ہوتی تھی
برالڈو کا ایک بڑا دھارا بہہ رہا تھا—— ہم ایک ایک کر کے اس راستے پر
—— ہم دریا کے خاصے قریب تھے اس لئے بلندی کے خوف کا کوئی مسئلہ نہ
ان اس کے باوجود اگر ہم میں سے کوئی لڑکھڑا کر نیچے جاتا تو وہ کپڑے جھاڑ کر"

آہا جی ہم گر گئے" کہہ کر واپس نہیں آ سکتا تھا ـــــ اگر وہ اپنے آپ کو با
گرنے سے بچا لیتا ہے تو پھر ایک آدھ ہڈی ضرور تڑوا لے گا ـــــ ہم زیادہ
اس لئے کر رہے تھے کہ اتنی دور آ کر ایک ہڈی تڑوانا اور پھر پورٹروا
کاندھوں پر سوار ہو کر اسکولے واپس چلے جانا زیادہ دانش مندی نہ تھی
میرے پاؤں تلے ایک سنگریزہ آیا اور پھر لڑھکتا ہوا نیچے دریا میں چلا گیا۔
جہاں جہاں سے گزرا تھا وہاں ہلکی سی دھول بلند ہوتی تھی ـــــ یہاں میں بھ
سے چل رہا تھا ـــــ پائیو سے پہلے جس چٹان پر خون خشک کیا تھا اس کے
راستے آسان لگتے تھے۔ لیکن یہاں بھی ایک چھوٹا سا امتحان آ گیا ـــــ آگے
گرا ہوا تھا ـــــ صرف مٹی اور سنگریزے تھے اور ان پر سے گزرنے کا طر
کہ پاؤں جمنے نہ پائیں اور آپ تیزی سے گزر جائیں ـــــ میدانوں کا با
پاؤں جما کر ہموار ہو کر چلتا ہے جب کہ پہاڑوں میں رہنے والوں کے پاؤں
اور اونچی نیچی سطحوں پر پڑتے ہیں تو قدرتی طور پر لچک کے ساتھ اس زاوی
ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں پھرتی کی ایک ایسی حس
ہے کہ وہ پاؤں تلے کی مٹی یا پتھر کے کھسکنے سے پیشتر ہی قدم اٹھا کر آگے لے
ہیں ـــــ یہاں بھی میں نے مرزا صاحب کی واکنگ سٹک کا سہارا لیا اور گ
اس حصے کے دوسری طرف چلا گیا جہاں سے راستہ پھر شروع ہو جاتا تھا ـــــ
پہاڑی کی یہ ڈھلوان جہاں ختم ہوتی ہے وہیں راستہ ختم ہوتا ہے ا
سے بالتورو کا آغاز ہو جاتا ہے۔

میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے ایک پتھر پر بیٹھ کر تھوڑی دیر
سنگریزوں اور مٹیالی ریت سے ڈھکے ہوئے بالتورو کو دیکھا جس کے عین
تاریک دراڑ تھی جس میں برالڈو کے پانی اتنی وحشت سے نکل رہے
اٹھاون کلو میٹر طویل اس گلیشیئر کی تاریکی میں بہتے ہوئے گھبرا گئے ہو
دھوپ میں ان کے پانی خوشی سے چمکتے تھے۔ ایک گہری اور ڈراؤنی گونج ا
میں سے برآمد ہو رہی تھی اور کبھی کبھی پتھر اور سنگریزے پھسلتے ہوئے پانی
تھے ـــــ یہ گونج اتنی شدت سے آتی تھی کہ ہم یہاں ایک محفوظ فا

ے بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کر رہے تھے ـــــ

"آؤ جی چوہدری صاحب ذرا بالتورو سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

ڈاکٹر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بالتورو ہے تورو"

میں نے بالتورو کے سیاہ وجود کو غور سے دیکھا۔ پھر اٹھ کر دونوں ہا کر دیئے اور میرے ہاتھوں میں سرخ چارخانی فلسطینی رومال لٹک رہا تھا۔ پاؤں پٹخے اور سرخ رومال کو جھٹک کر کہا۔ ہے تورو بالتورو۔ ہو ہو۔

"رب خیر کرے یہ کیا ہو رہا ہے؟" ڈاکٹر صاحب گھبرا گئے۔

"میں ذرا بالتورو کے ساتھ بل فائٹنگ کر رہا ہوں۔ اور بل فائٹر میں کھڑے ہو کر سرخ کپڑا جھٹکتے اور "ہے تورو" کہہ کر بل کو بلاتے ہیں۔

"اچھا تو اب بالتورو کو بلا رہے تھے؟"

"جی ہاں۔"

"اور بالتورو کو آپ بل سمجھتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اللہ آپ کے حال پر رحم کرے۔ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں صاحب اپنے ململ کے کرتے سمیت بالتورو کی دنیا میں داخل ہو گئے۔

اور کیا دنیا تھی——

سنگریزوں کی ڈھلوانیں۔ بہت بڑے بولڈر۔ کھائیاں۔ کہیں ر برف اور کہیں اتنی بڑی چٹانیں کہ آپ ایک چٹان سے دوسری پر قدم چھلانگ لگاتے ہیں۔

یہاں ہر شخص تنہا تھا۔

یہاں کوئی راستہ نہ تھا۔

آپ ذرا نیچے جاتے تھے تو سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ اوپر ے تھے تو کوئی دکھائی نہ دیتا تھا ہر لحہ خدشہ رہتا تھا کہ شائد میں گم ہو چکا ہوں۔ ئد سب لوگ مجھے بھول گئے ہیں۔

جب ہم کہتے ہیں کہ گلیشئر پر چلنا تو ذہن میں یہی تصویر بنتی ہے کہ ایک انی فاصلہ ہے۔ کہیں سفید اور کہیں مٹیالا اور آپ اس پر ذرا احتیاط سے چلتے جا ہے ہیں حالانکہ صورت حال بالکل مختلف ہے۔ آپ برف بہت کم دیکھتے ہیں۔ وہ وں اور ریت کے ملغوبے کے نیچے ہے اور آپ اونچی نیچی غیر متوازن پہاڑیاں تے ہیں۔ کبھی چٹانوں پر رینگتے ہیں اور کبھی ریت میں پاؤں گھسیٹتے ہیں۔

گلیشئر پر چلنے کے لئے پورے وجود کو احتیاط کرنا پڑتی ہے—— آپ ہر پتھر ا ہر قدم پر نہیں جانچ سکتے۔ کوئی ایسا پتھر آئے گا جو قدم رکھنے سے نیچے چلا جائے ا آپ کو گرائے گا' اس لئے آپ ہر وقت ہر پتھر سے یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ ی میرے پاؤں تلے سے نکل جائے گا۔ جس ریت پر آپ قدم رکھتے ہیں اس کے ت برف ہو سکتی ہے۔ اور آپ پھسل کر کسی گلیشئر جھیل میں گر سکتے ہیں۔

اور سب سے خطرناک اور فوری موت کے پھندے گلیشئر کی وہ سینکڑوں ریں ہیں جو گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ ان دراڑوں کے نیچے ندیاں بہتی ہیں یا پانی رستے ور ہر شے تاریک ہوتی ہے۔ یہ ایک اذیت ناک سرد موت کے بلاوے ہیں۔ ان کے بلاوے پر کان تو نہیں دھرتے لیکن گلیشئر پر چلتے ہوئے ہمہ وقت آپ کو ا دھیان رہتا ہے——اور رہنا بھی چاہئے——

آپ سچ مچ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمین نہیں کوئی اور سیارہ ہے کیونکہ آج تک جہاں بھی گئے ہیں۔ جہاں آپ کے قدم گئے ہیں۔ وہاں یہ کچھ نہ تھا جو یہاں اور پھر کبھی کبھار کسی بڑے پتھر کا لڑھکنا۔ آپ کو اس کے سرکنے کی اور ے کی آواز تو آ رہی ہے لیکن آپ یہ ہرگز نہیں جانتے کہ وہ ہے کہاں —— وہ ے عین اوپر بھی ہو سکتا ہے——

یہ ایک مسلسل خطرہ ہے—— کئی بار عین سامنے گلیشئر سے دو تین پتھروں کو سرک کر نیچے کسی سرد تالاب میں یا گہری کھائی میں گرتے دیکھا۔ اگر آپ اس لمحے ان کے نیچے چل رہے ہیں تو پھر آپ کچھ نہیں کرسکتے۔ مسلسل خطرے سے آپ کو صرف آپ کا نصیب بچاتا ہے....

اور جب ایسا پتھریا تودہ کھائی میں یا برفانی جھیل میں گرتا ہے تو اس بہت دیر تک بہت آہستہ آہستہ ہوا میں موجود رہتی چلی جاتی ہے....

ریت اور سنگریزے تو ہمہ وقت سرکتے ہیں اور آپ ان کو سنتے ر ——چنانچہ گلیشئر زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہتا——

ان آوازوں کے ساتھ پانیوں کے ٹپکنے اور بہنے کی آواز بھی گلیشئر کے مختلف حصے جو سورج کی روشنی میں تادیر رہتے ہیں آہستہ آہ رہے ہیں—— ان کی سطح دور سے سیاہ نظر آتی ہے جو دراصل پگھلاہٹ تالاب پتھروں اور سنگریزوں سے گھرے ہوتے ہیں اور ان پر جھکا گلیشئر کا ان میں بوندیں ٹپ ٹپاتا رہتا ہے۔ کہیں انہیں راستہ ملتا ہے تو ایک چھوٹی رواں ہو جاتی ہے—— ہر ندی زیادہ دور تک دکھائی نہیں دیتی کیونکہ اس گلیشئر کے اندر جاتا ہے۔ اگر تو پانی زیادہ ہیں تو وہ اندر ہی اندر راستہ اور کھلی جگہ میں نکل آئیں گے نہیں تو گلیشئر کی سردی انہیں پھر سے منجمد کردے گی——

مجھے ایک اطمینان تھا کہ وحید میرے ساتھ ساتھ چلا آ رہا تھا۔

اور تب میرے سامنے میری پہلی دراڑ آئی—— دراڑ میں کتنا اسے کریوس ہی کہتے تھے——

یہاں گلیشئر تین چار بڑے بڑے حصوں میں منقسم تھا۔

یہ دراڑ اتنی چوڑی تھی اور اس کے کناروں پر سنگریزے تھے رہے تھے—— اور اندر—— نیچے نیم سیاہ برف کی دو چٹانوں کے درمیا ایک بے آواز ٹھنڈک اوپر آ رہی تھی۔ میں اس سے ذرا دور رہا۔

"آؤ صاحب——" وحید اسے پھلانگ گیا لیکن میں نے یہ نوٹ کیا کہ سرے کنارے پر اس کا پاؤں ترچھا پڑا تھا اور تھوڑا سا پھسلا تھا اور پھر وہ ل گیا تھا۔ میں ذرا آگے ہوا۔

اس میں جھانکنے کی جرات نہ تھی لیکن ذرا قریب ہوا تو جو یخ ٹھنڈک اس ے باہر آئی اس نے میرے بدن کے لوں لوں کو سرد خوف سے دوچار کیا—— ر اس سیاہ ٹھنڈی اور اندھی گہرائی میں پانی کے چلنے کی آواز آ رہی تھی—— یہ کہاں اور کتنی گہرائی میں تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ بہنے کی از سرگوشیوں کی طرح آ رہی تھی۔

یہ دراڑیں ایسی نہیں ہوتیں کہ اگر خدانخواستہ کوئی ان میں گر جائے تو اوپر سے جھانک کر اسے دیکھ سکیں—— کریوس کی برفانی دیواریں سیدھی میں نیچے نہیں جاتیں بلکہ پیچ و خم کھاتی ہوئی اترتی ہیں۔ اس لئے چند میٹر کے ان کا زاویہ بدل جاتا ہے اور دن کی روشنی وہیں پر ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ایک م آجاتا ہے تو بالکل اندھیرا ہو جاتا ہے—— دراڑ کے اختتام پر اگر پانی نہیں آپ زخمی حالت میں اس کے فرش پر مکمل تاریکی میں پڑے ہیں اور آپ کو ساتھیوں کی آوازیں آ رہی ہیں جو آپ کے لئے کچھ نہیں کرسکتے.... عام یں گرم کپڑوں کے ساتھ اس گہرے برف خانے میں آپ زیادہ دیر تک ان نہیں رہ سکتے۔ کسی بڑے فریزر کے اندر کی طرح انسان تھوڑی ہی دیر میں ہو جاتا ہے—— میں نے کئی ایسی داستانیں سنی ہیں جن میں کوہ نورد اپنے کسی کے ساتھ دراڑ کے کنارے بیٹھے باتیں تو کرتے رہے لیکن اس کی مدد نہ اور وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر خاموش ہو گیا۔

دنیا کا ایک بہت مشہور کوہ پیما ریناٹو جب کے ٹو سے اتر رہا تھا تو ایک دراڑ را۔ اس کے ساتھی اس کی مدد کو پہنچ گئے۔ ان کے پاس واکی ٹاکی اور رسے اسے باہر تو نکال لیا گیا لیکن شائد اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور یر بعد مرگیا—— انہوں نے اسے پھر اسی دراڑ میں دفن کردیا۔

میں نے بالتورو پر چلتے ہوئے بس یہی دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس دراڑ والی

سرد موت سے بچائے رکھنا۔

"آجاؤ صاحب ——" وحید نے پھر کہا۔

"نہیں یہاں سے میں نہیں آسکوں گا ——"

وحید نے چل پھر کر جائزہ لیا اور پھر چند میٹر آگے ایک ایسا مقام تلاش جہاں گلیشئر کی ایک تکون ذرا آگے نکلی ہوئی تھی ——

وحید نے اپنے آپ کو مضبوطی سے قائم کیا اور ہاتھ آگے کر دیا —— صرف ایک فٹ کے فاصلے پر ہو گا —— لیکن مجھے یوں لگتا تھا جیسے کائنات دوسرے سرے پر ہے.... مجھے کم از کم وہاں تک پہنچنا تھا اور حرکت میں ہوئے بھی اسے مضبوطی سے تھامنا تھا۔

—— اور ہاں پچھلی شب پھر میرے بدن کو اس سرد موت کی قربت سرد چھوا جو بالتورو گلیشئر کی ایک گہری دراڑ میں سے بے آواز باہر آرہی تھی۔ کئی سو میٹر اندر جہاں صرف برف تھی اور لاکھوں برسوں سے تھی وہاں کو تھا جو تاریکی میں بہتا تھا اور وہاں سے وہ ہوا اوپر آتی تھی اور میں اس پھلانگتے ہوئے اس کی موت سردی سے کپکپاتا تھا ——

اور ہاں پچھلی شب میں نے خواب میں ——

میرے ماتھے پر ایک گرم نمی سے آئی —— میں نے ایک گہرا سانس اسی سرد سرسراتی ہوا میں لیا جو دراڑ کی تاریکی میں سے آرہی تھی —— کن کر دیکھا کہ میرا رک سیک یا پانی کی بوتل چھلانگ لگاتے ہوئے میرا بیلنس تو نہیں کرے گی اور پھر ہاتھ آگے کر کے اور اس سنگریزوں اور ریت والی گیا نظر رکھتے ہوئے جس پر میرا بوٹ پڑنا تھا۔ میں نے چھلانگ لگا دی ——

وحید نے میرے ہاتھ کو ایک شکنجے کی طرح دبوچ لیا اور میں دوسرا تھا —— میرے پاس ایک تصویر ہے اس لمحے کی ——

میں دراڑ کے عین اوپر ہوں۔ میرا بایاں پاؤں ہوا میں ہے اور کے بڑے ہوئے ہاتھ کی طرف بڑھ رہا ہے —— اور دیکھا جاسکتا ہے کہ میرے ہاتھ کو مضبوطی سے نہیں تھامتا یا میں غلطی کر جاتا ہوں تو اس کا

اس پہلی دراڑ کے بعد میں قدرے نڈر ہو گیا ——

نڈر ہونا اس لئے ضروری تھا کہ اگر میں ہر دراڑ پر وحید کی مدد طلب کرتا تو مجھے ہمہ وقت اس کا ہاتھ تھام کر چلنا پڑتا تھا —— بالتورو پر دراڑیں بہت تھیں ۔ اگر آپ میرے ان بیانات سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کو کنکورڈیا کے سفر پر نہیں جانا چاہئے تو آپ غلطی پر ہیں۔ دراڑیں ہیں۔ خطرات بے ار ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ فوج کی سپلائی کے بے شمار خچر اسی راستے پر چل کر کنکورڈیا پہنچ جاتے ہیں۔ اگر خچر پہنچ سکتے ہیں تو آپ بھی پہنچ سکتے ہیں صرف آپ عقلی سطح ان جیسی ہونی چاہئے —— ویسے بھی جو خچر دراڑوں میں گر کر مرتے ان کی خبر آپ اخباروں میں نہیں پڑھتے اور نہ ہی ان کے ساتھی واپس آکر ان کی موت کے بارے میں اطلاع دیتے ہیں —— یا کے ٹو کے سفرنامے لکھتے ہیں

چنانچہ ایک عظیم گلیشئر ایک کائنات ہے۔ ایک الگ دنیا ہے جو اس دنیا میں بھی اور نہیں بھی —— اسے بیان نہیں کیا جاسکتا —— اسے بیان کرنے کی شش کی جاسکتی ہے۔

کئی بار احساس ہوتا ہے کہ یہاں دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان میں ایک ۔ اٹھاون کلومیٹر طویل —— پھر یہ پورا علاقہ کسی زلزلے کی زد میں آگیا پہاڑ تو قائم رہے لیکن شہر ملبے کے ہزاروں اونچے نیچے غیر متوازن ڈھیروں دل گیا.... اور ایک انسان کی حیثیت کیا ہوتی ہے!

وہ اس ملبے میں چلتا ہوا کیا محسوس کرتا ہے!

میں نے یہ محسوس کیا گویا میں دو پہاڑی سلسلوں میں گھر گیا ہوں۔ پائیو کی سے اندر آیا ہوں اور اب دونوں جانب تو بلند چٹانیں ہیں اور ان کے ان یہ برفانی ملبہ ہے اور ٹریپ ہو گیا ہوں۔

اسی لئے جو ٹریکر کنکورڈیا سے واپسی پر بالتورو عبور کر کے پائیو تک پہنچتے تھے خوشیاں مناتے تھے۔ انہیں ایک ٹریپ سے باہر آجانے کا احساس ہوتا

تھا.... ایک ہسپانوی کوہ نورد نے کہا تھا کہ بالتورو پر سفر کرتے ہوئے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے بالتورو کو عبور کرلیا- اب یہ گلیشئر میرا ہے- نہیں گلیشئر تب تک آپ کا نہیں ہو سکتا جب تک آپ اس میں سے نکل کر پائیو پہنچ جاتے —— یہ کسی وقت بھی آپ کے خواب کا خاتمہ کر سکتا ہے-

ایک اور کوہ نورد نے کہا کہ بالتورو کے عظیم برفانی ملبے میں کبھی چ ہوئے کبھی اترتے ہوئے کبھی گم ہوتے اور گرتے ہوئے میں نے یہ محسوس کیا جیسے ایک حقیر سا کیڑا ہوں جو باتھ ٹب میں گر گیا ہے اور اب اس میں سے باہر آ کوشش کر رہا ہے——

پائیو کی جانب سے ایک میکانکی گونج کے ساتھ "چھک چھک چھک—— ہلکی سی آواز آئی—— میں نے ادھر دیکھا تو وحید کھڑا ہو گیا—— "ہیلی ہے سر

آواز کی گونج بلند ہوئی اور ایک بڑا یاما ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گیا—— شائد سیاچین میں سپلائی ڈراپ کرنے یا گورے ٹو کی مختصر چھاؤنی اترنے کے لئے—— ہم اکثر ان ہیلی کاپٹروں کو دیکھتے جو اسکولے کی جانب برالڈو کی وادی میں پرواز کرتے ہوئے نمودار ہوتے اور بالتورو کے تنگ د میں داخل ہو کر غائب ہو جاتے——

ہمارے ٹیم ممبران کی آواز کی وجہ سے انہیں "کے ٹو کا رکشا" کہتے

ایک نسبتاً ہموار جگہ آئی تو ہم ستانے کے لئے رک گئے-

بالتورو نے ہماری کمر توڑ دی تھی .... ہم سب اتنے تباہ حال ہو چکے جو جہاں پہ بیٹھا ہے یا گرا ہے وہیں بالتورو کے دوسرے پتھروں کی طرح پتھ ہے—— غلام اور وحید ہمیں انرجائل پلا رہے ہیں اور ہم منہ کھول کر کہتے ہیں اسی طرح پلا دو—— کنکورڈیا ٹریک کی خطرناکی سے تو ہم آگاہ ہو چکے تھے لیکن کی اذیت ناکی کا تجربہ آج ہو رہا تھا- یہ وہ سنہری لمحات ہوتے تھے جب مرزا کے علاوہ سب لوگ ان کے انسٹرکٹر کے اس بیان پر کہ یہ ٹریک "مال روڈ ان کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے——

عامر ایک بولڈر کے ساتھ ٹیک لگائے ہنس رہا تھا اور ہنسے چلا جا رہا تھا "تارڑ صاحب—— آپ نے جو اس مہم کا نام "تارڑ کے ٹو کہانی" رکھا ہے تو میں آج کے ٹریک کے بعد اس کے نام میں تھوڑی سی تبدیلی چاہوں گا—— اسے "تارڑ بی- پی کے ٹو کہانی" کہا جانا چاہئے——"

بی- پی مخفف ہے ایک ایسے پنجابی لفظ کا جو اگر آپ سمجھ نہیں سکے تو آپ کو سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں——

"ہاں——" ڈاکٹر صاحب اپنے کرتے سے پسینہ پونچھتے ہوئے بولے "آج تو رائٹ معاملہ ہے-"

میاں صاحب کم تھکے ہوئے تھے لیکن ان کا ردعمل بھی مختلف نہ تھا "لو جی پہلے اوپر چڑھو پھر نیچے اترو—— پھر دراڑوں کا خیال رکھو- ان کا خیال رکھو اوپر سے پتھر کی آواز.... پتھر کا خیال رکھو تو کسی تالاب میں—— بڑا کتا گلیشئر ہے جی——"

شاید صاحب ذرا سا کھانسے "مائی لیڈر یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں-"

"آپ کا کیا خیال ہے اگر لیڈر کو پتہ ہوتا کہ وہ یہاں آ رہا ہے تو وہ یہاں آتا" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا-

ویسے اس روز میں نے اپنے آپ کو زیادہ تھکا ہوا محسوس نہیں کیا تھا- پتہ نہیں اس کی کیا وجہ تھی لیکن میں بہت اچھی حالت میں تھا اور صرف اپنے ساتھیوں کا دل رکھنے کے لئے کہہ رہا تھا کہ بہت برا حال ہے—— شائد میں بقول صاحب گھوڑا ہو گیا تھا—— لیکن باقی حضرات کیوں گھوڑے نہیں ہوئے تھے

"ہائے——" عامر نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھا اور پھر ہنسنے لگا "بالکل بی- پی ہے جی—— ہاں بھئی غلام محمد آج لنچ کہاں سرو ہو گا——"

"لی گو رکے گا کھانے کے لئے سر——" غلام بھی آج کچھ بجھا ہوا تھا——

کنکورڈیا ٹریک کا ایک اور مشہور پڑاؤ تھا——

چند برس پیشتر ایک پتھریلا سیلاب بلندی سے نیچے آیا اور پوری کیمپنگ

سائٹ کو فنا کر دیا.... اور اسے للی گو کیوں کہا جاتا تھا!

ایک روایت کے مطابق کوئی ہائی پورٹر ایک میم صاحب کو کنکورڈیا واپس لا رہا تھا۔ میم صاحب پر بلندی کا اثر ہو چکا تھا اس لئے وہ راستے میں ہی بسیں۔ وہ پورٹر شور مچاتا یہاں تک آیا اور یہاں اس کا خاوند منتظر تھا۔ پورٹر خاوند کو رپورٹ دی کہ —— للی.... گو یعنی للی چلی گئی ہے —— للی اس میم صا کا نام تھا —— لیکن یہ روائت خاصی مشکوک ہے.... مشکوک ہے لیکن مز ہے۔

ہم اٹھنے لگے تو وحید بولا "آپ نے ٹرانگو نہیں دیکھے صاحب"

"کس کو؟"

وحید نے گلیشئر سے پرے چند بلند چٹانوں کی طرف اشارہ کیا "ٹرانگو"

"ٹرانگو ٹاورز سے —— للی گو"

میں نے اپنے سفرنامے "نانگا پربت" میں لکھا ہے ——

"ٹرانگو ٹاورز ان چٹانوں کا مجموعہ ہے جو کنکورڈیا کے راستے میں پڑتی ہیں اور جنہیں دیکھ کر ایک مرتبہ تو دل تھم جاتا ہے کہ ان کی بلندی اور شکل آسمان میں چھید کرتے ہوئے میناروں کی طرح ہے —— وہ دنیا کے ہر کلائمبر کا خواب ہیں "۔

میں بھی ایک عرصے سے ان کا اسیر تھا۔ ان کا آشنا تھا اور پہاڑوں کی تصویریں دیکھتے ہوئے ہمیشہ ان پر رکتا تھا —— اور خواہش کرتا تھا کہ میں کبھی ان کو دیکھوں.... دراصل کے ٹو کے بعد میں صرف ان چٹانوں کو دیکھنے کی ہوس رکھتا تھا اور اب میں ان کے آس پاس تھا اور میں نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔

ٹرانگو مجموعے کے تین حصے ہیں —— ایک الٹی بھاؤ ٹاور —— دوسرا ٹرانگو ٹاور اور تیسرا نیم لیس ٹاور۔

یہاں سے 19957 فٹ بلند الٹی بھاؤ ٹاور صاف نظر آ رہا تھا —— سب سے الگ تھلگ —— تنہا —— اس کے غصے میں آسمان بھی زیادہ آیا تھا —— کہیں کہیں برف ورنہ صرف ننگی چٹان کا ایک بلند مینار —— جیسے بابل کے میناروں میں سے ایک —— جو تصویر بابل کے میناروں کے ذہن میں بنتی ہے۔ حقیقت کم اور فینٹسی زیادہ —— ویسا الٹی بھاؤ ٹاور —— میں اسے دیکھتے ہی اس کی کشش کو سمجھ گیا۔

میں نے کنکورڈیا کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے تجربہ کار کوہ نوردوں سے بار ہا پوچھا تھا کیا ہم راستے میں ٹرانگو کے بیس کیمپ تک جا سکتے ہیں؟

ان چٹانوں کے پاس پہنچنا اور انہیں سر اٹھا کر ان کی بنیاد سے دیکھنا ——

کیسا احساس ہوگا کیسا منظر ہوگا——

"آپ کو ٹریک سے الگ ہو کر ٹرانگو تک جانا ہوگا—— راستہ خطرناک ہے اور آپ کے کم از کم تین دن ضائع ہوں گے——"

میں نے سوچا یہ نہ ہو کہ میں ٹرانگو کا "پنگا" لے لوں اور کنکورڈیا تک پہنچ پاؤں.... کبھی آئندہ سہی——

لیکن یہ کبھی آئندہ—— کبھی نہیں آتا....

اور الی بہاؤ ٹاور کو دیکھ کر میں ٹرانگو چٹانوں کی کشش کو کیوں سمجھ گیا یہ چٹانیں یہ مینار حقیقت کم اور فینٹسی زیادہ دکھائی دیتے تھے اس لئے شائد یہ بابل کے مینار تھے—— شائد بابل کا شہر ان کے سائے میں اب بھی ہو۔

یہاں سے اس مجموعے کا سب سے مشہور ٹاور 6257 میٹر بلند "نیم ٹاور" نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لئے اردوکس پہنچنا لازمی تھا۔

ہم سب تھوڑے سے شرمندہ تھے کہ ٹرانگو کے نواح میں پہنچ کر بھی سے بے خبر رہے—— اس شرمندگی کی تلافی کے لئے ہم نے پورے تین خاموشی اختیار کر کے انہیں مسلسل دیکھا—— چار برس پیشتر گلگت کے پارک میں میری ملاقات جرمن راک کلائمبر وولف گانگ سے ہوئی تھی.... وہ چٹانو چڑھتے ہوئے کوہ پیمائی کا سامان استعمال کرنے پر یقین نہیں رکھتا تھا بلکہ اپنے ہا اور پاؤں سے مارکو پولو شیپ کی طرح چٹانوں پر چڑھ جاتا تھا یعنی فری کلائم ٹرانگو کو دیکھ کر مجھے وولف گانگ بری طرح یاد آ رہا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا تھا۔ ہم پاکستانیوں کا ایک تھیسس یہ بھی ہے کہ لوگوں کو چونکہ پیچھے سے رونے والا کوئی نہیں ہوتا وہ اپنی زندگی خطرے میں ا ہیں.... "نہیں۔ نہیں" وولف گانگ بے حد محظوظ ہوا تھا "یہ خیال غلط ہے ہماری مائیں اور بہنیں بھی ہمارے لئے فکر مند رہتی ہیں.... میں جتنے روز رہوں گا میرے خاندان کے لوگ گلگت فون کر کے میرا پتہ کرتے رہیں گے—— برس میں ٹرانگو ٹاورز کو سر کرنے آیا تھا لیکن صرف دس روز کے بعد میرے

بیویوں اور خاتون دوستوں کے لئے اداس ہو گئے۔ کسی کو اپنی ماں یاد آنے لگی وہ اس طرح کا کھانا پکاتی تھی اور کسی کو اپنے بچے یاد آنے لگے اور نتیجہ یہ نکلا ہم مہم ختم کر کے واپس چلے گئے کیونکہ ہم اداس ہو گئے تھے—— نہیں ہمارے بھی رونے والے ہوتے ہیں——" وولف گانگ ٹرانگو ٹاورز کو سر کرنے کی رت لے کر چلا گیا۔

تین برس تک تو ممکن تھا کہ وہ واپس آ کر ٹرانگو کو کلائمب کرتا.... لیکن اب ممکن نہیں ہے کیونکہ پچھلے برس وہ جرمنی میں اپنے موٹر سائیکل سے گر کر ہلاک ہوگیا.... دنیا کی بلند ترین چٹانوں سے وہ نہیں گرا۔ ڈھائی فٹ کے موٹر سائیکل سے گرا——

ٹرانگو کو دیکھ کر مجھے وولف گانگ بری طرح یاد آیا تھا——

"آ جاؤ تارڑ صاحب——" عامر ایک بھربھری بلندی پر کھڑا تھا۔ غلام—— اور پورٹر جا چکے تھے.... میرے آس پاس صرف بالتورو کا ملبہ تھا اور گلیشئر اور پتھر گرنے اور پانی ٹپکنے کی آوازیں تھیں——

"ٹھہرو——" میں نے زور سے پکارا—— میں یہاں اکیلا نہیں رہنا چاہتا...

پھر سفر شروع ہو گیا—— میں ایک مرتبہ پھر وہ حقیر کیڑا ہو گیا جو گیلے ہاتھ میں ٹریپ ہو جاتا ہے اور باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے—— رینگتا ہوا—— تا ہوا.... ایک حقیر کیڑا—— چاروں جانب مٹیالے پتھر—— بجری—— ریت اونچے نیچے ٹیلے.... کسی ٹیلے پر چڑھتے ہوئے سنگریزے لڑھکتے ہیں اور آپ پاؤں ان میں دھنستے ہیں۔ سنگریزے چند میٹر کی ڈھلوان کے بعد ایک ایسے ب میں گر رہے ہیں جو گلیشئر کے نیچے تک جا رہا ہے—— اور گلیشئر اس پر اپ ٹپ پگھل رہا ہے——

مستنر کو بالتورو کی اسی وحشت ناک لینڈ سکیپ سے عشق ہے وہ کہتا ہے "مت سکون اور شوق سے پیدل چلتا جاتا ہوں کیونکہ مجھے پتھروں سے اٹے ہوئے لمد دریا سے محبت ہے اور میں اس میں خوش رہتا ہوں—— اور یہاں چلتے

ہوئے میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں مرچکا ہوں اور بالتورو کی برفوں میں دفن ہو نیچے وادیٔ براللڈو میں جارہا ہوں۔ اور یہ خواب اور یہ خیال مجھے تسلی دیتا زندگی کے لئے —— اور موت کے لئے"

ہم ہولے ہولے گلیشئر کے دائیں کنارے کی جانب حرکت کررہے —— آج صبح ہم بائیں کنارے سے اس کے اندر آئے تھے ——

کنارے کے ساتھ جو چٹانیں اور پہاڑی دیواریں تھیں ان میں سے ا راستہ تھا جو گلیشئر کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور ہمیں بہت ہی قابل قبول تھا کیونکہ ہم کم ازکم گلیشئر پر نہیں چلتے تھے۔ اس راستے پر چلتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ ہمار پورٹر پتھروں سے ٹیک لگائے ایک ایسی ڈھلوان سطح پر بیٹھے ہیں جہاں سنبھل بیٹھنا پڑتا ہے ورنہ آپ لڑھک سکتے ہیں۔ یہاں پتھروں کے بے ہنگم ڈھیر تھے اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں انسان اطمینان سے بیٹھ سکے —— یا خیمہ لگا سکے یہی للی گو تھا ——

چند برس پہلے تک اسے دنیا جانتی تھی —— اب کوہ نورد اسے چھوڑ کر آ چلے جاتے ہیں.... جیسے اسکولے تک سڑک مکمل ہونے سے واسو کی اہمیت ہوگئی۔ چونگو اور جاپکو کے گاؤں نامعلوم ہوگئے.... یہاں ایک لینڈ سلائڈ نے للی کو برباد کردیا ——

میں نے رک سیک اتار کر رکھا اور ذرا اوپر جانے کی کوشش کی لیکن ا صرف پتھر اور سخت مٹی کے ڈھیر تھے۔

شائد اصلی للی گو ان کے نیچے دفن ہے۔

اتنی ڈھلوان کہ کسی جگہ بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا —— بیٹھتے تو دھیان سے —— اور ہمارے سامنے کیا تھا؟ —— گلیشئر کے ملبے کا ایک لمبا ڈھیر اور پھر اور ڈھیر اور پھر دوسرا کنارا اور چٹانیں جن میں گھاٹیوں اور اترائیوں میں جمی ہوئی ہے —— عجیب دل کو بٹھا دینے والی دہشت دینے والی جگہ تھی —— انسان گھبرا جاتا تھا کہ ہم پتہ نہیں کدھر سے آئے ہیں اور یہاں سے گے کیسے۔

کوہ نورد فوٹوگرافر جارج شیر نے اپنی مشہور کتاب "ان دے تھرون روم ف ماؤنٹین گاڈز" میں لکھا ہے کہ وہ جب للی گو میں خیمہ زن ہوا تو اسے اطلاع کہ ذرا بلندی پر سائبرین آئی بیکس موجود ہیں چنانچہ وہ اپنے کیمروں سے لیس ہو ان کی تلاش میں نکل گیا —— جارج نے آئی بیکس کا ایک گروپ دیکھا جو اس سونگھ کر بلندی کی طرف جانے لگے.... یہ جانور عمودی چٹانوں پر اس طرح تھے جیسے تجربہ کار کوہ پیما چڑھتے ہیں۔ اس طرح ایک بہت خطرناک جگہ کو ان وروں نے باری باری عبور کیا۔ جب ایک بحفاظت دوسری طرف پہنچ جاتا تھا دوسرا اس راستے پر قدم رکھتا تھا —— جارج کا خیال ہے کہ انسان نے بنیادی ر پر کوہ پیمائی انہی جانوروں کا مطالعہ کرکے سیکھی —— اس نے للی گو کے آس ان جانوروں کی نہایت کلاسیک تصاویر بنائیں.... لیکن اس کی سب سے بڑی ش سنو ٹائیگر کی تصاویر اتارنا تھا جو پوری نہ ہوسکی البتہ اس نے للی گو سے پس جاتے ہوئے برفانی چیتے کے پگ مارکس دیکھے تھے —— اس راستے پر اب چلنے والے تھے۔

جارج شیر جنگلی حیات کا شیدائی تھا۔ وہ لکھتا ہے "پاکستان شمال کے پہاڑوں سلسلے جنگلی حیات کے ختم ہونے کے بعد بھی یونہی رہیں گے —— اسی طرح گے —— لیکن جب آخری برفانی چیتا برف کی چٹانوں سے ہمیشہ کے لئے غائب ئے گا تو ایک ناقابل یقین طلسم کا بھی اختتام ہوجائے گا ——"

کیا ہمارے عین اوپر للی گو کی چٹانوں میں ٹرانگو ٹاورز کی بلندیوں پر.... اس کے آس پاس جس پر اب ہم چلنے کو تھے کیا وہاں —— کہیں۔ ایک یا —— انی چیتے موجود ہیں —— یا ایک ناقابل یقین طلسم کا خاتمہ ہوچکا ہے اور ہم بے ۔ للی گو 12200 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

پورٹروں کی ایک قطار پائیو کی لکڑیوں کے گٹھے اٹھائے بالتورو سے اتر کر راستے پر آئی اور تھوڑی دیر میں ہمارے سامنے سے گزر کر پہاڑ کے عقب پوش ہوگئی۔ یہ پورٹر کسی مہم کا سامان لانے کے لئے ٹوکے بیس کیمپ کو تھے اور بہت تیز چل رہے تھے۔ کھانے کے فوراً بعد ہم نے بھی چلنا

شروع کردیا۔

پھر وہی باتھ ٹب اور ہم ——

میں گلیشئر کے ایک بہت بڑے تودے کے اوپر آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا آہستہ آہستہ اس لئے کہ اب میں بھی تھک چکا تھا۔ بلکہ دوسروں کی نسبت زیادہ تھک چکا تھا اور ان علاقوں میں تپلی ہوا اور بلندی کی وجہ سے انسان کی ہڈیوں میں ایسی تھکاوٹ سرائت کرتی ہے کہ وہ چلتا چلتا سست نہیں ہوتا بلکہ ڈھیر ہو جاتا ہے۔ میں نے بھی محسوس کیا کہ اگر میں پوری توجہ سے نہ چلا تو یکدم ناک آؤٹ ہو جاؤں گا

میں نے محسوس کیا کہ جیسے زلزلہ آ رہا ہے۔

اگر انسان بالتورو پر ہو اور زلزلہ آ جائے تو چند لمحوں میں تمام تودے اور ملبے کے ڈھیر جگہ بدل لیتے ہیں۔ ان میں اگر کوئی کیڑا رینگ رہا ہو تو اس کا کیا حال ہو گا۔ کوئی حال نہ ہو گا کیونکہ وہ بھی میسنر کے خیال کی طرح بالتورو کی برفوں میں دفن ہو جائے گا۔

میں فوراً کھڑا ہو گیا۔

چند پتھر لڑھکتے ہوئے نیچے تک چلے گئے۔

میں نے الی بہاؤ ناور دیکھا —— پتہ نہیں وہ یا میں —— دونوں میں سے ایک لرزش میں تھا۔ اگر زلزلہ ہوتا تو اب تک کام تمام ہو چکا ہوتا۔ میں پھر چلنے لگا کچھ نہ کچھ تھا جو ہلتا تھا —— اور میری ٹانگیں سگنل بھیجتی تھیں کہ ہمارے نیچے کوئی گردش ہے.... وحید میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے صاحب تھک گیا؟"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سب کچھ ہل رہا ہے۔ لرزتا ہے۔"

"ایسا تو ہے صاحب:" وہ ہنس کر بولا۔

"کیوں ایسا ہے؟"

"صاحب جہاں ہم چلتے جا رہے ہیں تو یہ گلیشئر کا ایک حصہ ہے جو بالتورو سے علیحدہ ہو چکا ہے.... ہم جو کھائی پھلانگ کر آئے تھے تو وہاں سے شروع ہوا اور ابھی ہم اس پر سے اتر جائیں گے —— بس صاحب یہ ——"

"یہ خطرناک ہے؟"

"نہیں صاحب کئی سال سے ایسا ہے —— آؤ"

واقعی ہم گلیشئر کے ایک بڑے ٹکڑے پر جو غالباً "پانی پر ٹھہرا ہوا تھا چلتے تھے حصہ لرزتا تھا۔

بالتورو پر شام بہت پہلے آ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی چٹانی دیواریں بہت بلند وہ روشنی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

"سورج نیچے چلا جاتا ہے

دور چٹانی افق کے نیچے

جیسے وہاں نیچے کچھ بھی نہ ہو۔"

"کھابرسے گلیشئر پر جلتا آس کا دیا اور بابل کے مینار"

سردی بڑھ رہی تھی۔

جب کبھی ہم سانس درست کرنے کے لئے رکتے تب احساس ہوتا کہ ہوا
سرد ہو رہی ہے۔ جیسے ہم سب سر جھکائے پوری توجہ سے قدم اٹھا رہے تھے ا
سے ظاہر ہوتا تھا کہ بس ہم آخری دموں پر ہیں۔

اس بڑھتی ہوئی سردی اور اترتے ہوئے اندھیرے میں ہم نے اپنے سا
کھابرسے گلیشئر کو پایا —— ہم نے اتنا خوش منظر گلیشئر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔
بالتورو کا ایک بغل بچہ تھا یعنی اس کی بغل میں سے برآمد ہو رہا تھا۔ برف سے ا
پہاڑوں اور چوٹیوں میں سے جیسے سیاہ لاوا بہتا ہوا آیا اور ہم سے تھوڑی دور ا
یکدم رک گیا، ٹھنڈا ہو گیا —— ہاں وہ برف کی بجائے منجمد سیاہ لاوا ہی لگ رہا
اس میں سے ایک دو ندیاں بھی نکل رہی تھیں لیکن فاصلہ زیادہ تھا اسلئے ہم ان کا
طور پر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ کھابرسے ہمارے لئے ہماری تھکاوٹ اور ٹریک ا
مشکل ترین دن کے اختتام پر ایک انعام تھا —— ہم نے اسے کسی تصویر میں
دیکھا تھا اس لئے اس کی جسامت۔ شکل اور پورا منظر غیر متوقع تھے —— او
شاندار منظر والا گلیشئر تھا.... اس پر جھکے پہاڑوں پر برف بہت تھی اور جہاں
چٹانیں تھیں وہاں ابھی چند گھنٹے پیشتر برف کا سفوف چھڑکا گیا تھا —— دونوں
اونچے پہاڑی سلسلے اور ان کے درمیان میں رکا ہوا کھابرسے —— بعد میں
ہوا کہ یہ اتنا رکا ہوا بھی نہیں ہے اور ہر برس تین چار میٹر آگے آجاتا ہے
متحرک گلیشئر ہے۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب وہ سرکتا سرکتا بالتورو کے
اور ملبے سے آملے گا اور اس کے سامنے جو کیمپنگ سائٹ ہے وہ بھی ملیا

معدوم ہو جائے گی —— لیکن ابھی یہ موجود تھی، آباد تھی۔ وہاں تین چار
دکھائی دے رہے تھے اور وحید بالتورو کی ایک دیوار کی اوٹ میں میرا خیمہ لگا
تاکہ رات سرد ہوا سے بچاؤ رہے۔

غلام کا نیلا کچن قائم ہو چکا تھا اور وہ ترپال کے نیچے جھکا مٹی کے تیل کا چولہا
نے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچن ٹینٹ کے برابر میں تین چار پتھروں میں سے پانی
ہوا آ رہا تھا.... اور اس کے سامنے ہمارے خیمے مختلف شکلوں میں تھے —— میرا
ور زرد اگلو خیمہ نصب ہو چکا تھا۔ عامر اور ڈاکٹر صاحب کے خیمے ابھی کھولے
ہے تھے۔

کھابرسے کی زمین میں گیلاہٹ بہت تھی اور تاریکی کے ساتھ سردی بھی
چلی جا رہی تھی ——

"یار سردی بہت ہے ——" میں نے رک سیک میں سے ہائی آلٹی چیوڈ
کی نیلی جیکٹ نکال کر پہن لی اور عامر کی طرف دیکھا۔

"ایک جانب بالتورو ہے دوسری جانب کھابرسے ہے اور درمیان میں ہم
پتہ نہیں سردی کیوں زیادہ ہے ——" عامر نے بے حد سڑا ہوا جواب دیا....

کھابرسے کی اونچی نیچی کیمپنگ گراؤنڈ میں سب سے انوکھا منظر ڈاکٹر
کے ٹہلنے کا تھا —— کیونکہ اب انہوں نے ململ کے کرتے کے اوپر ایک
پہن رکھی تھی اور کیمپنگ میں گشت کر رہے تھے۔

ہمارے تینوں خیموں کے رنگ بالکل الگ الگ تھے۔ نیلا۔ زرد اور سرخ
سرد اور سلیٹی شام کے نیم اندھیرے میں بہت شوخ اور زندگی کی علامت
ہے تھے۔ یہ خیمے بالتورو کے ملبے کی ایک دیوار کے سائے میں تھے اور اس
کے ڈھیر ایسی دیوار سے پرے تو بالتورو کا حجم ہو گا جو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن
کے آخر میں دوسرے کنارے پر ایک بہت وسیع اور چوڑے حجم والی چٹان
ہر جانب سے اتنی عمودی تھی کہ اس پر برف رکتی نہیں تھی۔ کہیں کہیں اس
اں میں یا ایک شانے پر اتنی جگہ تھی کہ برف قیام کر سکے۔ یہ اتنی بڑی تھی
اں کے پس منظر میں اس کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"لو جی چوہدری صاحب——" ڈاکٹر صاحب ٹہلنے کے بعد واپس آ رہے تھے
" آج پتہ چلا ہے کہ ہم پہاڑوں کے خداؤں کی سلطنت میں ہیں—— ذرا کھابرے گلیشیئر دیکھئے اور پھر اس چٹان کو دیکھئے۔ چٹان کیا ایک پورا شہر ہے پتھر کا—— اسے کلائمب کرنے کے لئے تو مہینوں درکار ہوتے ہوں گے۔ فاصلے ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ؟"

ہمارے خیموں کے پاس منظر یہ چٹانی سلسلہ بے حد متاثر کرنے والا اور رعب والا تھا.... جہاں الی بھاؤ بابل مینار لگتا تھا وہاں یہ عظیم الشان چٹانیں اور ان کی بلندیاں اور کہیں کہیں برف کے ٹھہراؤ بابل کے حفاظتی دروازے لگتے تھے.... کے پیچھے اب بھی وہ شہر آباد تھا جہاں راجہ پورس سے شکست کھانے کے بعد سکندر اعظم زخموں سے نڈھال سسکتا ہوا پہنچا تھا اور مر گیا تھا....
بس یہی کشش تھی اب اندھیرے میں گم ہوتی ان چٹانوں میں اور نانگا مجموعے میں.... کہ کوہ پیما اپنی فینٹسی کے بابل میں جانا چاہتے ہیں۔ اور وہ دروازے ہیں اور یہ مینار ہیں——

"خاں صاحب—— مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے اس چٹان کو د کر—— جیسے یہ ایک بہت بڑا گوتھک کیتھڈرل ہو—— اس چٹان کو کسی فن تعم کے ماہر نے گوتھک طرز میں تراشا اور تراشتے ہوئے موت سے ہمکنار ہوا...
اس عمارت پر صدیوں سے برف باری ہوتی رہی اور اب یہ چٹان لگتی ہے لیکن شائد اس کے اندر خدا کی پرستش کرنے والے لوگ موجود ہوں۔"
لاہور واپسی پر کوہ پیمائی کی ایک کتاب میں انہیں چٹانوں کی ایک تصو دیکھی—— ان کا نام واقعی "کیتھڈرل" تھا۔
رات ہوئی تو کھابرے گلیشیئر میں سے نکلنے والی ندیوں کے پانی کی آواز تھی—— کچن کے برابر میں جو چشمہ تھا یا گلیشیئر کا پگھلاؤ تھا اس کی سرسراہٹ یا تیز ہوا تھی—— جو بہت سرد تھی—— کچن ٹینٹ میں چولہا جل رہا تھا اس روشنی تھی اور لالٹین ترپال کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی اس کی روشنی تھی جو ا راستے پر پڑ رہی تھی جس پر چل کر ہم نے کل اردوکس پہنچنا تھا۔

اب ناامیدی کے اور خوف کے گلیشیئرز سے پرے امید کے دیئے جلنے لگے ... ٹریک میں پہلی بار ہم اس یقین کے ساتھ باتیں کرنے لگے کہ ہم کنکورڈیا جائیں گے۔ کے ٹو دیکھ لیں گے۔ کے ٹو کے بیس کیمپ تک پہنچ جائیں گے—— اس سردی سے اور تند ہوا سے جو ترپال پر زور لگاتی تھی اور گاہے بگاہے جو یں اس پر ٹپ ٹپ برستی تھیں ان سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ تمام ممبروں گرم جیکٹیں پہن لی تھیں اور ہاتھ زیادہ دیر تک جیبوں سے باہر نہیں رکھتے

نوڈل سوپ کے بعد غلام نے "شیف سپیشل" یعنی باورچی کی سپیشل ڈش کی اور یہ آلو قیمہ تھا—— آپ بے شک بہترین فرانسیسی کوسین اور اعلیٰ چینی کھانے نوش کریں لیکن آلو قیمہ تو بس آلو قیمہ ہوتا ہے——
کھانے کے دوران خوراک کے موضوع پر گفتگو شروع ہوگئی اور سب نے کیا کہ ہم نے زندگی میں مسلسل اتنی اچھی اور اتنی مختلف خوراک کم ہی کھائی اور اس کا تمام تر کریڈٹ غلام کو جاتا تھا اور چنگیزی کو جاتا تھا جس نے یہ پلائی کیا۔
"لیکن تارڑ صاحب—— گرم گرم سموسوں کی بھی کیا بات ہے" میاں نے چٹخارے لے کر کہا—— "یا آلو چھولے ہوں تیز مرچوں والے اور ذرا ی نچوڑا گیا ہو——" میرے منہ میں بھی پانی آ گیا——
"یار کسی ظالم نے پکوڑوں کی بات نہیں کی——" عامر کا موڈ ابھی تک تھا۔ "پکوڑا بادشاہو پکوڑا ہوتا ہے——"
"پاکورا——" غلام بولا اور بولنے کے بعد ہنسا اور اس کے ہنسنے سے ے گلیشیئر کا "تراہ" نکل گیا ہو گا "پاکورا کھلائے گا—— ہم کھلائے گا۔"
"کب کھلائے گا یار؟"
"ابھی کھلائے گا—— تیار ہے" اس نے ایک دیگچی میں ہاتھ ڈال کر پہلے بیسن نکالا اور چولہے پر رکھی کڑھائی میں ابلتے تیل میں ڈال دیا.... ہم سے سوچ رہے تھے کہ غلام نے یہ کڑھائی کیوں چڑھا رکھی ہے۔

"غلام—— ہم تیرے غلام" عامر نے غلام کے گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے
نعرہ لگایا.... نوڈل سوپ—— آلو قیمہ—— چپاتی اور پکوڑے—— بعد میں قہوہ بھی
—— اور کھابر سے گلیشئر کی سرد ہوا بھی—— بارش کے چند بوندیں ترپال پر
ناامیدی کے گلیشئر پر جلتا آس کا دیا بھی—— ہماری کائنات مکمل تھی۔

کوئی آ رہا تھا۔

اردوکس سے آنے والے راستے پر کوئی اتر رہا تھا کیونکہ ادھر سے بھاری قدموں کی آواز آ رہی تھی.... اور تب ہم نے ترپال میں بیٹھے ہوئے اترائی اترتے ہوئے ایک باریش غیر ملکی کو دیکھا اور وہ باریش غیر ملکی اپنے دونوں ہاتھ میں پاکستان کا ایک بہت بڑا پرچم تھامے باقاعدہ سامنے دیکھتا پریڈ کرتا ہوا چلا تھا۔ جیسے طبل جنگ بج چکا ہو اور وہ جھنڈا اٹھائے جنگ میں حصہ لینے کے لئے جا ہو—— سپاہیوں کی طرح سینہ نکالے دھم دھم کرتا وہ غیر ملکی اور اس کی داڑھی کا رنگ سرخ تھا راستے سے نیچے آ رہا تھا اور اس کے ہاتھوں میں ایک لہراتا پاکستانی پرچم تھا——

"اوئے یہ کیا چیز ہے۔"

"تارڑ صاحب اسے پکڑو—— یہ کون ہے؟"

"بھاجی کوئی پاگل خانہ ہے اس سے بات کرو.... میں نے کہا بھاجی گڈ ا
ادھر تو آؤ——" ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔

جن لوگوں نے بالتورو گلیشئر پر سفر نہیں کیا اور اس کی ویرانی میں کہاں گلیشئر کے دہانے پر رات نہیں گزاری ان کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ ا پاکستانی پرچم بردار غیر ملکی یکدم اردوکس کی جانب سے نازل ہو جائے تو ان اسے دیکھ کر کیسے بیوقوف اور بے یقین ہو جاتا ہے۔

ہم نے اسے چائے کے ایک کپ کے لئے نیلی ترپال کے نیچے اپنے ا ایریا میں آنے کی دعوت دی جو اس نے بلا جھجک قبول کر لی پرچم سمیت کر بیگ میں رکھا اور اندر آ گیا—— اس دوران اس کا بلتی پورٹر بھی پہنچ گیا جو طوفان میل صاحب کے پیچھے بھاگتا چلا آ رہا تھا۔

چائے کا مگ پیش کرنے کے بعد پہلا سوال یہی تھا کہ جناب آپ ایک غیر ملکی ہوتے ہوئے بھی پاکستانی پرچم اٹھائے کیوں چلے آ رہے ہیں۔

"اس لئے کہ آئی لو پاکستان——" اس نے سینے پر مکہ مار کر کہا "پاکستان از گریٹ کنٹری——"

"اور آپ کا ملک کونسا ہے؟"

"پاکستان——" اس نے پھر اپنے سینے پر ایک گھونسا مار کر کہا۔

"آپ پیدا بھی یہیں ہوئے تھے؟" کسی نے دریافت کیا۔

"میں دراصل ڈچ ہوں۔ ہالینڈ کا رہنے والا——" وہ مسکرانے لگا "لیکن پاکستان بہت پسند ہے۔ جب بھی موڈ میں ہوتا ہوں تو پاکستان کا پرچم ہاتھ میں لے لگاتا ہوں اور چلتا جاتا ہوں۔ اٹس اے گریٹ کنٹری——"

چائے کے دو مگ پینے کے بعد اس سرخ داڑھی والے ڈچ کی پاکستان وطنی" قدرے نارمل ہوئی تو اس نے ترپال کے نیچے براجمان تمام حضرات ت میں اپنا ایک ایک کارڈ پیش کیا....

وم فان بارسکامپ

ایکسی ڈیشن لیڈر آف دی

فرسٹ ڈچ۔ انٹرنیشنل کے ٹو ایکسپی ڈیشن 1993ء

13.5.93 To 10.9.93

"یہ میں ہوں——" اس نے سینے پر پھر ایک مکہ رسید کیا" وم فان پ.... ایکسی ڈیشن لیڈر آف دی——" اس نے پورا کارڈ دوہرا دیا۔

"اور کیا آپ کامیاب ہوئے؟"

"نہیں—— لیکن اس کے باوجود فخر ہے کہ میں ڈچ انٹرنیشنل کے ٹو ایکسپی یڈر ہوں...."

"اور ہالینڈ میں کیا کرتے ہیں؟"

اس سوال کو اس نے پسند نہیں کیا "آئی ایم دی ایکسپی ڈیشن لیڈر۔"

"کے ٹو پر مہم لے کر جانا بے حد مہنگا کام ہے —— آپ نے اخراجات ا
بندوبست کہاں سے کیا؟"

"یہ بہت آسان تھا۔ ہالینڈ میں کمپیوٹر کی ایک بہت بڑی فرم کا نام کے ٹو نے
—— انہوں نے تمام اخراجات برداشت کئے ہیں —— یہ ایک تاریخی مہم تھی
—— اس سے پیشتر مختلف مہمات کے ساتھ ڈچ لوگ کے ٹو کو سر کرنے کے لئے آ
تو رہے لیکن کبھی —— ایک مکمل طور پر ڈچ ٹیم کے ٹو کی طرف نہیں آئی۔"

"اور اب یہ مہم کہاں ہے؟"

"واپس جا رہی ہے —— ہم بائیس ہزار فٹ تک ہو آئے ہیں اور ہمارے
لئے یہی بہت ہے کہ ہم یورپ کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ بلانک سے تقریباً" چھ ہزار
فٹ زیادہ بلندی پر پہنچ کر واپس آئے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس علاقے میں
سوئٹزرلینڈ کی شاندار چوٹی میٹرہارن سے چالیس چوٹیاں زیادہ اونچی ہیں۔ اسی لئے
میں کہتا ہوں کہ پاکستان از اے گریٹ کنٹری۔"

"ڈنر کرے گا ڈنر؟" غلام ایک گورے کو دیکھ کر بہت مؤدب ہو چکا ا
اور اب ہمارے خرچ پر اسے ڈنر کروانا چاہتا تھا۔

"آپ ڈنر کر چکے ہیں؟" اس نے نہایت اخلاق سے دریافت کیا۔

"ہم تو پکوڑے بھی کھا چکے ہیں ——" میاں صاحب بولے۔

"ہم تو کر چکے ہیں مسٹر فان بار سکامپ لیکن یو آر موسٹ ویلکم ——" ڈا
صاحب کہنے لگے اور پھر شرارت سے مسکرائے اور سرگوشی میں ہمیں کہا "اتنا
محب الوطن تو آپ کو پورے پاکستان میں نہیں ملے گا جو بالتورو گلیشئر پر جہازی سا
کا پاکستانی پرچم اٹھا کر پریڈ کرتا پھرے —— اسے آلو قیمہ ضرور کھلانا چاہئے۔"

ہم نے مسٹر دم کو آلو قیمہ کھلایا بلکہ وحید اور غلام کے حصے کا بھی کھلا
کیونکہ وہ بار بار کہتا تھا "آئی لو پاکستانی فوڈ —— مور منسڈ میٹ اینڈ پوٹیٹو پلیز۔"
جب غلام نے خالی ککر میں جھانکا اور اپنے کھانے کے لئے کوئی آلو قیمہ وغیرہ نہ
تو اسی طرح لگڑی بگڑی ہنسی میں ہنسا ——" ہی ہی —— سب کھا گیا"

دم پہلے تو گھبرا گیا کہ یہ کیا بولا ہے پھر اسے احساس ہوا کہ یہ وہ عظیم

ہے جو اسے منس میٹ اینڈ پوٹیٹو کھلا رہا تھا ——" ویری نائس لافٹر —— پاکستانی از
گریٹ کنٹری —— اب مجھے اجازت دیں۔ ہم نے آج رات للی گو میں بسر کرنی
ہے۔"

مسٹر دم فان سکامپ نے ہم سب کا شکریہ ادا کیا "پاکستان عظیم ملک ہے۔
پاکستانی عظیم ہیں۔ آپ کی سڑکیں ٹیلی فون عمارتیں منس میٹ اینڈ پوٹیٹو سب عظیم
ہے —— گریٹ کنٹری" اس نے بیگ میں سے پاکستانی پرچم نکالا اور ایک بانس کے
ساتھ باندھ کر کھا برسے گلیشئر پر لہرایا اور پھر پریڈ کرتا ہوا چلا گیا۔ اس کے پیچھے
پیچھے اس کا پورٹر بھاگا چلا جا رہا تھا۔

"بڑی بات ہے جی ہم سب کو اس کی حب الوطنی سے سبق سیکھنا چاہئے۔"
میاں صاحب اس باریش ڈچ سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔

"کمانڈر ——" ڈاکٹر صاحب ذرا سنجیدہ تھے "آپ کا مطلب ہے کہ ہر ایک
پاکستانی کو ایک بہت بڑا پاکستانی پرچم بنوانا چاہئے اور وہ جہاں بھی جائے اسے اٹھا کر
لہراتے ہوئے چلے —— اور ہماری محب الوطنی بھی مشکوک ہے اگر ہم بالتورو پر
پاکستانی جھنڈے کے بغیر گھوم رہے ہیں؟"

"ڈاکٹر صاحب —— اس گورے کی محبت میں تو کوئی شک نہیں۔ پاکستان
کی محبت میں؟"

"پاکستان سے محبت؟ بل شٹ —— آپ لوگ اس کا مربیانہ رویہ محسوس
نہیں کر رہے تھے کہ سب لوگ تمہیں برا کہتے ہیں۔ یورپی اقوام تمہیں حقیر سمجھتی
ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا.... میں تمہاری تعریف کرتا ہوں —— شاباش تم بہت اچھے
ہو —— اور تمہیں میری شاباش کی ضرورت ہے ——"

"لیکن خان صاحب —— کم از کم وہ پاکستانی پرچم تو اٹھائے پھرتا ہے۔" میں
ڈاکٹر کے خیالات سے متفق تھا لیکن ذرا چھیڑ رہا تھا۔ اور ڈاکٹر ذرا غصے میں تھا۔

"چوہدری صاحب کیا کوئی شخص صحیح دماغی حالت میں اتنا بڑا اور اتنا بھاری
جھنڈا اٹھا کر سارا دن بالتورو پر چل سکتا ہے۔ دراڑیں پھلانگ سکتا ہے۔ ڈھلوانوں
پر اپنے آپ کو قائم رکھ سکتا ہے —— عمودی چڑھائیاں چڑھ سکتا ہے —— کیا یہ سرخ

داڑھی والا پائیو سے آگے اس مقام پر دریائے برالڈو کے عین اوپر اس پتھر کو پار کرتے ہوئے پرچم تھامے رکھے گا؟.... آپ کو ہوا کی شدت یاد ہے؟"

"لیکن ابھی ابھی ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ پرچم لہراتا پریڈ کرتا ہوا چلا آ رہا ہے" مرزا صاحب نے شاہد صاحب کے نکتہ نظر سے اتفاق کرنا مناسب سمجھا۔

"یہ کاروباری شخص ہے۔ ڈرامہ کر رہا ہے ـــ آرام سے پیدل چلتا رہتا ہے اور جب کسی آبادی یا کیمپنگ سائٹ کے قریب پہنچتا ہے تو پرچم اٹھا لیتا ہے۔"

"ہی ہی ـــ" غلام پھر ہنسا" میرا آلو قیمہ بھی کھا گیا ـــ اب میں اپنا سے روٹی کھاتا ہوں۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوتا ہے؟"

"فائدہ ـــ" ڈاکٹر صاحب اب مسکرا رہے تھے وہ جانتے تھے کہ میں جان بوجھ کر ایسے سوال پوچھ رہا ہوں" فائدہ یہ ہوتا ہے چوہدری صاحب کہ جب ہم احمق لوگ اسے پاکستانی پرچم کے ساتھ دیکھتے ہیں تو ہماری جعلی محب الوطنی جوش مارنے لگتی ہے۔ ہماری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور ہم اس پر اپنا تن من دھن نثار کر دیتے ہیں۔"

"فی الحال تو آلو قیمہ نثار کیا ہے ـــ" میاں صاحب ٹھٹھرتے ہوئے کہنے لگے " "ویسے ڈاکٹر کا تجزیہ درست ہے ـــ یہ ڈرامہ ہی تھا"

"نہیں جی ـــ شاہد نے سرہلایا۔" دلوں کا حال تو رب ہی جانتا ہے ناں۔"

"شاہد صاحب کل صبح انشاء اللہ کنکورڈیا کی جانب سفر جاری رکھیں گے ـــ راستے میں جو کوئی بھی ملا اس سے اس پرچم بردار "پاکستانی" کے بارے میں پوچھیں گے ـــ اگر کسی شخص نے بھی کہا کہ میں نے سرخ داڑھی والے کو جھنڈے کے ساتھ بالتورو کے ملبے میں اترتے چڑھتے دیکھا ہے تو ـــ تو میں ہار مان لوں گا اور آپ کے گال پر ایک بوسہ دوں گا"

شاہد صاحب تھوڑے سے خوش بھی ہوئے اور شرمندہ بھی اور رک رک کر کہنے لگے "ڈاکٹر صاحب رنگ آپ کا گورا ہے اور بوسے آپ ہمارے لیں گے۔ یہ تو کوئی انصاف نہیں۔"

اب ڈاکٹر صاحب کے شرمندہ ہونے کی باری تھی "غلام ـــ قہوہ اور بناؤ یار ـــ سردی بہت ہے۔"

"سردی ہو گا صاحب ـــ" وحید جو چشمے پر برتن دھونے گیا تھا ترپال کے اندر جھانک کر بولا۔ "میرا خیال ہے رات برف گرے گی۔ موسم اچھا نہیں"

اور جب ہم کچن ٹینٹ میں سے نکل کر اپنے اپنے خیموں کی جانب گئے تو وہاں پہنچتے پہنچتے ہم ٹھنڈے ٹھار ہو گئے۔ ہماری جیکٹیں اور سویٹر ململ کے ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب نے تو کرتہ ہی ململ کا پہنا ہوا تھا وہ پتہ نہیں کیا ہوگیا ـــ سردی بہت اعلیٰ نسل کی تھی۔ میں نے اپنی عزیز از جان بیٹریوں کو حسب معمول اونی جرابوں میں لپیٹ کر سلیپنگ بیگ میں اپنے پاؤں کے آس پاس رکھا اور لیٹ گیا۔

رکی ہوئی بارش یکدم شروع ہوگئی جیسے اس نے رکنے کا ارادہ یک لخت ترک کر دیا ہو۔ وہ چپ چاپ برسنے والی بارش تھی ـــ بادل تو ان بلندیوں پر خاموشی سے اترتے تھے اور بے آواز بوندیں گراتے تھے۔

گورنمنٹ کالج لاہور کی کوہ پیما ٹیم کے ہمراہ جب میں رتی گلی چوٹی عبور کر کے دوسری جانب اترا تو وہاں ایک ایسی فینٹسی تھی جسے میں نے زندگی بھر یاد رکھا ـــ کوئی ندی۔ کنارے پر سرخ پھولوں کی فصلیں اور نیلی چٹانوں میں دو جھیلیں ان پر دھند تھی اور ان میں سے ایک پانیوں میں برف کا ایک بہت بڑا ٹکڑا راج ہنس کی طرح تیرتا تھا اور وہاں ایک آبشار اس راج ہنس پر گرتی تھی.... ایک زمانے میں میں نے ایک فینٹسی ناول لکھنے کا سوچا ـــ کوئی آوارہ گرد رتی گلی کو عبور کرکے دوسری جانب اترتا ہے تو وہاں اسے ان جھیلوں کے دامن میں ایک قدیم شہر آباد نظر آتا ہے ـــ وہ اس شہر کی فصیل کے گرد چلتا ہے اور پھر ایک دروازے سے شہر کے اندر چلا جاتا ہے۔

یہ شہر موہنجوڈارو ہے ـــ

تین ہزار برس پہلے کا موہنجوڈارو آج بھی پاکستان کے بلند پہاڑوں کے اندر دو جھیلوں کے دامن میں آباد ہے——لوگ بھی وہی۔ ثقافت اور رہن سہن بھی وہی——

اور یہ موہنجوڈارو یہاں کیسے آگیا؟

جب غیر ملکی حملہ آوروں کا مقابلہ ممکن نہ رہا۔ جب آریائی گھوڑے اور لوہے نے ہر جانب تباہی مچا دی تو اہل موہنجو ڈارو وہاں سے ہجرت کر گئے اور ان پہاڑوں میں اپنا شہر آباد کر لیا——اور وہ اب بھی قائم ہے۔

میں نے یہ ناول لکھنے کا سوچا لیکن لکھا نہیں——ابن انشاء جب بھی لاہور آتے تو پہلی بات یہی پوچھتے کہ تم نے موہنجو ڈارو والا ناول شروع کیا ہے کہ نہیں——وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک بہت الگ اور شاندار ناول بن سکتا ہے۔

میں نے بالآخر موہنجوڈارو کے بارے میں ایک ناول لکھا لیکن وہ "بہاؤ" تھا وہ ناول نہ تھا جس کا پس منظر رتی گلی کی چوٹی کے پار والی جھیلیں تھا۔

میں بالتورو گلیشئر پر شب بسر کرتے ہوئے یہ سب کچھ کیوں بیان کر رہا ہوں؟

صرف اس لئے کہ اس شب سردی اور بارش نے مجھے بہت کم سونے دیا اور میرے ذہن میں عجیب تصویریں بنتی رہیں۔ دھند کے اندر کچھ دکھائی دیتا اور پھر غائب ہو جاتا۔ میں خواب اور بیداری کے درمیان کی وادیوں میں سفر کرتا رہا اور میں نے حقیقت اور فینٹسی کے نواح میں ایک شہر دیکھا جو کہ بابل تھا۔

"کیتھڈرل" کی چٹانیں بابل میں داخل ہونے والا وہ عظیم دروازہ تھا جو "اشترگیٹ" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور میں نے برلن کے عجائب گھر میں اس دروازے کو جیسے دیکھا تھا ویسے ہی یہ "کیتھڈرل" کی برفوں میں پوشیدہ مجھے نظر آ رہا تھا۔ شہر اس کے اندر تھا۔

اور ان بہاؤ ٹاور جیسے اور بھی ٹاور تھے جو اس شہر کو دشمن کی نظر سے بچانے کے لئے بلند ہو رہے تھے.....

کوئی نہیں جانتا تھا کہ بابل اب بھی آباد ہے۔ بالتورو گلیشئر کے کنارے....

کیتھڈرل چوٹی کی چٹانوں کے پیچھے اور ٹرانگو ٹاور اس کی رکھوالی کرتے ہیں۔

میں جب بھی گہری نیند میں جاتا تو اشترگیٹ کھل جاتا اور میں اس کے اندر ہوتا لیکن وہاں صرف دھند ہوتی اور خاموشی ہوتی——نہ کوئی مکان نہ کوئی——سب لوگ کہاں چلے گئے——کہاں چلے گئے؟——اور اس دھند اور ی میں برف گرتی تھی....

اور کبھی بارش بھی گرتی تھی——

ٹپ ٹپ بوندیں برستی تھیں۔

لیکن یہ بارش میرے خیمے کے کپڑے پر ٹپ ٹپ بوندیں برساتی تھی۔ میں ک آنکھیں بند کئے اس آواز کو سنتا رہا۔ صبح ہو چکی تھی اور خیمے کے اندر ہلکی الی تھی——میں کھسک کر آگے ہوا اور خیمے کی زپ کھول کر باہر جھانکا۔ زمین ھری پانی کی بوتل بھیگتی تھی اور اس کی پلاسٹک کی سطح پر بوندوں کی آواز بلند تھی۔ چشمے کا پانی زیادہ شور کرتا تھا کیونکہ اس کے حجم میں اضافہ ہو چکا تھا۔ نے وحید کو چشمے سے پانی بھرتے اور پھر کنستر اٹھا کر کچن ٹینٹ کی طرف جاتے ۔ بارش خاصی تیز تھی اور اس میں بالتورو کی سطح پر چلنا خطرناک ثابت ہو سکتا ——میں پھر سلیپنگ بیگ میں گھس گیا اور تب مجھے خیال آیا کہ مجھے کیتھڈرل کو دیکھنا چاہئے۔ چیک تو کرنا چاہئے——میں نے نیلا ہائی الٹی چیوڈ کوٹ پہنا ی زپیں چڑھائیں اور باہر آگیا.... باہر بارش تھی لیکن سردی میں وہ شدت نہ لہ ہوا میں ایک تازہ خوشگواریت تھی.... میں نے ایک گہرا سانس لیا اور خیمے ٹ کر دیوار سے پرے دیکھا۔

وہاں صرف دھند تھی اور کیتھڈرل چٹان اس میں روپوش ہو چکی تھی....

ٹ پہنے بغیر کچن ٹینٹ کی جانب چلنے لگا۔ ہر شے بھیگ رہی تھی۔ کھابرسے کی ا پر بھی بادل اترے ہوئے تھے——سیاہ اور سلیٹی موٹی ریت بارش کی وجہ ری سیاہ ہو رہی تھی۔

نیلی ترپال کے نیچے غلام کے گرد متعدد پورٹر بیٹھے تھے اور چائے پی رہے

"کیا خیال ہے بارش رک جائے گی؟"

"رکے گی صاحب ——" وحید بولا "نہیں رکے گی تو بھی ہم چلیں گے۔ ادھر
اردوکس زیادہ دور نہیں ہے۔"

"بارش میں گلیشئر پر خطرہ نہیں ہے؟"

"خطرہ تو ہے ——" وحید نے مجھے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ ہر دفعہ ڈرتے ہی رہتے ہو —— خطرہ تو نہیں ہے؟ —— بابا اتنے ڈرپوک تھے تو گھر سے ادھر کیا لینے آگئے ہو..... "صاحب آپ نے بولا تھا ناں کہ پورٹر لوگ کو کبھی بھی چائے پلا دو —— تو آج ہم ان کو پلاتا ہے —— ٹھیک ہے"

غلام مجھے دیکھ کر تھوڑا سا گھبرا گیا تھا وہ ٹیم کی فوڈ سپلائی میں سے پورٹر حضرات کی ٹی پارٹی کر رہا تھا —— بلکہ بسکٹ بھی کھلا رہا تھا۔

"آہا چوہدری صاحب ——" ڈاکٹر صاحب اپنے کرتے سمیت لہراتے ہوئے ٹینٹ میں آگئے "کیا زبردست موسم ہے۔"

کچن ٹینٹ میں رات کی بارش سے پانی آچکا تھا اور ہم ذرا سمٹ کر بیٹھے رہے تھے "خان صاحب یہ برا موسم ہے —— یہ اس قسم کا موسم ہے جس کی خبر ہمیں راستے میں ملتی رہی ہیں ——"

اور راستے میں ہمیں یہی خبر ملتی تھی کہ اگر آپ کنکورڈیا پہنچ بھی گئے اور موسم صاف نہ ہوا تو کے ٹو کی شکل دیکھے بغیر واپس آجائیں گے۔ ہم ایسے ٹریکرز سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے جو کنکورڈیا میں ایک ایک ہفتہ خیمہ زن رہے۔ بارش یا برف کی وجہ سے پورا ہفتہ خیمے سے باہر نکلنے کا اتفاق کم ہی ہوا اور پھر نقشے میں دیکھ کر تعین کیا کہ کے ٹو کدھر ہو سکتی ہے اور پھر ادھر منہ کر کے ایک کنکورڈوی سرد آہ بھر کر واپس چلے آئے۔

"آپ میں سپرٹ نہیں ہے چوہدری صاحب ——" ڈاکٹر صاحب نے اپنا پسندیدہ کنستر تلاش کیا اور اس پر براجمان ہو گئے "کے ٹو کی شکل دیکھنا تو اہم نہیں ہے وہ تو ہم سگرٹ کی ڈبیا پر بھی دیکھ لیتے ہیں۔ یہ اہم ہے —— یہ۔" انہوں نے نیلی ترپال پر برستی بارش کی طرف انگوٹھے سے اشارہ کیا" یہ کھابرسے گلیشئر کے کنارے ایک دھند اور بارش والی صبح اور یہ کچن ٹینٹ اور پورٹر —— اور میں

ب....."

اتنی دیر میں شاہد صاحب آچکے تھے اور اندر آنا چاہتے تھے "مائی لیڈر۔ اندر آسکتا ہوں"

آہستہ آہستہ پوری ٹیم آگئی اور نیلی ترپال کے نیچے میلا لگ گیا۔ خوب ہو گئی۔ ناشتے کے لئے کارن فلیکس اور گرم دودھ سرد ہوا۔ پھر انڈوں کے پانی میں گھول کر آملیٹ تیار ہوا۔ اور حسب پسند چائے یا کافی ——

ہم نے فی الحال سفر کا خیال چھوڑ دیا تھا۔

دس بجے کے لگ بھگ بارش کی شدت قدرے دھیمی ہوئی اور چیزیں پہلے نسبت زیادہ واضح اور روشن ہونے لگیں۔ اور وہاں کھوبرسے میں ایک چیز کو ہم بہت پسند کیا —— نئے نکور صاف ستھرے غرقی طرز کے ٹائلٹ.... جن کی سے آلودگی کا خدشہ کم ہو گیا ہے۔ اوپر سے 'اردوکس سے متعدد ٹریکر نیچے تھے۔ ان میں سے بیشتر چند لمحوں کے لئے ہمارے پاس رکتے —— اور خبر یہ آج صبح اردوکس میں برف باری ہوئی تھی —— اب موسم بہتر ہے.... جو تھوڑی دیر کے لئے ہمارے پاس رکے اور کافی کا ایک مگ ہمارے ساتھ پیا کیپٹن خالد اور ایک ڈچ کوہ پیما باب بھی شامل تھے۔

برطانوی کوہ پیماؤں کی بدقسمتی کے بارے میں گفتگو شروع ہو گئی —— لئے یہ خبر حیرت کا باعث تھی کہ یورپی اقوام میں صرف انگریزوں کے قدم کے ٹو کی چوٹی پر نہیں پہنچے تھے۔ نہیں یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ ان کے نہیں پہنچے تھے۔ دراصل دو کوہ پیما کے ٹو کو سر کرنے میں کامیاب ہو گئے بیس کیمپ کی جانب اترتے ہوئے وہ ہلاک ہو گئے چنانچہ کوئی ایسا برطانوی موجود نہیں جس نے نیچے آکر کہا ہو کہ میں کے ٹو سر کر کے آیا ہوں.... یہ ان کے لئے ندامت کا باعث ہے اور ہر برس کوئی نہ کوئی برطانوی ٹیم کے ٹو کیمپ میں ضرور موجود ہوتی ہے۔ اس برس چار برطانوی کوہ پیما یہ اعلان گئے کہ وہ چوٹی کو فتح کر کے ہی واپس لوٹیں گے —— کئی روز تک پچیس ہزار بلندی پر شدید برفانی طوفانوں میں انہوں نے قیام کیا اور انتظار کیا کہ موسم

صاف ہو جائے ـــــ لیکن موسم خراب رہا اور انہیں واپس آنا پڑا۔

بدقسمتی یہ تھی کہ جس روز وہ نیچے آئے اس روز دھوپ نکل آئی اور مو صاف ہو گیا ـــــ ہم نے کچن ٹینٹ میں سے ایک پورٹر کو دیکھا جو ٹین اور تار سے بنی ہوئی ایک صندوق نما شے اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور پو تھا جس کی کمر پر رسوں سے بندھی ہوئی کوئی مشین تھی۔

"کوہ پیمائی میں اب سہولتیں بہت ہو گئی ہیں ـــــ" باب نے ان کی طرف اشارہ کیا "یہ ایک پورٹیبل ارتھ سٹیشن ہے جو کے ٹو کے بیس کیمپ میں تھا اس کے ذریعے آپ سیارے سے منسلک ہو جاتے ہیں اور دنیا کے کسی بھی تختے سے براہ راست فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔"

ہم سب کے دلوں میں بیک وقت ایک ہی خیال آیا ـــــ اس پورٹر کو روک کر ابھی کھوبرے سے براہ راست اپنے بچوں کو فون کیا جائے ـــــ

اسلام آباد میں وزارت سیاحت کے ایک افسر نے بھی اسی ارتھ سٹیشن کا رونا رویا تھا ـــــ ایک سویڈش کوہ پیما پچھلے دنوں برف کے ایک تودے تلے دب کر ہلاک ہو گیا۔ کے ٹو بیس کیمپ سے اس کے گھر والوں کو براہ راست فون پر اطلاع دے دی گئی ـــــ یہ خبر سویڈش اخباروں میں چھپی اور یہ اخبار جب اسلام آباد پہنچے تو وزارت کو علم ہوا کہ فلاں مہم کے ساتھ جانے والا کوہ پیما ہلاک ہو گیا ہے اور اس کی لاش اسلام آباد آ رہی ہے ـــــ

ہمارے کچن کی نیلی ترپال روشن ہو گئی۔ باہر دھوپ نکل آئی تھی۔

دھوپ نکلتے ہی خیمے نیچے آنے لگے اور پورٹر سامان پیک کرنے لگے۔ اطمینان سے سفر کو بھولے بیٹھے تھے اور بابل کے دروازوں کے سامنے ایک اور شب گزارنا ہمارے لئے خوش آئند تھا لیکن جب پہلا خیمہ نیچے آیا اور سمیٹا گیا گویا اس جگہ پر ہمارا قیام مقدر نے سمیٹ دیا ـــــ ہمارے لئے کھابرے اجنبی ہونے لگا اور ہم اس میں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتے تھے ـــــ ہم بھی اپنے رک سیک پیک کرنے لگے ـــــ میں نے دیوار سے پرے، بالتورو کے اوپر ایستادہ کیتھڈرل چٹان کو دیکھا جس پر سفید بادل جھکے ہوئے تھے اور اس کے شانوں پر

...ں تازہ برف پڑ چکی تھی.... شہر بابل کے دروازوں پر سفید بادل تھے۔
...بل پر برف گر رہی تھی۔
...ر میں بابل کے دروازوں پر دستک دیئے بغیر آگے جا رہا تھا۔
...ل اپنے بڑے رک سیک میں تیزی سے سامان ٹھونس رہا تھا ـــــ سلیپر، ...ونگ کٹ، مگ، ٹارچ، ٹشو اور ہوا ـــــ تیز ہوا ـــــ کیتھڈرل چٹان پر ...ٹھائے جا رہی تھی ـــــ اور جب میں پیکنگ سے فارغ ہو کر سیدھا کھڑا ...تو وہاں بھی دھوپ تھی اور برف کی چمک آنکھوں کو چندھیاتی تھی ـــــ تراشا ہوا معبد ـــــ
...ر میں بابل کے دروازوں پر دستک دیئے بغیر آگے جا رہا تھا ـــــ

"بالتورو کے ملبے میں گمشدہ لوگ"

ہم ایک دوسرے کو تلاش کر رہے تھے۔

یہ نہیں کہ ہم گم ہو چکے تھے یا بچھڑ چکے تھے ——

بلکہ یہ کہ یہاں بالتورو کا ملبہ قدرے ہموار ہو چکا تھا —— اونچے نیچے
اس لئے جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں تک پتھر ہی پتھر دکھائی دیتے تھے یا نہیں
گلیشیر کے کٹاؤ جن پر ریت جمی ہوئی تھی اور جن کی سطح گیلی تھی.... اس
وسعت میں دور کوئی سرخ نکتہ ابھرتا بلکہ بھٹکتا ہوا سرخ نکتہ تو وہ شاہد ہی ہو
ہو سکتی تھی۔ اگر کہیں پتھروں پر کوئی پرچم نما شے لہراتی تو یہ ڈاکٹر صاحب کا ہا
اڑتا جائے مورا ملتانی کرتہ ململ کا —— اگر کوئی خلائی لباس میں پیک شدہ
ڈھپ ڈھپ کرتی قریب سے گزر جائے تو یہ عامر ہوگا —— بہت فاصلے پر
دیوزاد پتھر پر اگر کسی ناتواں پرندے میں سے دھواں نکل رہا ہے تو یہ مرزا صا
ہیں اپنے سگار کے ساتھ —— غلام اور پورٹر آگے جا چکے ہیں۔ البتہ وحید
ساتھ دے رہا ہے۔

ہم بالتورو سے نکل کر پہاڑی کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جہاں بالتورو
پہاڑی کی رکاوٹ سے رکتا ہے وہاں اس ملبے اور پہاڑ کی ڈھلوان کے درمیا
ایک چھوٹا سا راستہ بن گیا ہے جس پر ہم چل رہے ہیں اور بہت خوش ہیں کہ
کے نیچے دراڑیں نہیں ہیں۔

شائد آپ کا خیال ہو کہ بالتورو پر قدم رکھنے کے بعد اس خوفناک درا
بعد جو میں نے وحید کی مدد سے پھلانگی تھی اور کوئی قابل ذکر دراڑ نہیں
جناب ایسا ہرگز نہیں ہے —— کھابرسے کی قربت میں پہنچ کر اترتی شام میں

بدل لیا۔ اس کا کہنا تھا کہ نارمل راستے میں ایک بہت خطرناک نالہ آتا
میں پتھر اور برف بہہ کر آ رہے ہوتے ہیں اور اسے عبور کرنے سے بہتر
راستہ بدل کر چلا جائے —— اور یہ بدلا ہوا راستہ صرف دراڑیں ہیں ——
ور مہیب۔ ان کے اندر ہوا گونجتی تھی اور پانی گرتا تھا اور ان کے کنارے
کے تھے جن پر قدم رکھنے سے پاؤں پھسلتا تھا۔ ایک دو مقام ایسے آئے
اللہ ہی اللہ —— یہ دراڑیں ذرا چوڑی تھیں اور انہیں پھلانگنا ممکن نہ تھا
یہاں عارضی انتظامات کئے گئے تھے یعنی دراڑ کے اندر متعدد پتھر پھینک کر
گزرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہاں دراڑ کی چوڑائی
اور وہاں پتھر پھنس جاتے تھے اور آپ دراڑ کے کنارے سے اتر کر ان
ئے پتھروں پر قدم رکھتے دوسرے کنارے پر چڑھ جاتے تھے اور سب سے
پوچھتے تھے —— کیونکہ ان پتھروں کے درمیان جو شگاف ہوتے تھے ان
ہوا آتی تھی —— یہاں بھی وہی سوال جواب ہوا کہ وحید کبھی ایسا ہوتا
ئی شخص ان پتھروں پر پاؤں رکھ کر گزرے اور پتھر نیچے چلا جائے —— اس
ت....؟

ہوتا ہے۔ کیوں نہیں ہوتا ——

اڑی کے ساتھ ساتھ بانس اٹکے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بندھی ہوئی
تک جا رہی تھی.... سفید قمیض شلوار میں ملبوس دو صاحبان اس تار کو
چلے آ رہے تھے —— ہمارے قریب سے گزرنے لگے تو ہم نے سلام
ہ چونکے کہ اچھا یہ غیر ملکی نہیں ہیں پاکستانی ہیں —— بہت خوش ہوئے۔
اب کوئی چائے پانی؟"
یں جی شکریہ ——"
جی آپ اتنی دور سے آئے ہیں تو —— کھانا کھائیں ہمارے ساتھ۔"
جی ——"
ں جی آپ مہمان ہیں چائے ضروری پئیں۔"
ر صاحب مائل ہو گئے "تو کدھر بندوبست ہے؟"

"پائیو میں ——" انہوں نے کہا۔ "ہم ادھر سے آ رہے ہیں۔"

"اچھا تو ہم پہلے پائیو واپس جائیں اور پھر آپ کے ساتھ چائے پیئیں"
ڈاکٹر صاحب نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کیا حرج ہے جی —— شام تک واپس پہنچ جائیں گے —— آپ مہمان
ہمارا فرض ہے کہ آپ کی خدمت کریں ——"

"آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"فیصل آباد کے ——" ان دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"مجھے پہلے ہی شک تھا ——" ڈاکٹر صاحب نے سرہلایا۔

انہیں بھی کچھ شک ہوا "کیوں جی؟"

"اس قسم کی مہمان نوازی کرنے کے لئے فیصل آباد والے بہت مشہور
ہیں۔"

"آپ تو شرمندہ کرتے ہو جی ——"

"فیصل آبادی شرمندہ نہیں ہو سکتے ——"

اس پر وہ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جی واپسی پر آپ
پائیو کیمپنگ کی بجائے دریا کے پار آرمی کیمپ میں ہمارے پاس ٹھہرنا ہے اور
ثابت کردیں گے کہ فیصل آبادی بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔

"خان صاحب ——" ہم ذرا آگے گئے تو میں نے پوچھا "آپ کو کیسے
تھا کہ یہ فیصل آباد کے ہیں؟"

"یہ جس شہر کا بھی نام لیتے میں یہی کہتا کہ مجھے پہلے ہی شک تھا ——"

"آج آپ ذرا بے دلی سے چل رہے ہیں.... آپ کے ذہن پر کوئی
ہے۔"

"چوہدری صاحب میرے ذہن پر اس بالتورو بہن —— کا بوجھ ہے....
ابھی جب ہم سب اس کے ملبے میں گم شدہ تھے تو ایک خوفناک خیال میرے
میں آیا —— اگر مجھے یہاں ہارٹ اٹیک ہو جائے تو میں گروں گا اور کسی کا
دراڑ یا برفانی تالاب میں گروں گا —— اردو کس پہنچ کر آپ سب کو خیال آ

اکٹر نہیں پہنچا —— تب تک شام ہو جائے گی اور میں —— بس یہی بوجھ تھا
ان فیصل آبادیوں کی جھوٹ موٹ چائے کی دعوت نے خوش کردیا اور اب
سوس کررہا ہوں ——"

انہوں نے اپنے بہتر محسوس کرنے کے جواز میں رفتار تیز کی اور میری
لا سے اوجھل ہو گئے' اب عامر میرے آگے آگے جارہا تھا۔

اس کے پاؤں بہت مضبوطی سے پتھروں پر پڑتے تھے اور وہ حسب عادت
ٹکس کے ساتھ چل رہا تھا۔

پہاڑی راستہ ختم ہوا اور اب ہمیں گلیشئر کے ملبے پر چڑھنا تھا۔ یہ ایک
انبار تھا جس پر چڑھنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ پہلے عامر آگے آیا اور واکنگ
ل پر بوجھ ڈالتا اوپر چڑھنے لگا.... لیکن ریت اس کے پاؤں رکھنے سے گرتی تھی
اسے سنبھلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ درمیان میں جا کر اس نے اپنے آپ کو قائم کیا
لینے لگا "تارڑ صاحب آجاؤ۔"

میں بھی احتیاط سے چڑھنے لگا —— ابھی دھوپ تھی اور اب چند بوندیں مجھ
ں۔ ہوا تیز ہو رہی تھی اور جہاں پاؤں رکھتا وہاں سے سنگریزے کھسک کر نیچے
۔ پھر ایک مقام پر ریت پاؤں کے نیچے سے یوں کھسکی ہے جیسے صدیوں سے
نتظار میں تھی کہ تارڑ آئے مجھ پر پاؤں رکھے اور میں کھسکوں.... میں نے
اپ کو بہت سنبھالا لیکن پھر بھی پھسلا —— لڑھکتا نیچے آ گیا —— اور نیچے کچھ
ں تھا۔ میں کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا تارڑ صاحب" عامر نے مڑ کر دیکھا۔

"کچھ نہیں —— تم ذرا نیچے آکر میری مدد کرو ——"

عامر ریت میں سکی اٹک کرتا ذرا نیچے آیا اور میرا ہاتھ تھام کر اوپر لے گیا۔
کٹر صاحب کی طرح میرے ذہن پر بھی ایک بوجھ تھا —— یہاں تو خیر گزری۔
پھر لڑھک کر نیچے آگیا اور وہاں سوائے ریت کے اور کچھ نہ تھا —— اگر
کہیں بھی یوں بے اختیار ہو کر نیچے جاتا تو کہاں جاتا —— کسی دراڑ میں یا
ز میں —— یا کسی پتھر سے جا ٹکراتا —— میں نے عامر سے تذکرہ کیا تو وہ

ہنسنے لگا۔

"آپ جب گرے ہیں تو نیچے کوئی دراڑ یا برفانی تالاب تو نہیں تھا ناں؟"

"نہیں تھا—— اگر ہوتا تو پھر؟"

"تو پھر آپ سردار ہوگئے ہیں——"

"کونسے سردار؟"

جس کے گھٹنے پر چوٹ لگی تھی تو اس نے کراہتے ہوئے کہا تھا "ہائے م آنکھ"—— کسی نے پوچھا کہ سردار جی یہاں آپ کی آنکھ تو نہیں ہے گھٹنا —— تو انہوں نے کہا تھا۔ اگر اس گھٹنے کی جگہ آنکھ ہوتی تو۔"

"میں نے عامر سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا وہ شیخ تھا اور میں جاٹ تھا جاٹوں میں تھوڑی بہت سرداریت تو ہوتی ہے—— اور یوں بھی وہ بہت آگے جا تھا۔

جو آگے تھے بہت آگے جا چکے تھے۔

اور جو پیچھے تھے وہ ابھی نظر نہیں آ رہے تھے اور میں ایک مرتبہ پھر بالا میں رینگتا ہوا کیڑا تھا۔ خوفزدہ تھا لیکن اس تنہائی سے لطف اندوز بھی ہو رہا یہاں کسی مقام پر بالتورو کے پار ٹرانگو چٹانوں کا پورا مجموعہ نظر آنے لگا۔ ال ٹاور—— ٹرانگوز چٹانیں اور ٹاور اور پھر نیم لیس ٹاور۔

دنیا بھر میں ایسی بلندی اور خوبصورتی والی چٹانیں اور کہیں نہیں ہیں.... میں جب تمباکو نوشی کرتا تھا تو ایسا شاندار منظر سامنے آنے پر ایک سگر سلگاتا تھا اور اسے تکتا رہتا تھا۔

اب میں سگرٹ نہیں پیتا تھا اس لئے کسی پتھر پر بیٹھ کر چہرہ بہ چہرہ رو اس منظر کو دیکھ دیکھ کر مسکراتا تھا اور تب تک مسکراتا تھا جب تک باچھیں د نہیں لگتی تھیں.... میں اسی عمل میں سے گزر رہا تھا یعنی مسکرانے کے عمل م شاہد صاحب دھپ دھپ کسی برفانی انسان کی طرح چلتے ہوئے آگئے۔

"مائی لیڈر آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اس لئے کہ اس عظیم مہم کے ڈپٹی لیڈر ہونے کی حیثیت سے مجھے اپنے بھی خیال رکھنا چاہئے اور لیڈر اس چٹان پر بیٹھا مسکرائے چلا جا رہا ہے جس ب یہ ہے کہ اس پر بلندی کا اثر ہوگیا ہے۔"

"مجھ پر ٹرانگوز کا اثر ہوگیا ہے——" میں نے چٹانوں کی طرف اشارہ کیا جو دھوپ میں رنگ بدل رہی تھیں۔

شاہد صاحب نے ادھر ایک نظر دیکھا اور پھر اپنا کیمرہ نکال کر کہنے لگے۔ ذرا اجازت ہے؟"

"میری تصویر اتارنے کی کیا ضرورت ہے——" میں نے فوراً "ہیٹ اتار بالوں پر ہاتھ پھیرا اور سیدھا ہو کر پوز بنا لیا۔

"آپ کی نہیں ٹرانگو ٹاورز کی تصویر اتارنا چاہتا ہوں——" شاہد صاحب پھر آنکھ سے لگا کر بٹن دبایا اور دھپ دھپ کرتے چلے گئے۔

ٹرانگوز کے اوپر موسم صاف نہیں تھا.... بادل تھے اور ان میں سے سورج روشنی سرایت کرکے نیم لیس ٹاور کو منور کر رہی تھی۔ ٹرانگوز کی شکل سے بھی لگتا تھا جیسے ہزاروں برس پیشتر کسی سنگتراش نے انہیں تراشا—— اور اب ان پر کی برف پڑ چکی ہے اور ماضی کی دھند میں ملفوف ہے—— شائد بابل کا ایک دروازہ۔

میں نے اپنی بوتل کا ڈھکن کھول کر رانز جائل کا ایک بڑا گھونٹ حلق سے اور پھر چلنے لگا——

سامنے کنکورڈیا کی سمت میں بادل تھے اور ان کے نیچے نامعلوم چوٹیوں کی ی۔ میں سامنے دیکھتا ہوا چلتا تھا اور پھر میں نے دائیں جانب دیکھا۔ خاصے پر بالتورو کے ملبے سے ذرا ہٹ کر بہت بڑے بڑے جہازی پتھروں سے اٹی ایک ڈھلوان تھی اور وہاں سبزے کے آثار تھے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ان میں سبزہ کہاں سے آگیا..... یہ ڈھلوان اور اس پر جھکی ہوئی برف پوش مجھ سے بہت دور تھیں۔ شائد مجھے اسی سمت میں جانا تھا اور تب میں نے کے علاوہ اس ڈھلوان پر کچھ اور دیکھا—— وہ کچھ اور—— پیلے رنگ کے

نقطے تھے.... ایک دو چھینٹے نیلے رنگ کے بھی تھے ـــــ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے

میں سر جھکا کر پھر اپنے راستے پر چلنے لگا۔ وہ راستہ جس پر خچروں سے آفنرا فیکٹس قدم بہ قدم بڑھتے چلے جارہے تھے۔

مجھے چٹانوں کے نیچے ایک دو جگہ بٹن سائز کے چھوٹے چھوٹے پھولوں کے ڈھیر نظر آئے۔ یہ سرخ رنگ کے تھے جیسے بہت ساری بیر بہوٹیاں سر جوڑے مشورے کررہی ہوں۔ میں نے اس قسم کے پھولوں کو پہلی بار دیو سائی میں دیکھا تھا۔ اسکولے اور کورو فون کے راستے میں جو وسیع میدان تھا اس میں بھی یہ پھول دکھائی دیتے تھے ـــ بالتورو میں ان کی موجودگی حیرت انگیز تھی۔

میں نے دوبارہ اس سبزے کے آثار والی ڈھلوان کی طرف دیکھا تو میں کے قریب آچکا تھا اور پیلے اور نیلے رنگ کے نقطے خیمے تھے جو بڑے پتھروں کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہی اردوکس تھا۔

بالتورو کی وسیع ویرانی اور بے رنگ وجود کے پہلو میں اردوکس کی ہریالی ایک معجزہ تھی ـــــ یہ ہریاول اگرچہ ایک سادہ دیوار کے کونے میں چسپاں ایک ڈاک کا ٹکٹ تھی ـــــ لیکن یہاں یہی بہت تھی اور نظر بار بار وہیں جا رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں ہم اردوکس کے آرمی کیمپ کے قریب ہوئے۔ اس کے آثار بہت پہلے سے دیکھے اور محسوس کئے جاسکتے تھے۔ خچروں کی لید کے علاوہ جابجا خالی ٹین زنگ آلود ہو رہے تھے۔ ایک پوری ڈھلوان خالی ٹینوں سے "نو" ہو رہی تھی۔ شمالی علاقوں میں ٹریکرز اور پورٹرز کے علاوہ فوج بھی ان کی بدنمائی اور آلودگی کی ذمہ دار ہے ـــــ کئی بار بالتورو گلیشئر پر چلتے ہوئے بوٹ کے نیچے کوئی شے پچکی اور کڑکڑائی ـــــ اور یہ ایک خالی ٹین تھا ـــــ فوج ایسے ادارے میں ایک عام سا آرڈر آف دے ڈے کافی ہوگا جس میں ان علاقوں کے اندر جانے والے ٹینوں۔ پلاسٹک کے تھیلوں اور کنستروں وغیرہ کو ہر صورت واپس لانے کا حکم ہو ـــــ

اردوکس کیمپ میں خچروں کی رہائش کا بھی معقول انتظام تھا۔ البتہ ...

...اں اور فلش سسٹم کا معقول انتظام نہ تھا اس لئے خچروں کی مہک دور دور تک ... تھی، میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے.... آرمی کیمپ کے ساتھ ایک راستہ ...ردو کے کنارے تک جاتا تھا۔

اس کنارے پر پہنچ کر اردوکس ایک بہت بڑے سیٹ کی طرح آپ کے ...سامنے آجاتا ہے۔ وہاں درجنوں خیمے ہیں اور ان کے آس پاس باہر کے ...ے گورے بھی ہیں اور اپنے کالے کالے بھی ـــــ نیلی ترپال کے باہر غلام بھی ...ئی دے رہا ہے اور یہاں سے ان خیموں کو دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے کہ اتنی ...ی چڑھائی پر یہ خیمے کیسے اٹکے ہوئے ہیں اور لوگ چل پھر رہے ہیں تو گر کیوں ...ہ جاتے ـــــ اور تیز ہوا میں سبز گھاس سرسراتی ہے اور کیا رونق ہے ـــــ ...تک پہنچنے میں صرف ایک قباحت ہے۔

جہاں آپ کنارے پر کھڑے ہیں اور سامنے نظر آتے چھوٹے سے قصبے کے ...ن میں ایک گہری کھائی ہے۔ اردوکس پہنچنے کے لئے آپ نیچے اتریئے اور پھر ...عمودی چڑھائی چڑھئے اگر آپ میں ہمت ہے تو۔

...اس کھائی میں اترنا مشکل نہ تھا ـــــ یہاں بھی خالی ڈبوں کے ڈھیر تھے ـــــ نیچے سے کھڑے ہو کر اوپر دیکھا تو اردوکس غائب ـــــ یہ ڈھلوان از منہ ...کسی فصیل کی طرح سربلند تھی ـــــ اس پر چڑھنا خطرناک تو نہ تھا البتہ اوپر ...کے لئے یا تو بہت ساری ہمت کی ضرورت تھی اور یا مجبوری کی ـــــ ہمت ...تمام بالتورو میں صرف ہو چکی تھی اس لئے مجبوری کے تحت چڑھنا شروع ...

چونکہ مجبوری میں جگہ جگہ رک کر سانس لینے پر پابندی نہیں ہے اس لئے ...بلکہ جگہ رک کر یہ لمبے لمبے اور ہونکتے ہوئے سانس لئے....

...شخص اس ڈھلوان پر چڑھ رہا ہے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

...ور جو حضرات اوپر خیمہ زن ہیں اور مزے کر رہے ہیں ان کے لئے یہ ... اوپر سے جھانک جھانک کر آپ کا تماشا دیکھتے ہیں ـــــ آپ کی ہمت

بندھاتے ہیں ---- بلکہ ان کی جو ہمت کر کے چڑھتے ہیں اور ہم تو مجبوری سے ما
چڑھ رہے تھے ---- ہماری مجبوری کوئی نہیں بندھاتا تھا ---- آپ اکثر اوقات ا
کے ہاتھ ہلا ہلا کر "کم آن کم آن" کے جواب میں انہیں ایک زہر آلود مسکرا
سے نوازتے ہیں اور پھر ہانپنے لگتے ہیں ---- بالآخر جب آپ اوپر پہنچتے ہیں تو
شخص آپ کو ایک شاباشی مسکراہٹ کے ساتھ تھپکی دیتا ہے اور پھر آپ کے
آنے والے کسی اور بیوقوف کی تلاش میں اوپر سے نیچے جھانکنے لگتا ہے۔

میں نے اپنا جغرافیہ درست کرنے کی غرض سے سر کو جھٹکا اور ادھر ادھر
دیکھا کہ کہاں پہنچ گیا ہوں تب اردوکس کی عظیم پیالہ نما وسعت میں غلام
میکبتھ کی چڑیلوں کی طرح اتری اور گونجتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ ذرا
پر نیلی ترپال کے باہر کھڑا ہنس رہا تھا اور مجھے بلا رہا تھا۔ میں نے پھر اپنے آپ
کیا اور ڈولتی ٹانگوں کے ساتھ چلتا ہوا بلکہ چڑھتا ہوا نیلی ترپال کے قریب پہنچا
ڈھیر ہو گیا ----

اور یہ ڈھیر بہت دیر تک ہلا نہیں ----

اور اس نے حرکت تب کی جب اس نے پہلے انرجائل کے تین گلاس
پیئے۔ پھر گرم نوڈل سوپ کو شڑپ شڑپ کر کے پیا اور آخر میں کافی کی چسکیاں
لیں۔

میں وہیں نیلی ترپال کے باہر پڑا اردوکس کو دیکھتا رہا۔

"کنکورڈیا کا دروازہ اور زرد خیمے اور ہریاول"

کوہ پیما دنیا میں ایک خوابناک نام ---- اردوکس۔

جو کوہ پیما کے ٹو۔ براڈ پیک۔ گشابرم اور چوگولیزا کی برفانی بلندیوں پر برے
ں کا شکار ہوتے ہیں اور جب وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو رہے ہوتے ہیں
ہونے لگتے ہیں اور وہ جان جاتے ہیں کہ وہ جان سے جا رہے ہیں تو وہ
س کی گھاس بھری چٹانوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ برف کی سفیدی اور موسم
رت سے تنگ آئے ہوئے کوہ پیما کے لئے اردوکس کی پہلی جھلک گویا گھر
پہنچنے کی امید ہے ---- جب چٹانوں اور برفوں میں ایک مدت گزر جاتی ہے تو
دن کو خیال میں لاتے ہیں جب وہ واپس جائیں گے اور زندگی سے بھرپور
س کی بلند اور سبز ڈھلوانوں کو دیکھیں گے۔

یہ کیفیت ان کی ہوتی ہے جو ادھر جا کر واپس آ رہے ہوتے ہیں۔

اور جو ابھی کے ٹو کی جانب سفر میں ہوتے ہیں ان کے بارے میں روایت
جو اردوکس پہنچ جائے اس کے لئے کنکورڈیا کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

زمین بہت ٹھنڈی تھی۔ پتھر بھی سرد تھے اور گھاس میں گیلاہٹ تھی۔ ----
ہلکی برف باری ہوئی تھی۔

وحید ڈھلوان پر سے چلتا ہوا نیچے آ رہا تھا ---- "صاحب اوپر آ کر بتاؤ کہ
ٹینٹ کدھر لگائے گا ----"

"کہیں بھی لگا دو ----؟"

"جب لگاتا ہے تو پھر اعتراض کرتا ہے کہ ادھر کیوں لگایا۔ آپ اوپر آ جاؤ"
وہ ایک بندر کی طرح اوپر چلا گیا۔

اصل مسئلہ اوپر جانا تھا۔ اردوکس کی ڈھلوان پر راستے بنے ہو...
اوران کے آس پاس کئی برس پیشتر کہیں کہیں پتھریلی زمین ہموار کرکے خیموں ...
لئے جگہ بنائی گئی تھی۔ ان خیمہ پلیٹ فارموں کے علاوہ اردوکس پیسا ...
ہوئے مینار کی طرح تھا ـــــ ایک ایسی شدید ڈھلوان جسے پہلی نظر میں دیکھ ...
ہوتی تھی کہ کیا اتنے جھکاؤ پر خیمے لگ سکتے ہیں ـــــ بہرحال تھوڑی سی مجبوری ...
باقی تھی اسے بروئے کار لا کر اٹھا ـــــ اور ذرا جھک کر جیسے سیڑھی پر چڑھتے ...
اوپر جانے والے راستے پر چڑھنے لگا۔

ہم نے اب تک جتنی کیمپنگ سائٹس میں قیام کیا تھا اردوکس ان ...
نسبت زیادہ بارونق تھی۔ دور سے جو زرد خیمے نظر آئے تھے وہ ایک پ...
فارم پر نصب تھے اور امریکی ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کے تھے جو کنکورڈیا کی طر...
جا رہی تھی۔ غیر ملکی ٹریکروں کی ایک دو ٹیمیں اور بھی تھیں۔ ان کے علاوہ ...
شار پورٹر تھے جو اوپر جا رہے تھے یا واپس آ رہے تھے۔ ان پورٹروں کی پسندیدہ ...
اردوکس کی مشہور چٹان ہے ـــــ اس چٹان کے اندر سونے کے لئے بھی جگہ ...
اور یہیں پر وہ کھانا پکانا بھی کرتے ہیں اور چٹان کے آگے بیٹھ کر دھوپ سینکتے ہو...
سامنے کا نظارہ بھی کرتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ میں اوپر اس چٹان تک جاؤ...
لیکن خواہش ہی تھی ہمت نہ تھی۔

نیچے ـــــ ہمارے کچن ٹینٹ سے بھی نیچے دو ڈائننگ ٹینٹ تھے جن کے اند...
باقاعدہ ڈائننگ ٹیبل اور کرسیاں تھیں۔ مختلف خیموں میں سے مختلف ملکوں ...
موسیقی بھی سنائی دے رہی تھی۔ اکثر سیاح اور کوہ پیا ادھر ادھر گھوم رہے تھے او...
تصویر کشی کر رہے تھے اور اردوکس ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ کو تصویر اتار...
کے لئے فریم نہیں بنانا پڑتا ـــــ آپ کیمرے کا رخ کسی جانب کرکے بٹن دبا...
ـــــ آپ کے پاس دنیا کی خوبصورت ترین چوٹیوں کی ایک خوبصورت تصویر
ہوگی۔

اردوکس میں دنیا بھر کی زبانوں کے انداز سنائی دیتے تھے۔ اسے ایک
بین الاقوامی خیمہ قصبہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اردوکس راک کے عین نیچے وحید مجھے اوپر آتا دیکھ رہا تھا۔ اس نے
...ے کے لئے ہاتھ آگے کیا جو میں نے تھینک یو کہہ کر تھام لیا۔ یہ مقام ہمارے
...ٹینٹ سے خاصی بلندی پر تھا اور یہاں سے پار کا منظر آپ کی آنکھوں کی سطح پر
...تا تھا۔

پار کا منظر کیا تھا اس کا بیان شام ڈھلے ہوگا۔

سانس درست کرنے کے بعد میں نے وحید سے شاہد اور میاں صاحب کے
...ے میں دریافت کیا۔

"وہ دونوں اپنے ٹینٹ میں ریسٹ کرتا ہے ـــــ شاہد صاحب کچھ ڈاؤن ہے
"

ان کا خیمہ اوپر سے آتے راستے کی دوسری جانب تھا "شاہد صاحب ـــــ
...نے آواز دی "کیا بات ہے ڈاؤن ہوگئے ـــــ"

"تھوڑا سا ڈاؤن ہوا تھا مائی لیڈر ـــــ" ان کی ٹھہری ٹھہری آواز آئی "ادھر
...کس میں ذرا سانس لینا مشکل ہو رہا ہے"

"اور ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں وحید؟"

"ادھر زرد خیموں کے پاس ہیں صاحب ـــــ"

"اور مرزا صاحب نظر نہیں آئے"

"وہ بھی ادھر ٹہلتا ہے صاحب ـــــ"

"اور عامر ـــــ"

"ادھر ہی ہے زرد خیموں کے پاس ـــــ"

"ادھر زرد خیموں میں کیا ہے وحید؟"

"ادھر اچھا اچھا میم صاحب ہے صاحب ـــــ" وہ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر
...نے لگا۔

"اگر ادھر اچھا اچھا میم صاحب ہے تو ہم ادھر کیا کر رہا ہے ـــــ بس تم
میرا ٹینٹ لگاؤ اور اس کا پردہ ادھر بالتورو کی طرف کھلے ـــــ"

"بالتورو سے رات کو سردی آئے گا ـــــ"

"آنے دو——"

امریکی ٹیم کے زرد خیمے ایک قطار میں تھے۔ بہت عمدہ کوالٹی کے تھے اور ان کے آگے اتنی جگہ تھی کہ انسان اطمینان سے بیٹھ کر پار کے منظر کو دیکھ سکے۔

ٹریک میں یہ پہلی دوپہر تھی جب احساس ہوا کہ بلندی ایک تکلیف دہ چیز اور یہ آپ کے بدن پر اپنا بوجھ ڈالتی ہے۔ اور پھر جگہ بھی اردوکس ہو ڈھلوان پر اوپر جائیں یا نیچے آئیں سانس کا مسئلہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی چیزیں گھومتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں——میں اب حد درجہ احتیاط کر رہا تھا اتنے قدم چلتا تھا جتنے آسانی سے چل سکتا تھا اور اگر محسوس کرتا تھا کہ کو ہے تو آرام کر لیتا تھا۔

اردوکس کے عین اوپر جو برف پوش چوٹی میٹرہارن سے مشابہ اردوکس پیک ہے——کاؤنٹ ابروزی نے پہلی مرتبہ کے ٹو کو اردوکس کی ا بلندی پر جاکر دیکھا تھا——اور یہ بلندی ہمارے خیموں سے بہت بلند تھی اور تک آنے جانے کے لئے پورا ایک دن اور بہت ساری صحت درکار تھی۔

امریکی زرد خیموں کے باہر جو پبلک نظارہ کر رہی تھی وہ خاصی برگزیدہ ——مہم کے لیڈر صرف بہتر برس کے تھے اور خاصے ہٹے کٹے تھے۔ باقی نوجوان تھے اور ساٹھ اور ستر کے درمیان تھے——ان سب کا تعلق میڈیکل شعبے سے تھا۔

اپنے ڈاکٹر عمر صاحب ایک سنہری بالوں والوں ماہی منڈا قسم کی ڈھلتی عمر نرس کے ساتھ مشغول تھے.... وہ جب بھی میری جانب دیکھتے تو ذرا شرما مسکراتے۔ مرزا صاحب ایک سرجن کی بیزار سی ٹین ایج بیٹی کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ البتہ عامر ابھی تک بے یقین سا تھا اور تعین نہیں کر پایا تھا کہ نظر التفات کدھر کرے۔

"چوہدری صاحب ذرا ادھر تو آئیں——" ڈاکٹر صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا "ان سے ملاقات کریں——" انہوں نے ماہی منڈا نرس کے ساتھ میرا تعارف کروایا اور پھر مجھے یکسر بھول گئے اور اس خاتون کو بتانے لگے کہ کس طرح نے امریکہ کی راکی ماؤنٹینز میں آوارہ گردی کی تھی اور کیا یہ حسین اتفاق کہ جو کیمرہ وہ استعمال کر رہی ہیں پاکستان میں' یہی کیمرہ انہوں نے امریکہ میں ل کیا تھا۔

ماہی منڈا نرس بہت غور سے ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سن رہی تھی اور اکثر سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک جنسی "اوہ واقعی——" کہتی تھی اور اس کے سینے پر جگہ تھی ہاتھ رکھنے کے لئے——اس دوران مرزا صاحب فارغ ہو گئے' صاحب میں نے اسے ڈنر کے لئے دعوت دے دی ہے"

"پھر؟"

"پھر یہ کہ اس نے قبول نہیں کی——"

"پھر؟"

"پھر یہ کہ کچھ معاملہ شروع تو ہوا ہے ناں——"

میں نے محسوس کیا کہ اس زرد قصبے میں مجھے کچھ خوش آمدید نہیں کہا گیا یہاں میری گنجائش نہیں ہے اس لئے میں نے سب سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی جو انہوں نے بخوشی دے دی اور میں اپنے خیمے کے راستے پر چڑھنے

اردوکس کی سرسبز ڈھلوان پر میرا نیلا اور زرد اگلو خیمہ دھوپ میں تھا وحید نے میرا نیلا سلیپنگ بیگ ایک پتھر پر پھیلا رکھا تھا تاکہ وہ تھوڑی سی اپنے ٹھنڈے وجود میں جذب کر سکے۔ سلیپنگ بیگ کے اوپر میری جرابیں رہی تھیں اور ان کے پہلو میں میری پیاری کیمرہ بیٹریاں سورج کی شعاؤں چارج ہونے کی کوشش کر رہی تھیں۔

خیمے کے لئے جگہ کا تعین کرتے ہوئے تھوڑی سی حماقت ہوگئی تھی۔ اور یہ وحید سے نہیں مجھ سے ہوگئی تھی——مختلف راستوں میں سے ایک راستہ ے خیمے کے پاس سے گزرتا تھا چنانچہ اردوکس چٹان سے اترتا ہوا ہر پورٹر اس میں جھانک کر پھر نیچے جاتا——لیکن ابھی پورٹروں کے علاوہ اس راستے پر کو اترتا تھا اور ان کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی آواز نے مجھے ساری رات

جگائے رکھنا تھا—— لیکن یہ تو رات کی بات ہے اور بعد میں—— فی الحال میں اپنے ٹریکنگ بوٹ اتار کر پاؤں پر پاؤڈر لگایا تھا اور خیمے کے اندر رک سیک ٹیک لگا کر اپنے بدن کو آرام دے رہا تھا——

کھابرسے میں کنکورڈیا کی امید کی جو دیئے جھلملائے تھے یہاں اردوکس میں ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

یہاں جو بھی بات کرتا مشرق کی جانب ہاتھ لہرا کر کہتا—— ادھر کنکورڈیا —— یا پرسوں جب میں کے ٹو بیس کیمپ سے واپس آ رہا تھا——

اور خبر یہ بھی تھی کہ موسم صاف اور چمکیلے ہیں.... برف باری کا بھی نہیں۔ میری واحد فکر مندی بلندی کو سہار جانے کا مسئلہ تھا۔ سب کہتے تھے شخص اردوکس میں بغیر کسی پرابلم کے رات گزار لیتا ہے اسے آگے جانے میں دشواری پیش نہیں آتی—— چنانچہ آج کی رات نے یا تو دیئے بجھانے تھے دیوں کی بجائے مشعلیں روشن کر دینی تھیں۔

"اردوکس کے تھیٹر میں چٹانوں کا کھیل"

میرے خیمے کا پردہ سرکا اور سرد ہوا کے ساتھ ایک ہاتھ اندر آیا جس نے کا ایک مگ تھام رکھا تھا—— "صاحب——" یہ غلام تھا۔

"میں باہر آتا ہوں——"

باہر آیا تو یہ ایک مختلف اردوکس تھا۔ سورج ڈھل چکا تھا اور سرسبز ان پر خیمے اور پتھر سائے میں آ چکے تھے۔

خیمے کے ساتھ ایک بہت بڑا ہموار سطح کا پتھر تھا۔ اس کے اوپر صبح کی ہلکی باری کے باعث تھوڑا سا پانی جمع تھا جسے میں نے ایک تولیے سے صاف کر لیا۔ نوٹس لکھنے کے لئے کاغذ اور مارکر اور کافی کا مگ اس کے اوپر رکھ کر غلام کی ے میں اس چھوٹے سے راج سنگھاسن پر جا بیٹھا——

"بسکٹ کھائے گا——" غلام نے پوچھا۔

"کھائے گا——"

وہ بسکٹ لینے کے لئے اتر گیا۔

یہ پتھر واقعی ایک سنگی تخت کی مانند تھا اور میں اس پر آلتی پالتی مارے بیٹھا اور پار کا منظر میرے سامنے تھا—— میں نے کافی کا ایک گھونٹ بھرا اور سر نوٹس لکھنے لگا—— لیکن میں بے ربط ہو رہا تھا۔ میرے ذہن سے بالتورو پر سفر کی دوپہریں غائب ہو رہی تھیں۔ کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ شائد یہ بلندی کا اثر ر کے منظر کے سامنے بیٹھے ہر شخص کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے—— وہ بے جاتا ہے——

"بسکٹ:" غلام کی تیز آواز——

"شکریہ غلام——"

"ادھر زیادہ دیر نہیں بیٹھو—— یہ سردی بیمار کرے گا——" وہ نیچے

گیا۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اردوکس کا کونسا ایسا امیج ہے جو اس جگہ
تمہارے ذہن میں زندہ کرتا ہے تو میں کہوں گا خیموں کے باہر بیٹھے سیاح۔ کوا
اور کوہ نورد جو حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں جو ان کے سامنے ہے۔

جی ہاں ہمہ وقت لوگ ادھر دیکھتے رہتے ہیں۔

سورج کے ساتھ ساتھ سائے بڑھتے اور کم ہوتے ہیں اور سارا دن مختلف
اوقات میں یہ منظر مختلف رنگوں اور موسموں میں نظر آتا ہے۔

پار کے اس منظر میں دنیا کی مشہور یا بلند ترین چوٹیاں نہیں ہیں۔
وہاں صرف ٹرانگو چٹانیں اور ٹاور ہیں اور ایسے ہیں جیسے کسی تصویر کو
اپنی آنکھوں کی سطح پر دیکھ رہے ہوں۔

آپ جس ڈھلوان پر بیٹھے ہیں وہ نیچے آرمی کیمپ کی کھائی تک اترتی
پھر وہاں سے بالتورو ابھرتا ہے اور ایک لق ودق صحرا کے ٹیلوں کی طرح پھیلا
ہے۔ دوسرے کنارے پر اور حیرت ہے کہ یہاں سے یہ کنارہ دور نہیں لگتا
لگتا ہے کہ ایک مختصر سیر ہوگی وہاں تک لیکن یہ ایک دن کا سفر ہوگا کھ
دراڑوں اور ندیوں کے پار—— تو دوسرے کنارے پر تانبے رنگ کی
سیدھی اوپر جاتی ہیں اور ان پر برف بہت کم ہے کیونکہ برف کو رکنے کے
چاہئے اور ان چٹانوں میں کوہ پیماؤں کے پاؤں ٹکنے کے لئے جگہ نہیں تو برف
لئے کہاں سے آئے گی.... ٹرانگوز کے برابر میں بیانگو کا گلیشر ہے۔

یہاں سے پائیو پیک کی ہلکی بلندی بھی بہت دل نشین ہونے لگتی ہے
بھی اسی لئے مشکل چوٹی ہے کہ یہ بھی ایک بہت بڑی عمودی چٹان ہے——
پائیو اس سامنے والے منظر کی بائیں ہاتھ پر پہلی تصویر ہے۔ اس کے
میں ان بہاؤ کا ٹاور ہے.... پھر ٹرانگو چٹانیں اور پھر نیم لیس ٹاور——
نیم لیس ٹاور—— یعنی اس ٹاور کا کوئی نام نہیں—— بے نام مینا

6257 میٹر اونچا ایک اور بابل کا مینار——

اس کی شکل اور وجاہت حیرت انگیز ہے—— یہ بھی ایک فینٹسی لگتا ہے
۔داستانوں میں سے ایک مینار جس پر کوئی شہزادی قید کردی جاتی ہے—— جس
پر وہ پرندہ بسیرا کرتا ہے جس کے پنجوں میں سند باد جہازی ہے—— اور ایک ایسا
مینار جو وادی طلسم کے آگے ایک پردہ ہے ایک حجاب ہے—— جس کوہ پیما نے پہلی
بار اس کی چوٹی پر قدم رکھا ہوگا اس نے کیا محسوس کیا ہوگا——

لیکن یہ نیم لیس کیوں ہے؟ اس کا نام کیوں نہیں رکھا گیا؟

گیلین روویل کا کہنا ہے کہ——

یہ ناممکن ہے کہ اسے کوئی بھی نام دیا جائے۔

کسی بھی نام کے ساتھ جو شکل ذہن میں آتی ہے اس کی وہ شکل نہیں——

یہ ٹاور نام سے زیادہ بلند ہے——

یہ اتنا ابدی ہے کہ اس کا ایک فنا ہو جانے والا نام نہیں رکھا جا سکتا——
اس لئے—— نیم لیس ٹاور!

شام گہری ہو رہی تھی اور اردوکس میں تاریکی اتر رہی تھی—— لیکن پار
کے منظر میں آخری زرد روشنیوں اور کہیں کہیں چھید کرتی تیز شعاعوں کا اور
ان پر چھائے سفید بادلوں کا ایک رنگ بدلتا کھیل تھا——

ٹرانگو کی چٹانیں سائے میں تھیں اور الی بہاؤ اور نیم لیس ٹاور کے نصف
دھوپ میں تھے اور ان سے سفید بادل بڑے بڑے مرغولوں کی طرح لپٹے
ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک گلیشر کی برف پر زرد روشنی تھی۔

پھر میں نے انہیں ابھی بہت دیر تک نہیں دیکھا تھا کہ وہ سب دھوپ اور
اس زرد روشنی سے خالی ہو گئے اور چند لمحوں کے بعد وہاں تاریکی کے گہرے
ہونے کا عمل شروع ہوگیا۔ بادلوں کی سفیدی اور ٹرانگوز میں بکھری برف دیر تک
آنکھوں کے سامنے رہی—— پھر آنکھوں کے اندر آگئی۔ پھر تاریک ہوگئی۔ میں
جس پتھر پر بیٹھا اس چٹانوں کے شاہکار کی صدارت کر رہا تھا وہ برف ہو چکا تھا۔ اور
میرے ٹینٹ میں لالٹین جل چکی تھی——

یہ ایک بہت بڑا اوپن ایئر تھیٹر تھا جس کے سٹیج پر پائیو پیک- الی بہاڈ
ٹراگو ٹاورز، نیم لیس ٹاور اور بیاگو آئے اپنے جلال اور جمال کے ساتھ
رنگوں کے بدلتے روپ دکھا کر شام کے پردے کے پیچھے روپوش ہو گئے-

ایک کے سوا تمام زرد خیموں میں روشنی تھی——
میرے اوپر اردوکس چٹان کے اندر پورٹروں نے آگ جلا رکھی تھی
اس کی لو باہر آ کر چٹان پر جھلملاتی تھی-

نیچے سے کسی نے مجھے پکارا- کچن ٹینٹ کے باہر وحید کھڑا تھا——ہاتھ میں
لالٹین لئے "صاحب.... کھانا کھاؤ——"

اردوکس کی ڈھلوان پر کچھ سجھائی نہ دیتا تھا "لالٹین کے ساتھ اوپر آؤ
وحید——"

تاریکی میں لالٹین کی روشنی ایک پینڈولم کی طرح جھولتی اوپر آنے لگی

"چھوڑیں جی ان گوروں میں تو اخلاق نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی
مرزا بے حد مایوسی میں سر ہلا رہا تھا "یہ بھلا کوئی بات ہے——"

"کیا ہوا مرزا صاحب——" عامر نے جان بوجھ کر پوچھا حالانکہ وہ جانتا
"دیکھیں جناب- میں نے اس گوری کو کھانے پہ بلایا——وہ نہیں
چلو اس کی مرضی——اب میں نے ابھی ابھی اوپر سے جھانکا تو اپنے ڈائننگ
میں کھانا کھا رہی ہے——"

"نہ کھاتی- بھوکی مر جاتی؟" میاں صاحب بولے-

"آپ سمجھے نہیں- میں نے اسے کھانے پہ بلایا تھا ناں؟——
اسے بھی مجھے کھانے پر بلانا چاہئے تھا- اس نے نہیں بلایا——"

"لیکن مرزا صاحب——اس نے تو آپ کی دعوت قبول نہیں کی تھی
"لیکن میں نے تو اس کی دعوت قبول کرنی تھی ناں——یہ ہے ان
کا اخلاق——" مرزا بہت اپ سیٹ تھا-

"خان صاحب آپ کے کیس کا کیا ہوا؟" ڈاکٹر صاحب سے دریافت

"چوہدری صاحب نرس ہو- امریکی ہو- ایک مہینے سے بزرگ حضرات کے
ساتھ خالی پھرتی رہی ہو- اور پھر اردوکس جیسی جگہ ہو تو——" انہوں نے فقرہ
ادھورا چھوڑ دیا-

پھر....؟ پھر....؟ پھر....؟ سب نے کھسک کر ڈاکٹر صاحب کے قریب ہونے
کی کوشش کی——غلام نے بھی ہی ہی کرنے کی تیاری مکمل کر لی-

"پھر کیا؟" ڈاکٹر صاحب نے معصومیت سے پوچھا-

"پھر کوئی ہلا گلا کوئی پیار اقرار——کوئی میل ملاپ...." میاں صاحب لہر
میں آ گئے "کچھ ہوا؟"

"نہیں——"

"کیوں؟"

"عامر سے پوچھیں——"

سب لوگ عامر کی طرف دیکھنے لگے کہ بھلا کیس ڈاکٹر صاحب کا اور اس کی
وضاحت عامر کرے....

"میں یونہی ٹہلتا ہوا ادھر چلا گیا——"

"جی ہاں یونہی ٹہلتا——" مرزا صاحب نے ناک چڑھائی-

"یار پوری بات تو سن لو——" عامر نے ذرا غصے سے کہا "تو وہ نرس ایک
امریکی کے ساتھ کھڑی تھی جو بیس برس پیشتر بھی ان علاقوں میں آیا تھا اور وہ
اسے سمجھا رہا تھا کہ دیکھو ان نیٹو (NATIVE) لوگوں میں دلچسپی لینا اچھی بات
نہیں میں انہیں جانتا ہوں- یہ نیٹو (NATIVE) بڑے عیار اور کمینے ہوتے ہیں
میں نے واپس آ کر یہی ڈائیلاگ ڈاکٹر صاحب کو سنا دیئے-"

"پھر؟" سب نے پھر پوچھا اور ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا-

"چوہدری صاحب یہ باندر کا بچہ امریکن مجھ جیسے غیور پٹھان کے بارے میں
کہہ رہا ہے کہ میں NATIVE ہوں اور کمینہ اور عیار ہوں——میں رہ کر آیا ہوں
اس کا اور میں نے ان کی——بہرحال میں تو کرٹسی سیک اس گوری نرس کے
ساتھ گپ شپ کر رہا تھا بھلا میں پرواہ کرتا ہوں ان گوریوں کی——"

"ہم تو جی کرتے ہیں ——" شاہد صاحب آرام سے بولے۔ "اللہ کی مخلوق ہیں ——"

"میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک گوری نرس چاہے تیار بھی ہو ایک پٹھان اور ایک پاکستانی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا ——"

"بڑے ضبط اور حوصلے کا کام ہے جی ——" شاہد صاحب پھر بولے ——

"میں گواہ ہوں جی ——" عامر کہنے لگا "نرس نے دو تین بار ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور "ہائے" وغیرہ کہا لیکن انہوں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں ——"

ڈنر سرو کیا گیا اور جو کچھ بھی تھا ذرا کچا تھا —— پکا نہ تھا ——

"ادھر ہائٹ ہے سر —— دال نہیں گلتا —— پریشر ککر میں بھی نہیں گلتا" غلام نے جواز پیش کیا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر شائد مرزا صاحب کہنے لگے "یار آج تو لگتا ہے کہ ہم پرسوں تک کنکورڈیا پہنچ جائیں گے ——"

"اوئے چپ ——" میاں صاحب نے فوراً ٹوک دیا۔ "بس چپ۔ جب پہنچ جائیں گے پھر بات کرنا ——"

"لیکن میاں صاحب —— کل شام انشاء اللہ گورے تو اور پرسوں ——"

"خدا کے لئے چپ ——" میاں صاحب کا بس چلتا تو اٹھ کر لوگوں پر ٹیپ لگا دیتے" ابھی کچھ پتہ نہیں —— ایک پورٹر کہہ رہا تھا کہ یہاں سے دن کا سفر کنکورڈیا تک ہے بس اللہ ہی اللہ —— کئی ٹریکر یہاں سے واپس ہو گئے ہیں —— اس لئے ابھی چپ ——"

مرزا صاحب کھانسے "ویسے کیا خیال ہے ڈاکٹر صاحب اس گورنے نے میرے ساتھ زیادتی نہیں کی؟"

"آپ بھی چپ" ڈاکٹر صاحب نے کہا پھر شائد اپنے آپ سے "واقعی کوئی گلیشر تب تک آپ کا نہیں ہو جاتا جب تک آپ واپس گھر نہ جاتے کیونکہ وہ کسی لمحے بھی آپ کو اپنے اندر دفن کر سکتا ہے —— اسی لئے جب تک ہم کنکورڈیا نہیں پہنچ جاتے —— پھر خیریت سے اپنے گھروں کی چوکھٹیں پار نہیں کر جاتے تب تک —— چپ!"

"اردوکس کی لمبی لٹکتی گھاس کو ہم پیچھے چھوڑتے ہیں"

اس شب اردوکس کی ڈھلوانوں پر خچر پریڈ ہوتی رہی۔

یہ پریڈ گیارہ بجے رات کے لگ بھگ شروع ہوئی اور صبح صادق تک جا رہی——

یہ خچر وہاں کیوں گھوم رہے تھے اور کبھی ہمارے خیموں کی رسیوں میں کیوں الجھ جاتے تھے اور اگر ان کے معدے خراب تھے تو خیمے کے اندر تک اطلاع کیوں پھیل جاتی تھی.... اس کے بارے میں ہم لا علم تھے۔

کیونکہ ہم تو اپنے سلیپنگ بیگ میں پیک ہو کر سونا چاہتے تھے اور ان سریلی گھنٹیاں کبھی ہمارے کانوں میں بجتی تھیں اور کبھی دور سے سنائی دیتی —— سونے نہ دیتی تھیں۔ کبھی وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے اور اٹکھیل کرتے تھے۔

اور اگر انسان شدید سردی میں بہت دیر جاگے تو اسے دیگر مسائل کا کرنا پڑتا ہے.... ایسے مسائل جن کے حل کے لئے سلیپنگ بیگ کی زپ کھول باہر آنا۔ پھر اندھیرے میں بیٹری تلاش کرنا۔ پھر سویٹر پہننا اور سلیپر ڈھونڈھنا —— خیمے کی تین زپیں کھول کر کسی طرح باہر آنا.... اور باہر آکر سردی کبڑے ہوتے ہوئے کسی پتھر کی اوٹ میں کھڑے ہو کر ایک اور زپ کھولنا بہت ضروری ہے——

یہ سب کچھ کرنا اور اردوکس کی رات میں کرنا ایک عام انسان کے بس بات نہیں اس لئے عام انسان صبح تک ان "مسائل" کو دبائے بیٹھا رہتا

روشنی ہوگی تو دیکھیں گے لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے۔

اس رات دو مرتبہ اردوکس کا پورا علاقہ گونج دار اور مسلسل آوازوں سے جیسے متحرک ہوا۔ شائد بیافو —— یا نیم لیس ٹاور سے ایولانچ نیچے بالتورو تک آیا تھا.... اردوکس کے وسیع تھیٹر میں ساؤنڈ سسٹم اس نوعیت کا تھا کہ یہاں آواز گونجتی بہت تھی۔

برفانی تودہ گرنے کے بہت دیر بعد تک اس کی گونج سنائی دیتی رہی۔

ان کی وجہ سے خچر پریڈ تھوڑی دیر کے لئے رکی اور پھر جاری ہوگئی——

اور ہم اپنے "مسائل" دبائے بیٹھے رہے۔ پھر بیٹھے بیٹھے اونگھ گئے——

خیمے کا پردہ تیز روشنی سے جو دھوپ کی تھی —— جگمگاتا تھا——

خچر پریڈ ختم ہو چکی تھی اور اب پورٹر پریڈ شروع تھی —— جو بھی نیچے آرہا ہوتا وہ میرے خیمے کے پردے میں سے جھانک کر مجھے ایک مسکراہٹ سے نوازتا اور چلا جاتا——

اردوکس میں ایک بے بادل اور بے مثل دھوپ والی صبح تھی۔ میں خیمے سے باہر آگیا۔ اردوکس چٹان ایک سنہری مشروم کی طرح روشن تھی اور اس کے ڑے پلیٹ فارم پر دو پورٹر آنکھوں پر ہاتھ رکھے نیچے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

میں نے پار کے منظر کی طرف دیکھا تو وہ منظر وہاں نہیں تھا۔

پائیو پیک۔ الی بہاؤ ٹاور۔ ٹرانگو اور نیم لیس ٹاور اور بیافو موجود تھے—— کن پچھلی شام والا منظر موجود نہ تھا —— موسم اتنا صاف تھا۔ آسمان اتنا نیلا تھا کہ چٹانیں اور مینار بالکل صاف اور ننگے نظر آرہے تھے۔ جیسے بھورے گتے سے بنا بالتورو کے کنارے پر رکھ دیئے ہوں۔ یہ بے رنگ اور بغیر شخصیت کے تھے۔ کتابوں میں شائع شدہ تصویریں ہوتی ہیں۔ کل شام نے۔ سفید بادلوں نے اور روشنیوں نے انہیں زندگی دی تھی جو اب نہیں تھی۔ ان کی شخصیت ختم ہو ئی تھی اور اب چمکتی دھوپ میں وہ بے جان چٹانیں اور پتھروں کے مینار تھے——

میرے سوا سب لوگ اتنے صاف اور روشن منظر سے خوش تھے اور ان

کے کیمرے کلک کلک چل رہے تھے.... میں نے بے دلی سے وڈیو کا ایک منظر اور پیکنگ شروع کردی —— آج ہمارے سامنے ایک طویل دن تھا —— طویل مشقت والا اور پر خطر۔ ہمیں گورے ٹو تک پہنچنا تھا —— غلام کچن ٹینٹ سمیٹ تھا اور پورٹروں کے ذمے بوجھ لگا رہا تھا۔

میں نیچے گیا تو کہنے لگا صاحب ایک مسئلہ ہے۔

میں نے کہا —— بولو ——

پرے کھڑے ایک بلتی شکل کے مسوڑھے دکھاتے پورٹر کو اس نے بلایا۔

اسحاق ادھر آؤ ——

اسحاق آگیا —— اور بلتی میں ایک لمبی تقریر شروع کردی ——

"غلام —— یہ کیا کہتا ہے ——"

"سر ہم دو پڑاؤ بعد جتنا سامان کم ہوتا ہے اتنا پورٹر فارغ کردیتا ہے۔ پہلے پائیو میں دو واپس کیا —— آج اردوکس میں اس کو فارغ کیا ہے اور معاہ کے مطابق پوری ادائیگی کرکے کیا ہے لیکن یہ بہت روتا ہے سر ——"

"یہ روتا ہے ——" میں نے اس کی بے دانت مسکراہٹ کو دیکھا "یہ ہے"

"یہ ہنستا ہے تو روتا ہے ——"

"تو ٹھیک ہے یہ روتا ہے تو کیوں روتا ہے؟"

"کیوں روتا ہے؟" غلام نے گرج کر کہا اور اسحاق نے پھر مسوڑھوا انکے چند دانت نکال کر بلتی میں تقریر شروع کردی۔

"غلام —— یہ کیا کہتا ہے؟"

"یہ روتا ہے صاحب ——" غلام نے پھر کہا "کہتا ہے مجھے خدا کے فارغ نہ کرو کنکورڈیا لے جاؤ پھر اسکولے تک واپسی پر ساتھ رکھو —— نہیں گے تو میری بیوی بھاگ جائے گا ——"

"بیوی بھاگ جائے گا ——" میں نے ذرا دلچسپی لی "اگر بیوی اس ہے تو اسے ہر صورت فارغ کردو تاکہ یہ گھر واپس جا کر اس کا بندوبس —— ویسے اس کا بیوی کس کے ساتھ بھاگ جائے گا؟"

"اپنے باپ کے ساتھ ——"

"یہ کیا بکواس ہے اس کا بیوی اپنے باپ کے ساتھ کس طرح بھاگ سکتی ہے ——" میں نے سوچا یہ غلام کا بچہ اپنی حیثیت نہیں پہچانتا اور مالک کے ساتھ خواہ مخواہ فری ہو رہا ہے —— لیکن غلام کا چہرہ مکمل طور پر سنجیدہ تھا ——

"اس لئے کہ وہ ابھی اس کا بیوی نہیں ہے ——"

"یعنی طے یہ ہوا کہ اسحاق کو اگر ہم آج اردوکس میں فارغ کرکے واپس بھیج دیتے ہیں تو اس کا بیوی جو ابھی اس کا بیوی نہیں ہے اپنے باپ کے ساتھ بھاگ جائے گا —— ٹھیک؟"

"بالکل ٹھیک صاحب ——" غلام نے خوشی کا اظہار کیا۔

وحید کے علاوہ دوسرے پورٹر بھی اپنے سامان اور بوجھ وغیرہ سے ٹیک لگائے ان مذاکرات کو بڑے غور سے سن رہے تھے ——

"میں بتاؤں صاحب ——" وحید نے نہایت فلسفیانہ انداز میں داڑھی کھجا کر سر ہلایا۔

"ہاں۔ تم بھی کوشش کرو ——"

"اسحاق کے گلے میں ایک سفید رومال تھا اور اس نے سر کو ایک باندر ٹوپی سے ڈھانک رکھا تھا۔ اس کی مسکراہٹ مسلسل تھی۔

"صاحب اگر آپ اسحاق کو ادھر سے فارغ کرتا ہے تو اس کے پاس کم پیسہ ہوگا۔ اگر کم پیسہ ہوگا تو یہ اپنے لئے بیوی کیسے خریدے گا ——"

"بیوی خریدے گا؟" حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔

"نہیں صاحب —— خریدے گا نہیں۔ ہمارا اردو ٹھیک نہیں.... اس نے بیوی کے باپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کنکورڈیا سے واپسی پر اسے ایک خاص رقم دے گا —— اگر یہ رقم دے گا تو اس کا باپ اس کے ساتھ شادی بنا دے گا —— نہیں تو نہیں بنائے گا —— اور اپنا بیٹی کو لے کر خپلو چلا جائے گا —— یعنی بھاگ جائے گا ——"

"شادی تو اس غریب کا ہونا چاہئے غلام ——" میں نے اسحاق کے کندھے تھپک کر کہا "اس کو جواب نہیں دو ——"

"تھینک یو سر ——" اسحاق بے حد شکر گزار ہو رہا تھا —— اس۔ تھینک یو کے بعد پھر بلتی میں تقریر شروع کر دی۔

"اب یہ کیا کہتا ہے غلام ——"

"سر یہ کہتا ہے کہ میرا دونوں بیوی آپ کو بہت دعا دے گا ——"

"کونسا بیوی؟"

"پہلے والا بیوی سر —— اس کا پہلے دو بیوی ہے۔ اب یہ تیسرا بیوی کے لئے رقم جمع کر رہا ہے۔ پہلے والا بیوی آپ کو دعا اس لئے دے گا سر کہ تیسرا بیو جب آئے گا تو کھیت اور گھر کا سارا کام وہ کرے گا ——"

"تھینک یو سر ——" اسحاق نے پھر کہا۔

"تین بیوی؟" میں نے تین انگلیاں اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں ——" اس نے سر ہلایا اور پھر خوشی خوشی اپنے حصے کا بوجھ اٹھانے تیاری کرنے لگا —— بقیہ پورٹر بھی کوچ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ اردوکس اجڑ رہا تھا۔ کچھ آگے جا چکے تھے اور کچھ تیار بیٹھے تھے۔

بیانگو گلیشیر کی جانب سے ایک دھماکہ نما گونج پیدا ہوئی اور بالتورو پر کرتی ہوئی ہم تک پہنچی اور مدھم ہو گئی —— سب لوگ ادھر دیکھنے لگے —— بیا پر ایک سفید ہلکا سا غبار اٹھ رہا تھا —— موسم صاف ہو تو دھوپ تیز ہوتی ہے ا اس کی گرمی سے تودے صبح سویرے ہی کھسکنے لگتے ہیں۔ اردوکس چٹان پوری پوری دھوپ میں آ چکی تھی —— اور حیرت انگیز طور پر ایک پتھریلے سنہری مش سے مشابہ تھی۔

نیم لیس ٹاور کے گرد ایک چھوٹا سا بادل وجود میں آ چکا تھا۔

کیا واقعی یہ ناممکن ہے کہ اسے کوئی بھی نام دیا جائے ——

کسی بھی نام کے ساتھ جو شکل ذہن میں آتی ہے اس کی وہ شکل نہیں۔

کیا یہ درست ہے کہ یہ ٹاور نام سے زیادہ بلند ہے ——

انتا ابدی ہے کہ اس کا ایک فنا ہو جانے والا نام نہیں رکھا جا سکتا ——

اردوکس کی لمبی لٹکتی گھاس میں سے ایک راستہ نیچے بالتورو تک جاتا تھا اور اس کا رخ گورے ٹو کی جانب ہو جاتا تھا۔ اس راستے پر مجھے یہاں سے دکھائی تھا کہ ایک بڑے پتھر کی پہلو میں تین چار قبروں کے نشان ہیں۔ یہ قبریں ان رزدوں کی تھیں جو بیمار ہوئے یا کسی حادثے کا شکار ہوئے اور ان کے ساتھیوں نے انہیں یہیں دفن کر دیا.... چند پتھر اور گھاس اور دو تین چیتھڑے جو کبھی کبھی وا کے زور سے سر اٹھا لیتے تھے —— اس راستے پر پورٹر اتر رہے تھے۔ قبروں کے نزدیک پہنچ کر وہ رکتے اور دعا کرتے —— اور پھر چلے جاتے —— ایک پورٹر اپنے بوجھ سمیت بہت دیر سے ان قبروں کے سرہانے کھڑا تھا۔ پس منظر میں بیانگو کی ف پوش چٹانیں اور گلیشیر صاف موسموں میں شفاف دکھائی دیتے تھے۔ سوال یہ ہ کہ یہ پورٹر جو بہت دیر سے قبروں کے سرہانے کھڑا ہے اس کا نام کیا ہے —— ان قبروں میں اس کے جو ساتھی دفن ہیں ان کا کیا نام ہے —— وہ پورٹر بھی بے نام ہے۔

قبروں میں دفن لوگ بھی بے نام ہیں ——

اور وہ ٹاور بھی بے نام ہے ——

اس لئے کہ فنا کے سائے تلے جو کچھ ہے وہ سب بے نام ہے ——

میں بھی بے نام قبروں کے پاس جا کر رکا —— ان میں دفن بے نام لوگوں کے لئے دعا کی اور آگے بڑھ گیا ——

آج ہمیں گورے ٹو پہنچنا تھا —— ٹریک کا سب سے طویل اور مشکل دن۔

چنانچہ گورے گورے۔ او بانکے چھورے۔ کبھی میری گلی آیا کرو۔ اور ہم ارے کی گلی میں جا رہے تھے ——

لیکن فی الحال میں اکیلا جا رہا تھا کیونکہ میں ایک تجربہ کرنا چاہتا تھا —— اگر ں کنکورڈیا کے سفر کے لئے بالکل اکیلا نکلتا تو بالتورو کی ویران وسعت میں تنہا چلنا یسا لگتا _ پندرہ بیس منٹ میں اردوکس میں سے نکلنے والی ٹریک ختم ہو گئی.... میں ئے سات منٹ تو بہت آرام سے چلا۔ گہرے سانس لیتا بہت سنجیدگی سے آس پاس

دیکھتا —— جو چیزیں حیران کرتی تھیں ان پر غور کرتا ——

اردوکس سے گورے ٹو کے درمیان آپ کو حیران کرنے کے لئے اتا
ہے کہ دنیا کی خوبصورت ترین چوٹیاں۔ گلیشئر اور ان کی شکلیں۔ ندیاں اور
کے انبار اور بالتورو کے قصبے اور شہر جو ویران ہیں کہ آپ انہیں دیکھ دیکھ کر
ہوتے ہیں اور بالآخر ہریان ہو جاتے ہیں۔ ہریان ہونا حیرانی کی حد سے پرے ایک
ہے ——

جی ہاں میں پانچ سات منٹ ہی آرام سے چلا اور پھر مجھ پر اللہ تعا
تراشی ہوئی سب سے شاندار لینڈ سکیپ کی دہشت طاری ہو گئی۔ میری کیا او
کہ میں اس میں چل رہا ہوں.... میری کیا حیثیت کہ یہاں سانس لوں اور ا
یاد رکھوں —— یہاں تو دنیا کا بلند ترین چٹانی ٹاور بھی بے نام ہے —— میرے
خوف سرائت کرنے لگا —— بالتورو اور اس کی ویران وسعت مجھ پر حاوی
گی ——

گلیشئر جو دھوپ میں پگھلتا ہے۔ سمٹتا ہے۔ ٹوٹتا ہے اور گرتا ہے ——
اس جو پتھر لڑھکتے ہیں اور تالابوں میں گرتے ہیں ان کی آوازیں خاموشی میں
ہیں اور میرے اندر خوف کی جھیل میں اتر جاتی تھیں اور اسے بڑا کر دیتی
اور یہاں ڈاکٹر صاحب والے خدشے نے بھی مجھے پریشان کیا —— یہاں اگر
ہو جائے تو ——

میں ایک گلیشئر کے کنارے پر پتھروں اور سنگریزوں پر چل رہا ہوں او
راستہ اس کی دھار پر ہے۔ برف کی ڈھلوان نیچے جا رہی ہے اور نیچے ایک
بہہ رہی ہے اور اس میں برف کے ٹکڑے تیرتے ڈوبتے چلے آتے ہیں۔ اگر
شخص یہاں سے گرے تو ان برف کے ٹکڑوں میں نظر نہیں آئے گا۔ اور
لمحوں کے بعد بہاؤ کے ساتھ گلیشئر کے نیچے چلا جائے گا اور کہاں جا کر
—— شائد لاہور میں۔

ایک ایسی دراڑ راستے میں آئی جس کی طرف اب ہم دیکھتے بھی
لاپرواہی سے پھلانگ جاتے تھے لیکن —— میں یہاں رکا اور بہت دیر تک
رہا۔ معمولی سی دراڑ تھی لیکن —— مجھ میں تنہا اسے پھلانگنے کی جرات نہ
ـ

کوئی تو ہو جو دیکھ رہا ہو ——

اور وہاں کوئی بھی نہ تھا ——

اسے پھلانگتے ہوئے میں مکمل دہشت کی زد میں تھا۔

میرا خیال تھا کہ بالتورو کے ویرانے میں تنہا چلوں گا تو پتہ نہیں کیا کیا
تے احساس میرے بدن اور دماغ پر وارد ہوں گے —— چوٹیوں کی بلندیوں
مجھ پر ایسے خیال اتریں گے جو آج تک کسی اور کے نصیب میں نہیں تھے —— لیکن
نہ ہوا —— میں بالتورو پر اکیلا نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے رک سیک اتار کر
رکھا اور پانی کے دو تین گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد ایک پتھر سے ٹیک لگا
م دراز ہو گیا۔ میرے عین سامنے بالتورو کے بھورے ٹیلوں کے پار بیافو کی
برفیلی دیواریں تھیں۔ مجھے ابھی سے ایک بات کا احساس ہو گیا تھا ——
وکس سے آگے بالتورو بہت ہی کٹا پھٹا تھا اور اس میں گہرائیاں زیادہ آرہی تھی
ر اسی حساب سے بلندیاں بھی بڑھتی جاتی تھیں۔ گلیشئر کے بڑے بڑے حصے
اپ سے پگھل رہے تھے اور پانی بہنے کا شور زیادہ ہو رہا تھا۔ یہاں راستے بھی
ہ واضح نہیں تھے' آپ کو اپنے تجربے کے مطابق چلنا پڑتا تھا —— پہلے کی طرح
ں بھی آپ کی بہتری اسی میں تھی کہ احتیاط سے چلیں اور کوئی غلطی نہ کریں۔

اردوکس کی جانب سے سب سے پہلے پورٹر اسحاق آیا.... مجھے آرام کرتا
کر اس نے اپنی مسوڑھا مسکراہٹ کی نمائش کی اور میں نے جواب میں ہاتھ اٹھا
تین انگلیاں کھڑی کر دیں —— اس نے زور زور سے سر ہلایا۔ اور مسرور د
ہاں آگے بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے غلام تھا اور پھر بقیہ پورٹر.... ہم سب میں سے
ں صاحب' عامر' مرزا صاحب اور ڈاکٹر صاحب بہت اچھا چلنے والوں میں سے
۔ اگرچہ میاں صاحب کا پاؤں زخمی تھا اور پہلے روز کے چھالے ابھی تک
ف دے تھے لیکن وہ اپنے دبلے پتلے جسم کے ساتھ تیر کی طرح تیرتے جاتے
عامر اپنی دونوں واکنگ سٹکس کے ساتھ ایک خاص ٹھہراؤ اور ردھم کے

ساتھ تھکے بغیر چلتا جاتا تھا—— مرزا صاحب چونکہ ذرا مختصر تھے اس لئے پھرتیلے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ذرا جھکتے ہوئے ٹہلتے ہوئے چلتے تھے—— شاہد آہستہ آہستہ کچھوے کی طرح سلو اینڈ سٹیڈی چلتے جاتے تھے—— اور میں چونکہ تھا اس لئے مجبوری کے تحت مجھے تو چلنا ہی پڑتا تھا۔

لیکن میں اپنے آپ سے بہت خوش تھا۔ جی ہی جی میں اپنے آپ کو داد دیتا تھا—— اس عمر رسیدگی میں اتنے بھدے جسم کے ساتھ چلنا اور بالتورو —— اور یقین کریں نو پرابلم!—— میں اپنے آپ سے خوش تھا۔

میرا خیال ہے ہر انسان کے ہر اندر ہمت اور طاقت کے خفیہ ریزرو ہوتے ہیں جو ایمرجنسی میں اپنا کام دکھا جاتے ہیں لیکن صرف ان انسانوں کے جو ارادہ مضبوط رکھتے ہیں—— ارادہ مضبوط رکھنا میری مجبوری تھا کیونکہ میں لیڈر جو تھا۔

ڈاکٹر صاحب بھی نمودار ہوگئے اور شکر ہے آج انہوں نے ملتانی کم بجائے ٹریک سوٹ کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔

لباس کے ایک بہت اہم جز کا تذکرہ کرنا میں بھول گیا۔ جہاں وائلٹ شعاؤں سے بچاؤ کے لئے چہرے اور ہاتھوں پر سن بلاک کریم ملتے یہ احتیاط بھی کرتے تھے کہ گلیشئر پر چلتے ہوئے سیاہ چشمہ ضرور استعمال —— جہاں سفید برف کی چمک ہوگی سیاہ چشمے کے بغیر آپ کی آنکھیں زخمی ہیں اور بینائی میں واضح فرق آ سکتا ہے—— اس لئے دوائیوں کے شاک ڈراپس بھی ضروری ہیں۔

"جی چوہدری صاحب آج تو بہت پھرتیاں دکھا رہے ہیں—— یہ حصے کے وٹامن——" انہوں نے چند رنگ برنگی گولیاں مجھے تھما دیں۔

"سوری—— مجھے یاد ہی نہیں تھا"

"مجھے تو یاد تھا۔ آیئے——"

"ویسے ڈاکٹر صاحب آج میں صبح سے یہی محسوس کر رہا ہوں کہ میں نہیں ہوں بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ کچھ گدھا سا ہو رہا ہوں۔"

"اگر آپ کہتے ہیں تو میں اختلاف کرنے والا کون ہوتا ہوں ویسے یہ وٹامن لیجئے انشاء اللہ افاقہ ہوگا—— آج ٹریک بھی ذرا ٹف ہے۔"

اتنی دیر میں عامر بھی پہنچ گیا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا" میں کہہ رہا ں کہ تارڑ کے ٹو کہانی کا نام بدل دیں۔ آج بھی بی۔ پی والا معاملہ ہے۔"

اردوکس بالتورو کے دائیں کنارے پر تھا اور ہم اس وقت آہستہ آہستہ کنارے کی جانب بیافو کی سمت میں چل رہے تھے۔

ایک بھربھری سلیٹی بلندی آئی۔ ہم اوپر پہنچے تو وہ پھر نیچے جا رہی تھی اور ایک بہت زور دار نالہ پتہ نہیں کہاں سے آ رہا تھا اور کہاں جا رہا تھا۔ اس نے ہمیں خوفزدہ نہیں کیا لیکن اس کے پار جو یکدم اوپر اٹھتا ہوا راستہ تھا س پر اس وقت ایک پورٹر بہت احتیاط کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا ہمیں اس نے تشویش میں مبتلا کیا—— جیسے آپ سٹیج پر جب اپنا کردار ادا کرنے کے اخل ہوتے ہیں تو آپ کا صرف اپنے آپ پر انحصار ہوتا ہے کوئی دوسرا آپ نہیں کرسکتا۔ ہال میں بیٹھے لوگ ہمت بندھا سکتے ہیں لیکن آپ کی جگہ آکر نہیں کرسکتے۔ اسی طرح ان علاقوں میں جو موت کی آغوش والے راستے ہیں ان پر چلنا تو آپ ہی کو ہوتا ہے چاہے آپ کے ساتھی اور پورٹر آپ کی ندھاتے رہیں—— اس سفر کے دوران جتنے خطرناک مراحل درپیش ہوئے ان سب کا ذکر نہیں کیا.... کیونکہ میں وہی لفظ اور وہی خوف دوہراتا—— ایسا راستہ سامنے آتا جس پر شاہد صاحب ڈولتے چلے جا رہے ہیں—— چھوٹے سنگریزے ان کے بوٹوں سے ٹکرا کر گلیشئر پر سے گرتے نیچے جاتے ر نیچے ایک بہت بڑی دراڑ ہے—— اور یہ سنگریزے اس دراڑ میں گم ہو ہیں—— ظاہر ہے سنگریزوں کے علاوہ جو کچھ بھی نیچے جائے گا اس میں گم ہو گا—— چنانچہ آپ زیادہ بحث نہیں کرتے اور چپکے سے اس راستے پر قدم تے ہیں۔ دل کو مضبوط کر کے پاؤں جما کر اور نظر راستے پر ایسے کہ ایک ریزے کی شکل یاد ہو جائے—— آپ کے بعد آنے والا بھی یہی سوچے گا ر صاحب چلتے جا رہے ہیں تو اللہ مالک ہے—— البتہ اس مقام سے گزر

کر ہر شخص ماتھے سے پسینہ پونچھ کر سر ضرور ہلاتا۔

ہم بالتورو کی بھربھری بجری پر قدم جماتے نیچے نالے تک پہنچ گئے —— یہاں عجیب منظر تھا۔ دونوں جانب ڈھلوانیں بلند ہو رہی تھیں اور ان کے درمیان میں یہ نالہ جھاگ اچھالتا بہتا جارہا تھا اور ہم نے دیکھا کہ یہ گلیشئر کے ایک حصے کے نیچے سے آرہا ہے اور پھر ذرا دور جاکر اسی گلیشئر کے اندر بہتا جارہا ہے۔ اسے ہم نے پورٹروں کی مدد سے عبور کیا —— اب وہ راستہ تھا جس نے دوسری جانب سے ہمیں تشویش میں مبتلا کیا تھا.... ہم آہستہ آہستہ اس پر چڑھتے گئے —— اور ہم نے محسوس کیا کہ جو راستے دور سے خطرناک دکھائی دیتے ہیں وہ قریب آکر بھی خطرناک ہی رہتے ہیں۔

اوپر پہنچ کر سب نے انرجائل کا ایک ایک جام زندہ بچ جانے کی خوشی میں نوش کیا۔ اس حصے میں بالتورو گیلی بجری کے ڈھیروں جیسا تھا۔ ایک ڈھیر پر پہنچ گئے تو دوسرا ڈھیر سامنے تھا۔

"اس سرزمین میں جہاں پہاڑوں کے دیوتاؤں کے تخت بچھے ہیں اور مشابرم کی چوٹی پر ان کے رتھ اترتے ہیں تو سفید برف اڑتی ہے"

مجھے معلوم نہیں کہ ہم اردوکس سے کتنے فاصلے پر تھے جب ہم نے پہلی بار
...م کی ان برفانی، بلند اور شاندار شہرتوں کو دیکھا جن کی وجہ سے اسے "دنیا میں
...ں کے عظیم ترین مناظر" کا علاقہ کہا گیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ اردوکس سے چلتے ہوئے ہمیں کتنا عرصہ ہوا تھا جب ہم
...قام میں داخل ہوئے جہاں پہاڑوں کے دیوتاؤں کے تخت بچھے تھے۔

اور یہ تخت ہی تو تھے جن پر وہ برفانی دیوتا تمکنت سے براجمان تھے....

...ا	"برف کی دیوار"	7820 میٹر بلند
...م IV	"چمکتی دیوار"	7980 میٹر بلند
...ے		8047 میٹر بلند
...ٹاور		7263 میٹر بلند

کچھ برس پہلے میں مشابرم کے اس پار تھا۔ ہاں آج وہ میرے دائیں جانب
...لیشئر ڈھیر کے عقب سے بلند ہو رہی تھی لیکن گزرے ہوئے کل نے مجھے
...ہ دامن میں واقع قصبے ہوشے میں دیکھا تھا۔

"سورمو کے قریب دریا اور پھیل گیا —— اور دریا کے خشک ریتیلے
...اسے پرے جو خشک پہاڑ تھے ان کے سنگم پر صاف نیلے شفاف آسمان میں

مشابرم دکھائی دینے لگی۔ وہ حیرت انگیز حد تک سوئٹزر لینڈ کی بلند ترین پہا
میٹرہارن سے مشابہ تھی بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ میٹرہارن مشابرم سے ۱۰
تھی کیونکہ یہ اس کی نسبت کہیں بلند تھی ——

میں بچوں سے مخاطب ہوا "ہمیں وہاں جانا ہے ——"

"کہاں؟ مشابرم پر؟" عینی نے چونک کر کہا۔

"اس کے عین نیچے ہوشے کا گاؤں ہے وہاں —— ابھی ہم دریا پار
گے اور سیدھے اس چوٹی کی جانب سفر کرنے لگیں گے ——"

(نانگا

ہاں اس کے عین نیچے ہوشے کا گاؤں ہے ——

کیا ہوشے میں —— مجھے یہ خیال آ سکتا تھا کہ چند برس بعد اسی مشابرم
دوسری جانب بالتورو پر سفر کروں گا اور اسے دیکھوں گا۔

آج بھی، کل کا سارا دن بھی میں نے اپنے دائیں ہاتھ پر مشابرم کو
تھا۔

لیکن ایسے دیکھنا تھا کہ ہر آدھ گھنٹے بعد اگر آپ نے دوبارہ اس کی طرف
نظر کی ہے تو دل رکا ہے کہ یہ کونسی چوٹی ابھر آئی ہے۔ نہیں میں نے تو اس چوٹی
اس سے پیشتر نہیں دیکھا۔ آپ پھر دیکھتے ہیں تو یہ ایک اور پہاڑ ہے ایک او
وادی ہے۔ اس کی برفیں مختلف ہیں اس کے گرد ہالہ کئے بادل مختلف ہیں۔ اس
چونچ نما بلندی پر تیز ہوائیں جو برف کا سفوف اڑاتی ہیں وہ کسی اور چوٹی
—— مشابرم کے آگے کبھی چٹانیں ہیں —— کبھی بھورے گلیشئر ہیں ——
سفید برفیں ہیں اور کبھی خشک پتھر ہیں۔ اور یہ مختلف شاندار نوعیت کے فریم
جن میں لگی مشابرم کی تصویر ہر مرتبہ مختلف نظر آتی ہے۔

سورمو سے یا ہوشے سے جو مشابرم نظر آتی ہے وہ اس کے برفانی دامن
ایک حصہ ہے —— اس کے حسن کی سرسری جھلک ہے —— دراصل ہوشے
مشابرم اور اردوکس سے کنکورڈیا کے راستے میں آپ کے ساتھ چلتی ہوئی مشا

ف چوٹیاں ہیں —— ہوشے سے صرف اس کی ناک دکھائی دیتی ہے۔
یہاں سے یہ چوٹی پورے بالتورو پر بلند برفانی وادیوں کا ایک سلسلہ ہے۔
برف ہی برف ہے نیچے دامن تک اور ایک دولہن کی طرح اس کا سفید لباس
پیچھے گھسٹتا چلا آ رہا ہے۔

ہم نے جو مصیبت کی تھی —— سفر میں جو صعوبتیں سہی تھیں اگر ان کے
رف مشابرم دیکھنے کو مل جاتی تو بھی شکائت نہ ہوتی۔

میں نے اس سفر کے دوران جتنی بھی چوٹیاں دیکھیں ان میں مشابرم ایسی
تھی جو بھید والی تھی۔ جس میں اسرار تھے۔

اور پچھلی شب میں نے مشابرم کو خواب میں دیکھا۔

اور اس کی مڑی ہوئی چونچ نما چوٹی پر تازہ برف کا دھندلا سفوف اڑتا تھا
اس پر مسلسل دیوتاؤں کے رتھ اتر رہے ہوں۔

میں نے جب بھی اس سفر کے دوران مشابرم کی طرف نگاہ کی —— اور میں
ب ادھر نگاہ نہیں کی —— تو میں نے اس کی چوٹی پر یا تو برف کا دھندلا سفوف
دیکھا اور یا ایک سفید بادل لپٹا ہوا دیکھا۔

انسان اگر مشابرم کی جانب مسلسل دیکھتا رہے تو وہ اس کی توصیف میں
ں لکھ سکتا ہے۔ اسے پہلی بار ولی ان سولڈ اور جارج بیل نے سر کیا۔ ان کے
پٹن جاوید اختر بھی تھے جو کسی بھی اہم چوٹی پر پہنچنے والے پہلے پاکستانی ہیں۔

مشابرم دائیں ہاتھ پر آپ کا منظر ہے اور آپ کے عین سامنے بالتورو کے
یروں سفید اور سیاہ برفوں کے آخر میں راستے کے اختتام پر گشابرم ۱۷ کی
ا تکون نما چوٹی ہے —— اوپر سے ہموار ہے جیسے تکون کے تیسرے کونے کو
ے کاٹ دیا جائے —— اور کیا یہ "چمکتی دیوار" اس "برف کی دیوار" سے کم
رت ہے؟

نہیں —— آٹھ ہزار میٹر کے طلسمی ہندسے سے صرف بیس میٹر کم بلند یہ
ا کی خوبصورت ترین چوٹیوں میں شمار ہوتی ہے اور یہ میسنر کا کہنا ہے۔ اسے
ء میں والٹر بوناٹی اور کارلو ماری نے سر کیا —— بہت کم کوہ پیما اس کو سر

کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہ سنگ زنی اور برف باری کے لئے بدنام ہے
چنانچہ گشابرم IV اب آپ کے سامنے رہے گی___ آپ اس کی جا
چلتے رہیں گے___ اور بالآخر ایک بہت بڑا چوک آئے گا___ پیرس کے
چوک کی طرح اور وہاں دنیا کے عظیم ترین برفانی سلسلوں کے سنگم پر گشابرم
ہو گی___

گشابرم IV کے برابر میں گشابرم III ہے جو 7925 میٹر بلند ہے اور
سے اس کا ایک چھوٹا سا حصہ نظر آتا ہے۔ اور گشابرم II ان سب میں زیادہ
8035 میٹر کی بلندی پر ہے___ اسے "چھپی ہوئی چوٹی" یا "ہڈان پیک" بھی
ہیں کیونکہ یہ کسی بھی زاویے سے نظر نہیں آتی اور ایک عرصہ انسانی نگا
اوجھل رہی___

گشابرم IV کے بائیں جانب مشہور چوٹی براڈ پیک کا ایک حصہ نظر آ
___ لیکن اس کی اصل شان و شوکت کنکورڈیا میں ظاہر ہوتی ہے۔
اور بائیں جانب ایک گلیشئر کے اختتام پر مشاگ ٹاور کے آثار
دیتے ہیں.... اسے بھی مکمل طور پر دیکھنے کے لئے ہمیں گورے تو تک جا
ہے۔

ہم واقعی پہاڑوں کے دیوتاؤں کی سلطنت میں داخل ہو چکے تھے۔
اور جو لوگ پہاڑوں کی سلطنت میں داخل ہوتے ہیں پہاڑ ان کا ستیاناس
کر دیتے ہیں___

میری خواہش تھی کہ میں اس سفر کا ایک ایک قدم کیمرے میں بند
لیکن اس کے لئے رکنا پڑتا تھا۔ کیمرہ نکال کر مناسب زاویہ تلاش کر کے پھر تصو
کر کیمرے کو پیک کرنا پڑتا تھا اور اتنی دیر میں آپ اکیلے رہ جاتے تھے آپ
ساتھی آگے نکل جاتے تھے۔
جی ہاں آج ہمارا ستیاناس ہو چکا تھا۔
مجھے یقین تھا کہ میرے پاؤں سوج چکے ہیں اور اگر میں ایک قدم
اور چلوں گا تو ڈھیر ہو جاؤں گا اور میں اپنے آپ کو فریب دیتا تھا کہ بس دو

چلو___ دو قدم اور___ پھر آرام کریں گے بلکہ رات کے لئے یہیں قیام
یں گے___ لیکن غلام کہاں تھا___ پورٹر کہاں تھے___ وہ غائب ہو چکے تھے
___ شائد یہ بلندی کا اثر تھا یا ہماری جسمانی طاقت ہمیں جواب دے گئی تھی....
صرف میں بلکہ ٹیم کے سبھی افراد آج پاؤں مشقت سے اٹھاتے تھے___ ایک
رے سے کم بولتے تھے اور بس زیر لب اپنے آپ کو کوستے ہوئے چلتے رہے

دوپہر کے دو بج گئے۔
ہم اب جسمانی تھکاوٹ کے علاوہ بھوک اور پیاس سے بھی نڈھال ہو چکے
۔ ہمارا جی چاہتا تھا کہ ہم ٹھنڈی سکنجبین پئیں۔ مالٹے کا جوس پئیں اور پتھروں پر
جائیں.... مشابرم کی ایک کی بجائے دو چوٹیاں ہو گئیں پھر پتہ نہیں کتنی ہو گئیں۔
گشام برم کی تکونوں کی تو قطار لگ گئی۔
ہم آنکھوں سے پسینہ پونچھتے تھے اور پھر بھی چوٹیوں کی تعداد کم نہ ہوتی
۔

یہ کوئی اچھے آثار نہ تھے___
ڈاکٹر صاحب ہم سب کو تشویش سے دیکھتے تھے اور ہم ان کو تشویش سے
تے تھے.... یہ کوئی اچھے آثار اس لئے نہ تھے کہ بالتورو کے خطرات تو وہیں پر
___ دراڑیں غائب تو نہیں ہو گئی تھیں___ کھائیاں بھی موجود تھیں اور تیز
ں اور موت کے تالاب بھی___ آپ ایسے تالاب میں گر کر بے شک نہ ڈوبیں
صرف تیس سیکنڈ میں تقریباً" منجمد ہو کر حواس کھو بیٹھیں گے___ ہم آج تک
ں جان سکے کہ اس روز اردو کس سے گورے تو جاتے ہوئے ہماری اتنی بری
ت کیوں ہوئی تھی۔

پتہ نہیں ہم نے کتنے صحرا عبور کئے۔ کتنے سمندروں میں سے راستہ تلاش
___ کن بلاؤں کا مقابلہ کر کے بالآخر ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں نیلے آسمان میں
ف گشابرم کی شاندار برفیں تھیں اور پتھروں اور سنگریزوں پر ہماری مہم کے
ڈرم اور سامان پڑا تھا اور غلام کھانا تیار کر رہا تھا۔

میں بے حد غصے میں تھا کہ یہ بدبخت کا بچہ کہاں غائب ہوگیا تھا۔ ہم بھوک سے اور پیاس سے بالتورو گلیشئر پر فوت ہوجاتے تو——میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ ایک بجے کے قریب رک جائے اور ہمارے کھانے کا بندوبست کرے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا——اور یہ دیکھے بغیر کہ ہم زندہ بھی ہیں یا نہیں وہ منزلیں مارتا یہاں پہنچ گیا تھا——لیکن میں یہ سب کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ مجھ میں بولنے کی ہمت نہ تھی——میں نے کندھے سے رک سیک اتارا اور پتھروں پر بچھی ہوئی نیلی ترپال پر ڈھیر ہوگیا۔

موسم بہار کے اختتام پر جب گرمی کی پہلی دھوپ پڑتی ہے تو کئی پودے نڈھال ہوکر گر جاتے ہیں ایسے مرجھاتے ہیں جیسے مرگئے ہوں۔ لیکن انہیں اگر پانی دیجئے اور آدھ گھنٹے کے بعد پھر دیکھئے تو وہ حیرت انگیز طور پر پھر اپنے پاؤں پر کھڑے نظر آتے ہیں اور تازہ دم ہوتے ہیں——

میرا خیال تھا کہ میں آج کے دن کے لئے مکمل طور پر مرجھا چکا ہوں لیکن سنگترے کے جوس اور سوپ نے مجھے بحال کیا اور کریکر اور پنیر کے سینڈوچ نے مجھے کسی حد تک ترو تازہ کردیا۔ مجھ میں ہمت آئی کچھ جان آئی تو میں غلام پر برس پڑا——اسے اپنی غلطی کا احساس ہوچکا تھا اس لئے اس نے فوراً" معذرت کرلی۔ یہ معاملہ چونکہ فوراً" ہی ختم ہوگیا اس لئے میں اس پورٹر کے پیچھے پڑ گیا جو دوسرے پورٹروں کو مسلسل ترغیب دیتا تھا کہ ان کا سامان چھوڑ کر چلے جاؤ۔ کنکورڈیا میں بہتر مزدوری ملے گی——اور یوں بھی مجھے اس پورٹر کا انداز گفتگو بدتمیزانہ لگتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب فوراً" تصویر میں آگئے "چوہدری صاحب——آرام سے——آپ بہت تھک چکے ہیں اور بلندی کا اثر بھی ہے——آرام سے"

میں ان پر برس پڑا "کمال کرتے ہیں آپ بھی——میں نے غلام کو باقاعدہ ہدایت دی تھی کہ کہیں بھی ہمیں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے——میری بوتل میں پانی ختم ہوگیا تھا——میں دو گھنٹے تک پیاسا چلتا رہا ہوں——اور کہا بھی تھا کہ جہاں بھی ہو ایک بجے رک جائے——کیوں نہیں رکا؟"

"چوہدری صاحب——ذرا آرام سے"

"اور یہ بدتمیز پورٹر——یہ سازش کرتا ہے میرے خلاف' کہتا ہے کہ میں پورٹروں کو ساتھ لے جاؤں گا آپ لوگ بالتورو پر بھوکے پیاسے مرجائیں گے——اس کی میں——میرا نام تارڑ ہے——جاٹ ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا——میں بالتورو کو کیا سمجھتا ہوں——ٹھیک ہے چلا جائے تمام پورٹرز کو لے کر——بلکہ یہ اپنے باپ کا نہیں اگر پورٹروں کو لے کر یہاں سے دفع نہ ہو جائے——میں یہاں اپنی ٹیم سمیت مشابرم کے سائے میں فوت ہوجاؤں گا لیکن بلیک میل برداشت نہیں کروں گا——"

"چوہدری صاحب——"

"اور آپ نے یہ کیا چوہدری صاحب چوہدری صاحب کی رٹ لگا رکھی ہے——آپ کا خیال ہے کہ مجھ پر بلندی اور تھکاوٹ کا اثر ہوگیا ہے——آپ جتنے ڈاکٹر ہیں میں جانتا ہوں اس خالد غریب کو تھنگل سے واپس بھیج دیا۔ شاہد کو بھی ڈسپیچ کرنا چاہتے تھے۔ اب آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں——میٹر ہوگیا ہوں بلندی کی وجہ سے——میں نہیں ہوا——"

"بالکل نہیں ہوا——" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور میں لیڈر ہوں اس ٹیم کا۔ میں واپس نہیں جاؤں گا——"

"بالکل نہیں جائیں گے——"

"اور——اور.... آپ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں——"

"اچھا——اچھا تو——ٹھیک ہے اگر آپ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تو" میرا غصہ دھیما پڑنے لگا۔ "آئی ایم سوری——میرا خیال ہے کہ مجھ پر بلندی اور تھکاوٹ کا اثر ہوگیا ہے——"

"ہوگیا تھا——اب آپ بہتر ہیں۔ لیجئے وٹامن کی یہ دو گولیاں اور کھالیں اور چلنا شروع کردیں گورے زیادہ دور نہیں——"

"گورے گورے——او بانکے چھورے"

"بالکل ——— آیئے چوہدری صاحب" ——— میں پھر چلنے لگا ———
کسی نے کہا تھا کہ عقل مندی کا میری مہم جوئی سے کوئی واسطہ نہیں میں بلندیوں پر جاتا ہوں تو عقل پیچھے رہ جاتی ہے ———
میری عقل بھی آج پیچھے رہ گئی تھی ——— بہت پیچھے ——— شائد اردو کس میں ———

چونکہ ہم نامعلوم انداز میں بلندی کی طرف مائل تھے اس لئے چوٹیوں کی برف نیچے تک آ رہی تھی اور جابجا برف کے سفید ڈھیر اور تودے تھے جو ابھی تک پگھل نہیں پائے تھے اور اگست تک نہیں پگھلے تو نومبر میں ان پر مزید برف پڑ جائے گی....

دھوپ میں ایک خاص وقت تک ہلکی حدت تھی اور پھر ایک لمحہ ایسا آیا کہ اس میں صرف روشنی رہ گئی اور گرمی خارج ہوگئی۔ شام ہونے کے آثار نمایاں ہونے لگے ——— اور اس شام میں ایک ایسی یخ بستگی تھی جو سفر کی کسی بھی شام میں ہمارے تجربے میں نہیں آئی تھی۔ اس ٹھنڈک اور یخ میں ایک ٹھہراؤ تھا ———

دائیں جانب مشابرم اور اس کی وادیاں گویا اس ٹھنڈک کے اثر سے ساکت سی ہوگئیں ——— سامنے کنکورڈیا کی پہرے دار گشابرم IV کی برفوں کی سفیدی پیلاہٹ میں ڈھلنے لگی ——— اور پہلی مرتبہ بائیں جانب ایک بھورے گلیشیر کے پار ہمیں 7263 میٹر بلند مشہور زمانہ مشاگ ٹاور مکمل طور پر نظر آیا۔

بالتورو کے ملبے کے اوپر ایک سفید سا ڈھیر تھا جسے ہم پہلے تو کوئی برفانی تودہ سمجھے جو ابھی تک پگھلا نہیں تھا لیکن زیادہ نزدیک ہوئے تو یہ پاکستان آرمی کا ایک کیمپ تھا ——— ایک اگلو ———

اگلو کے دوسری جانب گلیشیر کے ملبے پر ایک ویران اور غیر مؤثر جگہ پر ہمارے خیمے دکھائی دیئے ——— ہمارے ٹریک کی سب سے ڈل اور غیر آرام دہ کیمپنگ سائٹ ——— گورے ٹو ———

"گورے گورے اور برفیلی شام"

گورے ٹو ——— یہ تھا۔

اور گورے ون ——— بھورے گلیشیر کے پار یہاں سے تین گھنٹے کی مسافت پر ایک بڑا آرمی کیمپ تھا.... جہاں ہیلی کاپٹر اترتے تھے اور جہاں جی ایم بیگ صاحب کے بیٹے ڈاکٹر انعام بیگ ایک زمانے میں تعینات تھے۔

تو وہ آرمی کیمپ گورے ون تھا۔

اور یہ گورے تھا ——— گورے دو نمبر ——— کہیں بھی سطح ہموار نہ تھی خیمے بھی کچھ آڑھے ترچھے لگے تھے۔

گورے ٹو میں سب سے پُر فضا اور خوبصورت مقام نیلی ترپال کے نیچے ہمارا کچن ٹینٹ تھا جہاں چولہا گرم تھا اور غلام سگھڑ بیبیوں کی طرح گھٹنے جوڑے بیٹھا تھا اور سب کو نوڈل سوپ کے مگ سرو کر رہا تھا ——— میں جب جھک کر اندر گیا تو سب نے مجھے تشویش سے دیکھا اور یہ تشویش کچھ سوپ پینے سے اور کچھ میرے معذرت کرنے سے تھوڑی ہی دیر میں دور ہوگئی ——— سوپ کے بعد غلام نے ہم سب کو ایک سرپرائز دی۔ سب کے ہاتھوں میں ایک ایک پلیٹ تھما دی ——— صاحب آپ نے کھابرے میں بولا تھا کہ آلو چھولے ہوں تیز مرچوں والے اور ذرا لیموں بھی نچوڑا گیا ہو تو ذرا ——— یہ کھاؤ۔"

اور حیرت در حیرت کہ کنکورڈیا سے صرف ایک دن کی مسافت پر واقع گورے ٹو میں.... مشاگ ٹاور کے سائے میں ہم واقعی لاہوری آلو چھولے کھا رہے تھے مرچوں سے سی سی کر رہے تھے اور غلام کی تعریف کر رہے تھے.....

"اوئے یار یہ آ کہاں سے گئے؟" میاں صاحب کھا بھی رہے تھے اور لہک بھی

رہے تھے....

"جناب چنے تو ساتھ لایا تھا وہ ابال لیا آلو بھی تھا پھر فروٹ سلاد کا ایک ٹین کھول کر اس میں ملایا——"

"اور لیموں کہاں سے آیا غلام جی——" شاہد صاحب دھیرے سے بولے۔

"ہمارے پاس سنگترے کا جوس بنانے کے لئے پاؤڈر ہے وہ اس میں مل کردیا صاحب——"

"اور غلام——یار آج ڈنر کے ساتھ ٹونافش کے ٹکڑے یا سٹیک بھی کھلا دو تو مزا آ جائے——" ڈاکٹر صاحب نے اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے فرمائش کی۔

ٹونا فش کانام سن کا غلام ذرا چوکنا ہوگیا "کیوں نہیں کھلائے گا صاحب ——ضرور کھلائے گا"

"اور غلام——ٹونا فش——اور سارڈین فش میں فرق ہوتا ہے—ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے صاحب——"

ہمارے خوراک کے ذخیرے میں ان ہردو مچھلی جات کا وافر سٹاک تھا—ٹونا مچھلی، سارڈین کی نسبت زیادہ مہنگی اور مزیدار ہوتی ہے۔ پورے ٹریک کے دوران غلام ٹونا مچھلی سرو کرنے سے اجتناب کرتا رہا اور صرف سارڈین کے ٹین کھول کر ہمارے سامنے رکھتا رہا——ڈاکٹر صاحب خاص طور پر ٹونا کی فرمائش کرتے تو غلام بہت بے مزہ ہوتا——کبھی انہیں سارڈین کھلا کر کہتا کہ صاحب یہ ٹونا ہے——کبھی کہتا کہ ٹونا میں بکٹیریا بہت ہوتا ہے اور کبھی بہانہ کرتا کہ ٹونا کے ٹین آسانی سے کھلتے نہیں——غلام کی ٹونا بچاؤ سٹرٹیجی کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہر ٹریک کے اختتام پر جو خوراک بچ جاتی ہے وہ عام طور پر کک کو بخشش کے طور دے دی جاتی ہے اور وہ چاہتا تھا کہ آئندہ سردیوں میں برف باری کے دوران وادئ خپلو میں واقع اپنے گھر میں بیٹھ کر ٹونا جیسی مہنگی اور مزیدار مچھلی سے لطف اندوز ہو۔ اسی منصوبہ بندی کے تحت بہترین تھائی سوپس اور فروٹ سلاد وغیرہ ذرا

کم کم نظر آتے——ادھر ڈاکٹر صاحب غلام کی اس دکھتی رگ سے واقف تھے اس لئے ناشتے پر بھی ٹونا کی فرمائش کردیتے——انہوں نے طے کر رکھا تھا کہ چاہے خوراک کی ساری سپلائی بچ جائے لیکن ٹونا کاایک ڈبہ بھی غلام کے ہاتھ نہ لگے——اور یوں یہ بیٹل آف فش جاری رہتی۔

ڈنر میں ابھی کچھ وقت تھا۔ سب لوگ ایک ایک کرکے اٹھنے لگے میرے بدن کا عجیب بیان میں نہ آنے والا حال تھا——تھکاوٹ تو تھی لیکن آرام کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ رگ وپے میں ایک برداشت سے باہر ہوتی ہوئی بے چینی تھی۔

"غلام ادھر سردی زیادہ نہیں ہے——؟"——مجھے گورے کی سردی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"آپ تھکا ہوا ہے صاحب——اس لئے زیادہ لگتی ہے——ذرا تھوڑا سیر کرو تو اچھا ہے——"

میں کچن ٹینٹ سے باہر آگیا۔

آج پہلی مرتبہ ہم بالتورو کے کناروں پر رات بسر کرنے کی بجائے اس کے بیچ درمیان خیمہ زن ہوئے تھے۔ پتھروں اور بجری کے اونچے نیچے ٹیلوں میں کہیں کہیں برف کے حصے تھے——ویسے تو ہم جہاں کھڑے تھے اس بجری اور ملبے کے تقریبا" ایک ڈیڑھ فٹ نیچے جو گلیشئر کی ابدی برفانی تہہ تھی وہ تقریبا" ایک کلومیٹر گہری تھی——

اور جو سردی میرے اندر راستے بنا رہی تھی وہ بھی اس ایک کلومیٹر موٹی برف کی تہہ سے براہ راست میرے اندر چلی آ رہی تھی لیکن جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں یہاں جو ٹھنڈک تھی اس میں ایک ٹھہراؤ تھا.... جیسے کسی کولڈ سٹوریج میں ہوتا ہے——اس قسم کا ٹھہراؤ جو ڈیپ فریزر میں رکھی سبزیاں محسوس کرتی ہوں —

میں نے پہلی بار کرنل مبشر کی دی ہوئی کوہ پیماؤں والی اونی ٹوپی اوڑھی اور اسے کانوں تک کھینچ لیا——

عجیب ٹھہراؤ تھا——

عجیب ٹھنڈک تھی جو ٹھہری ہوئی تھی——

کچھ دور آرمی کیمپ کا تنہا اگلو—— ہمارے چند خیمے—— خیموں ت...
ایک پتھریلی چار دیواری میں ٹھٹھرتے ہوئے چند پورٹر جو بوجھ کی تلاش میں نکلے
گئے تھے اور وہاں سے ناکام ہو کر اب گورے میں رات بسر کر رہے تھے۔ ملی...
میں سلیپنگ بیگوں اور کمبلوں کے بغیر—— آرمی کیمپ اور ہمارے خیموں کے
درمیان کنکورڈیا جانے والا راستہ—— یا وہاں سے آنے والا راستہ—— اور اس
سے پرے مشابرم اور اس کی سفید ہم جولیاں جو ایک ٹیلے کی وجہ سے مکمل طور
نظر کے سامنے نہیں آ رہی تھیں—— جدھر راستہ جاتا تھا جدھر پورٹروں کا ایک
گروپ بلتی سٹائل کے لکڑی سے بنے ہوئے خالی رک سیکوں سے ٹیک لگا...
گزارنے کی کوشش میں تھا ادھر گشابرم گروپ کا سلسلہ کوہ آخری زردی میں...
—— بالتورو کے اوپر پائیو سے کنکورڈیا تک شام ہو رہی تھی—— بائیں ہاتھ
ہمارے خیموں کی قربت میں برف پر برف تھی یعنی گلیشئر کے اوپر سفید برف کے
تودے بقیہ نیم تاریک آس پاس کی نسبت روشن تھے۔ ان سے پرے مشاگ گلیشئر
کا آغاز ہو رہا تھا جس کے اختتام پر مشاگ ٹاور کی مشہور زمانہ دو چوٹیاں تھیں۔
مشاگ یعنی "برف کا پہاڑ"۔ کسی کوہ نورد نے بہت عرصہ پہلے اس ٹاور کی ایک
بہت دل کش اور حیران کرنے والی تصویر کھینچی—— ایک ایسی بلند چٹان جس پر
کوئی ذی روح قدم رکھنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ عمودی بلندیاں ایسی کہ ان پر
چڑھنا ناممکن دکھائی دیتا تھا—— اس تصویر نے پورے یورپ کو مسحور کر دیا۔ اور
تصویر کا عنوان ہوتا تھا "آخری قلعہ—— اسے زیر کرنے کا کوئی خواب بھی نہیں
دیکھ سکتا——" کہا جاتا ہے کہ یہ تصویر ایک خاص زاویے سے اتاری گئی تھی
حالانکہ یہ ٹاور نیم لیس ٹاور اور ٹرانگوز کی نسبت کم دشوار ہے——

23860 فٹ بلند مشاگ صرف ایک چوٹی کا نام ہی نہیں اس پورے
علاقے میں تاریخی اعتبار سے اس کی اہمیت بھی منفرد ہے۔

ینگ ہسبینڈ اسی درے کے راستے چین سے بلتستان میں داخل ہوا۔ کہا
ہے کہ جب وہ مشاگ گلیشئر کے اوپر پہنچا تو اسے عبور کرنے کے لئے کوئی راہ
تھا۔ صرف ایک کئی سو میٹر گہری کھائی تھی—— اس میں اترنے کے لئے ینگ
ہسبینڈ کا بلتی گائیڈ جو اسکولے کا رہنے والا تھا مددگار ثابت ہوا—— جب ینگ ہسبینڈ
اسکولے پہنچا تو مقامی آبادی نے اس ہم وطن گائیڈ کی اس حرکت کو ناپسند کیا کہ اس
نے ایک غیر ملکی کو ان کے دور افتادہ گاؤں کا راستہ دکھا دیا ہے۔ جہاں ہنزہ اور
...والے بیافو گلیشئر کے راستے اسکولے آ کر لوٹ مار کرتے تھے وہاں تبت کے
... مشاگ ٹاور کے راستے بلتستان میں داخل ہوتے تھے۔

1930ء میں مشاگ گلیشئر کے نزدیک شاراگن نامی ایک گاؤں کے کھنڈر
دریافت ہوئے.... یہ ایک حیرت انگیز دریافت تھی۔ دنیا کی سرد ترین چوٹیوں کے
دامن میں برفانی آب و ہوا میں ایک آبادی کیسے ہو سکتی تھی—— گاؤں میں ایک
پولو گراؤنڈ کے آثار ہیں جس کی لمبائی آٹھ سو فٹ اور چوڑائی ایک سو ساٹھ فٹ
کے قریب ہے—— بقول عباس کاظمی اس پولو گراؤنڈ سے گھوڑوں کی نعلیں اور
...تک بھی ملے ہیں۔

مشاگ گلیشئر پر یہ گاؤں اس لئے آباد تھا کہ زمانہ قدیم میں یارقند اور
تبت سے تجارتی قافلے اسی دشوار گزار راستے سے بلتستان آتے تھے۔

شام گہری ہو چکی تھی۔

ہمارے کچن ٹینٹ میں ابھی ابھی لالٹین روشن ہوئی تھی۔

گشابرم گروپ پر جو زردی آئی تھی اس کی جگہ نیم اندھیرے نے لے لی

گئے وقتوں میں جب مشاگ کے کنارے پر شاراگن آباد ہو گا تو شام ڈھلے
...ن بھی دیئے جلتے ہوں گے اور گورے سے کچھ شائبہ سا ہوتا ہو گا کہ وہاں ایک پر
...ت چٹان کے سائے میں ایک جھلملاہٹ یا مشعلوں کی روشنی ہے اور پولو میدان
...یارقند اور تبت کے قافلے خیمہ زن ہیں——

میں اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لئے اس پگڈنڈی پر چل رہا تھا جو کنکورڈیا
جا رہی تھی—— میرے بھاری بوٹوں سے بجری دبتی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے
...کی تاریکی اور خاموشی میں شیشہ کرچ کرچ ٹوٹتا جاتا ہے۔ کبھی میں رک کر

مستاگ اور گشابرم کو ایک نظر دیکھتا اور جتنی دیر رکتا بس اتنی دیر میں ہی بدن میں
سردی سرایت کر جاتی۔

عجیب ٹھہراؤ تھا۔

عجیب ٹھنڈک تھی جو ٹھہری ہوئی تھی۔

اور عجیب سلیٹی سی تاریک تھی جو میرے آس پاس تھی——

بہت کم سجھائی دیتا تھا——

میرے سامنے گلیشئر کے ایک ابھار پر کوئی تھا جو نیم تاریکی میں ادھر آ رہا

شائد کوئی پورٹر—— لیکن پورٹر ہمیشہ گروپ میں سفر کرتے ہیں۔

شائد کوئی ٹریکر—— لیکن کوئی بھی ٹریکر اتنے اندھیرے میں بالتورو پہ
رسک نہیں لے سکتا۔

یہ کون تھا——

میں راستے سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے بوٹوں تلے بھی بھربھری بجری ایک شیشے کی طرح ٹوٹتی تھی۔
کرچ کی آواز قریب آتی گئی۔ کوئی غیر ملکی ٹریکر تھا—— شائد راستہ بھول گیا
—— یقیناً" کنکورڈیا سے آ رہا تھا۔ وہ قریب ہوا تو میں ایک جانب سے آگے
اور تقریباً" اندھیرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہیلو—— کون ہے؟"

ایک حیران ہچکی نما آواز آئی—— "یہ میں ہوں——"

"کیا حال ہے؟" میں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ ادھر سے جو ہاتھ آگے آیا
بھاری دستانے میں ملفوف تھا—— پھر وہ ٹریکر بھی آگے آ گیا——

"آئی ایم فائن—— لیکن تم کون ہو؟" یہ آواز ایک خاتون کی تھی
بلندیوں کے لئے موزوں بھاری جیکٹ اور پتلون میں ملبوس۔ سر پر اونی ٹوپی
دونوں ہاتھوں میں واکنگ سٹکس——

"میں—— میں ابا مینیل سنو مین ہوں——" میں نے ہنس کر کہا۔

"تم یقیناً" دکھائی دیتے ہو ——" وہ رک گئی "لیکن تم اس اند

یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس کی آواز میں تھوڑا سا خوف آیا۔

"میں تم سے بھی یہی سوال پوچھ سکتا ہوں؟"

اس کے لہجے سے میں نے جان لیا تھا کہ وہ کوئی پڑھی لکھی برطانوی خاتون

"دراصل میں ایک گروپ کے ساتھ ہوں.... ہم لوگ کے ٹو بیس کیمپ
واپس آ رہے تھے.... راستے میں ایک دو ایسے مقام آئے کہ میں تصویریں
نے لگی۔ مجھے خیال ہی نہ رہا کہ شام ہونے کو ہے۔ بس دیر ہو گئی——"

"کیا تم رات بھر چل کر صبح تک اسکولے پہنچنا چاہتی ہو؟"

"نہیں نہیں——" وہ ایک ہنس مکھ اور خوش شکل خاتون تھی.... جی ہاں
اندھیرے میں بھی ایسی کرنیں ہوتی ہیں کو کسی خاتون کی خوش شکلی کو آپ تک منتقل
کرتی ہیں۔

میں نے اس عجیب سے ٹھنڈے ٹھہراؤ کی مکمل تنہائی میں—— اور وہاں
پاس سوائے تاریک برف اور سیاہ گلیشئر کے اور کچھ نہ تھا اور اس سرد
نے میں ہم دونوں کے سوا آس پاس کوئی اور سانس نہ لیتا تھا—— میں نے پتہ
کیا محسوس کیا—— جیسے یہ ایک تاریک اور سرد پرکشش خواب ہے——
تو اس ٹھہری ہوئی ٹھنڈک اور ویرانی میں اس نے کہا "نہیں نہیں——
ات بھر چل کر صبح تک اسکولے نہیں پہنچنا چاہتی—— ہمارا گروپ گورے تو
پ کرے گا—— گورے تو یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"بہت دور ہے—— تم وہاں تک پہنچ نہیں سکو گی —— بلکہ گورے تو
نہیں ہے تم راستہ بھول چکی ہو——"

"نہیں——" وہ ہنسی "میں ادھر سے گزر کر کنکورڈیا گئی تھی۔ گورے اس
ن کے دوسری جانب ہونا چاہئے—— تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔
نا کیا کر رہے ہو؟"

اس سوال کا ایک جواب تو وہ بھی ہو سکتا تھا جو میں نے جھولا عبور کرنے
اس بڑے میدان میں ایک ٹریکر کو دیا تھا نیلی جھاڑیوں والے میدان میں

—— کہ میں یہاں آیا ہی تمہارے لئے ہوں۔ لیکن یہاں صورت حال مختلف تھی یہ لڑکی اپنے بھاری بھرکم لباس کے اندر بہت کومل اور بہت شکل والی تھی۔

"میں گورے میں ہوں اداس سرد ٹھہراؤ اور تنہائی کو محسوس کرنے کے لئے ادھر آگیا ہوں——"

"کیا تم رائٹر ہو؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"ہاں——" میں نے ذرا جھجک کر جواب دیا۔

"اس قسم کی بیوقوفانہ حرکتیں رائٹر لوگ ہی کرتے ہیں۔ ہمارے گروپ میں وکٹر سانڈرز بھی ہے—— کیا تم اسے جانتے ہو—— نہیں؟ اس نے کوہ پیمائی بارے میں "ELUSIVE SUMMITS" نامی کتاب لکھی ہے——"

میں نے اس کتاب کی شہرت سن رکھی تھی۔

"میرا گروپ گورے کیمپنگ سے پرے آرمی اگلو کے پاس خیمہ زن ہے اگر تم ایک کپ کافی کے لئے ہمارے پاس آسکتے ہو۔ وکٹر تمہیں مل کر بہت خوش ہو —— اور ہاں—— میں ڈاکٹر ہوں—— کوئی پرابلم——"

"نو پرابلم——"

"کیا یہ داڑھی بھی تمہاری اپنی ہے——"

"کیا مطلب——" میں نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی کھجائی "میری ا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ تم نے داڑھی رکھی ہوئی ہے یا پہاڑوں کے سفر کی وجہ سے ہے—— یہ تمہیں سوٹ کرتی ہے—— تم کچھ کچھ ارنسٹ ہیمنگوے لگتے ہو۔"

"میں بہت کچھ ارنسٹ ہیمنگوے ہوں—— مجھ میں اس کی بہت سی خامیاں موجود ہیں——"

"میں دیکھ سکتی ہوں—— یہ ایک رائٹر کا فقرہ ہی ہو سکتا ہے کہ میں ا ٹھہراؤ اور تنہائی کو محسوس کرنے کے لئے ادھر آگیا ہوں—— تو پھر تم ہمارا کیمپنگ میں آؤ گے—— وکٹر تمہیں مل کر بہت خوش ہوگا——"

"ٹھیک ہے میری داڑھی سفید ہو رہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ کشش لڑکی بار بار یہ کہے کہ تم ایک کپ کافی کے لئے ہمارے ہاں آؤ اور وکٹر تمہیں مل کر بہت خوش ہوگا——"

"تم سے بچنا چاہئے اور تمہاری سفید داڑھی کا ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے" وہ بہت خوش ہو کر ہنسنے لگی "ٹھیک ہے وکٹر کے علاوہ میں بھی تم سے مل کر خوش ہوں گی——"

"شائد میں آ جاؤں—— شائد میں نہ آسکوں—— میں بہت تھک چکا ہوں —— میں آرام کرنا چاہوں گا—— دعوت کا شکریہ—— میں نے تمہارے تھوڑا سا فلرٹ کیا اور تم نے مائنڈ نہیں کیا اس کا بھی شکریہ——"

"تمہیں یہاں ملنا—— اس—— بقول تمہارے کولڈ سٹل نیس میں اور یشن میں .... مجھے بہت اچھا لگا——"

"اور پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا——

اور وہ گورے میں اترتی ہوئی برفیلی شام کا اندھیرا تھا جب اس نے دستانہ کر اپنا ہاتھ آگے کر دیا—— "شائد ہم کبھی دوبارہ ملیں——" اور اس کا ہاتھ تھا اور اس نے جان بوجھ کر کچھ دیر میرے ہاتھ میں رہنے دیا—— اور جب گی تو میں نے کہا.... رکو کیا تم جانتی ہو کہ تم ابھی ابھی ایک ایسے یکتا تجربے سے گزری ہو جو دوبارہ کبھی نہ ہوگا—— یہاں ہمارے آس پاس اس وقت نہیں—— سوائے اس برفیلی شام میں جمتی ہوئی لینڈ سکیپ کے—— اور کون ہے جو ہمیں دیکھتا ہے—— سوائے مشابرم کے، گاشابرم کے—— مشاگ کے—— دنیا کی بلندی ترین چوٹیوں کے سائے میں ایک مکمل طور پر ویران پر ایسی سرد شام میں کبھی تم سے ہاتھ نہیں ملائے گا—— یہ یاد رکھنا—— یہ نہ ہوگا——

وہ جاتے ہوئے رک گئی جیسے اسے دھچکا سا لگا ہو "ہاں—— مجھے یقین ہے دوبارہ نہیں ہوگا——"

سردی اندھیرے کے زینے سے اترتی چلی آ رہی تھی۔ ہر شے میں سرایت

کرتی تھی اور ہر شے جیسے انجماد کی طرف بڑھ رہی تھی ——— اشیاء جیسے ساکت رہی تھیں ——

وہ ابھی تک کھڑی تھی اس تاریک برفیلی شام میں جمتی ہوئی لینڈ سکیپ ... اور مجھے بھی دھچکا سا لگا ——— شائد یہ وہی لمحہ ہے جب ہر شے رک جاتی ... وقت تھم جاتا ہے اور خانہ بدوش خواہش کرتے ہیں اور وہ خواہش پوری ہو ... ہے۔ پہاڑ ساکت تھے اور گلیشئر خاموش.... کوئی آواز نہ تھی ——— لیکن یہ وہ ... نہ تھا کیونکہ جب وہ چلی تو اس کے بوٹوں تلے دبنے والی بجری ایک شیشے کی طرح کرچ کرچ ٹوٹنے لگی۔ یہ وہ لمحہ نہ تھا یہ خانہ بدوشوں کی خواہش پوری ہونے والا لمحہ نہ تھا۔

"منفی چودہ درجے سنٹی گریڈ کی رات اور آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں گے"

اگر میری حالت ہے تو وہ کس حال میں ہوں گے۔

"کھلے آسمان تلے۔ ایک سردیلے ٹھہراؤ میں برف کی ایک وسیع دنیا میں آنکھ کا آنسو رخسار پر پہنچنے سے پہلے ہی جم جاتا تھا۔ ان سب کے چہروں ... پر بجھتے الاؤ کی مدھم سرخی لو دیتی تھیں، ناکافی کپڑوں میں، پھٹی ہوئی ... میں ——— پلاسٹک کے شوز میں وہ آگ پر جھکے جھکے جاتے تھے تاکہ اس میں ... تھوڑی سی حدت حاصل کرلیں۔

"آپ لوگ رات ادھر ہی کرے گا؟"

"جی صاحب ———"

"کوئی ترپال یا ٹینٹ وغیرہ نہیں ہے؟"

"نہیں صاحب ———"

"سردی نہیں لگے گی؟"

"لگے گی صاحب ———"

"کدھر سے آئے ہو؟"

"ادھر کسی نے بتایا کہ ایک ٹیم کو پورٹر چاہئے تو ہم لوگ شگر سے چل کر پہنچا ——— کنکورڈیا۔ ادھر گیا تو کچھ کو بوجھ مل گیا۔ ہم کو نہیں ملا۔ ہم واپس ... ہے ———"

"کوئی چیز چاہئے؟"

"تھوڑی چائے اور تھوڑی چینی مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ چائے پئے گا ...

رات گزر جائے گا صاحب ——"

میں کچن ٹینٹ کی جانب گیا ——" غلام ان پورٹروں کو چائے اور چینی د

دو —— بے چارے اوپن ایئر میں رات گزار رہے ہیں ——"

"تو کیا ہوا —— گزارے گا صاحب۔ مرے گا نہیں۔ چائے اور چینی کیوں ضائع کرتا ہے ——"

"ضائع کرتا ہے۔ ابھی میرے سامنے دے کر آؤ۔"

غلام جب ان کی طرف گیا تو بڑبڑاتا ہوا گیا۔

اگر میری یہ حالت ہے تو وہ کس حال میں ہوں گے ——

کھانے کے بعد ہم لوگ بہت دیر تک کچن ٹینٹ کی گرم آسودگی میں بیٹھے رہے۔ اگرچہ بیٹھنے سے پتھر ہڈیوں میں چبھتے تھے لیکن باہر جو سردی تھی وہ زیادہ تکلیف دہ تھی۔ غلام نے بہت خستہ فرنچ فرائیز بنائے تھے۔ سوپ کے بعد بہت مو دال جو اس بلندی پر بھی گل گئی تھی اور پھر کافی ——

"غلام —— بھئی ذرا ٹیونا فش تو چکھادو ——"

"ڈاکٹر صاحب وہ ابھی ٹن اوپنر نہیں مل رہا —— ابھی ملے گا تو ہم کھولے گا ——"

کچن ٹینٹ میں سے نکل کر ہم سیدھے اپنے اپنے خیموں میں گھس گئے۔

میں نے ٹارچ جلا کر خیمے کی تینوں زپیں چڑھائیں۔ پھر اپنے سرہانے پانی بوتل رکھی کیونکہ مجھے ہمیشہ رات کو پیاس محسوس ہوتی ہے۔ کیمرہ بیٹریاں سلیپنگ بیگ میں رکھیں۔ عینک خیمے کی جیب میں ڈالی اور پھر رک سیک میں سے سویٹر جیکٹیں نکال کر ان کا تکیہ بنایا اور پھر خود بھی سلیپنگ بیگ میں لیٹ گیا میرے پاؤں میں اونی جرابیں موجود تھیں اور میں نے جین کے اوپر ایک موٹا سویٹر ہوا تھا۔ سر کو میں نے کوہ پیماؤں والی ٹوپی سے ڈھانک لیا ——

نیند نہیں آرہی تھی۔

ایک بے چینی تھی جو ٹانگوں میں چیونٹیوں کی طرح رینگتی تھی۔

میرے خیمے کے عین باہر بہت دیر تک بلتی زبان میں پورٹر باتیں کر

رہے۔ کبھی یوں لگتا جیسے جھگڑ رہے ہوں۔ تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد میں نے خیمے میں سے غلام کو آواز دی کیونکہ اس کی ہنسی بھی کبھی کبھی پورٹروں کی باتوں میں شامل ہو کر مجھ تک پہنچ جاتی تھی ——

"غلام —— یہ باہر کیا ہو رہا ہے —— بہت شور ہے سویا نہیں جا رہا ——"

"صاحب ——" وہ میرے خیمے کے قریب آکر بولا "ادھر پورٹروں کا آئل سٹوو نہیں جل رہا۔ وہ اس کو مرمت کرتا ہے —— انہوں نے روٹی نہیں کھایا۔ سٹوو جلے گا تو چائے بنے گا اور پھر یہ روٹی کھائے گا ——"

"بابا ان کو اپنے سٹوو پر چائے بنا دو اور یہ شور بند کرو ——"

"نہیں صاحب —— آج اپنے سٹوو پر چائے بنانے دے گا تو کل یہ ہمارے ینٹ میں گھس جائے گا —— ان کو ٹھیک کرنے دو"

چنانچہ آدھی رات تک سٹوو ٹھیک ہوتا رہا اور پھر چائے تیار ہوئی اور تب کر کیمپ سائٹ میں امن و امان ہوا۔

اس امن و امان کے بعد اصل مسئلہ شروع ہوا —— میرا خیال تھا کہ مجھے ور شرابے کی وجہ سے نیند نہیں آرہی —— سکون ہوا تب بھی وہی بے چینی اور خوابی کی کیفیت برقرار رہی.... شائد چند لمحوں کے لئے میری آنکھ لگ گئی۔ پھر زبان پر کانٹے اگ آئے ہوں۔ شدید پیاس اور حلق خشک.... میں نے ہاتھ بڑھا بیٹری جلائی اور پانی کی بوتل کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے لگا لیا —— اور میرا کھلا رہا —— اس میں پانی نہ تھا —— میرا خیال تھا میں نے سونے سے پیشتر اس پانی بھرا تھا لیکن —— ظاہر ہے بھول گیا تھا اور مجھے بہت زیادہ پیاس محسوس ہو ی تھی.... میں پھر لیٹ گیا —— جب لیٹا ہوں تو خیال آیا کہ سلیپنگ بیگ کے لیٹ گیا ہوں کیونکہ سردی بہت تھی۔ ہاتھ آگے بڑھایا تو معلوم ہوا کہ نگ بیگ کے اندر ہوں اور وہ ٹھنڈا ٹھار ہو رہا ہے —— جیسے کسی سوتی چادر لیٹ کر سونے کی کوشش کر رہا ہوں ——

عام حالات میں دس پندرہ منٹ کے اندر اندر سلیپنگ بیگ بدن کی گرمی تھوڑا سا گرم ہو جاتا تھا لیکن آج رات حالات کچھ سمجھ میں نہیں آرہے تھے

میں نے اٹھ کر ایک اور سویٹر پہنا اور پھر لیٹ گیا—— لیکن میں نے جو کچھ بھی پہن رکھا تھا اور میرا باریک پروں والا پہاڑی سلیپنگ بیگ آج برف کے بنتے جا رہے تھے اور وہ حدت دینے کے بجائے میرے بدن کی گرمی کو بھی ساتھ ساتھ زائل کر رہے تھے۔

پھر کپکپی شروع ہو گئی۔

"یہ ناممکن ہے——" میں نے اپنے آپ سے کہا "خیمے کے اندر اس سلیپنگ بیگ اور دو سویٹروں میں مجھے سردی نہیں لگ سکتی—— میں یقیناً کسی بیماری کا شکار ہو گیا ہوں جس کا تعلق بلندی سے ہے——"

میں بہت اپنے آپ میں سمٹا۔ سردی کو بھولنے کی کوشش کی۔ آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو مسمرائز کیا کہ—— تم سو رہے ہو—— سردی نہیں تمہارا وہم ہے—— ابھی تم سو جاؤ گے—— لیکن میرا بدن ایسے کانپتا تھا جیسے میں کسی گلیشیر پر کپڑوں کے بغیر لیٹا ہوا ہوں—— یا کسی برفانی تالاب میں گر چکا ہوں۔

میرا کانپتا ہوا بدن میرے بس میں نہ تھا—— اور تب مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں اتنی شدید سردی سے مجھے نمونیا نہ ہو جائے—— لیکن میں بے بس تھا۔ سوائے اس کے کہ کانپتا رہوں اور برداشت کرنے کی کوشش کروں میں اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک میں اپنے آپ کو سنبھالتا رہا لیکن میں کانپتے ہوئے بے اختیار سا ہو جاتا تھا—— کسی حد تک میری سوچ دھندلانے لگی—— میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کہاں ہوں——

میں لاہور میں ہوں۔ اپنے گھر میں ہوں اور ہارسنگھار کے پھول ٹپ ٹپ آنسوؤں کی طرح گر رہے ہیں اور میں کسی کو بتا رہا ہوں کہ یہ پھول سورج کی پہلی کرن کی حدت برداشت نہیں کرتے اور روشنی ہوتے ہی ٹہنیوں سے گرنے لگتے ہیں—— مجھے ان کی خوشبو آ رہی تھی اس خیمے میں۔ کبھی میں صبح کی نشریات کے لئے کیمرے کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور کیمرے کی سرخ بتی آن ہو گئی ہے اور میں بول نہیں رہا۔ کیمرہ مین بے تحاشا ہاتھ ہلائے جا رہا ہے کہ بولو بولو تم آن ایئر ہو

اور میں بول نہیں رہا—— پھر مجھے یقین ہو گیا کہ میں تمتگل میں ہوں اور شور مچا رہا ہوں کہ میں کنکورڈیا نہیں جاؤں گا وہاں سردی بہت ہے۔ نہیں جاؤں گا—— اور مجھے سردی لگ رہی ہے یا میں سنولیک میں تیر رہا ہوں اور یکدم پانی منجمد ہو گئے ہیں اور میں ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا اور میرا بدن کپکپا رہا ہے—— تب کوئی کہتا ہے کہ کیوں اترے تھے سنولیک میں—— اور میں کہتا ہوں کہ آئندہ نہیں اتروں گا مجھے باہر نکال لو—— لیکن کوئی میری مدد کو نہیں آتا——

کس نے کہا تھا کہ

UPON THE MOUNTAIN OF MY FEARS I CLIMB.

پتہ نہیں کس نے کہا تھا—— میں اپنے خدشوں کے پہاڑ پر چڑھتا ہوں—— ایسے پہاڑوں پر چڑھنے کے لئے بالتورو پر آنا تو ضروری نہیں ہوتا۔ خدشوں کے پہاڑ زیادہ تر اسکولے سے پرے اور سکردو کے دوسری جانب ہے اسی دنیا میں پائے جاتے ہیں—— ہاں—— خدشوں کے پہاڑ—— یہ تو آڈن نے کہا تھا——

کس سے کہا تھا؟ مجھ سے تو نہیں کہا تھا کیونکہ مجھے تو سردی لگ رہی ہے—— اس کے باوجود کہ میں سنولیک میں نہیں تیر رہا—— مجھے سردی لگ رہی ہے۔

باہر خاموشی تھی—— ایک ٹھنڈی ٹھہری ہوئی خاموشی—— اور اس میں کوئی سراسراہٹ تھی....

جیسے کوئی پہلو بدلتا ہو—— پھر شاہد کی آواز آئی "مائی لیڈر کیا حال ہے؟"

میں خوش ہو گیا کہ کوئی اور بھی جاگتا ہے—— "شاہد صاحب آپ ابھی تک سوئے نہیں؟"

"—— نہیں"

"کیوں نہیں سوئے؟"

"آپ کیوں نہیں سوئے؟"

"مجھے تو سردی لگ رہی ہے——"

"مجھے بھی سردی لگ رہی ہے——" شاہد کا جواب آیا "بہت برا حال

ہے۔"

اب عامر کے ٹینٹ کی طرف سے ایک آواز آئی "بہت بی پی سردی تارڑ صاحب اللہ رحم کرے ——"

"اللہ کرم کرے گا جی ——" شاہد صاحب نے کہا۔

"ہاں جی تارڑ صاحب آپ بھی جاگ رہے ہو ——" یہ میاں صاحب تھے

"بڑا مشکل وقت ہے جی —— کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی یہ سردی ——"

صرف ڈاکٹر صاحب اور مرزا صاحب محو خواب تھے باقی حضرات کروٹیں بدل رہے تھے۔

"عامر —— آپ کی بوتل میں پانی ہے؟ ——"

"پہلے تھا —— اب نہیں ہے —— جم چکا ہے ——"

تب مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی بوتل کو پانی سے بھرنا نہیں بھولا تھا بلکہ بھرا ہوا پانی برف میں بدل چکا تھا۔ میں نے بوتل اٹھا کر اسے ہلایا تو اس میں جو کچھ تھا وہ برف تھا۔ خیمے کے کپڑے کو میں نے انگلی سے چھوا تو وہ سخت ہو چکا تھا اور میرے چھونے سے اس پر جمی برف ٹوٹ کر گرنے لگی —— سردی تو محسوس ہوتی تھی۔ درجہ حرارت نکتہ انجماد سے گر چکا تھا....

"یعنی ادھر یہ حال ہے تو کنکورڈیا میں پتہ نہیں کیا آفت سردی ہو گی ——"

"آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں گے —— اور زخم جگر دیکھیں گے۔"

"واہ جی واہ —— کیا حسب رات بات کی ہے —— سبحان اللہ ——"

"برادران اگر قوالی شروع کر دی جائے تو رات ذرا اچھی گزر جائے گی —— آج کی رات ساز دل پُر درد نہ چھیڑ —— آج کی رات ——"

خیموں میں سے جس قسم کی آوازیں یا فقرے برآمد ہو رہے تھے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ "اثر" ہو چکا تھا۔

ویسے میرا خیال ہے کہ ہم صبح ہوتے ہی کنکورڈیا کے لئے روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر کے ٹو پر ایک نظر ڈالیں اور فوراً" یہاں واپس آ کر رات کریں —— کیونکہ —— ادھر تو یہاں سے زیادہ سردی ہو گی ——" یہ میرا خیال تھا۔

"یہ آپ کا خیال ہے۔ میرا خیال ہے کہ صبح واپس اردوکس چلا جائے —— خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ ٹریکنگ کافی ہو گئی ہے۔" یہ کسی اور کا خیال تھا۔

میں نے بہت سنجیدگی سے واپس جانے کے بارے میں سوچا —— ٹریک کے آغاز پر ہم سب اس بات پر متفق تھے کہ ہم سب صرف اپنی خوشی کے لئے اپنی مخبوط الحواسی کے لئے اس سفر پر جا رہے ہیں —— ہم کوئی کوہ نوردیا کوہ پیما نہیں ہیں اس لئے وہاں تک جائیں گے جہاں تک جا سکے —— اپنے آپ کو تھوڑے بہت خطرے میں تو ڈال دیں گے لیکن جہاں موت نظر آتی ہو وہاں بہادری ہرگز نہیں دکھائیں گے اور وہیں سے کان لپیٹ کر واپس آ جائیں گے۔ اور یہاں تو کانوں کے علاوہ پورا بدن لپیٹ کر واپس جانے ہی میں عافیت تھی ——

"ہاں —— اگر صبح ہونے پر ہماری کیفیت اسی قسم کی رہی تو پھر واپس جانے کے بارے میں سوچیں گے ——"

"آج کی رات بچیں گے —— تو سحر دیکھیں گے" پھر ایک تان لگی۔

"—— دعاؤں کا اثر دیکھیں گے"

"—— واہ جی واہ —— اور زخم جگر دیکھیں گے ——"

"آج کی رات ساز دل پر درد —— نہ چھیڑ"

"بالکل نہ چھیڑ ——"

"نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری ——"

"اور ہم بیزار بیٹھے ہیں ——"

"نہ نہ بیزار نہیں —— بیدار بیٹھے ہیں ——"

"واہ جی واہ —— بیدار بیٹھے ہیں ——"

پھانسی کے تختے پر اگرچہ گھاس نہیں اگتی لیکن —— نیند آ جاتی ہے اور ہمیں بھی آ گئی ——

"منجمد جھیلیں اور برفانی شکلوں کا عجائب گھر"

جھیل ڈل میں اس پانی کا شائد ایک قطرہ بھی نہ ہو——

وقت کے ساتھ جھیلوں میں سے بھی بہت سارا پانی بہہ جاتا ہے——اس لئے سرینگر کی جھیل ڈل میں اس پانی کا شائد ایک قطرہ بھی اب موجود نہ ہو جس می ہمارا شکارا تیرتا تھا.... اور میں شکارے کے آخر میں پانی پر جھکا ان سرخ مچھلیوں و دیکھتا تھا جو میرے پھینکے ہوئے آموں کے چھلکوں کے پیچھے آتی تھیں——اور جھیل کی تہہ میں سے اوپر آنے والے کنول کے ڈنٹھل دیکھتا تھا جن کے تھال پتے ا معلق تھے.... میں نے ایک ایسے ہی پتے کو پکڑا تو وہ کچھ دیر میرے ہاتھ میں رہا اور پھر مجھے ایک ایسا جھٹکا لگا کہ میں جھیل میں گرتا گرتا بچا.... پتے کا ڈنٹھل جھیل کی تہہ میں مضبوط جڑیں رکھتا تھا——

جھیل کا پانی بے حد سرد تھا اور اس میں سرخ مچھلیاں ہمارے شکارے کے پیچھے آتی تھیں۔ سرینگر سے کچھ فاصلے پر ڈہلیا کے پھولوں کا ایک وسیع کھیت تھا اور ہر پھول ایک مختلف رنگ کی پتیوں کا ڈھیر تھا——میں دونوں ہاتھوں سے صرف ایک پھول اٹھا سکتا تھا۔

کراچی کے سینڈز پٹ آئی لینڈ کے ایک وڈن ہٹ میں مسلم ماڈل ہائی سکول لاہور کے چھٹی جماعت کے بچے سونے کی کوشش کر رہے ہیں اور درازوں میں سے، سوراخوں میں سے تیز ہوا اندر آرہی ہے۔ سمندر کا شور آرہا ہے اور چاندنی کی کترن آرہی ہے——میں باہر جاتا ہوں اور پہلی بار چاند کے بڑے تھال اور سمندر کے جوش کو دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں——میں اس منظر کو دیکھ کرول نہیں سکتا——یہ منظر مجھ سے بہت بڑا اور سمجھ میں نہ آنے والا ہے——پھر سکول سے

کالج تک کا سفر۔

گورنمنٹ کالج کی کوہ پیما ٹیم کے لڑکے رتی گلی چوٹی کے پار نیلے پہاڑوں میں وہ ایسی جھیلوں کو دیکھ رہے ہیں جن کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اگلے لمحے بھی وہاں موجود ہوں گی یا صرف جوانی کی حدت بھرے دنوں کا ایک شائبہ ہیں——

پھر کوہ آرارات کی برفیں جب پہلی بار نظر آتی ہیں——

بھاری برف باری کے بعد جنگل میں جو ایک خاموشی اترتی ہے اور اس میں ٹہنیاں برف کے بوجھ سے جھکتی جاتی ہیں اور برف جب ان سے گرتی ہے تو ٹھنڈی سی بے شمار سرگوشیاں سنائی دیتی ہیں——

نانگا پربت کے ٹاپ میدان کی وسعت میں پہلی بار داخل ہونا....

نانگا پربت کے دوسری جانب اس کے بیس کیمپ سے واپسی پر رات کے وقت جلتی ہوئی لکڑیوں کی روشنی میں فیری میڈو کے جنگل میں——

بہت ساری عمر میں۔ بہت سارے برسوں میں——بہت سارے منظر ہیں جنہیں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خانہ بدوشوں اور آوارہ گردوں کے لئے خصوصی انعام کہتا ہوں۔ ان میں سانس لیتے ہوئے۔ ان میں سے گزرتے ہوئے——انہیں دیکھتے ہوئے ایک چپ سی لگ جاتی ہے.... آپ کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک خنک لہر اٹھتی ہے.... ٹھنڈی چیونٹیاں چلتی ہیں اور رینگتی ہوئی گردن تک پہنچ جاتی ہیں——گورے سے چلنے کے بعد ہم ایسے ہی منظروں میں تھے——

اور پچھلی شب میں نے خواب میں دیکھا——

"مشابرم کی مڑی ہوئی چونچ نما چوٹی پر تازہ برف کا دھندلا سفوف اڑتا تھا جیسے اس پر مسلسل دیوتاؤں کے رتھ اتر رہے ہوں اور اس کے دامن میں——برفانی صورتوں شکلوں اور مجسموں کی ایک فینٹسی تھی اور میں اس میں سے ایک بے یقین حیرت کے ساتھ گزرتا تھا——عجیب شکلیں تھیں——برف کے سفید ڈھیر جو مجسموں میں بدل چکے تھے——ہنری مور کا سوچ میں گم انسان——ایک دس میٹر اونچا ہاتھ جو آسمانوں کی جانب اشارہ کرتا تھا——ایک اداس ریچھ——سر

جھکائے چادروں میں لپٹی عورتیں اور یہ سب کچھ برف کا اور سفید —— اور ناقابل یقین ——

اور کیا یہ بھی پچھلی شب ہی تھی جب میں نے بالتورو پر ایسی چھوٹی چھوٹی منجمد جھیلیں دیکھیں تھیں جن کے پانیوں میں لہریں تک جم چکی تھیں —— اور میں چاہتا تو ان پر چل سکتا تھا۔ گورے سے چلنے کے بعد ہم ایسے ہی منظروں میں تھے۔

ٹھٹھرنے والی سرد رات کے بعد جب سورج کی پہلی کرن ہمارے خیموں تک آئی ہے تو ہم رینگتے ہوئے باہر آتے ہیں اور بھیگے ہوئے پلّوں کی طرح اپنے آپ کو گرمانے کی کوشش کرتے ہیں —— یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ ہم آج جلد از جلد کنکورڈیا پہنچیں گے اور کے ٹو پر ایک نظرڈال کر چند تصاویر اتارنے کے بعد فوراً" واپس آجائیں گے —— وہاں پتہ نہیں سردی کا کیا عالم ہے —— لیکن ایک تجربہ کار پورٹر نے ہمیں بتایا کہ گورے میں ہمیشہ بہت سردی ہوتی ہے اور اس کا سبب مشاگ گلیشئر سے آنے والا برفانی نالہ ہے —— گورے کیمپنگ اس نالے کے اوپر سے گزرنے والی تیز ہوا کے راستے میں ہے۔ یوں بھی پیدل سفر کے آغاز کے بعد ہمارے خیمے پہلی مرتبہ بالتورو گلیشئر کے اوپر نصب کئے گئے تھے —— اور جب ہم اپنے خیموں میں لیٹے تھے تو گلیشئر کی مکمل موٹائی میں سے سفر کرکے اوپر آنے والی سیت سردی کو وصول کرتے تھے ——

ایک اور سبب درجہ حرارت تھا —— نکتہ انجماد سے صرف چودہ درجے نیچے —— لیکن آج ہم حد درجہ احتیاط کررہے تھے —— ہم کنکورڈیا کے دروازے گورے کو ہاتھ لگا کر واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔

برفانی شکلوں کی فینٹسی گورے کے فوراً" بعد شروع ہو گئی۔

یہ ایک الگ دنیا تھی۔

یہ منظر بہت ہی عجیب تھے۔

ہر منظر کسی نہ کسی حد بندی میں آجاتا ہے کہ یہ پہاڑی منظر ہے —— یہ میدانی لینڈ سکیپ ہے.... یہاں پانی کا کمال ہے —— لیکن اس منظر کو کسی بھی کیٹگری میں نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ ہم میں سے کسی نے بھی اسے کسی بھی شکل میں

یں دیکھا تھا۔ اسی لئے ہم سنو فینٹسی میں داخل ہوئے تو ہمیں چپ لگ گئی۔

ہماری ریڑھ کی ہڈی میں ایک خنک لہر اٹھی اور ٹھنڈی چیونٹیاں چلیں اور رینگتی ہوئی گردن تک پہنچ گئیں ——

مشابرم کی چوٹی پر اب بھی برفانی سفوف اڑتا تھا —— اور یہ برفانی شکلیں یا مشابرم کے بونے ساتھی تھے جو ادھر ادھر بیٹھے ہوئے تھے۔

بالتورو گلیشئر کی بھوری پتھریلی سطح پر کچھ یہاں کچھ وہاں سفید برف کی اصنام ابلندیاں تھیں۔ ڈھیر تھے۔ شکلیں تھیں۔

ہم ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنی واکنگ سٹکس ان کی پسلیوں میں ہوتے —— برف بے حد نرم تھی۔

یہ کیسے وجود میں آئے تھے۔

کچھ یہاں۔ کچھ وہاں۔ مشابرم کے آس پاس —— سفید تکونیں —— سفید ھیر —— کچھ ہمارے قد کے —— کچھ ہم سے کئی گنا بلند ——

بالتورو پر جو برف پڑتی ہے کچھ اس کے آثار —— اکثر مقامات پر سے برف ل جاتی ہے کہ وہاں سورج کی شعاعیں مسلسل پڑتی ہیں اور پتھریلی سطح گرم ہو کر اون ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جہاں شائد بالتورو کی برف نزدیک ہے اور اس کی ٹی سے تازہ برف پگھلنے نہیں پاتی —— خدا معلوم کیا راز ہے۔ کیا بھید ہے۔ ی نے بتایا کہ جب یہاں برفانی طوفان آتے ہیں تو ہوا کی شدت سے یہ شکلیں ار میں آتی ہیں ——

یا کسی مجسمہ ساز کا اوپن ایئر برفانی عجائب گھر ——

ہم اس عجائب گھر میں بغیر ٹکٹ کے گھوم رہے تھے۔

پہلے پہل ہم ان شکلوں کو کھڑے ہو کر دیکھتے —— حیرت سے —— پریشان ہو —— ان کے بارے میں گفتگو کرتے —— پھر ہم الگ ہوگئے —— ہم جانتے تھے ہر شخص فوٹو گرافی پیپر کی طرح ہے —— اس کی سفید اور سادہ سطح پر آہستہ تہ اثر ہورہا ہے اور تصویر بن رہی ہے —— یہ شکلیں گویا سفید نیگٹو تھے جن سامنے ہمارے بن تصویر کاغذ تھے اور ان پر دھیرے دھیرے منظر ابھر رہا تھا۔

ہر شخص کی تصویر الگ بن رہی تھی کیونکہ ہر شخص کا تصویری کاغذ الگ الگ کیمیکلز سے تیار کردہ تھا۔

بہت سارے لوگوں کے تصویری کاغذ پر صرف کرنسی نوٹوں کی تصویر ہی بن سکتی ہے—— اس قسم کے مناظر کے سامنے وہ سادہ اور بلینک رہتے ہیں لیکن ہماری مہم میں شامل تمام افراد ایسے تھے جن کے بدن اور احساس کے تصویری کاغذ کے سامنے سے اگر دھند کا ایک ذرہ بھی گزر جاتا تھا تو اس کا نقش ثبت ہو جاتا تھا۔

ان برفانی شکلوں کی دنیا میں چھوٹی چھوٹی ندیاں مسلسل چل رہی ہیں۔

ان ندیوں پر گلیشیئر کے کنارے جھکے ہوئے تھے اور پگھل رہے تھے۔

ان میں سے ایک ندی جو ایسے نیلگوں پانیوں کی بوچھاڑ تھی جن کا نیلا رنگ کسی اور منظر یا کسی تصویر میں نہیں ملتا' صرف اس ایک ندی کے پانیوں میں نظر آتا ہے تو اس کے آرٹش آنکھوں ایسی نیلاہٹ والے پانیوں کے اوپر برف کی ایک ہلکی تہہ ابھی تک نہیں پگھلی تھی اور اس شیشہ برف کی چادر کے نیچے ندی بہتی تھی—— اور یہ برف کی پتلی شیشہ چادر صرف اس وقت نظر آتی تھی جب آپ ان پانیوں کو ایک خاص زاویے سے دیکھتے تھے۔

تو آپ اس سفید میوزیم میں چلتے جا رہے ہیں اور اس ندی کے پگھلاؤ کو دیکھتے جا رہے ہیں اور پھر یوں لگتا ہے جیسے پانیوں کے اوپر کسی نے یکدم سفید شیشے رکھ کر انہیں بند کر دیا ہو——

ایسی اور بھی ندیاں تھیں——

ان پر برفیلے شیشے کی پتلی چادریں تھیں—— ندیاں ان کے نیچے بہتی تھیں۔

آج چلتے ہوئے ہم یوں بھی ذرا دیکھ کر چلتے تھے کہ جہاں پانی چمکتا تھا وہاں بوٹ پڑتا تو شڑاپ کی آواز کی بجائے دھپ کی آواز آتی تھی اور آپ کو اپنا آپ سنبھالنا پڑتا تھا کیونکہ ہر شے منجمد تھی اور وہاں پانی کی بجائے آئس کی چمک ہوتی تھی۔ اگر سنبھل کر نہ چلیں تو کسی بھی ندی میں باآسانی گر سکتے ہیں اور گر کر باہر اس لئے نہیں آ سکتے کہ ندی کے اوپر برف کی چادر ہوگی——

یہیں پر وہ چھوٹی چھوٹی جھیلیں تھیں جو منجمد تھیں—— وہ تالاب تھے

کی تہہ نظر آتی تھی لیکن ان کی سطح پر چھوٹے بڑے پتھر اور سنگریزے پڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کا پانی بھی جم چکا تھا۔

میں راستے سے اتر کر گیلی بجری پر چلتا ہوا—— ایک ایسے ہی تالاب کے کنارے پر پہنچ گیا—— اس کی سطح کو واکنگ سٹک سے چھوا—— وہ لوہے کی طرح سخت تھی لیکن اس منجمد لوہے کے نیچے بہت سے پتھر اور سنگریزے نظر آ رہے تھے—— میں نے نہایت احتیاط سے ایک پاؤں پانی کی سطح پر رکھا—— زمین کی طرح سخت تھا—— میں اس پر چل سکتا تھا—— لیکن ایسے تالابوں اور جھیلوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ان پر جمی ہوئی برف کی تہہ کہاں سے اتنی باریک ہو چکی ہے کہ آپ اس پر قدم رکھیں گے تو برفیلے پانی میں غرق ہو جائیں گے—— اس لئے میں نے ایک پتھر اٹھایا اور بازو گھما کر جھیل کی سطح پر پھینک دیا—— پتھر اچھلتا ہوا گیا اور پھر رک گیا—— اور وہیں رکا رہا—— نظروں کو عادت ہوتی ہے کہ پانی کی سطح پر پھینکا گیا پتھر جب رکے گا تو ڈوبے گا—— اور جب وہ رک کر بھی نظر آتا رہتا ہے اور نہیں ڈوبتا تو الجھن سی ہوتی ہے۔

آج میں اپنے آپ کو بھی حیران کر رہا تھا۔ میں ٹریک کے کسی بھی دن کی نسبت آج بہت اچھا چل رہا تھا۔ میں نہ صرف گھوڑا ہو چکا تھا بلکہ اعلیٰ نسل کا عربی گھوڑا ہو چکا تھا—— میرے پاؤں آسانی سے اٹھتے تھے۔ میرے گھٹنوں اور ٹخنوں میں تھکاوٹ نہ تھی۔ میں آرام کرنے کے لئے بہت کم رکتا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ چلتا جاؤں—— سب سے آگے عامر چلا جا رہا تھا۔ اگرچہ اس کی طبیعت ٹھیک ں تھی لیکن اس کے باوجود وہ ٹھیک چل رہا تھا....

اس کے پیچھے پیچھے میں گھوڑا ہو رہا تھا۔

دیگر حضرات بھی آج اچھی صحت میں تھے۔

چند غیر ملکی ٹریکر چلتے آ رہے تھے۔ وہ قریب پہنچے تو میں رکا اور انہیں رستہ ۔ ان میں سے ایک خاتون بہت اچھی اور دل ربا قسم کی شکل والی تھی چنانچہ وہ گزر گئی تو میں نے خاص طور پر مڑ کر اسے کچھ دیر کے لئے دیکھا اور اچھا س کیا—— آپ بے شک دنیا کے عظیم ترین اور سب سے حسین منظر میں

کھڑے ہوں انسانی حسن کا ذرا سا لشکارا آپ کو ہر شے سے غافل کر دیتا ہے۔ لیکن میں زیادہ دیر کے لئے غافل نہیں ہوا اور پھر چلنے لگا ۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سوچا کہ پھر غافل ہوا جائے اور مڑ کر اس راستے کو دیکھا جس پر وہ خاتون ٹریکر چلی جا رہی تھی ۔۔۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اپنا سفید ہیٹ اٹھا کر اسے سلام کر رہے ہیں اور پھر محو گفتگو ہو گئے ہیں ۔۔۔ خاصی دیر تک اس کے ساتھ غافل رہنے کے بعد انہوں نے پھر ہیٹ اٹھا کر اسے سلام کیا اور گنگناتے ہوئے اپنے آپ سے خوش چلنے لگے۔ مجھ تک پہنچے تو ذرا ٹھٹکے جیسے اس سے پیشتر انہیں معلوم نہ تھا کہ میں وہاں کھڑا ان کا انتظار کر رہا ہوں۔

"چوہدری صاحب بہت اچھا چل رہے ہیں آپ۔ نئیں ریساں تیری نور دیاں ۔۔۔"

"کیا راز و نیاز ہوئے ہیں اس فرنگی حسینہ کے ساتھ؟"

"اچھا وہ ۔۔۔" وہ پھر ٹھٹکے "کنکورڈیا ٹریک کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ انسان کو ویرانے میں بھی کبھی کبھی اچھی صورت نظر آ جاتی ہے ۔۔۔"

"اچھی صورت تھی؟"

"ہاں ۔۔۔ بہت اچھی ۔۔۔"

"اتنی دیر آپ گفتگو کیا کرتے رہے؟"

"ایک تو آپ کنکورڈیا سے آگے کے ٹو بیس کیمپ تک نہیں جا سکتے ۔۔۔"

"یعنی اس فرنگی حسینہ نے آپ کو کے ٹو بیس کیمپ تک جانے سے منع کر دیا ہے ۔۔۔ کیوں؟"

"اس کا جس مہم سے تعلق ہے اس کے ارکان کل صبح بیس کیمپ کی طرف سے کنکورڈیا آئے تھے۔ ابھی پرسوں برف باری ہوئی ہے جس کی وجہ سے گلیشئرز کی بیشتر دراڑیں تازہ برف سے ڈھک گئی ہیں اور نظر نہیں آتیں۔ ان کی مہم کے دو ارکان دراڑوں میں گر گئے تھے ۔۔۔"

"فوت ہو گئے؟"

"نہیں ۔۔۔ انہوں نے اپنے آپ کو رسّوں سے باندھ رکھا تھا اس لئے

ہیں باہر نکال لیا گیا ۔۔۔ چوہدری صاحب ہمارے پاس تو رسے بھی نہیں ہیں ۔۔۔ ہم بیس کیمپ تک نہیں جا سکتے ۔۔۔"

"پہلا ٹارگٹ تو کنکورڈیا ہے ڈاکٹر صاحب ۔۔۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا ۔۔۔ ویسے آج گورے میں مہم کے دو ارکان نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ وہ کنکورڈیا ے آگے جانے میں دلچسپی نہیں رکھتے ۔۔۔ عامر نے تو صاف جواب دے دیا ہے ۔۔۔ اس کی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے۔ شائد بلندی کی وجہ سے ۔۔۔"

"کنکورڈیا سے آگے جا کر کرنا کیا ہے چوہدری صاحب ۔۔۔؟"

"بس خواہش تھی کہ کے ٹو کو ہاتھ لگایا جائے ۔۔۔"

"کے ٹو تو کنکورڈیا ہے ۔۔۔ اس کا بہترین منظر تو وہیں سے ہے ۔۔۔ آگے ر کیا کرنا ہے۔ بہر حال وہاں جا کر فیصلہ کریں گے ۔۔۔"

ڈاکٹر صاحب یہ کہہ کر چلنے لگے تو میں نے روک لیا "کتنی خوبصورتی سے گئے ۔۔۔ یہ نہیں بتایا کہ فرنگی حسینہ سے راز و نیاز کیا ہوئے؟"

ڈاکٹر صاحب مسکرائے پھر ذرا زیادہ مسکرائے کیونکہ وہ اپنی مسکراہٹ کی ں بڑے حساب کتاب سے کرتے ہیں ۔۔۔ "میں نے ایک اچھے مسلمان کی ح اس کافر حسینہ کے سامنے تین آپشن رکھے۔ یا تو مسلمان ہو جائے یا پھر جزیہ رے اور یا پھر جہاد کے لئے تیار ہو جائے ۔۔۔"

"جانے دیں ڈاکٹر صاحب ۔۔۔" میں بے اختیار مسکرانے لگا۔

"آپ بھی جانے دیں چوہدری صاحب ۔۔۔"

ہم پھر چلنے لگے۔

ڈاکٹر صاحب موڈ میں تھے۔ گنگنا رہے تھے اس لئے پیچھے رہ گئے۔

"کے ٹو ماﺋی لو"

ہمارے ارد گرد جو لینڈ سکیپ تھی اس کا رنگ بدلنے لگا—— اس میں نیلاہٹ اور سفیدی زیادہ آنے لگی۔ دائیں جانب جو پہاڑ بلند ہو رہے تھے ان پر برف بہت زیادہ تھی اور ان کے رنگ نیلگوں تھے۔ بالتورو کی بھوری سطح پر اب برف کے ڈھیر زیادہ ہو رہے تھے۔ بائیں جانب کرسٹل پیک اور ماربل پیک نظر آ رہی تھیں جو بیس ہزار فٹ سے زیادہ بلند ہیں۔ یہاں سے دائیں ہاتھ پہاڑی سلسلے کے آخر میں مترے پیک بھی دکھائی دیتی تھی جو بیس ہزار فٹ سے ذرا کم بلند ہے۔ مترے پیک دکھائی دے تو یہ کنکورڈیا کے نزدیک ہونے کی نشانی ہے—— ان چوٹیوں کے علاوہ پہلی مرتبہ دنیا کی مشہور ترین چوٹیوں میں سے ایک یعنی براڈ پیک مکمل طور پر سامنے آئی——

براڈ پیک دنیا کی چودہ بلند ترین چوٹیوں میں سے ایک ہے۔ آٹھ ہزار سینتالیس میٹر بلند اس پہاڑ کی چوٹی اوپر سے خاصی چوڑی اور ہموار ہے اسی لئے اسے براڈ پیک کہا جاتا ہے——

براڈ پیک کا حجم بہت زیادہ ہے——

یہ ایک وسیع تن و توش کے مالک جاپانی سو مو پہلوان کی طرح کنکورڈیا کے چوک میں براجمان ہے۔

براڈ پیک کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ یہ ایک قلعہ ہے۔ ایک حصار جو کنکورڈیا کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ زاویوں سے بالکل مختلف چوٹی لگتی ہے۔ اس کی کوئی ایک واضح شکل نہیں —— اسے آپ جس موڈ میں دیکھیں یہ اسی موڈ میں ڈھل جاتی ہے اور اسے

موسموں میں دیکھیں گے تو اس کا تاثر مختلف ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا منظر کی جسمانی حالت کے مختلف ہونے سے بھی بدلتا ہے—— 1982ء میں نذیر اور شیر خان نے رائن ہولڈ میسنر کے ہمراہ پہلے گشابرم II کو سر کیا اور پھر براڈ کی چوٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے——

میسنر نے کنکورڈیا کی انہی چوٹیوں کے بارے میں کہا تھا—— "یہ بلند یاں مجھ پر ایک جنسی تاثر ڈالتی ہیں۔ ایک ایسے احساس کو جنم دیتی ہیں جو ذہن چلنے والے خیالات کی دھارے کے بجائے میرے بدن میں چلتا ہے——"

دور ایک نامعلوم راستے پر عامر ایک بھوری بلندی پر چڑھ رہا تھا—— ابرم کے دامن میں پھیلا برف شکلوں کا شہر پیچھے رہ گیا تھا....

میں نے عامر کو دیکھا کہ وہ رک گیا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دوسری جانب اشارہ رہا ہے—— یقیناً وہاں کنکورڈیا تھا جو اسے پہلی مرتبہ دکھائی دیا تھا۔

پورٹروں کی ایک طویل قطار ادھر سے چلی آ رہی تھی—— میں نے راستے ہٹ کر انہیں گزرنے دیا۔ وہ مجھے دیکھتے اور غیر ملکی نہ جان کر حیرت زدہ ہوتے وشی سے سر ہلاتے اور میں انہیں سلام کرنے میں پہل کرتا۔ وہ جواب میں م السلام بھی کہتے اور گڈ مارننگ۔ ہیلو۔ ہاؤ آر یو اور ویری گڈ بھی کہہ .... وہ گزرتے جاتے، کئی ننگے پاؤں۔ کچھ ربڑ کے بوٹوں میں، چند ایک اچھے ک بوٹس میں—— سب کے سب ناکافی کپڑوں میں—— اور میں ان سے کرتا جاتا——

"السلام علیکم—— کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے صاحب——"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ——"

"کنکورڈیا کتنی دور ہے؟"

"نزدیک ہے——"

"ادھر پیچھے ہے کنکورڈیا—— آپ افسر ہے؟"

"بیس کیمپ تک راستہ کیسا ہے؟"

"اچھا نہیں ہے ——— آج ہمارا ایک ساتھی کریوس میں گرا ہے اور اس ؟ ٹانگ ٹوٹ گیا ہے ———"

آخری پورٹر گزرا تو میں پھر اپنے راستے پر آگیا۔ بھوری اور گیلی بجری اور سنگریزوں کے بڑے بڑے ٹیلے جن پر برف کے ڈھیر دھوپ میں آنکھوں ک چندھیاتے تھے ——— جب کبھی میں اپنی سیاہ عینک اتار کر دیکھتا تو منظر کی چمک ناقابل برداشت ہوتی۔ آنکھ کے سامنے اور آس پاس جو کچھ تھا اس میں سفید برف نسبتا زیادہ تھی۔

سامنے سے ایک غیر ملکی ٹریکر چلا آرہا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک بلتی گائیڈ تھا یہ ٹریکر ذرا جھوم کر چلتا تھا اس لئے نہیں کہ اس پر بلندی کا اثر ہو چکا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ عمر کے اس حصے میں تھا جس میں آل اولاد بابا جی کو اکیلے گھر سے باہر نہیں جانے دیتی کہ راستہ بھول کر کہیں اور نہ چلے جائیں یا کہیں فوت نہ ہو جائیں اور یہ والے بابا جی کنکورڈیا سے واپس آرہے تھے۔

"ہیلو ———"

"بابا جی فورا" رک گئے کیونکہ وہ بھی سانس درست کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے ——— "ہیلو ———"

"کدھر سے آرہے ہیں؟"

"تمام راستے کنکورڈیا کو جاتے ہیں۔ میں بھی وہی سے آرہا ہوں ——— اس بھوری پہاڑی کے دوسری جانب کنکورڈیا ہے ——— تم دس منٹ میں وہاں پہنچ جاؤ گے ——— لیکن تم تو پاکستانی ہو؟"

"جی ہاں ———"

"آج ایک عجیب بات ہوئی ہے۔ میں کافی دن کنکورڈیا میں رہا ہوں لیکن وہاں کسی پاکستانی ٹریکر کو نہیں دیکھا۔ آج چلنے لگا ہوں تو وہاں ایک پاکستانی ملا ہے اور اب دس منٹ میں تم دوسرے پاکستانی ہو ——— عجیب بات"

"عجیب بات یہ ہے کہ ابھی میرے بعد آپ کو چار اور پاکستان ٹریکر ملیں گے ——— ہم ایک ہی گروپ ہیں ——— آپ کیا کرتے ہیں؟"

"میں پولینڈ کی ایمبیسی میں سفارت کار ہوں اور پاکستانی پہاڑوں کا شیدائی ہوں ———"

"دنیا کی پہلی خاتون جو کے ٹو کے چوٹی پر پہنچی تھی وہ بھی تو پولش ہے ——— وانڈا ...."

"ہاں ہماری وانڈا ——— عجیب بات ہے کہ پولینڈ کے مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ بہتر کوہ پیما ہیں ——— اور تمہاری مہم کا کیا نام ہے؟ ———"

"کے ٹو کہانی ——— انگریزی میں آپ اسے سٹوری آف کے ٹو کہہ سکتے ہیں۔"

"ایک منٹ ———" بابا جی نے ہاتھ اٹھا دیا ——— "یہ تم نے پہلے کیا کہا تھا؟"

"کے ٹو کہانی ———"

"کیا تم جانتے ہو کہ پولش زبان میں "کہانی" کا مطلب "مائی لو" ہوتا ہے ——— ایک ایکسپی ڈیشن کا اس سے زیادہ خوبصورت نام نہیں ہو سکتا ——— کے ٹو مائی لو ———"

"معلومات کا بہت بہت شکریہ ———"

"تم جاؤ ——— کنکورڈیا تمہارا منتظر ہے ——— اور میں جاتا ہوں کوئی بھی میرا منتظر نہیں ———"

وہ پولش بابا چلا گیا لیکن یکدم مجھے ہر شے بے معنی لگنے لگی ——— جہاں میں کھڑا ہوں وہاں سے دس منٹ کے فاصلے پر دنیا کا عظیم ترین منظر کنکورڈیا ہے ——— مجھے بہت زیادہ امید نہیں تھی کہ میں وہاں پہنچ جاؤں گا ——— تھنگل میں ——— مائیکروفون میں ——— یہاں تک کہ پچھلی رات گورے میں ——— یہ امید کم ہوتی چلی گئی تھی۔ میں اسی پر قناعت کر رہا تھا کہ کم از کم میں بالتورو پر چلا ہوں۔ میں پائیو تک گیا ہوں۔ میں نے اردوکس کی سرسبز ڈھلوانیں دیکھ لی ہیں۔ میں اسی پر قناعت کر رہا تھا ——— ایک ناموزوں جسم اور عمر کے ساتھ میں کنکورڈیا سے دس منٹ کے فاصلے پر تھا ———

اور میں اب وہاں نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں کنکورڈیا میں دلچسپی کھو چکا تھا۔ اگر دس منٹ کے بعد وہاں پہنچ جاتا ہوں تو کیا ہو گا ——— کچھ بھی نہیں ———

زندگی کی لایعنیت بدستور قائم رہے گی۔ میں وہاں پہنچ کر اس منظر کو دیکھ لوں گا تو
زندگی کی ایک اور کشش کم ہو جائے گی۔۔۔

کئی لوگ ہوتے ہیں جو دستک دیتے رہتے ہیں اور جب دروازہ وا ہونے کا امکان ہوتا ہے تو چلے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔ کیا سفر کی تیاری اور خو ہی اصل ہے اور منزل ایک بہانہ ہے۔۔۔ سفر کی تیاری کا۔۔۔ راستے کی صعوبتوں اور خطرناکیوں کا۔۔۔ جب منزل سامنے آ جاتی ہے تو انسان مایوس کیوں ہوتا ہے۔۔۔ وہ کیوں دلچسپی کھو بیٹھتا ہے اور منزل کی طرف دو گام نہیں چلنا چاہتا۔

دس منٹ کے فاصلے پر کنکورڈیا۔۔۔ تھرون روم آف ماؤنٹین گاڈز
دنیا بھر کی چودہ بلند ترین چوٹیوں میں سے چار۔۔۔۔۔ ہڈن سلک
گشابرم I، گشابرم II براڈ پیک اور کے ٹو۔۔۔ دس منٹ کے فاصلے پر ایک
مقام پر۔۔۔ اور مقام کنکورڈیا.... جہاں دنیا کے عظیم ترین گلیشئرز ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔۔۔ لوئر بالتورو۔۔۔ گاڈن آسٹن۔۔۔ جہاں بالتورو کانگڑی نام کی
چوٹی ایسی حسین ہے کہ اسے گولڈن تھرون بھی کہتے ہیں۔۔۔
یہ سب بلندیاں اور برفیں اور دنیا کا سب سے بڑا منظر۔۔۔ صرف دس منٹ کے فاصلے پر۔۔۔

میں چل رہا تھا لیکن خواہش میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔
دروازہ وا ہونے کو تھا اور میں واپس ہو جانا چاہتا تھا۔۔۔

اس بھوری بلندی سے پرے، جہاں عامر نے رک کر ہاتھ ہلایا تھا۔ برف اور بڑے بڑے پتھروں کے درمیان ایک سفید اگلو نظر آیا۔۔۔ یہ آرمی کیمپ تھا۔۔۔ پہلے مجھے وہاں پہنچنا تھا.... میں آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

پونے دو بج رہے تھے جب میں اس اگلو کے قریب ہوا۔ سفید فائبر گلاس سے بنا ہوا منگول طرز کا ایک اگلو۔۔۔ اس کے سامنے پتھروں کا ایک پلیٹ فارم تھا جس پر خالی کنستر اور کین ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔۔۔ یہاں سرخ ٹریک سوٹ میں ملبوس ایک فوجی "جوان" ایک پرانی طرز کے ٹیلی فون کی ہتھی گھما رہا تھا اور اتنی بلند آواز میں محو گفتگو تھا کہ آس پاس کے پہاڑوں میں اس کی آواز ٹکرا

کرتی تھی۔ اس کی آواز قدرے مخدوش سی تھی۔۔۔۔۔ بلکہ خاصی مخدوش تھی یعنی وہ ایک خاص لے میں بولتا تھا اور صرف تالی نہیں بجاتا تھا.... اس وقت گورے ون کے فوجی کیمپ کے ساتھ اس کا رابطہ تھا لیکن ٹیلی فون لائن چونکہ صرف ایک تھی اس لئے اس میں بار بار دوسرے کیمپوں کے آپریٹر بھی دخل انداز ہو جاتے تھے....

"گورے ون۔۔۔ وے گورے ون۔۔۔ آواز نہیں آ رہی تمہاری ٹھیک ہے۔۔۔ گورے ون.... نہ سپلائی روانہ ہوئی ہے کہ نہیں۔۔۔ اچار کی چار بوتلیں لکھائی ہیں۔۔۔ وہ ضروری بھیجنا۔۔۔ دفع دفع یہ درمیان میں کون آ گیا ہے بھائی میں ناں گورے ون سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ بند کرو۔۔۔ بند کرو۔۔۔ گورے ون؟۔۔۔ لو اب گورے ون دفع ہو گیا ہے۔۔۔" اس نے پھر ہتھی گھما کر رابطے کی کوشش شروع کر دی۔ میں سانس لینے کے لئے رکا ہوا تھا جب اس نے مجھے دیکھا۔ مجھے دیکھا تو فوراً" اٹھ کر میرے پاس آ گیا "آؤ بھائی جی۔ کوئی چائے پیش کروں...."

"نہیں شکریہ۔۔۔"

"شکریہ ایویں۔۔۔ میں تو ادھر گوروں کو بھی چائے پانی پلا کر بھیجتا ہوں تم تو اپنے گرائیں ہو۔۔۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"لاہور کے۔۔۔"

"لو جی میں سیالکوٹ کا ہوں۔۔۔ آ جاؤ۔۔۔ لنگھ آؤ۔۔۔"

اس نے مجھے ایک خالی کنستروں کے صوفے پر بٹھایا اور اپنر جائل کا ایک ڈبا کر لے آیا "بسم اللہ۔۔۔" اس نے ذرا لٹک کر گلاس تھما دیا۔۔۔ اتنی دیر میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔۔۔

"ہاں جی۔۔۔ گورے ون"۔۔۔ تو بھائی صاحب اچار کی بوتلیں چار۔ دھاگہ.... پر دھاگہ کچا نہ بھیجنا یونیفارم کو تروپے لگانے ہیں۔۔۔ چائے کونسی گے؟۔۔۔ ناں ناں چار ڈبے کافی نہیں یہاں بڑی مہمانداری رہتی ہے۔۔۔ ابھی ابھی ایک سر آئے ہیں نیچے سے۔۔۔ اور ہاں اچار کی چار بوتلیں

ٹکس ہوں ــــ پچھلی بار مرچاں ہی مرچاں ــــ اوئے گورے ون.... پر تو...
ہیں؟ ــــ اوئے بند کر ــــ اوئے تیری میں ماں کی ــــ "اس مقام سے ...
صاحب نے اعلیٰ ترین اور نہایت مفرح قسم کی پنجابی گالیوں کا ایک سلسلہ ...
کردیا.... اور یہ فی البدیہہ نہیں تھیں بلکہ ان کی باقاعدہ ریہرسل ہو چکی تھی
ان میں ایک خاص توازن اور مخصوص پیچیدگیاں تھیں ــــ "اوئے تیری بہن ...
نال میں کنکورڈیا میں ــــ اور یہ جو کے ٹو ہے ناں تو پورا کا پورا اس کی
اوئے بکواس نہ کر میں تو تیری کنواری کی ــــ" اس سنہری گالی کے بعد ...
نے میری طرف دیکھا اور مجھے مسکراتے دیکھا ــــ "اوئے تیرے ساتھ ...
ہوگا ابھی میرے مہمان آئے ہوئے ہیں.... تو اگر اپنے پیو کا ہے ناں تو ...
پھر فون کرنا ــــ میں انتظار کروں گا ــــ پھر میں تیری ناں ماں کی ــــ ...
ــــ سلاما لیکم"

اس نے از جائل کا جگ اٹھا کر میرا گلاس پھر بھر دیا ــــ

"یہ کوئی یار تھا آپ کا؟" میں نے پوچھا۔

"نہ جی نہ ــــ یہ تو کوئی اپنی ماں کا یار تھا ــــ"

"یقیناً" ــــ" میں نے سرہلایا۔

"سر جی ہماری لائن ایک ہے ــــ ادھر سیاچین کی طرف یہ ماں کے یار بیٹھے ہوئے ہیں.... خواہ مخواہ جی آجاتے ہیں لائن میں... پھر گالیاں دیتے ہیں"

"اور آپ ان کا جواب دیتے ہیں ــــ"

"بالکل جی ــــ ملک کی عزت بے عزتی کا سوال ہے.... ہم بھی ناں ایسی ایسی تول تول کر دیتے ہیں کہ یاد ہی کرتے ہیں ــــ ہم تو جی ملک پر جان قربان کردیں ــــ گالیوں میں ہم پیچھے رہتے ہیں؟... ویسے سر جی آج میں ناں بہت خوش ہوں۔ ادھر پاکستانی تو آتا نہیں ہے ــــ فوجی آتے ہیں اور افسر ٹائپ لیکن ... طرح یہ گورے پاگلوں کی طرح پھرتے ہیں اس طرح کوئی پاکستانی پھرتا نہیں دیکھا تھا ــــ آپ ناں میرے سیالکوٹی بھائی ہیں کسی شے کی ضرورت ہو تو بس آپ نے حکم کرنا ہے ــــ اچھا بھائی جی آپ میں سے تالڑ صاحب کون ہے؟ ــــ"

"میرا نام تارڑ ہے ــــ"

"اچھا؟ ــــ آپ کو ایک صاحب ملنے آئے تھے آج صبح ــــ انہوں نے آکر پوچھا کہ تالڑ صاحب آئے ہیں ــــ تو آپ نہیں آئے تھے تو وہ واپس چلے گئے۔"

"مجھے؟ ــــ کوئی صاحب یہاں ملنے آئے تھے؟" حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔

"آہو جی۔ گورے ون سے ڈاکٹر انعام بیگ آئے تھے۔ آپ کا پتہ کرکے واپس ہوگئے۔ میں ابھی ان کو فون کرتا ہوں۔ وہ کل پھر آئیں گے ــــ"

اکرام بیگ کے بھائی اور جی ایم بیگ کے صاحبزادے ڈاکٹر انعام ان دنوں گورے ون میں تعینات تھے اور وہ خاص طور پر مجھے ملنے کے لئے ادھر آئے تھے ــــ میں اس برفانی وسعت میں بیگ خاندان کا بے حد شکرگزار ہوا کہ ان کے دلوں میں میرے لئے بے پناہ محبت تھی ــــ

"اور جناب کنکورڈیا کتنی دور ہے؟"

"آپ کن کورڈیا میں ہی تو بیٹھے ہو ــــ" گورے ون۔ گورے ون فوجی کہنے لگا۔

"سامنے جو ٹینٹ نہیں نظر آرہے ــــ پیلے پیلے ــــ یہی کن کورڈیا ہے۔"

سامنے کوئی انوکھا یا الگ منظر تو نہ تھا ــــ کچھ فاصلے پر زرد اور نیلے ٹینٹ نظر آرہے تھے۔

"لیکن کے ٹو کدھر ہے؟"

"وہ یہاں سے تو نہیں دکھائی دیتا سر جی ــــ وہ تو ادھر جاؤ گے تو نظر آئے گا ــــ پر پہلے چائے پی کر جانا ــــ آپ میرے سیالکوٹی بھائی ہو ــــ کے ٹو نے کہیں نہیں جانا۔ ادھر ہی رہنا ہے ــــ چائے پی کر جانا ــــ" ٹیلی فون کی گھنٹی ایک تسلسل کے ساتھ پھر بجنے لگی۔ اس نے فوراً" اٹھالیا ــــ" ہاں جی ــــ اوئے تیری میں ــــ تو پھر آگیا ہے بہن کے یار ــــ میں نے تجھے کہا تھا کہ ابھی

مہمان آئے ہوئے ہیں دو گھنٹے بعد کرنا — اچھا.... اچھا.... تجھ سے صبر نہیں "
سکا — سواد آتا ہے ناں میری گالیاں سن کر — تو پھر میں ناں تیری ماں- "
میں اٹھا اور رک سیک کاندھے پر ڈال کر خیموں کی جانب چلنے لگا۔ "
کبھی سیالکوٹی کی آواز صاف سنائی دینے لگتی — اوئے یہ جو گشابرم ہے ناں پہا ؟
یہ سارے کا سارا.... اور میں ناں تیری بہن کو لے کر جاؤں چوغولیزا پر- ""
وہاں اس کے ساتھ چوغولیزا کروں.... اوئے —

"گوری ہو گوری — اور کنکورڈیا کے سمندر میں میری کشتی"

پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا۔
اور اس گوری کو دیکھنے کے لئے میں نے کیا کیا کشٹ نہیں کاٹے تھے —
ں کتنے سمندروں کا سینہ چیر کے صحراؤں کو عبور کر کے یہاں تک پہنچا تھا —
چند لمحوں کے بعد یہ گوری میری آنکھوں کے سامنے ہو گی —
گوری ہو گوری —

ہمالیہ کے اندر کہیں اس کے درمیان میں وہاں ایک روایت ہے ایک بلند
ر مقدس پہاڑ کے بارے میں — اس کی چوٹی سے تمہارا سایہ نیچے زمین پر
تا ہے اور تم پر کھلتا ہے' تم پر آشکار ہوتا ہے کہ تمہاری موت کیسے ہو گی۔ تم کیسے
پنے آخری سفر پر جاؤ گے — تم اپنے آپ کو ایسے دیکھتے ہو جیسے ایک خواب میں
یکھ رہے ہو — ہمالیہ کے اندر — ایک روایت ہے۔

میں ہمالیہ کے اندر پہنچ چکا تھا — قراقرم کے دل میں چلتا تھا — اور چند
دم کے فاصلے پر ایک بلند اور مقدس پہاڑ ہے جس کے بارے میں روایت ہے۔
مجھے کچھ فاصلے پر زرد اور نیلے خیمے نظر آتے تھے۔ ان سے ادھر برفوں اور
روں کے انباروں میں مترے پیک کے سائے میں میرا زرد اور نیلا خیمہ نصب ہو
تا تھا۔ وہاں خاصے لوگ تھے۔ غیر ملکی ٹریکر تھے۔ پورٹر تھے — اور میرے خیمے
کے نزدیک برف کا ایک مجسمہ تھا.... ایک سنومین جو پچھلی برف باری کے بعد کسی
وہ نورد نے بنایا تھا اور وہ ابھی تک منجمد حالت میں کھڑا تھا — سنو مین آف

کنکورڈیا ــــ وہاں خاصی رونق تھی لیکن میں اس سے تقریباً بے خبر تھا- میرا دھیان کہیں اور تھا ــــ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر ایک مایوسی اور ایک ڈیپریشن طاری ہوئے تھے ــــ میں منزل کے قریب پہنچ کر یکدم لا تعلق ہوگیا تھا- دلچسپی کھو بیٹھا تھا ــــ لیکن صورت حال بدل رہی تھی ــــ

میں گوری دیکھنا چاہتا تھا ــــ

کوہ نورد تو زائر ہوتے ہیں- گھربار چھوڑتے ہیں جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں تاکہ زیارت کر سکیں- اور زیارت اگر گوری کی ہو اور شاہ گوری کی ہو تو اس کے لئے صحرا تو عبور کرنے پڑتے ہیں ــــ

میں ایسے چل رہا تھا جیسے سامنے کنکورڈیا میں کوئی خیمہ نہیں- کوئی ذی روح نہیں ــــ میرے آگے پیچھے بھی کوئی نہیں ــــ صرف میں ہوں اور چند لمحوں میں شاہ گوری میرے سامنے ہوگی ــــ جب ایک یورپی باشندے نے مشابرم کے سامنے ایک پہاڑ کی چوٹی پر سے پہلی مرتبہ کے ٹو کو دیکھا تو سب پورٹر اس کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے ــــ شاہ گوری ــــ شاہ گوری ــــ

کنکورڈیا کی برفانی وسعتوں کو گھیرے ہوئے جو عظیم برف پوش بلندیاں ہیں ان کی ایک کشش ہے ــــ اور یہ کشش صرف اس وقت آپ کے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے جب آپ وہاں پہنچ کر رک جاتے ہیں- رک جانا شرط ہے- آپ پہلی بار جب کھڑے ہوتے ہیں تو بلندیاں اپنا کام دکھانا شروع کر دیتی ہیں- ان میں سے ایسی نامعلوم شعاعیں اور لہریں آتی ہیں جو آپ کے اندر ٹھہراؤ پیدا کرتی ہیں- آپ کو شانت کر دیتی ہیں- پھر دھیرے دھیرے آپ کو اس کی وسعت کا اندازہ ہونے لگتا ہے ــــ اور آپ اس کے رعب میں آجاتے ہیں.... کنکورڈیا میں ہم جتنا عرصہ ٹھہرے ہمیں اطمینان نہیں ہوا ــــ یہاں بے چینی سی رہتی ہے ــــ آپ بلندیوں سے ڈرے ڈرے رہتے ہیں- کبھی بھی ریلیکس نہیں کرتے

جس جگہ کو تھرون روم آف ماؤنٹین گاڈز کہا جائے وہاں آپ ریلیکس کس طرح کر سکتے ہیں-

میرے خیمے کے باہر میرا رک سیک اور کچھ دوسرا سامان پڑا تھا- غلام ظار کر رہا تھا ــــ

"سر ہم پہنچ گئے ــــ"

"ہاں ــــ"

"سر- مبارک ہو ــــ"

"تھینک یو ــــ تم اگر راستے میں اتنی زبردست فوڈ بنا کر نہ کھلاتے تو ہم بھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے ــــ"

غلام اس کا کمپلیمنٹ پر خوش ہوا اور خوش ہو کر اپنا پسندیدہ لگڑ بگڑ قہقہہ لگایا ــــ جو پورے کنکورڈیا میں دور دور تک گیا اور مجھے یقین ہے کہ کسی بلندی پر اس کے ارتعاش کے باعث کوئی چھوٹا موٹا ایوالانچ بھی آیا ہوگا ــــ

"میں نے آپ کا ٹینٹ مترے پیک کے سائے میں اس جگہ لگایا ہے صاحب اں میسنر صاحب نے اپنا ٹینٹ لگایا تھا ــــ"

"شکریہ غلام ــــ اور غلام ذرا بتاؤ تو سہی کہ ہم کہاں ہیں ــــ"

میں جانتا تھا کہ ہم کہاں ہیں لیکن حصول مسرت کے لئے میں سننا چاہتا تھا کہ کہاں ہوں ــــ

"صاحب آپ کنکورڈیا میں ہو ــــ"

"اور ہمارے ارد گرد کیا ہے؟"

غلام مسکرایا- جان گیا کہ میں کیا چاہتا ہوں ــــ" صاحب خیمے کے اوپر ے پیک اور یہاں سے ابھی نظر نہیں آرہی ــــ اس کے پیچھے چوغولیزا ــــ ے مشابرم کی تینوں چوٹیاں ہیں اور ہڈن پیک نظر نہیں آتی ــــ اور سر ادھر ل پیک اور کرسٹل پیک ــــ اور ادھر گولڈن تھرون ہے صاحب ــــ"

"اور ــــ"

"اور بس صاحب ــــ"

"اور کے ٹو کہاں ہے؟"

"وہ تو ابھی نظر نہیں آرہی صاحب ــــ"

میں نے غلام کی طرف انتہائی قہر آلود نظروں سے دیکھا جیسے کے ٹو کی

پوشیدگی کا وہ ذمہ دار ہو ——

"تھوڑی سی دکھائی دیتا ہے صاحب —— ادھر دیکھیں ——"

شاہ گوری نے اپنے روپ کی تھوڑی سی جھلک دکھائی ——

براڈ پیک اور ایک بھورے رنگ کی پہاڑی کے درمیان میں —— بھوری پہاڑی پر بادل کا سایہ تھا۔ کے ٹو کا ایک چھوٹا سا حصہ —— ایڑھی سے لے کر پنڈلی تک کی ایک چھوٹی سی سفید چوڑائی ——

پہاڑ کی تاریک ڈھلوان کے ساتھ —— اوپر تک ایک برفانی پٹی۔ اور اس پر بھی کہیں کہیں بادل ——

اور گوری —— گھونگھٹ میں شرمائے ——

یہ عجیب پوشیدگی تھی —— صاف چھپتے بھی نہیں ——

میں اس طرف چلنے لگا جہاں زرد خیموں کا ایک چھوٹا سا قصبہ عین اس … آباد تھا جہاں بالتورو کا اختتام ہوتا تھا۔ خیمے گلیشئر کے ایک بلند کنارے پر ایستادہ تھے ——

اور اس طرح چلتے ہوئے میں اپنے بائیں جانب ہی دیکھتا تھا اور ٹھوکریں کھاتا تھا.... اور مسلسل ٹھوکریں کھاتا تھا کیونکہ اس جانب چلتے ہوئے بائیں جانب دیکھتے ہوئے سائے میں آئی ہوئی پہاڑی دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتی تھی اور شاہ گوری کی سفید ڈھلوان آگے آتی جاتی تھی —— وہاں اب بھی بادل تھے لیکن اس کی صورت چونکہ میرے اندر نقش تھی اس لئے اس کے ایک ایک حصے کو پہچانتا تھا۔

غلام نے کنکورڈیا کے آغاز میں ہی خیمے نصب کروا دیئے تھے —— کے ٹو یہاں پہنچ کر نمایاں ہوتا تھا.... خیمہ بستی میں بہت رونق تھی لیکن میں ابھی خود گفتگو کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا.... میں جس کے لئے آیا تھا صرف اس سے دلچسپی رکھتا تھا۔

کنکورڈیا کو اگر بلندی سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے بلند پہاڑوں کے درمیان میں سفید اور بھوری شاہراہیں ہیں —— جیسے ریسنگ ٹریک ہوتے ہیں … میں بھی اسی خیال میں تھا کہ کنکورڈیا سے کے ٹو تک ایک بے حد وسیع اور ہموار

شاہراہ جاتی ہے جس پر بے شک آپ جیپ کے ساتھ سفر کریں —— لیکن یہ تاثر سراسر غلط تھا —— ان پہاڑوں کے درمیان جو علاقے ہیں وہ سب کے سب اونچے نیچے دراڑوں اور کھائیوں سے بھرے ہوئے خطرناک گلیشئر ہیں۔ بھورے اور ہموار حصے بھی کھائیوں والے خوفناک گلیشئر ہیں۔ یہاں اس خیمہ بستی کے آگے بھی یہی عالم تھا —— گلیشئر یکدم نیچے جاتا تھا اور اس کے بعد اللہ ہی اللہ ——

کے ٹو کا بیشتر حصہ ابھی بادلوں میں گھرا ہوا تھا ——

ویسے کے ٹو کو دیکھ کر لطف نہیں آیا تھا —— میں نے اپنے آپ کو بہت ایکسائٹ کیا تھا کہ.... دنیا کا عظیم ترین پہاڑ اور دوسری بلند ترین چوٹی وغیرہ —— لیکن سچی بات ہے اس نے میری ریڑھ کی ہڈی کو خنک کر کے گردن تک ٹھنڈی چیونٹیاں محسوس نہیں کروائی تھیں —— انگریزی محاورے کے مطابق IT LEFT ME COLD —— اس نے مجھ میں حدت نہیں بھری تھی بلکہ سرد چھوڑ دیا تھا —— میرے نزدیک آ کر میرے بدن کا ایک حصہ نہیں بنا تھا —— ویسے میں اسے بقیہ چوٹیوں سے الگ بھی نہیں کر پایا تھا —— یہاں ایسی عظیم برفانی بلندیاں تھیں کہ کے ٹو ان میں سے فی الحال ایک تھا —— صرف اکیلا نہیں تھا.... جیسے فیری میڈو سے پربت پورے منظر پر سفید ہو جاتی ہے اور اگر سورج ڈھل چکا ہو تو جنگل کے آسمان گلابی ہو جاتا ہے —— راکاپوشی بھی منظر پر چھا جاتی ہے —— زرمٹ میں میٹرہارن بھی سب سے الگ اور ممتاز دکھائی دیتی ہے۔

لیکن یہاں کے ٹو بڑی مشکل میں ہے —— اگر براڈ پیک۔ گشابرم اور مشابریزا کو نظرانداز کر بھی دیں تو کنکورڈیا کے وسیع گلیشئر منظر پر چھا جاتے ہیں۔

کے ٹو کو لارڈ آف قراقرم بھی کہا جاتا ہے —— یعنی قراقرم کا چوہدری —— اس کے آس پاس بھی کوئی کمی کمین نہیں ہیں، وہ بھی حیثیت والے چوہدری ہیں.... ذرا چھوٹے سہی ——

میں نے چند تصویریں اتاریں اور اپنے خیموں کی طرف آ گیا جہاں اونچے پتھروں اور برف پر نیلی ترپال بچھی تھی اور مہم کے ارکان کے چہرے برف کے علاوہ بالآخر کنکورڈیا پہنچ جانے کی مسرت سے بھی دمکتے تھے —— اور

غلام گرم بھاپ دیتے نوڈل سوپ کے مگ سرو کر رہا تھا۔۔۔

"مائی لیڈر۔۔۔" شاہد صاحب بڑے اہتمام سے کھڑے ہو گئے۔ "ہم پہنچ گئے ہیں۔۔۔ اور گریٹ کے ٹو ہمارے سامنے ہے۔۔۔"

"سامنے کہاں ہے یار۔۔۔"

"ابھی تو بادل ہیں بہرحال سامنے آ جائے گا۔۔۔ تو مائی لیڈر تھینک یو۔"

چونکہ سردی بہت تھی اس لئے مہم کے ارکان نے صرف ہاتھ گرم کرنے کے لئے خوب زور زور سے تالیاں بجائیں۔۔۔

"اگر میں اپنے منصوبے کے تحت اکیلا اس سفر پر نکلتا تو یقیناً کوروفون سے ہی خوفزدہ ہو کر واپس چلا جاتا۔۔۔ اگر میں یہاں ہوں۔۔۔ تو آپ کی وجہ سے ہوں۔"

مزید تالیاں۔

اور غلام۔۔۔ "غلام سر جھکائے بڑے غور سے ہماری تقریریں سن رہا تھا۔" یار آپ نے میرا خیمہ غلط مقام پر لگایا ہے۔۔۔ یہاں سے اگر موسم صاف بھی ہو گیا تو کے ٹو کی ایک پٹی سی نظر آتی ہے۔۔۔"

"ادھر اچھا ہے ناں۔۔۔"

"ادھر اچھا نہیں ہے غلام۔۔۔ ادھر جہاں گوروں کے ٹینٹ ہیں ان کے قریب میں ایک ایسی جگہ دیکھ کر آیا ہوں جہاں سے کے ٹو ایسے نظر آتا ہے جیسے سگریٹ کی ڈبیا سامنے کھڑی ہو۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ میں کل صبح جب خیمے کا پردہ اٹھاؤں تو سامنے شاہ گوری ہو۔۔۔ پوری کی پوری۔۔۔"

"ٹھیک ہے ہم آپ کا ٹینٹ ادھر لے جاتا ہے لیکن رات کو آپ ادھر روئے گا۔۔۔"

"کیوں روئے گا؟"

"ادھر ہوا کا راستہ ہے ناں صاحب۔۔۔ پہلا ہوا گولڈن تھرون سے چلتا اور دوسرا چوغولیزا سے چلتا ہے اور تیسرا ہوا کے ٹو سے اتر کر آتا ہے اور چوتھا ہوا چین سے آتا ہے اور یہ سب ہوا گلیشیر پر چلتا آتا ہے اور کدھر آ کر ملتا ہے۔۔۔ ادھر جدھر آپ کہتا ہے کہ ٹینٹ لگاؤ۔۔۔ لگا دوں؟"

اگر میں نے گورے ٹو میں وہ برفانی موت سے نزدیکی والی رات نہ گزاری ہوتی تو شائد میں فوراً" کہتا کہ غلام۔۔۔ شاہ گوری کے لئے ہم جان قربان کر دیں گے۔ لگا دو ٹینٹ۔۔۔ لیکن فوراً" جان قربان کر دینا اور بات ہوتی ہے اور منفی چودہ درجے میں پوری رات ٹھٹھرنا اور بات ہوتی ہے.... اور غلام جس قسم کی اندوہناک صورت حال بیان کر رہا تھا یہاں منفی چودہ سے کہیں نیچے جانے کا اندیشہ تھا۔۔۔ ویسے میرے ذہن میں ایک شک تھا کہ غلام اس صورت حال کو صرف اس لئے اندوہناک بنا رہا تھا کیونکہ وہ اپنا کچن قائم کر چکا ہے خیمے لگا چکا ہے اور اب ?س موڈ میں نہیں ہے کہ سب کچھ سمیٹ کر ایک مرتبہ پھر ادھر صرف کے ٹو کے ?تر منظر کے لئے شفٹ کرے۔۔۔

"ریلیکس کریں چوہدری صاحب۔۔۔" ڈاکٹر عمر جو نیلی ترپال پر نیم دراز ہو ?پتہ نہیں اونگھ رہے تھے یا منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہیں نیم درازی ?ں بولے "ٹینشن نہ کری ایٹ کریں.... ادھر آ کر نیلی ترپال پر لیٹ جائیں اور ?پ کے اوپر جو بلندیاں جھکتی ہیں ان کا لطف لیں۔۔۔ آ جائیں"

اور میں بھی تھک چکا تھا۔ گورے کے بعد جب میں کنکورڈیا پہنچا ہوں تو ?ام کرنے کی بجائے کے ٹو کے بہتر منظر کے لئے ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ یہ بھی خیال ?ھا کہ آج سانس لینے میں جو واضح دشواری پیش آ رہی ہے یا چند قدم چلنے کے ?سانس ذرا اوپر جاتا ہے اور مشکل سے نیچے آتا ہے تو یہ کنکورڈیا کی سولہ ہزار ?ی بلندی کا سبب ہے۔۔۔

نیلی ترپال کے نیچے ہر پتھر کا زاویہ طالع بیدار کا سا تھا جو رات بھر سونے ?دیتا۔۔۔ میں اس پر لیٹا تو اس انڈین فقیر کی طرح محسوس کیا جو کیلوں کے بستر ?ہ ہے۔ لیکن۔۔۔ یہاں نیلی ترپال پر لیٹ کر جو کچھ مجھے دکھائی دیا اس کے لئے ?کیلی تکلیف کی کوئی حیثیت نہ تھی۔۔۔

برف کی ایک دنیا مجھ پر جھکنے لگی.... ایک سفید جہان کی بلندیاں جیسے اپنی ?وڑ کر مجھے دیکھنے کے لئے۔۔۔ جی ہاں میں انہیں نہیں دیکھتا تھا وہ مجھے دیکھنے

کے لئے آگے آگئیں —— وہ مجھ پر جھکتی جارہی تھیں اور ان کے ساتھ ان
چوٹیوں پر چلنے والی تیز ہواؤں کی صدا بھی میرے کانوں میں آتی تھی۔ وہاں
برف کے طوفان اٹھ رہے تھے میں انہیں بھی محسوس کررہا تھا —— کنکورڈیا کا
مجھ پر حاوی ہو رہا تھا ——

یہ وہی جزیرہ تھا جہاں سے سائرن جادوگرنیوں کے طلسمی گیت جنم لیتے ہیں
ادھر سے جو جہاز راں گزرتے ہیں انہیں خبردار تو کیا جاتا ہے کہ ان کے گیت
سننا —— سنو گے تو رہ نہ سکو گے اور کشاں کشاں ادھر ہی جاؤ گے اور فنا کی
جاؤ گے —— اور اس کے باوجود لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں.... ہم میں
اوڈیسیس ہوتے ہیں جو ساتھیوں کے کانوں میں موم پگھلا کر اپنے آپ کو کشتی
مستول سے باندھ لیتے ہیں تاکہ سائرن کے گیت سن کر بھی ادھر نہ جاسکیں
ہمارے پاس آؤ اے شاندار اوڈیسیس کشتی روک دو اور آجاؤ.... آؤ ہم
ان کارناموں کے گیت سنائیں جو تم نے ٹرائے کی دیواروں تلے سرانجام دیئے
کشتی روک دو ——"

یہ تو درست ہے کہ اوڈیسیس نے کشتی نہ روکی اور اپنی اور اپنے ساتھیوں
کی جان بچا کر چلا گیا —— لیکن یہ بھی درست ہے کہ سائرن کے طلسمی گیت سن کر
چٹانوں والے جزیروں کا رخ کرنا اور پھر فنا ہو جانا بھی ایک ایسا تجربہ ہے جو
اوڈیسیس نے مس کر دیا —— جن کے چہرے خوبصورت ترین عورتوں کے ہوں
اور دھڑ پرندوں کے اور جو پھولوں کے کھیتوں میں لیٹی خوبصورت گیت گا کر
مسافروں کو مسحور کرتی ہیں —— ان کے سحر میں گرفتار ہو جانے کا مزہ بھی تو الگ
ہوتا ہے ——

مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی —— میں اٹھا اور اپنے خیمے میں جالیٹا
اور مجھے اپنا خیمہ ڈولتا ہوا محسوس ہوتا تھا —— جیسے ایک کشتی ہو —— ایک
سمندر میں ہو.... اور ان پانیوں میں آگئی ہو جہاں سائرن جادوگرنیوں کے گیت
سنائی دیتے ہیں.... اور میں نے ان کی آواز پر کان دھرا —— ان کے سحر میں
ہوا تو اس سفید جزیرے کی طرف آیا جو کنکورڈیا ہے —— یہ بلندیاں —— یہ برف

پوش چوٹیاں جن میں برفیلے طوفان سفید سفوف اڑاتے ہیں تو یہ وہی سائرن
جادوگرنیاں ہیں جو کوہ نوردوں کو اپنے پاس بلاتی ہیں —— اور کئی بار فنا کردیتی
ہیں۔

اے شاندار اوڈیسیس کشتی روک لو —— اور میں نے کشتی روک دی تھی
—— میں اس جزیرے میں پہنچ گیا تھا ——

کیا میں اس جزیرے میں سے فرار ہو کر گھر واپس پہنچ سکوں گا —— یا
میرے بوٹوں کے تسمے کوئی اور کھولے گا ——

"کنکورڈیا میں شام"

پوری دنیا میں شام ہوتی ہے ——
لیکن کنکورڈیا کی ایک اپنی شام ہے —— گلیشئر اور بلندیاں اسے آ ...
کر خوش آمدید کہتے ہیں چنانچہ وہ دہلیز پر کھڑی ہو کر انتظار نہیں کرتی
جاتی ہے ——
میں باہر آیا تو ان پہاڑوں پر ہلکی سی روشنی تھی جہاں سے ہم آ ...
—— شائد یہ ٹرانگوز تھے جن پر چند بادل بجھنے والی آگ کی دہک لئے ہوئے تھے
صرف چار رنگ باقی تھے ——
پتھروں کی تاریکی —— برف کی سفیدی ان پتھروں پر کہیں کہیں اور چوٹیوں
سے اترتی ہوئی —— دو خیمے —— ایک کی زردی —— دوسرے کی سرخی۔
یہ چار رنگ باقی تھے اور ان کے علاوہ سردی کا رنگ تھا جو دکھائی نہ دیتا تھا۔
اور ہاں سنو مین آف کنکورڈیا ابھی تک وہیں تھا —— وہ قدرے جھکا ہوا
تھا جیسے رک سیک اٹھا رکھا ہو ——
کچن ٹینٹ میں لالٹین روشن تھی۔
کنکورڈیا کے چوک کی جانب جو زرد خیمے تھے وہ اب ویران نظر آرہے تھے
جیسے ان کے مکین کہیں جا چکے ہوں —— یہ وقت ہی ایسا تھا کہ ہر کوئی پناہ تلاش
کرتا تھا —— رفاقت چاہتا تھا۔ کنکورڈیا کے سفید جزیرے میں اکیلے آدمی کے لئے
شام اچھی نہیں ہوتی.... مجھے یقین تھا کہ سب لوگ کچن ٹینٹ میں آگ کے گرد
جمع تھے ——
میرے سامنے —— دیکھتے دیکھتے شام گہری ہو گئی —— پتھر جو ابھی الگ الگ

دکھائی دیتے تھے اپنا وجود کھو کر صرف تاریک ہونے لگے ——
میرے خیمے سے سنو مین صرف چند قدم کے فاصلے پر تھا —— وہ میرا ہمسایہ
تھا.... میں اس کی جانب چلنے لگا ——
گورے جیسا ٹھہراؤ تھا —— ایک سرد سکوت جس میں جو شے حرکت کرتی
ہے وہ جیسے برف کی پتلی چادر کو توڑتی ہوئی چلتی ہے ——
کسی نے بہت محنت کے ساتھ اور شائد کسی شکل کو ذہن میں رکھ کر برف
کا یہ آدمی بنایا تھا —— وہ تقریباً میرے قد کا تھا۔ دن کی دھوپ میں وہ تھوڑا سا
پگھلا تھا اس لئے وہ بدوضع ہو رہا تھا۔ میں ایک نوکیلا پتھر اٹھا کر اس کے خدوخال
کھرچنے لگا —— اس کی ناک بہت بھدی ہو رہی تھی —— پھر مجھے اس سنو مین
کا خیال آیا جو میں نے مانچسٹر میں اپنی یادداشت کی پہلی بھاری برف باری کے بعد
اپنے گھر کے صحن میں بنایا تھا —— یا پھر جب ہم سوات میں مالم جبہ کے مقام پر گئے
تھے تو سب بچوں نے اپنے اپنے سنو مین بنائے تھے اور ایسے مسخرے بنائے تھے کہ
ہم سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے تھے —— اور ایک یہ سنو مین تھا ——
کیا یہ واقعی سنو مین تھا —— یا کوئی مسافر ——
کوئی مسافر جو سفید جزیرے کے سحر میں مبتلا ہو کر اپنی کشتی ادھر لے آیا اور
برف کی جادوگرنیوں نے اسے اپنی آغوش میں لے کر برف کر دیا۔
میں نے دو گول پتھر اس کی آنکھوں کی جگہ لگائے اور ایک ٹیڑھا پتھر منہ کی
جگہ تو وہ —— اندھیرے میں دیکھنے لگا —— مسکرانے لگا —— اور میں تھوڑا سا
حیران ہوا کہ وہ دیکھتا تھا تو اس کی جانب دیکھتا تھا جہاں سیاہ پہاڑ کے ڈھلوان
کناروں پر شاہ گوری کا آنچل ابھی تک دکھائی دیتا تھا ——
جو دیکھے گا وہ پتھر ہو جائے گا —— یا پھر برف ہو جائے گا۔
یقیناً ایک ایسا کوہ نورد جو شاہ گوری کے عشق میں مبتلا ہوا اور برف ہوا۔
نیلی ترپال کے نیچے لالٹین جلتی تھی۔ اس کی روشنی دور تک نہیں جاتی تھی
—— ہر انسان کے اندر —— جب وہ غاروں میں رہتا تھا —— ویرانوں میں تھا ——
... سے ایک قطب نما ہے —— وہ جہاں کہیں بھی ہو اسے گھر کی سمت کا اندازہ

ہو جاتا ہے—— عظیم سمندروں میں بھٹکنے والے تنہا کشتی ران کئی بار ان
قطب نما کی مدد سے ساحل پر پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لئے انسان جب کبھی سفر پر
اور تنہا ہوتا ہے تو فوراً" اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ میں کہاں ہوں؟—— وہ اپنی
سمت کا اندازہ کرنا چاہتا ہے—— اور جب وہ جان جاتا ہے کہ وہ کہاں ہے تو اسے
اطمینان ہو جاتا ہے——

کنکورڈیا کی گہری تاریک شام میں صرف سنو مین کی رفاقت تھی جب میں
نے اپنے آپ سے پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟——

اور میں گھر سے بہت دور تھا——

میں لاہور سے—— سلجوق—— سمیر اور عینی سے بہت دور تھا۔ ان کے اور
میرے درمیان بے شمار پڑاؤ تھے۔ اور فاصلے ایسے تھے جو صرف صبح سے لے
شام تک پیدل چل کر ہی ختم ہوتے تھے—— گورے—— اردوکس—— کھابر
—— پائیو—— کوروفون—— اسکولے—— سکردو—— اسلام آباد۔
لاہور.... جتنے نام اتنے دن—— اور یہ دن کم نہیں ہو سکتے.... ان کے درمیان جو
دراڑیں اور کھائیاں اور چٹانی بلندیاں تھیں وہ بھی کم نہیں ہو سکتی تھیں.... شاہ
گوری کا ایک رخ میری طرف تھا اور دوسرا چین کی جانب تھا——

میں دنیا کے آخری سرے پر پہنچ چکا تھا——

میں دنیا کی تنہا ترین جگہ سے خوشی لینے آیا تھا۔

اور میں گھر سے بہت دور تھا——

اگر وہاں کچھ ہو جائے تو مجھے پتہ نہیں چلے گا—— اگر مجھے کچھ ہو جائے تو
انہیں بہت دیر میں پتہ چلے گا——

میں نے سنو مین آف کنکورڈیا—— کی جانب دیکھا—— وہ مسکرا رہا تھا۔

"غلام بابا—— یار آج تو ٹیونا فش کھلا دے——" ڈاکٹر صاحب غلام کے
گھٹنے کو تھپک رہے تھے۔ "آج ہم کنکورڈیا پہنچے ہیں۔ کچھ تو سیلی بریشن ہونی
چاہیے۔"

"آج تو میں نے آلو قیمہ پکایا ہے صاحب——" غلام نے پریشر ککر کے اوپر
ڈوئی بجائی "اور آلو قیمہ کے ساتھ اگر فش کھائے گا تو ڈائریا ہو جائے گا——"

"ہو جائے——" ڈاکٹر صاحب کھلکھلا کر ہنسے "میں بعد میں علاج کر لوں گا
لیکن—— آج ٹیونا فش ضرور کھاؤں گا——"

"میں آپ کو نوڈل سوپ پلاتا ہوں——" غلام نے ٹیونا بچانے کی ایک اور
کوشش کی۔

"یہ دیکھو——" میاں صاحب نے ہاتھ جوڑ کر کہا" اس ٹرپ میں تم نے
اتنا نوڈل سوپ پلایا ہے کہ اب تو نتھنوں سے نوڈل نکلنے لگے ہیں—— ناں—— نو
نوڈل سوپ——"

"تو صبح ناشتے میں آپ کو ٹیونا سینڈوچ کھلاؤں گا—— ٹھیک ہے؟" غلام نے
ایک اور پیشکش کی۔

"غلام——" ڈاکٹر صاحب نے انگلی کھڑی کر کے کہا "وعدہ کرو کہ تم مجھے
کل صبح ٹیونا فش کا سینڈوچ کھلاؤ گے؟"

"پرامس——" غلام نے ہاتھ کھڑا کر دیا——

کچن ٹینٹ میں نیلی ترپال کے نیچے ہم کبڑے ہو کر بیٹھے تھے اور ہمارے ہاتھ
ادھر تھے جدھر سٹوو جل رہا تھا۔ باہر تشویش ناک حد تک خاموشی تھی—— کوئی
سرسراہٹ—— ہوا کا شور.... کوئی آواز نہ تھی—— صرف ہمارے سٹوو کے شعلے
کی لپک کی گراری سی چل رہی تھی—— سردی تھی لیکن گورے سے کہیں کم تھی
—— شائد نقطہ انجماد سے صرف دس بارہ درجے نیچے—— اور ہم اس میں خاصے
خوشگوار محسوس کر رہے تھے۔ یوں بھی ہم خوش قسمت رہے تھے—— یہاں پہنچنے پر
ہمیں بتایا گیا تھا کہ پورے کنکورڈیا میں بیس بائیس روز تک مسلسل موسم خراب
رہا تھا—— تیز ہوائیں بارشیں اور برف باری—— صرف تین روز پیشتر بادل کم
ہوئے تھے اور موسم بہتر ہوا تھا—— ہم سب کے ذہنوں میں ایک خواہش تھی کہ
ایک سوال تھا—— اور یہ خواہش اس لئے پیدا ہوئی تھی جس لمحے میں ہم نے
کنکورڈیا میں قدم رکھا تھا—— ہمیں علم تھا کہ یہ سفر کا اختتام ہے.... اور جب
شام ہوتا ہے تو واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے—— ہم جاننا چاہتے تھے کہ واپسی

کب ہوگی ——— بلندی کے اثر کے علاوہ واپسی کی بے چینی بھی ہمیں بے آرام کرتی تھی ———

"جی تو ڈاکٹر صاحب ——— کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"جو نیت امام کی چوہدری صاحب ——— آپ بتائیں ———"

"مہم کے آغاز میں فیصلہ تو یہی ہوا تھا کہ ہم کے ٹو کے بیس کیمپ تک جائیں گے ——— بے شک کنکورڈیا سے آنا جانا کرلیں لیکن جائیں گے ضرور ———"

"میں تو نہیں جاؤں گا جی ———" عامر کہنے لگا "میری طبیعت ٹھیک نہیں ——— میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا ———"

"کسی بھی ٹیم ممبر کو چھوڑ کر ہم آگے تو نہیں جا سکتے ———" شاہد صا... کہنے لگے۔

"نہیں آپ بے شک ہو آئیں ———" عامر بولا "میں آپ کو نہیں روکتا ——— ایک ٹینٹ میرے لئے چھوڑ جائیں میں آرام کرلوں گا ———"

"آپ کا کیا خیال ہے مرزا صاحب؟"

"دیکھیں جی میرا تو بہت جی چاہتا ہے آگے جانے کو ——— یہ سامنے ہی تو ہے ——— کیوں غلام ہم صبح جا کر شام تک واپس آ سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ آ سکتے ہیں ———"

"تم بیس کیمپ تک گئے ہو ناں؟"

غلام ذرا جھجکا ——— "گیا تو نہیں ——— لیکن لے جاؤں گا صاحب ———"

"میں نے آج جو معلومات جمع کی ہیں ان کے مطابق ——— کے ٹو بیس کیمپ یہاں سے ایک دن کا سفر ہے۔ راستے میں بہت دراڑیں ہیں اور رسے کے بغیر چلنا دانش مندی نہیں ہے ———"

"چھوڑیں چوہدری صاحب ———" ڈاکٹر صاحب مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولے "اللہ کے فضل سے یہاں تک خیر خیریت سے پہنچ گئے ہیں ——— صرف بیس کیمپ کو ہاتھ لگانے کے لئے کوئی رسک نہیں لینا چاہئے ——— یہاں اگر کسی کو بھی کچھ ہو جاتا ہے تو آپ کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا ——— ایک دو دن یہاں آرام

کرتے ہیں۔ کنکورڈیا میں گھومتے ہیں اور پھر واپس چلتے ہیں ———"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ کل صبح ناشتے کے بعد کے ٹو کی جانب روانہ ہو جائیں؟ ——— کچھ نہیں تو براڈ پیک کے بیس کیمپ تک ہی پہنچ جائیں اور پھر شام تک واپس آ جائیں ——— اور اگر راستے میں کہیں بھی کوئی خطرناک مقام آ جائے تو بالکل اسے عبور کرنے کی کوشش نہ کریں اور وہیں سے واپس آ جائیں۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے ———" مرزا صاحب بولے "جس کی مرضی ہو وہ چلے باقی لوگ یہاں آرام کریں ———"

"ہاں آں ———" غلام کو شائد کچھ یاد آ گیا "وحید پورٹر آپ کے ساتھ جائے گا صاحب ——— وہ بیس کیمپ کا راستہ جانتا ہے ———"

"تو کل صبح ناشتے کے بعد کے ٹو کی جانب روانگی ——— جہاں تک جا سکے وہاں تک اور پھر واپسی ———"

غلام کھانا سرو کرنے لگا ——— کہتے ہیں بلندی پر بھوک مٹ جاتی ہے لیکن ہمارے ساتھ تجربہ جدا ہوا تھا ——— ہم آگے ہو ہو کر دیکھتے تھے کہ کہیں سالن ختم تو نہیں ہو گیا ——— روٹیاں ابھی ہیں یا غلام کو کہیں کہ ابھی سے دوبارہ آٹا گوندھنا شروع کر دے۔ کھانے کے بعد مکسڈ فروٹ کی سویٹ ڈش سامنے آئی۔ سامنے آئی اور غائب ہو گئی۔

پھر کافی اور بہت گرم کافی اور اس کی تیز بھاپ اور گاڑھی مہک۔

"چوہدری صاحب ———"

"جناب خان صاحب ———"

"اب میں پوری ٹیم کی جانب سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں ———" ڈاکٹر صاحب پتہ نہیں کیوں قدرے سنجیدہ نظر آنے لگے۔

"جی فرمایئے ———"

"واپسی کے بارے میں ٹیم کو ذرا تشویش ہے ——— آپ تو رکشے پر بیٹھ کر چلے جائیں گے ہم کیا کریں گے؟"

یہ رکشا کیا تھا؟

اس نے کہاں سے آنا تھا ـــــ
اور اس پر بیٹھ کر میں نے کہاں چلے جانا تھا ـــــ
یہ وہ مقام ہے جہاں مجھے ان سوالوں کے پس منظر کے بارے میں آپ سے
ـــــ یعنی پڑھنے والے سے کچھ کہنا ہے ـــــ

جن دنوں کنکورڈیا مہم کی منصوبہ بندی جاری تھی میں نے ٹیم کے تمام ممبران کی خدمت میں بصد ادب گزارش کی تھی کہ یہ بندۂ ناچیز حقیر پُرتقصیر چونکہ آپ سب سے برسوں سینئر ہے اور عناصر میں اعتدال کہاں ہے اور قویٰ مضمحل ہو رہے ہیں اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو یہ بندہ کنکورڈیا سے واپسی کے لئے اپنی شہرت کا جائز اور ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اور تگ و دو کر کے اگر ممکن ہو سکے تو ـــــ ہیلی کاپٹر پر سکردو واپس آ جائے ---- اگرچہ امید کم ہے لیکن آپ اجازت دے دیں تو کوشش میں کیا حرج ہے ـــــ میری اس گزارش پر تمام ممبران نے فرداً فرداً آنکھوں میں آنسو بھر کر گلوگیر ہو کر یہ کہا تھا کہ تارڑ صاحب ہم کوئی بیوقوف ہیں جو اعتراض کریں۔ اگر آپ ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس آ جائیں تو ہمیں بے پناہ خوشی ہو گی بلکہ ہم شادیانے وغیرہ بجائیں گے ـــــ نزدیک ترین چوٹی پر چڑھ کر ـــــ جی ہاں مسرت کے شادیانے ـــــ آپ کوشش کریں۔

چنانچہ سکردو میں ـــــ گورے میں ـــــ یہاں کنکورڈیا میں ـــــ میں نے ادھر ادھر فون پر ـــــ زبانی کلامی ـــــ کنڈیاں پھینکی تھیں کہ ـــــ میں قوم کا سرمایہ ہوں ـــــ مجھے کنکورڈیا سے نکال لیجئے گا ورنہ یہ سرمایہ وہیں منجمد ہو جائے گا ـــــ ابھی تک تو ردعمل کچھ اسی قسم کا تھا کہ ٹھیک ہے جس قسم کے سرمائے آپ ہیں یہ منجمد ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔ کنکورڈیا کے راستے میں ہر منزل پر ... ہر صبح ـــــ ہر شام ـــــ پوری ٹیم مجھے یقین دلاتی کہ اگر میں ہیلی کاپٹر پر واپس آ جاتا ہوں تو وہ بالکل مائنڈ نہیں کریں گے بلکہ جونہی بالتورو کے اوپر کسی ہیلی کاپٹر کی ٹھک ٹھک سنائی دیتی تو ٹیم خیموں میں سے نکل کر نعرے لگانے لگتی کہ وہ گیا تارڑ صاحب کا رکشا ـــــ تارڑ صاحب کا رکشا ـــــ جی ہاں کے ٹو کا رکشہ تو میں نے اس لئے لکھا تھا کہ میں یہ راز افشا نہیں کرنا چاہتا تھا ـــــ

تو آج کنکورڈیا میں ہماری پہلی رات تھی اور کچن ٹینٹ کی آسودگی میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے پوری ٹیم کی تشویش سے آگاہ کیا تھا کہ اگر میں رکشے پر بیٹھ کر چلا جاتا ہوں تو پھر وہ کیا کریں گے ـــــ

"خان صاحب ابھی تک کوئی امید نظر نہیں آئی ـــــ میں انشاء اللہ آپ ...ب کے ساتھ ہی پیدل مارچ کرتا ہوا سکردو پہنچوں گا ـــــ"

"نہیں جی ـــــ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ آپ کا کوئی بندوبست ہو جائے گا ـــــ جس محبت سے آرمی والے آپ سے ملتے ہیں اس سے ہمیں بہت سارے ...خدشات ہیں ـــــ تو جناب اگر آپ کا بندوبست ہو جاتا ہے تو ہم کیا کریں گے ـــــ"

"آپ ـــــ آپ اسی طرح پورٹرز اور غلام کے ہمراہ بالتورو پر سفر کرتے ...ئے سکردو آ جائیے گا"

"جی نہیں ـــــ ہم آپ کے بغیر سفر نہیں کریں گے ـــــ"

"کیوں؟"

"بس ـــــ آپ کے بغیر ہم بور ہو جائیں گے ـــــ ہم آپ کو ہیلی کاپٹر پر ...ں جانے دیں گے ـــــ یہ پوری ٹیم کا فیصلہ ہے ـــــ"

"اور مائی لیڈر ـــــ" شاہد صاحب کھانے اور مؤدب ہو کر کھانسے "اگر ...پ نے ہیلی کاپٹر پر سوار ہونے کی کوشش کی تو ہم آپ کی ٹانگ کھینچ کر آپ کو ...اتار لیں گے ـــــ یہ بھی پوری ٹیم کا فیصلہ ہے ـــــ"

"یہ تو بڑی کمینگی ہے ـــــ" میں نے غصے سے کہا۔

"نہیں ـــــ چھوٹی کمینگی ہے ـــــ بڑی نہیں ---- ڈاکٹر صاحب اپنی بڑھی داڑھی کو کھجا کر مزے کر رہے تھے "ٹیم کا فیصلہ ہے ـــــ"

"چونکہ ابھی تک کسی طرف سے بھی کوئی اشارہ نہیں ملا اس لئے ٹیم کو ...اللہ میری ٹانگ کھینچنے کا موقع نہیں ملے گا ـــــ ویسے ٹیم ذرا یہ تو بتائے کہ ہر ...پر۔ ہر پڑاؤ میں مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ اگر واپسی کے لئے ہیلی کاپٹر کا ...ست ہو جاتا ہے تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو گا بلکہ مسرتوں کے شادیانے بجائے ...ں گے ـــــ کیا یہ کنکورڈیا کی بلندی کا اثر ہے کہ یہاں پہنچ کر ٹیم فوری طور پر

مکر گئی ہے اور انتہائی ڈھٹائی سے میری —— یعنی لیڈر محترم کی ٹانگ کھینچنے کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"ٹیم دراصل اداس ہو گئی ہے ——" عامر بہت متانت سے بولا۔

"ٹیم کا کوئی بھی ممبر الگ ہو جائے تو وہ ٹیم نہیں رہتی۔ الگ الگ نا... والے مختلف لوگ رہ جاتے ہیں۔ اگر آپ چلے جاتے ہیں تو ہم بھی الگ الگ ہو جائیں گے۔" مرزا صاحب کہہ رہے تھے۔

"اور آپ یہاں کنکورڈیا پہنچ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں؟"

"چوہدری صاحب —— عامر نے درست کہا ہے کہ ہم پہلے تو منزل کی جانب سفر میں تھے اور خواہش یہی تھی کہ کنکورڈیا ہماری آنکھوں کے ... آجائے۔ اور جب اسے دیکھ لیا تو یکدم واپسی کی اداسی شروع ہو گئی ... اس واپسی میں اگر آپ ساتھ نہیں ہوں گے تو ہم بہت بکھرے ہوئے سے اور دل ... چلیں گے اور ہمارے اندر دراڑوں اور کھائیوں کا خوف زیادہ ہو گا ——"

باہر برفیلی شام میں کسی نے پکارا۔

غلام نے نیلی ترپال اٹھا کر باہر دیکھا اور کسی کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

نیلی ڈینم جیکٹ اور پیلی پی کیپ اور سنہری مونچھوں والا ایک دراز قامت نوجوان جھکتا ہوا اندر آگیا۔ ہم نے ادھر ادھر کھسک کر اس کے لئے جگہ بنائی اور وہ اطمینان سے بیٹھ گیا —— پھر اس نے ہم سب کی طرف دیکھا اور میری طرف ہاتھ بڑھا دیا "میرا نام کیپٹن اقبال نیازی ہے —— میں اپنے ساتھیوں سمیت ا... اے پوسٹنگ پر اوپر جا رہا ہوں —— سگنل کے جوان سے آپ کی آمد کا پتہ چلا تو ملنے چلا آیا ——"

میں نے اس سفید رنگت اور نیلی آنکھوں والے نیازی کو دیکھا جو اوپر جا رہا تھا۔

کیا وہ اپنے دو ماہ پورے کرنے کے بعد نیچے آئے گا —— یا اسے نیچے لا... جائے گا —— اس بلند پوسٹ پر جو نوجوان پوسٹنگ پر جاتے تھے ان کی واپسی ا... امکان زیادہ نہیں ہوتا تھا ——

دنیا کے بلند ترین محاذ پر دو قومیں برف اور اپنی انا سے جنگ کر رہی تھیں۔

ایک بیوقوف نے یہ جنگ شروع کی تھی اور دوسرے کو بھی اس بیوقوفی میں مجبوراً شامل ہونا پڑا تھا۔

ایک بار اتفاقاً مصور سعید اختر کے ہمراہ اس وقت کے کمانڈر انچیف جنرل مرزا اسلم بیگ سے ملاقات ہو گئی ——

"تارڑ صاحب آپ کو سیاچن جانا چاہئے —— ہم بندوبست کر دیں گے —— آپ جا کر دیکھیں کہ ہمارے جوان کن حالات میں دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں —— اور واپسی پر سیاچن کی روداد تحریر کیجئے ——"

"مجھے یہ جنگ اچھی نہیں لگتی سر —— میں جو کچھ لکھوں گا شائد وہ آپ کو اچھا نہ لگے ...."

"نہیں —— آپ جو کچھ بھی لکھیں گے ہمیں اچھا لگے گا ——" جنرل صاحب کی مسکراہٹ بے حد دھیمی تھی۔

لیکن میں جانتا تھا کہ میں جو کچھ لکھتا وہ بہت سارے لوگوں کو اچھا نہ لگتا —— شائد میری حب الوطنی پر شک کیا جاتا —— اگر ہندوستان نے چپ چاپ ...رے بلند علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا تو یہ کس کی بھول تھی؟ —— میری تو نہیں تھی —— ان بیٹوں اور جوانوں کی بھی نہیں تھی جو برف اور بلندی سے لڑتے ہوئے ...ج ہو جاتے ہیں یا گلیشیئرز میں دب جاتے ہیں —— ان کی بھی نہیں جو کہتے تھے سیاچن ویران علاقہ ہے وہاں تو گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں اگتا ——؟

کنکورڈیا سے واپسی پر لاہور میں ایڈونچر ٹورازم کے حوالے سے پاکتا... ...رنس منعقد ہوئی —— ایک ڈنر کے دوران کے ٹو پر قدم رکھنے والا پہلا پاکستانی ...ت امان مجھے ایک طرف لے گیا "تارڑ صاحب —— آپ اس مضبوط جسم کے ...بالوں والے شخص کو دیکھ رہے ہیں —— یہ نریندر کمار ہے —— ہندوستان کا ...ور کوہ پیما ہے —— یہ دو ماہ تک سیاچن کے علاقے میں گھومتا تھا —— نقشے بنائے ... اور پھر ہندوستانی فوج انہی نقشوں کی مدد سے سیاچن میں آئی تھی —— کہا جاتا ... کہ آپریشن کے دوران یہ شخص انڈین آرمی کے ہیڈکوارٹر میں موجود تھا ——

اسے پورا ہندوستان سیاچین کے حوالے سے جانتا ہے اور ہیرو مانتا ہے
جس کا آدمی ہے——"

"تو پھر یہ یہاں ——پاکستان میں کیا کر رہا ہے——"

اشرف نے کندھے سکیڑ دیئے۔

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں——"

نریندر کمار ساٹھ کے لگ بھگ تھا اور اس کی نظروں میں میرے لئے
ہی شک تھا۔

"میں نے کوہ پیمائی پر کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کو بھجواؤں گا——
ساتھ بے شک پنجابی میں بات کریں میں جہلم کا رہنے والا ہوں اور ابتدائی
ایک مولوی صاحب سے حاصل کی تھی——"

کانفرنس کے بعد مندوبین کو ایئرسفاری پر لے جایا گیا——
پی آئی اے کا بوئنگ بہت آہستگی سے کم رفتار پر اڑان کرتا ہے——
پربت - راکاپوشی - براڈپیک اور کے ٹو——کے ٹو کے گرد چکر لگاتا ہے - میں نے
ایئر سفاری کے دوران پائیو - ٹرانگوٹاورز - ارووکس اور کنکورڈیا کو سپاٹ کیا۔
برالڈو کو محسوس کیا۔ اور اوپر سے بالتورو اور سیاچین بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اور اس ایئر سفاری پر نریندر کمار کو بھی لے جایا گیا——کرنل (ریٹائرڈ)
نریندر کمار——اس نے جو کچھ زمین پر دیکھ کر رپورٹیں مرتب کی تھیں اب اسے
ایئر سے بھی دکھا دیا گیا——تو یہ کس کی بھول تھی؟

میری تو نہیں تھی——

اس نیلی آنکھوں والے نیازی کی بھی نہیں تھی جو کنکورڈیا کی برف زدہ شام
میں ہمارے کچن ٹینٹ میں داخل ہوا تھا۔

کنکورڈیا کی رات——

کنکورڈیا کی بلندی——

اس رات اور اس بلندی نے مجھ پر مہربانی—— اس نے گورے کی طرح

زندہ درگور کرنے کی کوشش نہیں کی۔

برفیلی ٹھنڈک قابل برداشت تھی۔

اگرچہ میں ایک سرد خانے میں تھا لیکن سانس دشواری سے ہی سہی——
سکتا تھا---- ایک اور سرد خانہ میرے وہم اور گمان اور پلکوں میں سے گم ہوتی
میں تھا——کسی ہسپتال کا مردہ خانہ——ایک سردخانہ جس میں ایک بوڑھے
کی لاش دھری تھی اور اسے اپنے بیٹے کا انتظار تھا۔

یہ سرد خانہ بہت دور اطالیہ میں تھا۔ روم کے کسی ہسپتال میں تھا---- جہاں
تھا---- اور بیٹا یہاں تھا——کنکورڈیا کے سرد خانے میں——
ان دونوں کا ملاپ کیونکر ہو گا۔

رات آرمی پوسٹ کے فون پر سکردو سے اطلاع آئی تھی——ایک
ی کوہ پیما جو اس وقت کے ٹو بیس کیمپ میں اپنی مہم کے ساتھ تھا——اس
الد کا انتقال ہو گیا تھا——روم میں——والد نے مرتے ہوئے کہا تھا کہ
بیٹے کو اطلاع کر دو——وہ مجھے آ کر دفن کرے——یہ میری آخری
ا ہے۔

کوہ پیما کو اطلاع کر دی گئی تھی۔

وہ صبح کنکورڈیا آ رہا تھا——اور اس کی درخواست پر ایک ہیلی کاپٹر اسے
لئے کنکورڈیا آئے گا——

روم کے سرد خانے میں باپ منتظر ہے——

کنکورڈیا کے سرد خانے میں بیٹا منتظر ہو گا——ہیلی کاپٹر کی آواز کا——کل

ہمالیہ کے اندر ایک روایت ہے——

ایک بلند اور مقدس پہاڑ کے بارے میں——

تمہاری موت کیسے ہو گی——تم کیسے اپنے آخری سفر پر جاؤ گے——تم
کو ایسے دیکھتے ہو جیسے ایک خواب میں دیکھ رہے ہو——ہمالیہ کے اندر۔

کے ٹو کی برفوں میں دنیا کے بہترین کوہ پیما اور پورٹر دفن ہیں——برف
تو وہ نظر آ جاتے ہیں——

ان میں لشکر خان کا قصہ بہت مشہور ہے اور میں یہ قصہ بیان کر چکا ہوں۔
صرف اس کا چہرہ ترپال سے باہر ہے۔
اس کی موت کو چودہ برس ہو چکے۔
اب بھی کسی نہ کسی کوہ پیما کو لشکر خان نظر آ جاتا ہے۔
صرف اس کا چہرہ اب قدرے سیاہی مائل ہے——
کرٹ ڈمبرگر جس نے نانگاپربت کو پہلی بار سر کرنے والے جرمن ہرمن بوہل کے ہمراہ براڈپیک کو سر کیا تھا——اس کی عزیز ترین ساتھی کوہ پیما جولی ... کی کسی ڈھلوان پر شائد ابھی تک نصب خیمے میں مردہ اور منجمد پڑی ہے——اور ... آج تک ڈمبرگر کو معاف نہیں کر سکے——وہ اسے بیماری کی حالت میں چھوڑ ... نیچے کیوں آ گیا تھا ---- درجنوں بلکہ سینکڑوں لوگ شاہ گوری کی سرد آغوش میں منجمد ہیں۔

پچھلی شب کیپٹن نیازی نے بتایا تھا کہ 1954ء میں گم ہو جانے والے ایک ... کوہ پیما کی لاش کل صبح نظر آئی ہے اور اسے نیچے لانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں——

نیچے بیس کیمپ کے نواح میں "گلکی میموریل" ہے——یہ کے ٹو کا قبرستان ہے——چٹان پر تام چینی اور سلور کی تھالیاں کیلوں سے ٹھونک دی گئی ہیں۔ ان ... پر مرنے والوں کے نام ہیں۔ اور مرنے والے چٹانوں کے نیچے دراڑوں میں ...
——کے ٹو پر مرنے والوں میں ایک نام امریکی سمولچ کا بھی ہے——

اور ہماری ایک مختصر ملاقات تھی——

جان سمولچ نے کوہ پیمائی کے سامان سے بھرا ہوا کارڈ بورڈ کا ایک بو... نائلون کی مضبوط ڈوری سے باندھا اور مسکرا کے کہنے لگا——"مجھے بتاؤ کیا ... بھی مشہور ہو جاؤں گا؟"

"جان تم تو یوں بھی مشہور ہو——" میں نے بھی مسکرا کر کہا تھا" جو ... ماؤنٹ ایورسٹ اور ترچ میر کی کوہ پیمائی پر جا چکا ہو۔ تقریباً نوے کوہ پیما ٹیموں ... ہمراہ گائڈ کے طور پر گیا ہوا سے شہرت کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں نہیں مجھے شہرت کی ضرورت ہے——" وہ شرارت سے کہنے لگا ... اب تم جلدی سے ان تعلقات کا فائدہ اٹھاؤ جو تمہارے ٹیلی ویژن والوں کے ... ہیں اور میرا اور میری پوری ٹیم کا انٹرویو کرواؤ تاکہ میں بھی مشہور ہو جاؤں ...

مجھے معلوم تھا کہ اسے شہرت کی رتی بھر پرواہ نہیں ہے——شہرت کا پیچھا ...نے والے اکثر بزدل ہوتے ہیں اور خطرات کی بو سونگھتے ہی راستہ بدل لیتے ہیں ...—اور جان تو خطرے کا راستہ تلاش کر کے اس پر چلنے کو آیا تھا۔
جان ایک ایسا نوجوان امریکی تھا جس کا چہرہ ایک سکول بوائے کی معصومیت ... ہوئے تھا ---- آپ جان ہی نہیں سکتے تھے کہ وہ ایک ایسی امریکی کوہ پیما ٹیم کا ... ہے جو "ساؤتھ ریلر" کی جانب سے کے ٹو پر چڑھنے کے لئے آئی ہے۔ " ... ریلر" کے راستے کو میسنر نے "جادوئی راستے" کا نام دیا تھا اور جان سمولچ ... جادوئی راستے پر جانے کے لئے سامان باندھ رہا تھا اور میں اسے حسرت سے ... رہا تھا۔

ہم سب راولپنڈی کے ہوٹل فلیش مین کے ایک ایسے کمرے میں تھے جس ... کوہ پیمائی کے سامان کے انبار چھت تک جاتے تھے——اور ہم کون تھے؟ جان ... اور اس کی مہم کے چند ممبر۔ میرا چھوٹا بھائی میجر مبشر حسین تارڑ جو ان کے ... لیزاں آفیسر کے طور پر جا رہا تھا اور نور حیات——جسے میں پانچ روز پیشتر ... ل میں ملا تھا ---- رخصت ہوتے ہوئے میں نے جان سے ہاتھ ملایا "بہرحال ... یمبی تمہارے ساتھ ہو۔ میرے بھائی کا خیال رکھنا——"
میں اس سے حسد کر رہا تھا کیونکہ وہ کنکورڈیا جا رہا تھا اور میں لاہور کی ... ؤں میں واپس جا رہا تھا۔
... کے ٹو کے بیس کیمپ پر پہنچنے کے بعد مبشر باقاعدگی سے خط بھجواتا رہا۔ 23 ... تحریر کردہ خط مجھے بے حد تاخیر سے ملا۔
"پیارے بھائی جان ---- امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں یہاں ... یک ٹھاک ہوں——یہاں خاصی رونق ہو گئی ہے۔ کچھ فاصلے پر ایک جاپانی

اور ایک اطالوی ٹیم کیمپ کر رہی ہے۔ موسم بے حد خراب تھا۔ مسلسل برف
باری ہوتی رہی ہے۔ اب موسم بہتر ہو چکا ہے ــــ پرسوں یعنی 21 جون کو کیمپ
ایک اور دو کے درمیان ہماری مہم کا لیڈر جان سمولچ اور ایک اور ممبر برف
تودہ گرنے سے ہلاک ہو گئے ---- مہم ترک کر دی گئی ہے ــــ ہم سب واپس
رہے ہیں ــــ آپ کا ــــ مشرا!"

مشرا واپس آیا تو اس کے پاس ایک ٹیپ تھی جس میں دونوں کوہ پیماؤں کی
تلاش کرنے والے ساتھیوں کی گفتگو تھی ــــ حیرت ہے کہ برف کا جو عظیم تودہ
ان پر گرا وہ کئی برسوں سے معلق تھا ــــ اور عین اس وقت گرا جب یہ دونوں
اس کے نیچے سے گزر رہے تھے ---- " ہاں ہاں ہم برف میں ایک ہاتھ دیکھ رہے
ہیں ---- جیسے وہ باہر آنے کی جستجو میں ہو ---- برف لوہے کی طرح سخت ہو چکی ہے
ہم لاش کو کھود کر نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں ــــ"

لاش ایک سٹریچر پر باندھ کر نیچے لائی جا رہی ہے ــــ ایک تصویر۔
گلکی میموریل کی ایک وراڑ میں اتارا جا رہا ہے ــــ دوسری تصویر۔ مہم واپس جا
رہی ہے ــــ تیسری تصویر۔

اور کنکورڈیا کی پہلی رات میں میرا وہم میرا گمان موت کی طرف کیوں جا رہا
تھا ---- اس فون کال کی وجہ سے جو روم کے کسی سرد خانے سے سکردو کے راستے
کنکورڈیا تک آئی تھی۔

ہر شخص موت کی خبر سن کر اپنی موت کی وحشت سے خوفزدہ ہوتا ہے۔

ہر شخص کسی دوسرے کے عزیز کی موت کی خبر سنتا ہے تو اسے اپنے عزیز یاد
آتے ہیں ---- میرے والد بھی بیمار تھے اور میں ان کے لئے فکر کرتا تھا۔

اسی لئے میرا دھیان موت کی طرف جاتا تھا ــــ لیکن بالآخر اس سرد
خانے میں بھی نیند غالب آ گئی ــــ اور نیند میں بھی ایک خیال مسلسل دستک دیتا
رہا کہ وہاں میدانوں میں تو وہ صورتیں ــــ سب کہاں ــــ کچھ صورتیں
لالہ و گل میں نمایاں ہو جاتی ہیں لیکن یہاں ــــ کنکورڈیا کی برفوں میں وہ صورتیں
ــــ سب کہاں ــــ کچھ صورتیں کیسے اور کیونکر نمایاں ہوتی ہوں گی ــــ

"شاہ گوری پر شاندار سورج طلوع ہو رہا ہے"

"شاندار سورج طلوع ہو رہا ہے۔
شاندار سورج آہستہ آہستہ ابھر رہا ہے ــــ
ایک شاندار دن کا سورج
پانچ رنگوں میں ــــ
خدا کرے کچھ نہ بدلے
خدا کرے قسمت ساتھ دے
خدا کرے کچھ نہ بدلے
خدا کرے آج ہر طرف شگوفے کھلیں ــــ"

(ایک قدیم تبتی نظم)

میں دنیا کی تنہا ترین جگہ سے خوشی لینے کے لئے آیا تھا۔

میں نے کروٹ بدلی، چہرے پر سے سلیپنگ بیگ سرکایا اور آنکھیں کھول دیں۔
خیمے کے کپڑے پر سویر کی بجھی بجھی سفیدی تھی اور باہر رات کی طرح
کی تھی ---- بجھی ہوئی سفیدی کا رنگ بہت ٹھہراؤ سے نکھرنے لگا ــــ
میں نے سلیپنگ بیگ کی سرخ کینچلی اتاری اور زپیں کھول کر خیمے کا پردہ ہٹایا۔
پتھروں سے پرے برف کے تودے۔ ان سے پرے بھورا گلیشئر اور
گلیشئر میں سے بلند ہوتا ہوا براڈ پیک کا عظیم قلعہ نما حجم ــــ پتھروں اور
ایک عالی شان ڈھیر ــــ

براڈ پیک کے دائیں شانے کے اوپر آسمان کا جو حصہ تھا وہ شفاف تھا اور اس پر ہلکی سی سرخی تھی ---- چین میں کہیں سورج طلوع ہو رہا تھا اور اس کی سرخی آنے والی روشنی کا پتہ دیتی تھی —— آسمان صاف ہے —— میرا دل تھوڑی دیر کے لئے رکا —— کیا کے ٹو بھی براڈ پیک کی طرح صاف نظر آ رہا ہو گا —— میں نے جلدی سے ڈاؤن جیکٹ پہنی' ملک صاحب کے عطا کردہ مٹان دستانے ہاتھوں پر چڑھائے اور جھک کر خیمے میں سے باہر آ گیا۔

خیمے کے اندرون کی نسبت باہر سردی تھی اور بہت زیادہ سردی تھی۔

ابھی سب کچھ صاف سجھائی نہیں دیتا تھا —— کنکورڈیا میں سویر کی نیلاہٹ بہت اطمینان سے اتر رہی تھی —— صرف ایک جگہ مکمل دھوپ تھی ... گوری کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک کی ایک سفید پٹی پر جو یہاں سے دکھائی دیتی تھی ——

کسی بادل کا شائبہ تک نہ تھا —— آسمان کورا تھا' صاف تھا اور گہرا نیلا تھا۔ کے ٹو جتنا بھی دکھائی دے رہا تھا صاف اور ان فوکس تصویر دکھائی دے رہا تھا ---- میں فوری طور پر ہوشیار ہو گیا —— جیسے میں نے فیئری میڈو کے جنگل میں ایک لمبی رنگین دم والے مرغ زریں کو دیکھ لیا ہو جو ذرا سی آہٹ پر اڑ جاتا ہے —— جو میرے سانس لینے پر بھی غائب ہو جائے گا —— میں دبے پاؤں خیمے کی طرف گیا جھکا جھکا اور بے حد احتیاط سے اپنے کیمرے نکالے —— ایک نظر مڑ کر دیکھا —— کے ٹو کا مرغ سفید ابھی تک وہیں براجمان تھا ----

میں پتھروں پر سنبھل کر چلتا ہوا بالتورو کے اختتام پر جو خیمہ بستی تھی وہاں تک گیا —— صرف ایک غیر ملکی ٹریکر جس کے بال بہت لمبے اور سنہری تھے بالکل میری طرح بہت احتیاط سے اور مؤدب ہو کر کے ٹو کی تصویریں اتار رہا تھا —— اس کا بس چلتا تو وہ کیمرے کی کلک کی آواز بھی گھونٹ دیتا —— اس نے مجھے دیکھ کر صرف مسکرانے پر اکتفا کیا ---- جیسے کہتا ہو کہ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی اتنی بڑی ہے کہ میں تمہیں اس میں شریک کر سکتا ہوں —— آؤ اور اسے اس کے روپ میں دیکھو جو آج تک کسی کے نصیب میں نہیں آیا ——

شاہ گوری میرے سامنے تھی ——

ایسے کہ پورے کنکورڈیا اور گاڈون آسٹن گلیشیئر پر تو ابھی نیم تاریکی تھی —— اور شاہ گوری دھوپ میں تھی ——

سردی زیادہ ہو رہی تھی اور میرے منہ سے بھاپ نکلتی تھی —— یوں بھی میرا منہ زیادہ کھلا تھا —— حیرت سے!

انسان کا اور پہاڑ کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟

اسے سب سے بڑی سچائی کی جستجو ہمیشہ بلندیوں کی جانب کیوں لے کر جاتی ہے ——

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بلند مقام پر جا کر طلوع آفتاب کو دیکھ کر اسے اپنا رب خیال کیا —— حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہ طور اور دس خدائی احکام جو طور کے پتھروں پر نقش ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشہور "سرمن آن دے ماؤنٹ" ایک بلند جگہ پر ——

اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بلندی پر غار حرا —— اور اس غار کے پتھر کیسے نصیب والے تھے کہ ان پر جبرئیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس پھیلا —— کیسے نصیب والے تھے ——

شاہ گوری کا بلند اور سفید اہرام نیلے آسمان کے پس منظر میں میرے قریب آتا جاتا تھا ---- اسے خاص طور پر چین سے آنے والی دھوپ سے روشن کیا گیا ——

شاہ گوری —— او گوری!

میں نے اسی شاہ گوری کو پچھلی شب خواب میں دیکھا تھا ——

ہمالیہ کے اندر کہیں ایک بلند اور مقدس پہاڑ ہے ——

اور وہ پہاڑ میرے سامنے ہے ——

تم اپنے آپ کو ایسے دیکھتے ہو جیسے ایک خواب میں دیکھ رہے ہو —— ہمالیہ کے اندر ----

کنکورڈیا میں سفیدی اتر رہی ہے۔ گلیشیئر پر نصب خیموں کے رنگ واضح

ہو رہے ہیں —— اور یہ ایک خواب ہے جو میں نے پچھلی شب دیکھا تھا — یہ ملکی ٹریکر تصویریں اتار کر اپنے خیمے میں واپس جا چکا ہے اور اب میں شاہ گوری کے ساتھ تنہا ہوں —— اس عظیم برفانی تھیٹر میں ——

سر سے پاؤں تک دھوپ میں شاہ گوری ایک ہیرے کی طرح لشکارے مار رہی ہے بلکہ ایک ہیر کی طرح ——

چینی اسے کوگیر QOGIR کہتے ہیں ——

مقامی لوگ اسے شاہ گوری یعنی "بڑا پہاڑ" کہتے تھے۔

پھر منٹگمری نے قراقرم کی چوٹیوں کے نام رکھتے ہوئے اسے کے ٹو کہا

اسے ماؤنٹ گاڈون آسٹن بھی کہا گیا ——

ینگ ہس بینڈ نے لکھا کہ —— ہم حیرت سے یہ سوچتے ہیں کہ اتنی بلند چوٹی کا نام کیوں نہ رکھا گیا۔ اور اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اتنی بلند ہونے کے باوجود یہ کسی بھی آباد مقام سے دکھائی ہی نہیں دیتی۔ یہ ایک دور افتادہ پہاڑی سلسلے میں روپوش ہے اور ایسی چوٹیوں کے درمیان میں ہے جو اتنی ہی عظیم الشان ہیں۔ کے ٹو کے آس پاس کم از کم چھ دن کی مسافت پر —— کوئی گاؤں نہیں —— یہ ایک ایسا پہاڑ تھا جو میرے گمان سے بھی کہیں زیادہ بلند تھا اور میں اس سے چند میل کے فاصلے پر تھا چنانچہ اس کی پوری بلندی دیکھ رہا تھا ——

ینگ ہس بینڈ چونکہ درہ مستاگ کے راستے بالتورو پر اترا تھا اس لئے عین ممکن ہے کہ اس نے یہیں سے جس مقام پر میں کھڑا تھا کے ٹو پہلی بار دیکھا ——

کرٹ ڈمبرگر کہتا ہے —— کچھ زاویوں سے دیکھا جائے تو کے ٹو کے خدوخال ایک تکون کی طرح لگتے ہیں —— جیسے ایک ہیرے کی طرح اسے کمال فن سے تراشا گیا —— شائد اسے ہمالیہ کا کوہ نور کہنا زیادہ مناسب ہو گا —— یعنی روشنی کا پہاڑ —— اور کوہ نور ہیرے کی طرح یہ پہاڑ خوش نصیبی اور بد قسمتی کا امتزاج رہا ہے ——

ایک روایت میں شاہ گوری کو زمین اور آسمان کے درمیان پل قرار دیا گیا —— گریٹ کرسٹل —— جو دیکھنے والے پر سحر طاری کر دیتا ہے ——

پہاڑوں کا پہاڑ ——

اس کی چوٹی پر پہلی مرتبہ اطالوی کوہ پیما کمپاگنونی اور لیچے ڈیلی پہنچے۔

اسے سر کرنے والی پہلی خاتون پولینڈ کی کوہ پیما وانڈا ہے ——

وانڈا دنیائے کوہ پیمائی کا ایک حیرت انگیز کردار تھا ——

جولیزاں آفیسر اس کے ہمراہ پہاڑوں کے اندر تک جاتے وہ اس کے بارے میں عجیب جنسی کہانیاں بیان کرتے۔

اسلام آباد کے فٹ پاتھ پر سے میں نے جم کران کی کتاب "کے ٹو ٹرائمف اینڈ ٹریجڈی" خریدی۔ اس کتاب میں اس موسم گرما کا قصہ تھا جب کے ٹو تک پہنچنے کی کوشش میں اٹھارہ کوہ پیما ہلاک ہوئے اور اسی موسم گرما میں وانڈا نے شاہ گوری کی چوٹی پر قدم رکھا --- ایک روز میں نے اس کتاب کے پہلے صفحوں پر لکھی ہوئی عبارت کو غور سے پڑھا —— اس پر وانڈا کے دستخط تھے۔ اس نے یہ کتاب کسی دوست کو تحفے میں دی اور دوست نے اسے ردی میں فروخت کر ڈالا۔

میں ابھی یہ کتاب پڑھ رہا تھا کہ وانڈا کی موت کی خبر آ گئی —— وہ ہمالیہ کی ایک چوٹی سے نیچے آ رہی تھی —— اور بالآخر عمر اور بدن نے اس کا ساتھ چھوڑا اور نڈھال ہو کر وہیں رہ گئی —— جیسے ملاح سمندر میں دفن ہوتا ہے ایسے کوہ پیما کے لئے برف کی قبر ہوتی ہے ——

1977ء میں شاہ گوری پر پہلے پاکستانی نے قدم رکھا —— اشرف امان۔

اشرف امان ایک بہت باتیں کرنے والا۔ بہت خواب دیکھنے والا سادھو قسم کا شخص ہے۔ اس کے ہمراہ آپ بڑے اطمینان سے کسی برفانی دراڑ میں گر سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو بھول کر آپ کے لئے فکر مند ہو گا اور پہلے آپ کو باہر نکالے گا —— شرط صرف یہ ہے کہ وہ دراڑ میں گر کر آپ کے ساتھ پہاڑوں۔ تبت کے بھکشوؤں اور مشہور کوہ پیماؤں کے بارے میں باتیں نہ شروع کر دے۔ آپ منجمد ہو جائیں گے اور وہ گفتگو جاری رکھے گا ——

"پرانا سوال ہے —— ہر ایک نے پوچھا ہو گا ——" میں نے اشرف سے کہا تھا "میں بھی پوچھوں گا کہ دنیا کی بلند ترین چوٹی پر جب آپ پہنچے تو کیا محسوس

کیا ——؟"

اس نے کہا —— کے ٹو دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی تو ہے لیکن ایورسٹ سے کتنی کم ہے؟ صرف 256 میٹر —— لیکن ایورسٹ سے کہیں زیادہ مشکل بھی اور پرکشش بھی —— آج بھی ایورسٹ پر ایک وقت میں تیس تیس لوگ چوٹی پر چلے جاتے ہیں —— لیکن کے ٹو پر کئی برس گزر جاتے ہیں اور پھر کوئی ایک دو کوہ پیما کامیاب ہو جاتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ کے ٹو مشکل ہے۔ بہت مشکل ——

جب میں بچہ تھا تو مجھے پہاڑوں پر چڑھنے کا بہت شوق تھا۔ سکول میں جب بھی چھٹیاں ہو جاتیں میں بڑے زوروشور سے پہاڑ پر چڑھنے کی تیاری کرتا۔ اس طرح کرتا گیا۔ وہاں تو بہت ساری چوٹیاں ہیں جس میں چھوٹی بھی اور بڑی بھی اس لئے میں بھی باری باری مختلف چوٹیاں سر کرتا رہتا۔

میں کوہ پیمائی کے لئے مختلف ملکوں کے مختلف لوگوں سے مل جل گیا۔ اور میرے دل میں اور بھی شوق بڑھ گیا اور میرے ذہن میں سب سے بڑی حسرت یہی تھی کہ K-2 چوٹی کو کب اور کس وقت سر کروں۔ آخر کار 1977ء میں جاپان کی کوہ پیما ٹیم اسلوشکائی کی قیادت میں K-2 سر کرنے کی غرض سے پاکستان آ گئی۔ اسی ٹیم میں ایک ممبر کی حیثیت سے میں بھی منسلک ہوا۔ دل کے تمام ارمان ملک اور قوم کے امیدیں لے کر منزل کی طرف چل دیا۔ لیکن یقین جانیئے میرا میرے خدا پاک پر پورا بھروسہ تھا۔ انشاء اللہ میرا خواب کامیاب ہو جائے گا ملک اور قوم کا نام روشن ہو گا۔ ملک و قوم کے ساتھ والد محترم کا نام بلند ہو گا۔ ہمت مرداں مدد خدا بسم اللہ پڑھ کر شروع ہو گیا۔ جوں جوں اوپر چڑھتا تھا اور بھی مزہ آ جاتا اور خوشی محسوس ہوتی تھی شوق بھی آ جاتا K-2 چھ کیمپوں (6 CAMPS) پر مشتمل ہے۔ جس کو ہم نے پانچ دن میں SUMMIT کیا' یعنی 7 اگست 1977ء کو پاکستان کا پرچم K-2 کی چوٹی پر میرے ہاتھوں سے لہرا رہا تھا پہلے شکر الحمدللہ پڑھ لیا۔ میرے دل میں خوشی کی انتہاء ہو گئی رنگ برنگ کا سماں جیسے میرے دامن میں ستارے ایک ہاتھ میں سورج دوسرے ہاتھ میں چاند۔ ویسے بھی میرے ہاتھوں میں ہلال اور ستارہ سے بھرا ہوا پاکستان کا سبز پرچم تھا۔ پرچم پاکستان اور بھی خوبصورت لگ رہا

تھا۔ پرچم کو چوم لیا اور بلند کیا اس وقت میرے خوشی کے لمحات دیکھنے والے تھے۔ ایک عجیب سماں ہے۔ بہرحال میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو اظہار خیال کروں یہ وہی آدمی جانتا ہے جس نے ایسی خوشی دیکھ لیا ہو۔ ایسی منزل پالیا ہو سینہ بھرے خواہشات لے کر اس حد تک پہنچ گیا ہو؟ یوں اللہ پاک نے میرا سوہنا خواب کی تعبیر پورا کیا۔ اور ملک اور قوم کی رنگین امیدیں پوری ہو گئیں۔ اگرچہ میرے ایک پاؤں کی انگلیاں جل گئی تھیں۔"

1981ء میں واسیڈا یونیورسٹی جاپان کی مہم کے ہمراہ نذیر صابر کے ٹو کے بیس کیمپ تک پہنچا ——

اس مہم کے لیڈر ماتسورا نے لکھا —— 6 اگست کو صبح پانچ بجے تین کوہ پیماؤں —— اوتانی —— یاما شیتا اور نذیر پر مشتمل ایک ٹیم کیمپ نمبر پانچ سے روانہ ہوئی —— یہ ٹیم ساؤتھ پلر کے پاس 8540 میٹر کی بلندی تک پہنچ گئی۔ شام چھ بجے انہوں نے رات گزارنے کے لئے برف میں ایک غار کھودی۔ تینوں کوہ پیماؤں نے آکسیجن۔ تیل خوراک اور پانی کے بغیر یہ رات بسر کی۔ چونکہ ان کے پاس سونے کے لئے سلیپنگ بیگ بھی نہیں تھے اس لئے یہ ایک اذیت ناک تجربہ تھا —— اگلی صبح 7 اگست کو جب سورج طلوع ہوا تو ان کے منجمد جسموں کو کچھ گرمی پہنچی۔ انہیں معلوم ہوا کہ وہ ابھی زندہ ہیں اور ان میں چوٹی پر پہنچنے کا جذبہ باقی ہے۔ چار گھنٹوں میں وہ صرف سو میٹر کا فاصلہ طے کر سکے —— یاما شیتا کی ہمت چوٹی سے صرف پچاس میٹر کے فاصلے پر جواب دے گئی۔ اوتانی اور نذیر ساڑھے گیارہ بجے کے ٹو کی چوٹی پر پہنچ گئے ....

نذیر صابر بھورے گھنگریالے بالوں والا ایک خوش لباس اور خوش مزاج شخص ہے —— پاکستان میں واقع پانچ آٹھ ہزار میٹر بلند چوٹیوں میں سے صرف نانگا پربت پر اس کے قدم نہیں پہنچے۔ جاپان اس کے لئے خوش بختی کی علامت ہے اسی لئے شادی بھی اس نے ایک جاپانی خاتون سے کی ——

"پرانا سوال ہے —— ہر ایک نے پوچھا ہو گا ——" میں نے نذیر سے کہا تھا "میں بھی پوچھوں گا کہ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی ——"

اس نے کہا:

"وہ بہت مشکل دن تھا۔ کوئی امید نہ تھی۔ رات ہونے لگی تو ہم نے بہت مشقت سے برف کی ایک غار بنائی اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ چپک کر ایسے بیٹھ گئے جیسے چوزے ہوتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں کے انگوٹھے منجمد ہو رہے ہیں۔ میں نے بوٹ اتارے تو اندر سٹریپ جم چکے تھے — اوتانی ایک موم بتی جلا کر اپنے بدن کے ساتھ لگا لگا کر کچھ حدت حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا — یہ میری زندگی کی طویل ترین رات تھی اور جب براڈپیک کے پیچھے سے سورج کی روشنی دکھائی دی تو یہ زندگی کے پہلے آثار تھے۔ ماشتا نے مجھ سے کہا نذیر آپ تھک گئے ہو آپ یہاں بیٹھو ہم اوپر سے ہو کر آتے ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں انہیں ایک چھوٹی سی گالی دی۔ جاپانی نہیں چاہتے تھے کہ میں چوٹی پر پہنچوں۔ مجھے بہت غصہ آیا اور ان کے جاتے ہی میں نے ہمت کی' بوٹ پہنے اور انہیں جا لیا۔ وہ ابھی صرف سو میٹر دور گئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

اوتانی کہنے لگا "نذیر ہمیں نیچے واپس جانا پڑے گا کیونکہ لیڈر کے ساتھ ٹرانسمٹر پر بات ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ واپس آؤ —"

میں نے کہا "نہیں۔ 79ء میں میں چوٹی سے صرف تین سو میٹر رہ گیا تھا۔ اور مجھے واپس جانا پڑا تھا۔ آج نہیں جاؤں گا —"

لیڈر نے مجھ سے بات کی "تم تھک چکے ہو۔ میں تمہاری جان کا رسک نہیں لے سکتا۔ واپس آ جاؤ"

"نہیں — میں جاؤں گا"

"اگر تم مرگئے نذیر تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا —"

میں نے ٹرانسمٹر برف پر پھینک دیا اور چلا کر کہا "میں یہاں کے ٹو کو فتح کرنے آیا ہوں۔ میں مرجاؤں گا۔ اکیلا واپس نہیں آؤں گا۔"

اوتانی نے کہا "میں بھی آتا ہوں —۔"

یاماشتا ہمت ہار چکا تھا اور برف پر لیٹا ہوا تھا اور ہمیں جاتا دیکھ کر رو رہا تھا۔ ہم دونوں چوٹی کی طرف بڑھنے لگے۔

چوٹی جب دس بارہ فٹ رہ گئی تو میں رک گیا "اوتانی — تم پہلے جاؤ۔"

"نہیں" اوتانی کہنے لگا۔ "یہ پہاڑ تمہارا ہے تم پہلے جاؤ"

"نہیں میں تو تمہاری ٹیم کا مہمان ہوں تمہارا حق ہے چوٹی پر پہلے قدم رکھنے کا" اس نے پھر "نہیں نہیں" کہا۔

ہم چوٹی کے سامنے "پہلے آپ" کا ڈرامہ کر رہے تھے۔

آخر کار ہم نے ایک دوسرے کے بازوؤں میں بازو ڈالے اور اکٹھے قدم اٹھاتے چوٹی پر چڑھ گئے۔

ہم ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔ بے تحاشا رو رہے تھے۔ پھر میں سجدے میں چلا گیا — اوتانی تصویریں اتارنے لگا۔

سجدے سے سر اٹھا کر میں نے اوتانی سے کہا' مجھے صرف ایک منٹ کے لئے تنہا چھوڑ دو — تب میں نے 77ء کے ان دوستوں کو یاد کیا جن کے ساتھ میں نے چوٹی پر آنے کی کوشش کی تھی اور ناکامی پر ان سے وعدہ کیا تھا کہ ہم دوبارہ اکٹھے آئیں گے لیکن وہ اب مرچکے تھے۔ ایک کنکور۔ چین میں ہلاک ہوا۔ دوسرا گشابرم پانچ پر۔ تیسرا ایورسٹ پر۔ چوتھا جاپان میں —

میں نے ان دوستوں کے بارے میں سوچا۔ کاش وہ نہ مرتے اور آج ہمارے ساتھ ہوتے۔ ان کو یاد کرنے سے مجھے روحانی مدد ملی۔ اس ایک منٹ میں میں نے رشتے داروں اور دوستوں کو بھی یاد کیا —

ہم تقریباً 35 منٹ چوٹی پر رہے۔

نیچے بیس کیمپ میں ہماری کامیابی پر پاکستانی پورٹر اور لیزاں افسر نعرے لگا رہے تھے جو ٹرانسمٹر میں مجھے سنائی دے رہے تھے اور میں ان کے جواب میں نعرے لگا رہا تھا — نعرہ حیدری اور میں یا علی کہتا تھا اور ادھر سے پاکستان اور میں پھاڑ پھاڑ کر زندہ باد — زندہ باد کہتا نہ تھکتا تھا۔

ہم نے چوٹی سے نیچے دیکھا۔ یاماشتا ہمیں نظر آ رہا تھا اور ہم اس کے لئے اداس ہوئے کہ وہ سامنے ہے اور یہاں ہمارے ساتھ نہیں آ سکا۔

شاہ گوری اور میں زیادہ دیر تک تنہائی میں نہ رہ سکے۔

کنکورڈیا کے ایک کونے میں سے دھوپ اندر آئی اور پھیلنے لگی۔

سرد ٹھہراؤ میں سلیپنگ بیگز اور خیموں کی زپوں کے اترنے کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔ لوگ جاگ رہے تھے۔

پھر جیسے بارش کے بعد بیر بہوٹیاں نکلتی ہیں ایسے خیموں میں سے سرخ جیکٹوں میں ملبوس کوہ نورد اور کوہ نوردیاں نکلنے لگیں ----

وہ آنکھیں ملتے ہوئے باہر آتے اور شفاف صبح میں سے ایک سفید اہرام ا... اپنے سامنے بلند پاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتیں ـــــ ایک کوہ نوردی ... اپنے بازو فضا میں بلند کئے' ایک گہرا سانس لیا اور پھر سامنے دیکھا اور اس کے بازو جیسے وہیں منجمد ہو گئے ---- آہستہ آہستہ میلہ لگ گیا۔ ایسی شفاف سویر بہت دنوں بعد آئی تھی ـــــ بہت کم لوگ شاہ گوری کو کیمرہ لینز کے بغیر دیکھتے تھے۔ لگتا تھا ہر شخص کی دائیں آنکھ پر پیدائشی طور پر ایک مشین فٹ ہے جو کلک کلک چلتی ہے۔

میں نے ساکت تصاویر تو اتاری تھیں ـــــ لیکن ـــــ یہی وہ صبح تھی جس کے لئے میں نے وڈیو کیمرہ کی بیٹریوں کو سردی سے بچایا تھا سینے سے لگایا تھا اور لاکھوں کے بول سہے تھے۔

میں اپنی خیمہ گاہ کی طرف گیا تو پوری ٹیم "نظارہ" کرنے میں محو تھی۔ میں نے وڈیوکیمرے میں بیٹری فٹ کی تو وہ سب مسکرائے ـــــ ان کے ذہن میں وہ تمام چبھتے ہوئے فقرے آئے جو انہوں نے میری ڈارلنگ بیٹریوں کے بارے میں کہے تھے ـــــ

کنکورڈیا میں دنیا کا بدترین فوٹوگرافر بھی بہترین تصویر اتارتا ہے ـــــ کہیں بھی کسی جانب بھی کیمرے کا رخ کر کے بٹن دبانا ہے اور تصویر میں ایسا منظر ہو گا جو آپ کو حیرت زدہ کر دے گا۔ لاہور واپسی پر جب میں نے پرنٹ نکلوائے تو ان میں ایسی تصاویر تھیں جن کے بارے میں مجھے آج بھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ میری کھینچی ہوئی نہیں ہیں اور یہ منظر تو میں نے دیکھے ہی نہیں' یہ کہاں سے آ گئے ـــــ

ہم سب شاہ گوری کے وسیع نظارے کے لئے بالتورو کے آخر میں آ گئے جہاں سُرخ کے علاوہ اب نیلی بیر بہوٹیاں بھی گھومتی تھیں ـــــ لیکن آج شاہ گوری سب پر حاوی تھی۔ اس کا شفاف حسن ایسے دمکتا تھا کہ کسی نے بھی بیر بہوٹیوں کی طرف ایک نظر بھی نہ دیکھا ـــــ

میں نے سانس روک کر وڈیو کو آنکھ سے لگایا اور بٹن دبا دیا۔

آج ـــــ یہ کتاب ـــــ یہ کے ٹو کہانی لکھتے ہوئے جب میں حوالے کے لئے اور ان موسموں میں سانس لینے کے لئے وہ وڈیو فلم دیکھتا ہوں تو اس کے ایک کونے میں 22 اگست ـــــ چھ بج کر چالیس منٹ لکھا نظر آتا ہے ـــــ

ہماری مہم کے ارکان باری باری سکرین پر نظر آتے ہیں ـــــ مسرت سے بے بس ہوتے ہوئے۔ دمکتے چہرے اور گلیشیرز کی دنیا کی کاٹ دار سردی میں منہ سے بھاپ نکلتی ہوئی ---- پس منظر ایک ہے ـــــ یعنی شاہ گوری ـــــ اور چہرے بدلتے رہتے ہیں۔ اور ان چہروں کا کم سے کم حصہ سرد موسم کے سامنے ہے بقیہ سیاہ چشموں ـــــ اونی ٹوپیوں ـــــ جیکٹوں اور دستانوں میں ملفوف ہے ـــــ

عامر کہہ رہا ہے ـــــ "کوئی تصویر ـــــ کوئی فلم اس جگہ کا گرینجر اور میگنفی سینس ـــــ قید نہیں کر سکتی ـــــ اسے صرف دیکھ کر ہی اس کی عظمت اور شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جہاں کنکورڈیا پہنچ جانے کی خوشی ہے وہاں افسوس بھی ہے کہ سفر ختم ہو گیا ـــــ

میاں صاحب کہتے ہیں کہ ایک خوبصورت اور خطرناک سفر کا بہترین انجام ـــــ ہم ایک نئی دنیا میں پہنچ گئے ہیں

ڈاکٹر عمر کے ٹو کو دیکھ رہے ہیں اور پھر کیمرے کی طرف دیکھتے ہیں ـــــ ون ...نڈ اولی کے ٹو ---- میں پوچھتا ہوں' برا نہیں؟

کہتے ہیں ـــــ بالکل نہیں ـــــ منظر اتنا شاندار ہے کہ آپ اس کے سامنے ...ے بے چارے سے محسوس کرتے ہیں۔ چاروں جانب اتنے بلند اور عالی شان ...ڑ ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی امریکہ یا یورپ میں ہوتا تو وہاں دھوم پڑ ...ی ـــــ

مرزا صاحب ہنستے ہوئے سکرین پر نمودار ہوتے ہیں ـــــ یہاں کے ٹو تک

پہنچنا میری زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد تھا۔ اتنی مشکلوں سے پہنچے ہیں۔ رات کو سردی بہت لگتی ہے۔ اوپر سے اتنی نہیں جتنی نیچے سے لگتی ہے کیونکہ نیچے برف ہے۔ شاہد صاحب کہتے ہیں ـــــ یہاں ایک خوابناک منظر ہے ـــــ سانس لینے میں دقت پیش آ رہی ہے ـــــ اور جو پہاڑ ہے ـــــ یہ ـــــ یہ ----

یہاں شاہد صاحب کے ٹو کا نام بھول گئے ـــــ چنانچہ انہیں لقمہ دیا گیا کہ کے ٹو کے ٹو ـــــ ہاں تو یہ جو پہاڑ ہے کے ٹو یہ ـــــ بہت اچھا پہاڑ ہے۔

میں کیمرہ مرزا صاحب کو تھماتا ہوں اور اپنی "فوٹو" کھنچوانے لگتا ہوں۔

"کیا آپ میرا خوش خوش چہرہ نوٹ کر رہے ہیں ـــــ ٹیلی ویژن کیمرے کے سامنے بات کرنا بہت آسان ہے لیکن یہاں کے ٹو کی رفاقت میں کوئی بھی بارابطہ کرنا بہت مشکل ہے ـــــ ویسے بھی مجھ پر بلندی کا اثر ہو گیا ہے ـــــ"

شائد ڈاکٹر عمر کی آواز پوچھتی ہے ـــــ تارڑ صاحب دوبارہ آنا پسند کریں گے؟

ہاں ـــــ اگر میرے بدن نے تب تک میرا ساتھ دیا تو ـــــ

وڈیو بنانے کے بعد ہم واپس اپنے خیموں کی طرف آتے ہیں جہاں غلام ایک عرصے کے بعد دل کھول کر اپنی لگڑ بگڑ ہنسی ہنستا ہے اور ہمیں یہ ہنسی پہلی بار بے حد پیاری لگتی ہے ـــــ

"ناشتہ تیار صاحب ـــــ"

دھوپ میں حدت کے ذرے زیادہ ہو رہے ہیں۔ ہم دستانے اور ٹوپیاں اتار دیتے ہیں اور ذرا آزاد محسوس کرتے ہیں ـــــ

اردوکس کی جانب سے ایک میکانکی کھٹ کھٹ کی آواز آتی ہے اور قر آتی جاتی ہے ---- ہیلی کاپٹر کا انجن جیسے بالتورو کی برف وادی میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہے ـــــ پہاڑوں کی پسلیوں سے ٹکراتا ایک گونج کے ساتھ ہماری جانب آ ہے ـــــ سب لوگ میری جانب دیکھتے ہیں اور پھر اوپر دیکھتے ہیں ---- پیوما ہیلی ہمارے سروں پر سے گزر کر سیاچین کی طرف کھٹ کھٹ کرتا چلا جاتا ہے۔

نیلی ترپال پتھروں پر بچھی ہے اور اس پر ناشتے کی گرم مہک والے برتن

الگ بھاپ دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر عمر گرم دودھ میں کڑکڑاتے کارن فلیکس پر سے نظریں اٹھا کر غلام کو دیکھتے ہیں ـــــ یار غلام اب تو ٹیونا فش کا ایک ٹن کھول لو ـــــ

ٹیونا فش؟ ـــــ غلام کی لگڑ بگڑ ہنسی ـــــ صاحب ناشتے میں ٹیونا کھائے گا تو یٹ میں گڑ بڑ ہو گا ـــــ لنچ میں کھلائے گا ـــــ پرامس!

ٹھیک ہے لنچ تک انتظار کر لیتے ہیں ـــــ ڈاکٹر عمر اپنے کارن فلیکس پر جھک اتے ہیں ---- موسم کی شفافی بدستور قائم ہے ـــــ

البتہ بادل کی دو تین چھوٹی چھوٹی سفیدیاں نمودار ہو چکی ہیں اور شاہ گوری ا ڈھلوانوں کے ساتھ لگنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

ناشتے کے دوران آئندہ پروگرام پر گفتگو ہوتی ہے ـــــ

میرا خیال ہے کہ ہم ابھی دو تین روز کے لئے ادھر قیام کریں اور روزانہ ں ایک اہم چوٹی کی جانب ٹریک کریں ـــــ

غلام کا کہنا ہے کہ ادھر موسم کا کچھ پتہ نہیں۔ اگر برف باری یا بارش کا ۃ ہو گیا تو بادل اور دھند نیچے آ جاتے ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس ت میں بالتورو پر چلنا بہت خطرناک ہوتا ہے ـــــ اگر کوئی شخص دراڑ میں گرتا تو دوسروں کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کہاں گیا ـــــ

کے ٹو بیس کیمپ تک جانے کا مسئلہ پھر زیر بحث آتا ہے۔

ہر کسی کی خواہش تو ہے کہ شاہ گوری کے دامن کو ہاتھ لگایا جائے لیکن اس اش کے راستے میں جو خطرات ہیں وہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ آج صبح للہ نے بھی یہی کہا تھا کہ رسوں کے بغیر ادھر جانا دانش مندی نہیں ہے۔

ہم نے دیکھا کہ زرد خیموں کا قصبہ جو بالتورو کے کنارے پر کے ٹو کے ہ آباد تھا آہستہ آہستہ زمین بوس ہو رہا ہے بلکہ گلیشیئر بوس ہو رہا ہے ـــــ یہ بھی کنکورڈیا میں ایک رات سے زیادہ رکنے کا خطرہ مول نہیں لے رہے تھے اپس جا رہے تھے۔

شاہد صاحب اپنے مخصوص انداز میں کھانے ـــــ ویسے لیڈر کا کیا خیال

ہے؟

"لیڈر کا یہ خیال ہے کہ ہم دو تین دن اور ادھر ٹھہریں۔ اگر موسم خراب
ہو جائے تو انتظار کریں۔ ہمارے پاس راشن پانی وافر ہے۔"

"نہیں صاحب"—— یکدم غلامی نے انگلی کھڑی کر دی—— "آٹا اور
کا تیل ختم ہو رہا ہے آپ آرمی کیمپ سے کہو تو وہ دے دیں گے——"

"آپ کیوں نہیں کہتے؟"

"ہمیں نہیں دیں گے صاحب—— آپ کو دیں گے۔"

"بہر حال آج تو ٹھہریں گے۔" لیڈر نے فیصلہ دے دیا—— "اور
ناشتے کے بعد ارادہ رکھتا ہوں کہ کے ٹو بیس کیمپ کی جانب سفر اختیار کروں

"مائی لیڈر ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے"—— شاہد صاحب نے مجھے
دیا—— "نہ بیس کیمپ کی طرف جانے دیں گے نہ ہیلی کاپٹر پر جانے دیں گے۔"

"یہ ہیلی کاپٹر بیچ میں سے کہاں آگیا؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"بس اردو کس کی طرف سے آگیا——" شاہد نے کہا----
ابھی تک خدشات وہیں کے وہیں تھے وہ مجھے اپنے آپ میں سے ایک
کاپٹر پر آسمانوں میں بلند ہوتا دیکھتے تھے۔

"چوہدری صاحب کیا آپ واقعی بیس کیمپ کا جانب سفر کا ارادہ رکھتے
ہیں۔"

"ہاں——"

"سنجیدگی سے؟"

"نہیں——"

"تو پھر کس طرح؟"

"میری خواہش ہے کہ ہم خیمے یہیں رہنے دیں اور ہلکے پھلکے سامان کے
کنکورڈیا سے نکل کر شاہ گوری کی طرف چلنے لگیں—— ظاہر ہے یہ ایک دن کا
ہے اور ہم وہاں پہنچ کر واپس نہیں آسکتے۔ اس صورت میں ہم اگر براڈ پیک

بیس کیمپ تک ہو آئیں تو یہ ایک زبردست ٹریک ہو گا—— وہاں—— راستے میں
کہیں بھی اگر کوئی خطرناکی ہوئی تو فوراً واپسی—— کیا خیال ہے؟"

"کوئی حرج نہیں——" ڈاکٹر صاحب نے سر ہلا کر تائید کی "آوٹنگ ہو
جائے گی—— لیکن جہاں پہلی دراڑ ہو گی وہاں سے یہ بندہ تو واپس آجائے گا——"

"میں ادھر ٹھہروں گا صاحب——" غلام بولا "ادھر ٹینٹ ہے اور سارا
سامان ہے——"

"ہم اس سیالکوٹی فوجی بھائی سے درخواست کریں گے کہ ہماری سامان کا
دھیان رکھے—— تم ساتھ چلو——"

"صاحب مشکل ہے——" غلام نے ذرا شرمندہ ہو کر کہا "مجھے تو راستہ
معلوم---- کبھی بیس کیمپ نہیں گیا—— ادھر سے واپس ہوتا ہے——"

"تو پھر ہمیں راستہ کون دکھائے گا؟"

"وحید دکھائے گا——"

"یہ ادھر گیا ہے——"

"کیوں وحید بیس کیمپ گیا ہے؟" غلام نے وحید کو پاس بلا کر پوچھا۔ وحید
سوچ میں پڑ گیا اور پھر بہت سوچ سوچ کر کہنے لگا "میرا خیال ہے گیا ہے——"
اور ہم جان گئے کہ وہ نہیں گیا——

آرمی اگلو کی طرف سے کیپٹن نیازی اور ان کا عملہ چلا آ رہا تھا—— رک
کر ہاتھ ملائے کڑی کمانوں ایسے جوان وہ اس رات پیدا نہیں ہوئے تھے جس رات
ان کی قسمت میں خوف لکھا جاتا ہے—— ان سب نے باری باری ہم سے ہاتھ
ملائے اور گولڈن تھرون کی جانب بالتورو پر اترنے لگے—— کچھ دیر رینگتے ہوئے نظر
آئے اور پھر اس عظیم برف زار کی وسعت میں لاپتہ ہو گئے۔

"کے ٹو بیس کیمپ کی طرف ایک مختصر سفر"

میں سر جھکائے واکنگ سٹک تھامے اپنے براؤن بوٹوں کو دیکھ رہا تھا جو ایک
خاص تواتر کے ساتھ میری نظروں کے سامنے آگے پیچھے ہوتے جاتے تھے اور ان
کے نیچے کبھی بھربھری بجری آتی تھی ---- کبھی سخت برف اور کبھی
منجمد پانی کے تالاب ----

ہم شاہ گوری کو سامنے رکھ کر اس کی جانب چل رہے تھے۔

میرے بوٹوں کی سطح پر ہلکی ہلکی خراشیں تھیں ---- چمڑا چھلا ہوا نظر آتا تھا
---- انہوں نے بالتورو گلیشئر کے پتھروں کو سہا تھا اور میرے پاؤں کے آگے ڈھال
بنے تھے ---- میں یہاں تک نصیب والا رہا تھا ---- میری جسمانی صحت نے مجھے بھی
حیران کر دیا تھا ---- میں بہت ہانپا تھا ---- تھکاوٹ نے مجھے توڑ کے رکھ دیا تھا
سردی سے میں بہت کانپا تھا ---- ہر روز ٹریکنگ کے اختتام پر میرا بدن ٹوٹ
پھوٹ جاتا تھا ---- اس کے ریزوں اور بالتورو کے سنگریزوں میں فرق نہ رہتا تھا
لیکن اگلی صبح یہ ریزہ ریزہ بدن پھر سے جڑ جاتا تھا ---- میرے پاؤں نومولود بچے کی
پیٹھ کی طرح نرم اور نازک اور معصوم رہے تھے انہیں گزند نہ پہنچی تھی ---- میں
اپنی جسمانی فٹ نیس کا تذکرہ کرنے سے گریز کرتا تھا ---- کہیں مجھے نظر نہ لگ
جائے —— بلکہ اکثر عوام الناس کی تسلی کے لئے ---- تھوڑا سا "ہائے ہائے" کرتا
رہتا تھا ——

کنکورڈیا سے نکل کر جب ہم کے ٹو کی جانب چلے اور پہلے پتھروں میں
بہت نیچے گئے ---- پھر ایک ندی کو پھلانگ کر بلند ہوتے ہوئے برفانی ٹیلے پر چڑھے
اور جب دوسری جانب اترے اور کنکورڈیا اس ٹیلے کے پیچھے رہ گیا تو ایک

خاموشی ہو گئی ---- ہم سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا کہ کیا ہوا ہے ——
گلیشئر پر بکھری بجری میں ہم بوٹ جما کر چلتے تھے تو آواز آتی تھی ---- کریچ ——
کریچ رگڑ کی ناگوار آواز —— میں اپنے آپ میں مسکرایا کیونکہ مجھے میمونہ یاد آ گئی
تھی ---- اگر وہ یہاں ہوتی تو کانوں پر ہتھیلیاں رکھ کر کہتی —— نہیں چلو اس
ریت پر نہیں چلو —— وہ ریت پر گھسٹتے ہوئے شوز کی کریچ کریچ سے سخت الرجک
تھی ---- گھر میں کہیں ریت سیمنٹ کا کام ہوتا تو بچوں کے فرش پر چلنے پھرنے پر
پابندی لگ جاتی ---- اور وہ ہمہ وقت کانوں پر ہتھیلیاں جمائے بیٹھی رہتی ---- اس
آواز کے علاوہ گلیشئر کے کناروں پر بہتے پانیوں میں سرسراہٹ ایک تسلسل کے
ساتھ چل رہی تھی ——

اور ہم سب نے ایک دوسرے کی جانب اس لئے بھی دیکھا کہ ہم پہلی بار
کنکورڈیا کی خیمہ بستیوں سے الگ ہو کر اس کے گلیشئرز کی دنیا میں اترے تھے اور
یہ دنیا لمحہ بہ لمحہ ہماری دہشت کی وجہ سے زیادہ خاموش اور زیادہ وسیع ہوتی جا
رہی تھی ---- اور ہم اس میں بہت تنہا اور بہت بے بس محسوس کرتے ہوئے چلتے
تھے۔ شاہ گوری کی بلندی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور براڈ پیک کی چوڑائی بڑھتی
چلی جا رہی تھی ہماری نظروں کے سامنے ---- یہاں کی نسبت بالتورو پر چلنا واقعی
... روڈ" تھا —— یہاں کنواری برفیں تھیں جن پر چلتے ہوئے ہم کئی بار گھٹنوں
... نیچے گئے اور ساتھ ہی ہمارے دل بھی نیچے گئے کیونکہ جب پاؤں سفید سطح میں
دھنس کر رکتا نہیں تھا اور نیچے جاتا تھا تو خدشہ رہتا تھا کہ شائد اب یہ کہیں بھی
نہیں رکے گا اور شائد برف کے نیچے کوئی پوشیدہ دراڑ ہے ---- یہاں بزرگ
... نہیں تھیں جو ازل سے تھیں اور پتھر ہو چکی تھیں اور بھورے رنگ کے پتھروں
اور ریت سے ڈھکی تھیں —— ہموار ایک قدم نہ تھا —— چڑھائی یا اترائی یا
پھسلن ---- ہر گلیشئر کے کنارے کے ساتھ لگ کر بہنے والی نیلی ندی ---- ان کے
... گلیشئر کے کناروں کے نیچے تک بہتے اور ہم جب انہیں عبور کرنے لگتے تو
... شہ رہتا کہ یہ کنارہ ٹوٹے گا اور ہم ندی میں ہوں گے —— اور یہاں شاندار
... ہوئے دہن والی دراڑیں تھیں —— جس ڈھلوان پر چلتے اس کے سنگریزے

ان دراڑوں میں لڑھکتے ہوئے جاتے اور اندر تاریکی میں دور تک جاتے۔ ہمیں احساس ہو چکا تھا کہ اس دنیا میں تکنیکی مہارت اور مناسب سامان کے بغیر آنا موت کو ڈنر پر مدعو کرنے کے مترادف ہے ---- ہمیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ڈنیڈ واقعی بیس کیمپ تک کا راستہ نہیں جانتا اور ٹاکک ٹوئیاں مارتا ہوا چلا جاتا ہے۔ وہ کسی بھی ٹیلے پر چڑھ کر آس پاس نظر دوڑاتا اور ہمیں آنے کا اشارہ کرتا —— ہم وہاں پہنچ کر دریافت کرتے کہ اب کدھر —— تو وہ کہتا —— اب ادھر ٹھہرو میں دیکھتا ہوں —— اور پھر غائب ہو جاتا ——

"آجاؤ ——" وہ یکدم کسی دراڑ کے کنارے سنبھلتا ہوا نظر آ جاتا۔

"نہ ---- نہ ----" ہم سب سرہلاتے "اس دراڑ کی جانب سے نہیں

نہ —— نہ"

ایک پتھریلے اور بھربھرے ٹیلے پر بمشکل چڑھے اور بائیں ہاتھ پر منہ کھولے منتظر ایک واہیات دراڑ سے بچتے ہوئے بمشکل چڑھے —— اور وہاں سے کے ٹو اور گاڈون آسٹن گلیشیر کی سفید اور بھوری "شاہراہیں" ایسے نظر آئیں جیسے ہم کوئی تصویر دیکھ رہے ہوں ----

"واہ جی واہ کیا شاندار منظڑ ہے ——" میاں صاحب کو جب کبھی سردی زیادہ لگتی تھی تو ان کی ہر "ر" فوری طور پر "ڑ" میں بدل جاتی تھی ---- میں نے جب کہا تھا کہ کنکورڈیا میں گورے کی نسبت سردی کم تھی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہاں شریفانہ سردی تھی —— ہر گلیشیر کے کناروں سے ٹپکنے والا پانی دیکھتے دیکھتے جم جاتا تھا۔ اور ایک خوبصورت جھالر کی شکل اختیار کر جاتا تھا جہاں کہیں تالاب تھے ان کی سطح برف شیشہ تھی ---- ندیوں کے درمیان میں پانی بہتا تھا اور کناروں میں پتھروں میں اٹکنے والا پانی برف بنتا تھا —— نہ صرف میاں صاحب کی "ر" یہاں "ڑ" میں بدلتی تھی بلکہ دیگر احباب کی "ب" بھی "پ" ہو چکی تھی۔

ہم نے اس ٹیلے پر کھڑے ہو کر —— اور ذرا دھیان سے کھڑے ہو کر گوری کا جمال دیکھا اور روبرو دیکھا ——

یہاں سے براڈ پیک کا بیس کیمپ نظر آ رہا تھا اور راستے میں جتنے خوفناک گلیشیر اور کھائیاں اور گہرائیاں تھیں وہ بھی نظر آ رہے تھے —— ہم سب نے دل ہی دل میں وہاں جانے کا ارادہ فی الفور ترک کر دیا ——

تصویریں —— بہت ساری تصویریں —— ہر ایک کو وہ تصویر درکار تھی جس میں وہ ٹیلے کے بالکل کنارے پر کھڑا ہے ---- پاؤں کے نیچے جو پتھر ہیں ان کے کھسکنے کا احتمال ہے ---- اور ان کے ذرا سا کھسکنے سے دل کھسکتا ہے کیونکہ آپ کے عین نیچے وہی وہیل کے چوڑے منہ والی دراڑ ہے —— لیکن آپ کے چہرے پر ایک شاندار فاتحانہ مسکراہٹ ہے ---- واکنگ سٹک والا ہاتھ اکڑا ہوا ہے جیسے واکنگ سٹک نہ ہو بندوق ہو جو شکار کئے ہوئے شیر کے سینے پر رکھی ہے —— اور پس منظر میں دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو ہے ---- اور آپ قدرے لاتعلق بھی ہیں کہ یہاں پہنچنا کون سا مشکل کام تھا ---- اور اسے فوٹوگرافر تصویر میں اگر کے ٹو بھی آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں —— ہر ایک کو یہی تصویر درکار تھی ---- اپنی البم کے لئے —— اپنی انا کے لئے —— جینے کے جواز کے لئے —— اپنے بچوں کے لئے اور ان کے بچوں کے لئے —— یہ تمہارے مرحوم دادا جان ہیں —— یہ جو آؤٹ آف فیشن قسم کے کپڑے پہنے کھڑے ہیں —— پہاڑوں میں بہت جاتے تھے —— ایک مرتبہ ایسے گئے کہ پھر واپس نہیں آئے ——

تصویریں اتر چکیں تو ڈاکٹر عمر نے ٹیلے سے نیچے جھانکا اور پھر کے ٹو تک پھیلے ہوئے کٹے پھٹے گلیشیر اور برفانی ٹیلوں کو دیکھ کر بولے "چوہدری صاحب —— میری تسلی تو یہیں سے ہو گئی ہے ---- کے ٹو کی مزید قربت کی خواہش نہیں —— میں کنکورڈیا واپس جا رہا ہوں ——"

عامر نے بھی پر مسرت ہو کر سرہلایا —— وہ بھی واپس جانا چاہتا تھا۔

"مائی لیڈر ——" شاہد صاحب نے مجھے متوجہ کیا "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں بھی یہیں سے واپس چلا جاؤں ——"

وہ تینوں جب گلیشیرز سے پرے ہو گئے تو ہم زیادہ اکیلے ہو گئے ——

"تارڑ صاحب اب کیا ارادہ ہے؟" مرزا نے سیاہ چشمہ اتار کر چندھیائی

ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ یہاں برف کا لشکارا ناقابل برداشت تھا۔

"آگے چلتے ہیں ـــ جہاں تک جا سکے ـــ"

ہم پھر چلنے لگے لیکن ـــ اب ہم الگ الگ چل رہے تھے ـــ ہر ایک اپنی صلیب خود اٹھائے ہوئے تھا ـــ

دراڑوں کے کنارے چلتے ہوئے کوئی کسی کو سہارا نہ دیتا تھا ـــ برفانی نالوں میں کوئی ہاتھ نہیں تھامتا تھا ـــ کوئی انتظار نہیں کرتا تھا ـــ اس لئے کہ یہاں خدشے زیادہ تھے ـــ یہاں دھیان لگا کے ـــ نظر جما کے ـــ دل کی دھڑکن کا حساب رکھ کر چلنا پڑتا تھا ـــ

کبھی ہم اتنے نیچے چلے جاتے کہ کے ٹو کی چوٹی بھی کسی ٹیلے کے پیچھے روپوش ہو جاتی ---- اور یہاں پانی کے بہاؤ کی آواز بھی جیسے تھم جاتی اور ہم گھبرا کر تیز تیز چڑھنے لگتے ---- اور ہمارے بوٹ سخت برف پر پھسلتے ---- ماتھے پر آئے ہوئے پسینے سے سرد ہوا چھوتی تو وہ برف ہونے لگتا ـــ

ہم چل نہیں رہے تھے بھٹک رہے تھے ـــ

جیسے باتھ ٹب میں سے ایک کیڑا باہر آنے کی کوشش کرتا ہے اور پھسلتا ہے ـــ بھٹکتا ہے ـــ ہم ایک بھورے گلیشئر پر چڑھتے گئے ـــ پھر نیچے اترے ـــ ہمارے سامنے جو برف کی دیوار تھی اس تک ہم تب پہنچ سکتے تھے اگر ـــ ایک چوڑی اور تاریک دراڑ کو پھلانگ کر عبور کرتے ـــ وحید دوسری جانب چلا گیا ـــ

"صاحب آپ آؤ ـــ میں پکڑ لوں گا ـــ" اس نے ہاتھ آگے کر دیا ۔۔

وحید کی مدد سے میں نے بالتورو پر کئی دراڑوں کو عبور کیا تھا ـــ لیکن یہ والی مجھے "کمینی" دراڑ لگ رہی تھی ـــ یہ ذرا زیادہ چوڑی تھی ـــ اس کے اندر جو تاریکی تھی وہ ذرا زیادہ گہری تھی اور دوسرا کنارہ ڈھلوان تھا اور اس پر پاؤں اگر پڑتا ہے تو پھسلنے کا امکان ہے ---- اور اس صورت میں دراڑ میں گرنے کا امکان ہے ـــ

"وحید ـــ یہاں سے آگے پیچھے اور کوئی جگہ نہیں جہاں سے اسے عبو

کیا جا سکے؟"

"صاحب یہ دور تک ہے ـــ اور جگہ نہیں ہے ـــ"

"میرا خیال ہے میں نے شاہ گوری کے نزدیک جتنا پہنچنا تھا ـــ پہنچ چکا ـ ختم ہوئی بارش سنگ ـــ"

میاں صاحب اور مرزا نے فی الفور اتفاق کیا ـــ

ہم واپس ہو گئے۔

یہ کے ٹو کہانی کا اختتام تھا ـــ یہاں سے واپسی شروع ہوتی تھی ـــ لیکن یہ میرا خیال تھا کہ یہاں سے واپسی شروع ہوتی ہے ---- ہواؤں میں کچھ اور لکھا تھا ---- یہ درست ہے کہ مجھے اب گورے۔ اردو کس۔ کھوبر سے۔ پائیو۔ بوردول۔ کوروفون اور تھنگل میں پھر راتیں آئیں گی ---- میرا خیمہ واپسی پر انہیں منزلوں میں پر سمیٹے گا۔ میرے بوٹوں تلے وہی پتھر آئیں گے لیکن منظر مختلف ہو گا۔ واپسی پر ہمیشہ منظر بدل جاتا ہے ـــ چٹانوں کے چہرے اور گلیشئرز کے اتار چڑھاؤ اور پہاڑوں کے رخ اب اور ہوں گے ـــ پہلے میں ان کی جانب آیا تھا اور اب ان سے دور ہوتا جاؤں گا ـــ

میرے ساتھی تیز چلتے تھے ـــ وہ برفانی دیواروں میں روپوش ہو چکے تھے۔

میں سانس کھینچتا ہوا چل رہا تھا ـــ

میری پشت پر جیسے شاہ گوری سانس لیتی تھی ـــ

گلیشئرز کے کناروں سے کرسٹل کی شفاف جھالریں معلق تھی ---- منجمد پانی جس کے آر پار دکھائی دیتا تھا ----

میں ایک برفانی تودے کے اوپر آیا تو کنکورڈیا سامنے آگیا ـــ خیموں کے شوخ دھبے ---- برف کی کائنات میں مترے پیک کی چونچ کے سائے میں میرا نیلا دھبہ ---- ابھی میں بہت فاصلے پر تھا۔

ایک نالہ جسے میں کچھ دیر پہلے آسانی سے پار کر گیا تھا اب زیادہ پرشور ہو رہا تھا۔ اس میں شفاف برف کی ڈلیاں ڈولتی ہوئی چلی آ رہی تھیں۔ پہلے جن پتھروں پر قدم رکھے تھے وہ اب پانی میں تھے ـــ میں بے حد احتیاط سے ان پر

چلا۔ بوٹ بھگوئے اور بمشکل دوسری جانب آیا۔ اگر میں یہاں کسی پتھر پر سے پھسلتا تو وہاں کنکورڈیا میں کوئی نہ جانتا کہ کیا ہوا ہے اور میں کہاں ہوں ——

یہاں سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی ---- لیکن یہ مشکل نہ تھی صرف صبر اور سانس مانگتی تھی۔ میں اوپر پہنچا اپنے خیموں کے پاس ہانپتا ہوا تو وہاں ایک شخص تھا اور ایک خبر تھی اور دونوں میرے منتظر تھے۔

"سنوز آف شاہ گوری"

خبر کا تذکرہ بعد میں کروں گا لیکن جو شخص میرا منتظر تھا وہ ڈاکٹر کیپٹن انعام بیگ تھا جو گورے ون سے ٹریک کرتا ہوا ایک مرتبہ پھر صرف مجھ سے ملاقات کی خاطر کنکورڈیا آیا تھا —— ایک سادگی ایک بے چارگی ایک خلوص اس کے چہرے پر تھا اور وہ اپنی عینک درست کرتا ہوا مجھے اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا ——

"آخر آپ کنکورڈیا پہنچ ہی گئے تارڑ صاحب ——" اس نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا ----

"آپ نے بہت تکلیف کی ——" میں شرمسار تھا کہ یہ شخص گورے ون سے ایک خطرناک گلیشیر پر دو مرتبہ صرف میرے لئے چلتا ہوا آیا۔

"وہ کیا ---- آپ بڑے بھائی ہیں اور ---- والد صاحب کے دوست بھی ہیں تو ---- نہیں نہیں بالکل تکلیف نہیں کی ---- آپ بتائیں کوئی مسئلہ —— کوئی تکلیف ----"

ہم چلتے ہوئے اپنے کچن کے پاس آ گئے جہاں نیلی ترپال پر سب لوگ انتہائی بیزار شکلیں بنائے ہوئے بیٹھے تھے اور اس سے پیشتر جنہوں نے مجھے صرف محبت کی نگاہوں سے دیکھا تھا اب مجھ پر قہر آلود نظریں ڈالتے تھے —— میں نے ذرا خوشگوار ہونے کی کوشش کی تو وہ لاتعلقی سے کے ٹو کو دیکھنے لگے۔

"چوہدری صاحب ——" ڈاکٹر صاحب نے میری جانب دیکھے بغیر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا ---- اور کنکورڈیا میں سرد آہ بھرنے کے لئے کوئی خاص اہتمام نہیں کرنا پڑتا "اٹ از ہائی ٹریزن ----"

"تارڑ صاحب آپ سے یہ امید نہ تھی ——" عامر بولا ----

"مائی لیڈر —— آپ نے ٹیم کو مایوس کیا ہے ——"

غرض کہ جتنے بھی منہ تھے اتنی ہی باتیں ہوئیں —— اور ٹیم کی سرد مہری کا سبب وہ خبر تھی جو میری منتظر تھی ——

اور یہ خبر آرمی کیمپ کے ٹیلی فون پر آئی تھی ——

ایک پیوما ہیلی کاپٹر تارڑ صاحب کو اٹھانے کے لئے کنکورڈیا آ رہا ہے ——

ہیلی کاپٹر پہلے سیاچین کی جانب جائے گا کسی کو ڈراپ کرنے کے لئے اور واپسی پر تارڑ صاحب کو پک کرے گا —— وہ تیار رہیں ——

میں سناٹے میں آگیا —— یوں بیٹھے بٹھائے یک لخت میں شاہ گوری سے جدا ہو جاؤں گا ابھی آیا ہوں تو ابھی چلا جاؤں گا —— جدائی کی ناخوشی نے مجھے بہت بے چین کیا ---- لیکن یہی ہیلی کاپٹر بالتورو کی دراڑوں اور بلند برفوں کے اوپر سے پرواز کر جائے گا —— دریائے برالڈو کے اوپر کھائیوں میں معلق راستوں سے نجات دلا دے گا —— اور مجھے اس راستے پر سے دوبارہ نہیں گزرنا ہو گا جہاں ایک جھاڑی میں برالڈو میں گرتے پورٹر کی چھڑی اٹک گئی تھی —— آٹھ دن کی مسافت ہیلی کاپٹر کے بلیڈ میں کھٹ کھٹ کرتی کٹتی گئی اور آٹھ لمحوں میں مکمل ہو جائے گی ——

نیچے کنکورڈیا ہے ——

ہم گورے پر سے گزر رہے ہیں ——

ذرا دیکھئے اردوکس نظر آ رہا ہے ----

اور ----

اور یوں آٹھ دن کی مسافت آٹھ فقروں میں —— آٹھ لمحوں میں ——

لیکن میری ٹیم کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ وہ بہت ناخوش اور اداس تھے اور میں جب ان کی طرف دیکھتا تھا تو شرمندگی سے دیکھتا تھا اور خود بھی ناخوش اور اداس ہوتا تھا ---- وہ مجھ سے روٹھے ہوئے پھرتے تھے ---- ایسے بچے تھے جنہیں میں ایک سفید جنگل میں تنہا چھوڑ کر جانے والا تھا۔

میں جب کنکورڈیا کی جانب واپس آ رہا تھا تو دور سے ایک مچھر سا نظر آیا تھا

لیکن اس کے بلیڈز کی کھٹ کھٹ کی گونج سارے میں تھی —— وہ آرمی پوسٹ کے قریب اترا تھا اور پھر اٹھ کر گورے کی طرف چلا گیا تھا —— یہ ہیلی کاپٹر اس اطالوی ٹریکر کو اٹھانے آیا تھا جس کا باپ روم کے مردہ خانے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

غلام کو کہا گیا کہ وہ ہمارا آخری کھانا تیار کرے ——

کنکورڈین لاسٹ سپر ——

اس لئے کہ میری رخصتی کی خبر سے پوری ٹیم بد دل ہو گئی تھی ---- اور انہوں نے بھی آج ہی روانگی کا فیصلہ کر لیا تھا ——

وہ خیمہ بستی اجڑنے لگی جو ہم نے کنکورڈیا میں آباد کی تھی —— پیکنگ شروع ہو گئی —— پورٹر یکدم حرکت میں آ گئے۔

"آپ کو جو ہیلی کاپٹر لینے آ رہا ہے وہ پیوما ہے اور اس میں صرف ایک شخص کی گنجائش ہوتی ہے۔ کیمپ کے سامنے اترے گا۔ انجن بند نہیں کرے گا کیونکہ سردی کی وجہ سے دوبارہ سٹارٹ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ فوراً سوار ہوں گے اور پھر یہ آج آپ کو گورے ون لے جائے گا ——" ڈاکٹر انعام مجھے ہدایات دے رہا تھا —— "اور وہاں پر میں ہوں گا ---"

"لیکن تم تو یہاں ہو ——"

"تو میں کل صبح آ جاؤں گا —— اور پھر گورے ون سے کل آپ بڑے ہیلی کاپٹر لاما میں داسو تک جائیں گے اور وہاں سے سکردو ——"

"بڑے ہیلی کاپٹر پر ——" ڈاکٹر عمر چونک گئے "ڈاکٹر انعام ایک بات بتایئے ——"

"جی جی ——"

"اگر ہم کسی نہ کسی طرح گورے ون پہنچ جائیں سب کے سب —— تو کیا ہمیں بھی وہاں سے ہیلی کاپٹر پر لفٹ مل سکتی ہے —— ؟"

انعام ایک سدا مسکرانے والا شخص ہے ---- لیکن اس کی مسکراہٹ ذرا مدھم ہو گئی "ایک دو آدمی ہوں تو کوشش ہو سکتی ہے لیکن ---- بہت مشکل ہے۔"

"اگر تارڑ صاحب اپنی شہرت کو بے دریغ استعمال کریں اور زندگی میں پہلی بار اپنی بجائے ہمارے لئے کریں تو کیا اس صورت میں یہ ممکن ہے——"

انعام نے میری جانب دیکھا "پتہ نہیں —— لیکن"

"بس جی فیصلہ ہو گیا ہے—— ہم ابھی گورے ٹو کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ شام تک وہاں پہنچ جائیں گے اور کل صبح وہاں سے چل کر تین چار گھنٹے کی مسافت کے بعد گورے ون پہنچ جائیں گے——اور وہاں سے ہمارا بندوبست تارڑ صاحب کے ذمے——"

میرا دل بیٹھ گیا۔ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں —— ہم ایک بے حد حساس علاقے میں ہیں ---- کیا میرے کہہ دینے سے فوری طور پر ایک ہیلی کاپٹر مہیا کر دیا جائے گا کہ جناب تارڑ صاحب یہ ہیلی حاضر ہے ---- آپ کی ٹیم کے لئے——"

دیکھیں ڈاکٹر عمر اور میری بات غور سے سنیں پلیز——" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہنا شروع کیا اور میرے ماتھے پر یقیناً شکنیں ابھر رہی تھیں "میری اپنی —— ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ایک بے وجہ عزت عطا کر دی گئی ہے۔ اب جو ہیلی کاپٹر آ رہا ہے یہ کہیں کسی ایک شخص کی میرے لئے محبت کی انرجی سے چلا آ رہا ہے۔ اور میں اس شخص کو نہیں جانتا ---- شائد وہ ایک ہے یا کئی ہیں جو میرے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں —— میرا کوئی استحقاق نہیں ---- میں کچھ بھی ڈیزرو نہیں کرتا لیکن —— وہاں کوئی ہے جو سمجھتا ہے کہ اگر تارڑ کنکورڈیا تک پہنچ گیا ہے اور اپنے وطن کی محبت میں مبتلا ہو کر پہنچ گیا ہے تو وہ ایک ہیلی کاپٹر پک اپ ڈیزرو کرتا ہے—— اب اگر آپ میرے پیچھے پیچھے گورے ون پہنچ جاتے ہیں تو یقیناً آپ کے لئے کوشش کروں گا—— میں لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی طرف دیکھ دیکھ کر اتنا مسکراؤں گا اور مسلسل مسکراؤں گا کہ میرے کلے دکھنے لگیں گے ---- ہر شخص کو سلام کروں گا اور اس کی وردی کے کالر پر گرد کا جو ذرہ نہیں ہو گا اسے صاف کرنے کی کوشش کروں گا—— بلکہ کاروں کی ونڈ سکرین صاف کرنے والے چھوٹے بچوں کی طرح ایک "ٹاکی" لے کر جو بھی ہیلی کاپٹر نظر آیا اس کی جانب بھاگا جاؤں گا اور اس کی ونڈ سکرین کو صاف

کرتے ہوئے پائلٹ کو سلام کروں گا اور کہوں گا کہ —— صاحب جی تیرے بچے جئیں میری ٹیم کو لے جاؤ۔"

"ڈرامہ نہ کریں چوہدری صاحب——" ڈاکٹر عمر مسکرانے لگے۔ "ہمیں آپ پر اعتبار ہے"

"لیکن —— میں وعدہ تو نہیں کر سکتا صرف کوشش کر سکتا ہوں—— اگر میں کامیاب نہ ہوا تو پھر آپ لوگ کیا کریں گے؟؟"

"ہم غلام اور پورٹرز کو کہیں گے کہ وہ اردوکس پہنچ کر ہمارا انتظار کریں —— ہم اگلے روز گورے سے اردوکس کی جانب چلے جائیں گے اور پھر وہاں سے 'اللہ تیری یاری——"

"ٹھیک ہے——" میں نے سر ہلایا "اب براہ کرم آپ اپنی اپنی بوتھیاں درست کر لیں اور میری طرف پیار سے دیکھیں——"

سب نے عجیب عجیب شکلیں بنا کر میری طرف پیار سے دیکھا۔

صورت حال معمول پر آ گئی۔

ہی ہی—— جیسے ہیلی کاپٹر کی آواز کنکورڈیا میں گونجتی تھی ایسے غلام کی ہنسی ہر سو گونجی۔ میکبتھ کی چڑیلیں—— وہ شکل سے زمین کی باسی نہیں لگتی تھیں لیکن زمین پر تھیں——"سر لنچ ریڈی ہو گیا——"

ہمارا کنکورڈین لاسٹ سپر ایک نہ بھولنے والا تجربہ تھا——

بہت اعلیٰ ذائقے کا دال پلاؤ۔ چکن کے مصالحے دار ٹکڑے ---- اورنج جوس ---- کافی ---- اور ڈاکٹر صاحب کے لئے ٹیونا فش——

ہم کھانا کھاتے ہوئے بھی مسلسل آسمان کو دیکھتے تھے——موسم صاف اور نیلے تھے اور برف کی چمک اتنی تیز اور سفید تھی کہ عینک کے بغیر آنکھیں کھولنا اور دیکھنا ناممکن ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر انعام کہنے لگے "ادھر جو لوگ آتے ہیں تو شروع میں احتیاط نہیں کرتے ---- تو اکثر عارضی طور پر اندھے ہو جاتے ہیں اور چند روز کے لئے اپنے خیمے سے باہر نہیں نکل سکتے ----بعد میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ رات کے وقت

بھی سیاہ گلاسز پہننے لگتے ہیں ----"

"شائد اسی لئے یہاں کوئی جانور دکھائی نہیں دیا ——" شاہد صاحب نے ایک عالمانہ نکتہ پیش کیا "ظاہر ہے ان کے پاس سیاہ گلاسز نہیں ہوتے تو وہ یہاں کس طرح رہ سکتے ہیں ——"

"ہاں شائد ——" ڈاکٹر انعام اس بیان پر ذرا مسرور ہوئے" میں نے کبھی غور نہیں کیا ——"

"اوئے نہیں جی یہاں جانور اس لئے نہیں ہوتے کہ یہاں سردی جو بی پی قسم کی ہوتی ہے ——" یہ عامر کا تھیسس تھا۔

"ویسے یہاں جو ٹھیکیدار ہیں ایک آرمی کے —— تو وہ خچروں پر سامان لاد کر ادھر لاتے ہیں تو ایک بار ان کے خچر بہت بیمار ہو گئے ——" ڈاکٹر انعام بدستور مسرور تھے" تو وہ ان خچروں کو چیک اپ کے لئے میرے پاس لے آئے ——"

"اچھا تو آپ ڈنگر ڈاکٹر ہیں؟" میاں صاحب حیرت سے بولے۔

"ہاں ہیں ——" شاہد صاحب جل کر بولے "آپ نے چیک اپ کروانا ہے؟"

"در اصل ادھر اور کوئی کسی قسم کے مدد ان کو نہیں مل سکتی تھی اس لئے میرے پاس لے آئے۔ کہنے لگے، یہ چلتے چلتے گر جاتے ہیں —— دریا میں بہت گرے ہیں اور پھر دراڑ پر سے گزرتے ہیں تو اس میں گر جاتے ہیں، بہت نقصان ہوتا ہے —— میں نے خچروں کو بہت چیک کی لیکن ان کی صحت بالکل نارمل تھی —— پھر میں نے ان کی آنکھیں دیکھیں تو وہ سرخ ہو رہی تھی اور کئی خچر اندھے ہو چکے تھے، یہ سنو بلائنڈنیس تھی ----"

"ہیں —— خچروں کو بھی سنو بلائنڈنیس ہو جاتی ہے ——" مرزا صاحب اپنے پتلے سگار کا کش لگا کر بولے ---- اور ہاں آج صبح انہوں نے کے ٹو کے سامنے کھڑے ہو کر وہ تصویر اتروائی تھی جس کی انہیں آرزو تھی —— ایک ہاتھ میں سگار اور دوسرے میں پیپسی کاٹن —— اب چونکہ کوچ کا نقارہ بج چکا تھا اس لئے اپنے سگارز کے معاملے میں بے حد فراخ دل ہو رہے تھے —— غلام ایک پتھر پر پالتی مارے بیٹھا تھا اور ان کا عنائت کردہ ایک سگار پینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک کش لگاتا تھا اور کھانستا تھا —— پھر ایک اور کش لگاتا تھا اور پھر بھی کھانستا تھا اور سگار کو غور سے دیکھتا تھا۔

"ہاں جی ایسا ہو جاتا ہے۔ پھر بھی برف کی چمک سے اندھے ہو جاتے ہیں ——"

"تو پھر آپ نے ان کی آنکھوں میں آئی ڈراپس ڈالے؟" میاں صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں —— میں نے ٹھیکیدار کو بتایا کہ اگر وہ اپنے خچروں کو صحت چاہتا ہے تو انہیں ادھر بلندی پر لانے سے پہلے سیاہ چشمے پہنائے ——"

"سیاہ چشمے ——" عامر کھل کر ہنسنے لگا "خچروں کے لئے —— واقعی؟"

"ہاں جی —— اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔ تو اب اس نے دو سو سیاہ چشموں کا آرڈر دیا ہے ——"

"یعنی کہ اگر ہم اگلے سال کنکورڈیا آئیں گے تو یہاں دو سو خچر سن گلاسز لگائے ہیروؤں کی طرح گھوم رہیں گے ——" میاں صاحب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

ڈاکٹر عمر کافی دیر بعد گفتگو میں شریک ہوئے "اگلے سال کے انتظار کی کیا ضرورت ہے ابھی دیکھ لیں ——"

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا —— سب نے سیاہ چشمے لگا رکھے تھے۔

اور پھر ایک مدھم سی آواز آئی —— ہمارا خیال تھا کہ یہ ہمارے اندر ہے۔ کیونکہ ایک کھٹ کھٹ ہمارے بدن میں چل رہی تھی لیکن نہیں —— بالتورو کے برفانی ٹیلوں اور دراڑوں پر سے اٹھتی اور گونجتی یہ آواز حقیقت تھی ---- پھر ایک پھڑ پھڑاتا سا دھبہ دکھائی دیا جو دیکھتے دیکھتے ایک اڑتے پرندے میں بدلا اور ہمارے سروں پر سے گزر کر چوغولیزا کی جانب چلا گیا ——

"تارڑ صاحب ——" ڈاکٹر انعام نے فوراً کلائی اٹھا کر گھڑی پر نگاہ ڈالی "یہ آپ کا ہیلی کاپٹر ہے —— تقریباً آدھ گھنٹے میں واپس آ جائے گا۔ آپ فوراً تیار

ہو کر آرمی کیمپ پہنچیں —— وہیں لینڈ کرے گا ——"

کنکورڈین لاسٹ سپر کے دسترخوان سے لوگ بھاری دلوں سے اٹھے۔

میری پیکنگ مکمل تھی —— میں نے کیمروں کا بیگ کندھے پر ڈالا اور آرمی کیمپ کے سفید اگلو کی جانب چلنے لگا —— لیکن نہیں —— فوراً نہیں چلنے لگا —— میں نے شاہ گوری کو آخری بار دیکھا ——

گوری ہو گوری!

تو میرے اندر رچ گئی ہے گوری —— لیکن میں تجھے جی بھر کے دیکھ نہ سکا۔

شاعر ابو نواس نے کہا۔ جب موت کا گھنگھرو تیرے گلے میں بجے گا تو تم کہو گے۔ میں تو ابھی دنیا میں آیا ہوں اور ابھی سے چلا جاؤں ——

میں نے بھی ابھی ابھی شاہ گوری کو دیکھا تھا اور ابھی سے جدا ہو رہا تھا۔

تیرے بھید بھرے برفوں کے دروازے کے پیچھے کیا ہے؟ یہ اگر کسی پہ کھلا ہے تو اسے کیا دکھائی دیا ——

اور[1] جب مرغ نے اذان دی تو وہ جو شراب خانے کے سامنے کھڑے تھے بلند آواز میں کہنے لگے، دروازہ کھول دو ——

تم جانتے ہو کہ ہمارا قیام بہت مختصر ہے۔

اور ایک مرتبہ چلے گئے تو —— پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے"

ہمارا قیام بھی مختصر تھا —— اور ایک مرتبہ چلے گئے تو —— پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے —— یا —— آئیں گے ——

شاہ گوری ایک دنیا تھی اور ہم اس دنیا میں آئے تھے اور ہم نے بلند آواز میں کہا تھا، دروازہ کھول دو —— ہمارا قیام بہت مختصر ہے ——

"یادوں[2] میں قدموں کی چاپ گونجتی ہے ——
اس راہداری میں جس پر ہم نہیں چلے
اس دروازے کی جانب جو ہم نے کبھی نہیں کھولا
اس باغ میں جہاں گلاب کھلتے ہیں ——"

شاہ گوری کی جانب جاتی ہوئی گلیشئر راہداری پر ہم تھوڑی دور چلے —— اس دروازے کی جانب جسے چھوئے بغیر ہم لوٹ آئے ——

جی ہاں میں نے شاہ گوری کو آخری بار دیکھا اور تب میں نے کیمروں کا بیگ کندھے پر ڈالا اور آرمی کیمپ کے سفید اگلو کی جانب چلنے لگا —— اور میرے ساتھ میری ٹیم کے ممبر، غلام اور پورٹر حضرات یوں چلنے لگے جیسے دیہات میں حج پر جانے والے بزرگ کو اس کے رشتے دار ایک ہجوم کی صورت میں ریلوے سٹیشن تک چھوڑنے جاتے ہیں ——

آرمی کیمپ کے باہر سیالکوٹی جوان حسب معمول ٹیلی فون پر مصروف تھا بلکہ مشغول تھا ——

"اوئے گورے ون —— مہربانی بھائی —— اچار مل گیا ہے پر میں نے تو شمع کو بلایا تھا —— شمع —— نیں شمع —— ہاہائے یہ شمع کہاں ہے —— نٹے منہ تو کہاں سے بیچ میں آگیا ہے کالے منہ والا —— دفع ہو جا —— اچھا تو آج پھر میرے منہ سے کچھ سننا ہے ---- اوئے ماں کے ---- میں کہتا ہوں مجھے شمع سے بات کرنے دے --- ناں ناں تیری کچھ لگتی ہو گی شمع میری تو —— میں ناں تیری بہن کو —— ہاں گلیشئر کے اوپر ---- دفع ہو جا اب تیرا گالیوں کا کوٹہ پورا نہیں ہوا —— شمع —— یں شمع ——" اس نے ہمیں مسکراتا دیکھ کر چونگا رکھ دیا "آؤ جی —— م اللہ ——"

"جناب یہ جو خاتون شمع نامی ہیں تو یہ ---- ادھر کنکورڈیا میں ہیں؟" شاہد نے پوچھا۔

"ہاہائے —— یہ تو ہماری پوسٹ کا نام ہے" سیالکوٹی جوان ذرا لجا کر بولا "پ ہی تارڑ صاحب ہو ناں تو بس ہیلی آ رہا ہے آپ کو لینے —— میں انزجائل تا ہوں بتا کے ——"

ہم براؤن رنگ کے خالی کنستروں پر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے ——

[1] : عمر خیام
[2] : ٹی۔ایس۔ایلیٹ

ادھر دیکھنے لگے چوغولیزا اور گولڈن تھرون کی جانب جدھر سے اس نے آنا تھا۔۔۔۔ سیالکوٹی جوان ہمیں انرجائل پلا کر پھر سے ٹیلی فون پر مشغول ہو گیا اور شمع کے ساتھ رابطے کی کوشش کرنے لگا۔

ہم سب چپ بیٹھے تھے پھر یکدم باتیں شروع کر دیتے تھے پھر خواہ مخواہ ہنستے تھے اور پھر چپ ہو جاتے تھے اور پھر اوپر دیکھنے لگتے تھے ـــ ہمارے گلے سوکھتے تھے ـــ ہم کنکورڈیا سے' قراقرم کے سب سے وسیع اور بلند معبد سے لاپرواہ ہو چکے تھے ـــ صرف آسمان کو تکتے تھے اور انتظار کرتے تھے ـــ

کبھی ہم چونک جاتے کہ شائد ـــ یہ آواز ـــ لیکن یہ واہمہ ہوتا ـــ وہاں صرف سرد برفیلا خلاء تھا جس میں ہم سانس کھینچتے تھے اور انتظار کرتے تھے۔

پاپا ہیمنگوے کی کہانی "سنوز آف کلی منجاروز" میں بھی انتظار تھا۔

میں اور خاور زمان سکول سے بھاگ کر لاہور کے اوڈین سینما میں اس کہا پر مبنی فلم دیکھنے جایا کرتے تھے ـــ جتنے روز وہ فلم دکھائی گئی تقریباً اتنے روز جا کرتے تھے ـــ افریقہ کی بلند ترین برف پوش پہاڑی کلی منجاروز کے سائے میں ایک ویرانہ ہے ـــ جنگلی جانوروں کا مسکن اور وہاں ایک کیمپ ہے۔ اس کیمپ میں ایک قریب المرگ شخص اس چھوٹے سے جہاز کا انتظار کر رہا ہے جو شائد ا جائے اور اسے موت سے دور لے جائے ـــ اس کی نظریں ہمیشہ آسمان پر لگی رہتی ہیں اور کان جہاز کے انجن کی آواز سننے کے لئے بے تاب رہتے ہیں ـــ اس کی ٹانگ کا زخم خراب ہو چکا ہے اور پورے بدن میں زہر پھیل رہا ہے ـــ اور کیمپ کے قریب ایک خشک درخت پر گدھ بیٹھے رہتے ہیں ـــ وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ـــ

ہم یہ فلم بار بار اس لئے دیکھتے تھے کہ اس میں فلیش بیک کے ایک منظر ایوا گارڈنر کی خوبصورت نیلی آنکھیں تھیں اور دھند آلود پیرس تھا ـــ

سنوز آف کلی منجاروز ـــ

اور یہاں ـــ سنوز آف شاہ گوری ـــ کے سائے میں ہم بھی ا کرتے تھے ۔۔۔ آسمان سے اترنے والے ایک رتھ کا ـــ ہماری حالت

تشویشناک تو نہ تھی اور نہ ہی گدھ ہمارے منتظر تھے لیکن ہمارے انتظار کی شدت اتنی ہی تھی ـــ ہم میں اتنی ہی بے چینی تھی ۔۔۔ سنوز آف شاہ گوری کے سائے میں ہم انتظار کرتے تھے ـــ

"میں شاہ گوری کی چوٹی پر پہنچتا ہوں اور رگوں کے نقشوں میں اڑتا ہیلی کاپٹر"

پھر پتہ نہیں سب سے پہلے کس نے سنا اور کس کی آنکھوں نے اسے برفیلی بلندیوں میں دیکھ لیا اور وہ گشابرم کا شاندار پس منظر اپنے ساتھ لئے ہماری جانب چلا آ رہا تھا۔ اس کے بلیڈز کنکورڈیا کی باریک ہوا کو تیزی سے کاٹتے ہوئے کھٹ کھٹ چلے آ رہے تھے اور ان کی آواز ہماری باڈی بیٹ کے ساتھ ہم آہنگ ہو رہی تھی ---- اور اس لمحے سب کو پہلی بار احساس ہوا کہ صرف ایک مسافر نے جانا ہے اور انہوں نے اس مسافر کی جانب دیکھا جس کا حلق سوکھا ہوا تھا اور وہ بار بار تھوک نگلنے کی کوشش کرتا تھا۔

ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ ایک افراتفری سی پھیل گئی۔

ہیلی کاپٹر آیا تو ہوا کے تیز جھکڑ بھی ساتھ لایا اور کیمپ کے کک ---- ٹین کے برتن ---- پتھروں پر اچھلنے لگے اور ان کا شور ہمیں نروس کرنے لگا ---- ہر ایک اپنی دستار کی فکر میں تھا' اسے سنبھالتا تھا ---- ایک ہاتھ ہیٹ پر اور دوسرا عینک پر ---- اور یہ دونوں زور لگا کر الگ ہونے کی کوشش میں ---- شور اتنا تھا کہ ہم بات نہیں کر سکتے تھے ---- ہیلی آہستہ آہستہ نیچے آیا اور کچھ دیر ہیلی پیڈ کے سفید کراس کے اوپر معلق ہو کر جیسے سوچتا رہا اور پھر لینڈ کر گیا۔

ہم سب اس کی جانب دوڑنے لگے۔ انجن بدستور چل رہے تھے اور ... کنکورڈیا ان کے شور سے گونج رہا تھا اور پائلٹ کچھ اشارے کر رہا تھا۔ ا... آپ کو گھومتے ہوئے بلیڈز کی زد سے نیچے رکھتے ہوئے میں نے قریب پہنچ کر ... نشست پر اپنا رک سیک پھینکا اور پھر بڑے بے ہنگم طریقے سے گرتا پڑتا اس

سوار ہو گیا ----

پائلٹ گردن موڑ کر پیچھے دیکھتا تھا اور اس کا سفید دستانے والا ہاتھ کچھ اشارے کرتا تھا ---- میرے ساتھی بھی ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے اور میں ایک پریشان جل ککڑی کی طرح گردن گھما گھما کر کبھی پائلٹ کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے ساتھیوں کو ---- کہ یہ چاہتے کیا ہیں۔ پھر ڈاکٹر انعام جھکا ہوا' عینک تھامے منہ بھینچے ہوئے آگے آیا اور میں نے سمجھا وہ ایک مرتبہ پھر مجھ سے ہاتھ ملانا چاہتا ہے چنانچہ میں نے دانت نکال کر ہاتھ آگے کیا جو اس نے دیکھا تک نہیں اور ہیلی کاپٹر کا کھلا ہوا دروازہ ایک جھٹکے سے بند کر کے پیچھے ہٹ گیا۔

وہ مجھے دروازہ بند کرنے کا اشارہ کر رہے تھے ----

دروازہ بند ہونے پر انجن کا بیشتر شور بھی باہر رہ گیا ----

ہیلی خاصا مختصر تھا ---- اگلی نشست پر پائلٹ اور کو پائلٹ ---- گوگلز چڑھائے۔ کانوں پر ہیڈ فون' سفید دستانوں میں ---- اور پچھلی نشست پر میں اور میرا رک سیک میرے پہلو میں ---- تھوڑی دیر بعد میرے نیلے رک سیک کے پیچھے سے ایک اور پائلٹ نما چیز برآمد ہونے لگی جو ماسک پہنے ہوئے تھی لیکن اس کے باوجود اس کا غصہ صاف ظاہر تھا ---- دراصل میں نے پہلی مرتبہ ٹرین پر سوار ہونے والے دیہاتی کی طرح اپنا سامان اندھا دھند اندر پھینکا تھا اور وہاں بیٹھے ہوئے نیوی گیٹر صاحب کے اوپر پھینکا تھا اور پھر خود سوار ہو گیا تھا ---- اب وہ نیوی گیٹر صاحب میرے رک سیک کو پرے دھکیل کر اپنے غصے کا اظہار کر رہے تھے ---- چونکہ ہم آپس میں گفتگو نہیں کر سکتے تھے ---- شور کی وجہ سے بھی اور ان کے چہروں پر نصب ماسک کی وجہ سے بھی ---- اس لئے میں نے خاموش فلموں کی طرح اشاروں کنایوں میں اپنی شرمندگی کا اظہار کیا اور چارلی چپلن کی سی بھیگی بلی ایسی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا ہلا کر متعدد بار معذرت کی بلکہ ایک بار ہیٹ اتار کر جھکنے کی کوشش بھی کی لیکن ہیلی کاپٹر میں اتنی جگہ نہ تھی۔

پائلٹ نے سفید دستانے والا انگوٹھا بلند کیا ---- اور ہیلی کاپٹر ایک ہلکی سی گونج کے ساتھ اس برف کے جہان سے اٹھنے لگا جس میں میرے ساتھی کھڑے ہاتھ

ہلا رہے تھے اور وہ تیزی سے نیچے جا رہے تھے' دور ہو رہے تھے۔

ظاہر ہے وڈیو کیمرہ میری آنکھ کے ساتھ لگا تھا اور میں سارے منظر اس کے لینز کے راستے سے دیکھ رہا تھا۔

ہیلی نے آہستہ آہستہ اوپر اٹھتے ہوئے ایک خاص بلندی حاصل کر لی تو اس نے اپنا رخ بدلا——

اسے جدھر سے ہم آئے تھے بالتورو گلیشئر کے اوپر گورے کی جانب جانا تھا —— لیکن اس کا رخ بالکل مخالف سمت میں تھا۔ عجیب بے بسی تھی۔ وہ تینوں حضرات جسمانی طور پر بکتر بند ہو کر اپنے آلات اور ماسکس میں پیک ہو کر ایسے بیٹھے تھے کہ میں ان سے بات بھی نہیں کر سکتا تھا—— البتہ وہ آپس میں رابطہ رکھتے تھے اور گفتگو کر رہے تھے——

میں نے قدرے زور سے ہاتھ ہلا کر اور جارلی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے پوچھنے کی کوشش کی کہ بھائی کہاں لے کر جا رہے ہو——

اس پر نیوی گیٹر نے جو شائد میری حماقت معاف کر چکا تھا انگوٹھا اٹھا کر کے ٹو کی جانب اشارہ کیا—— میرا دل رک گیا—— وہ مجھے خاص طور پر کے ٹو کے قریب لے جا رہے تھے——

گوری ہو گوری——

پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا۔

جتنی دیر میں ہم ایک سانس لیتے ہیں اتنی دیر میں ہم اس مقام پر سے گزر گئے جہاں سے ہم کے ٹو کے قریب ترین ہوئے تھے اور پھر کنکورڈیا واپس چلے گئے تھے----

انجن کی آواز مدھم ہو رہی تھی——

اوپر ہیلی کے بلیڈ کھٹ کھٹ چل رہے تھے۔

پائلٹ کے سامنے تمام مکانکی آلات اور ڈائل تھے لیکن ذرا نیچے تھے اور اس کے سامنے ونڈ سکرین تھی—— سب کچھ دکھائی دیتا تھا—— اور ہمارے آس پاس بھی شفاف پلاسٹک کی باڈی تھی اور وہاں سے بھی سب کچھ نظر آتا تھا——

لگتا تھا کہ آپ کھلی فضا میں ہیں ایک پرواز کرنے والے قالین پر——

ہیلی کاپٹر اتنا مختصر تھا کہ اس کے ہونے کا احساس ختم ہو جاتا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آپ خود آپ کا بدن کنکورڈیا کے اوپر ہوا میں چلا جا رہا ہے —— اڑن کھٹولے میں اڑ جاؤں—— تیرے ہاتھ نہ آؤں——

نیچے کسی ریس ٹریک کی طرح سیاہ اور سفید اور بھوری شاہراہیں تھیں جو گاڈون آسٹن گلیشئر کی ازلی برفیں تھیں۔ ان کے ساتھ برف کے اہرام تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں تکونے اہرام——

ہم شاہ گوری کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

نیوی گیٹر اشارے سے میری توجہ عظیم چوٹیوں کی جانب مبذول کرواتا —— اور میں گشابرم اور براڈ پیک کو ایک نئے رخ سے دیکھ رہا تھا ---- یہ اب مختلف منظر والی اجنبی چوٹیاں لگتی تھیں۔ ہم ان کی بلندی کی درمیانی فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

سفید دستانے سے خالص سفید برفوں والے گلیشئر سگویا کی طرف اشارہ ہوا جو اندر تک جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سارے گلیشئر تھے جو دائیں اور بائیں جانب دور تک دکھائی دیتے تھے۔

شاہ گوری قریب آ گئی۔

بیس کیمپ کی خشک پٹی نظر آتے ہی ہیلی ذرا نیچے ہوا۔ وہاں کسی ٹیم کے خیمے نصب تھے۔ کسی نے نیچے سے ہاتھ ہلایا۔

چھوٹا کے ٹو بائیں ہاتھ پر رہ گیا تھا۔ اور یہاں سے ہمارا ہیلی کاپٹر کے ٹو کے عظیم اہرام کی جانب یوں کھنچتا چلا گیا جسے وہ ایک مقناطیس ہو۔ ہم اتنے قریب ہوئے کہ اس کے پتھر—— کھائیاں—— برفیں اور برف کی رگیں الگ الگ نظر آنے لگے اور ہمارے احساس اور بدن کا ایک حصہ ہوئے——

ہم چاہتے تو شاہ گوری کا دامن چھو لیتے——

ہم اس کے ساتھ لگ کر جا رہے تھے اور اس کے گرد پرواز کر رہے تھے۔

یہاں سے میں نے کیمرہ اوپر کیا اور کے ٹو کی چوٹی کو ہیلی کاپٹر کے گھومتے

ہوئے بلیڈوں میں سے زوم ان کیا ——— اور جب میں نے کیمرے میں سے دنیا کے دوسرے بلند ترین مقام کو اپنے سامنے دیکھا ——— اور وہاں خاصی جگہ تھی ——— پتھر تھے بڑے بڑے اور برف کے معلّق چھجے تھے اور ہیلی کی کھٹ کھٹ تھی ——— تو میرا حلق خشک ہو گیا۔ میرے ہاتھوں میں لرزش آ گئی ----

ایک لمحے کے لئے میں وہاں تھا چوٹی پر ———

اور ہیلی کاپٹر مجھ سے دور ہو رہا تھا ———

وہ مجھے وہاں چھوڑ کر جا رہے تھے اور دھوپ ڈھل رہی تھی اور میرا سایہ نیچے ——— کے ٹو کے سائے کے ساتھ نیچے زمین پر نظر آ رہا تھا ——— اور تم اپنے آپ کو ایسے دیکھتے ہو جیسے اس دن دیکھو گے جب تمہارا آخری دن ہو گا۔

دھوپ ڈھل رہی ہے اور میرا سایہ طویل ہو رہا ہے ——— شام ہونے کو ہے اور ہیلی مجھ سے دور ہو رہا ہے ——— اور پائلٹ نہیں جانتا کہ میں یہاں رہ گیا ہوں۔

میں دیکھتا ہوں کہ یہاں سے شاہ گوری کی چوٹی پر سے یہاں سے جنوب کی طرف قراقرم کی عظمت والی شاندار چوٹیاں ہڈن پیک اور تمام گشابرم دو - تین چار اور براڈ پیک کی تینوں چوٹیاں دکھائی دے رہی ہیں ——— یہ منظر کے ٹو کی چوٹی سے مجھے دکھائی دے رہا ہے ——— مشرق کی سمت میں سنکیانگ کی سرمئی پہاڑی سلسلے ہیں ———

تم جانتے ہو کہ ہمارا قیام بہت مختصر ہے ———

اور ایک مرتبہ چلے گئے تو ——— پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے ———

یادوں میں قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے ——— نہیں یہ قدموں کی چاپ نہیں ہیلی کے بلیڈز کی کھٹ کھٹ ہے اور میں شاہ گوری کی چوٹی سے نیچے آ چکا ہوں واپس اپنی نشست پر ———

ہیلی کاپٹر ایک خاص مقام پر آہستہ ہو جاتا ہے۔ پھر کے ٹو سے الگ ہو کر مڑتا ہے اور ہم کنکورڈیا کی جانب واپس سفر کرنے لگتے ہیں۔

ہم چوٹی کے اتنے قریب تھے کہ اگر اس لمحے وہاں کوئی کوہ پیما ہوتا تو اسے دیکھ سکتے تھے ——— یا میں دیکھ سکتا تھا اپنے کیمرے میں سے ———

ہیلی کاپٹر اب مجھے براڈ پیک کے قریب لے جا رہا ہے ———

پھر گشابرم ———

مجھے نیچے مترے پیک کے سائے میں وہ جگہ نظر آنے لگتی ہے جہاں ہمارے خیمے تھے لیکن ہم بالتورو کی جانب رخ نہیں کرتے ——— سیدھے چلے جاتے ہیں۔

چوغولیزا کی جانب ——— برف کے انبار در انبار کی طرف۔ ہم اتنے براہ راست سیدھے چلے جا رہے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں۔ مجھے خدشہ رہتا ہے۔ یہیں چوغولیزا کے کسی ایک دھندلے برف کنارے سے ہرمن بوہل نیچے گرا تھا ----

چوغولیزا کا یہ شاندار برفوں والا منظر صرف ایک چھوٹے سے پوما ہیلی کاپٹر سے ہی دیکھا جا سکتا ہے جو اس کے اتنا قریب ہو سکتا ہے۔

ہیلی کے بلیڈز ذرا آہستہ ہوئے اور ہم رخ بدل کر واپس ہوئے۔

اب ہم کنکورڈیا کے اوپر تھے۔

سامنے شاہ گوری کی بلندی تھی ———

چوغولیزا کی برفیں ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

اور یہاں سے ہمیں بائیں جانب بالتورو گلیشئر کی جانب مڑنا تھا۔ ہیلی کاپٹر رخ بدلنے لگا ——— اب وہ پہاڑ تھے اور دونوں جانب پہاڑ تھے اور ان کے درمیان میں بالتورو کا برف اور پتھر دریا تھا جو سکوت میں تھا۔

ہیلی کاپٹر رخ بدل چکا تھا لیکن میں نے کیمرے کا رخ ادھر ہی رکھا جدھر شاہ گوری تھی ---- بے حد آہستگی سے ——— جیسے کوئی سلو موشن میں پردہ کرتا ہے ——— نہ چاہتے ہوئے بھی ایک جھجک کے ساتھ روپوش ہوتا ہے ایسے شاہ گوری چھپتی گئی۔ اس بنجر اور بھورے پہاڑ کے پیچھے سرکتی گئی جو ہمیں اپنی خیمہ گاہ سے نظر آتا تھا ———

سرکتا جائے ہے رخ پہ نقاب ——— آہستہ آہستہ!

اس کا ایک حصہ چوٹی سے نیچے تک ایک سفید پٹی کی صورت میں بھورے

پہاڑ کی ڈھلوان کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن یہ سرکتا جا رہا تھا۔ روپوش ہوتا جا رہا تھا—— پہلے وہ وہاں تھی—— شاہ گوری۔

اور پھر وہ وہاں نہیں تھی——

ہمالیہ کے اندر کہیں اس کے درمیان میں وہاں ایک روایت ہے ایک بلند اور مقدس پہاڑ کے بارے میں——

رات کی سیاہی میں برفوں کی سفیدی مدھم پڑتی تھی اور الاؤ کی روشنی اس مدھم کو موہوم بناتی تھی۔

گھروں سے دور—— ایک گاڈ فارسیکن جگہ میں—— جوان الاؤ کے گرد چٹکی کی ردھم کے ساتھ ناچتے تھے اور ان کے ساتھی خالی کنستروں کے دف بجا کر اپنی اداسی دور کرتے تھے۔ میں کیپٹن علی اور دیگر افسران کے ہمراہ وی آئی پی انکلوژر یعنی بیرک کی سخت سیڑھیوں پر بیٹھا کیمپ فائر کو تکتا تھا اور کوئی نہیں دیکھتا تھا کہ میری اداسی ان سب سے بڑھ کر ہے—— مجھے ابھی لوگوں کی روشنی کی عادت نہیں ہوئی تھی۔ یہ گورے ون تھا——

بالتورو گلیشئر کے کنارے ایک خشک اور سرد اور بے جان پہاڑ کے اندر۔

چند بیرکیں۔ چند اگلو۔ ہیلی پیڈ۔ ایک برفانی ندی—— اور ہر حال میں خوش رہنے والے جوان——

یہ کیمپ فائر ان کی خوشی کا اظہار تھا میرے لئے۔

سیاچین کی بلند ترین پوسٹوں پر خبر ہو چکی تھی اور وہاں سے پیام آتے تھے۔

سر آپ میری پوسٹ پر ضرور آئیں سر۔ صرف سات گھنٹے کا راستہ ہے سر —— سر کیا آپ ہیں سچ مچ—— ادھر کیسے آ گئے سر——

کوئی چھوٹی سی بات ہی سنا دیں۔

ادھر کے بارے میں سفرنامہ لکھیں گے سر—— یہاں بائیس ہزار فٹ کی بلندی پر آپ کی کتابیں میرا ساتھ دیتی ہیں جناب——

ہر دو چار منٹ کے بعد وہاں سے پیام آتے—— اور انہوں نے مجھے خوشی

دی اور بے پناہ تشکر دیا کہ یہ بے خوف لوگ مجھے وہاں بھی یاد رکھتے ہیں۔

رات ایک ایسے اگلو میں گزری جس میں گدے دار نرم بستر تھے—— اسی لئے مجھے نیند نہ آئی ---- اگر سردی کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً باہر نکل کر پتھروں اور سنگریزوں پر لیٹ جاتا اور مزے سے سو جاتا۔

صبح ہو گئی۔

دھوپ بہت تیز اور واضح تھی۔ پہاڑوں کی برف امڈی پڑتی تھی اور آنکھوں کو چندھیاتی تھی۔

ساڑھے دس بجے کے قریب میرے ساتھی بھی پہنچ گئے ---- ہم ایسے ملے جیسے مدتوں بعد ایک دوسرے کو دیکھا ہو—— بہت تھکے ہوئے۔ تباہ حال' گمشدہ اور ڈرے ہوئے—— پورٹر وحید گورے وَن کا راستہ نہیں جانتا تھا——

وہ منہ اندھیرے گورے ٹو سے چلے تھے اور بالتورو کی بھول بھلیوں میں کھو گئے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ خوفزدہ ہو کر بکھرنے لگے۔ ہر شخص بالتورو کے برف ٹیلوں میں الگ الگ بھٹکنے لگا—— جب وہ ایک ہی مقام پر بار بار پلٹ کر آنے لگے تو انہیں یقین ہو گیا کہ وہ اب کبھی راستہ تلاش نہیں کر پائیں گے—— پھر خوش قسمتی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں بالتورو سے باہر لے آئی۔ اسی لئے وہ بہت گمشدہ اور ڈرے ہوئے نظر آتے تھے۔

وہ اس خوفناک تجربے کے بعد بالکل مختلف لوگ ہو چکے تھے۔ بہت کم بولتے تھے——

پچھلے پہر بڑا ہیلی کاپٹر لاما پائیو کی جانب سے آیا اور ہیلی پیڈ پر اترا—— گرد کا ایک طوفان۔ شور۔ ہیٹ اڑتے ہوئے اور پھر ہیلی کا دروازہ کھلتا ہے اور بڑے بڑے ڈرم لڑھکتے ہوئے باہر آتے ہیں—— میں بمشکل وہاں تک پہنچتا ہوں ---- پائلٹ کو خوش کرنے کے لئے سلام کرتا ہوں اور پھر ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے لگتا ہوں تو باہر دھکیل دیا جاتا ہوں اور ہیلی کاپٹر پیڈ سے اوپر اٹھتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

"آپ کو فوری طور پر جمپ کرنا چاہئے تھے تارڑ صاحب——" ڈاکٹر انعام کو مجھ سے زیادہ افسوس ہو رہا ہے" پائلٹ نے انگلیوں سے اشارہ کیا تھا کہ چار

مسافر—— تو سب لوگ نے ادھر رش کیا۔ آپ ادھر چہل قدمی کرتے ہوئے سلام کرنے لگے تو ہیلی فل ہو گیا—— اسی لئے حوالدار نے آپ کو دھکا دے دیا کہ اب گنجائش نہیں——"

"اب کیا ہو گا؟"

"شائد یہ ہیلی دوبارہ آئے—— ابھی واسو جائے گا—— اگر وقت ہوا تو ایک مرتبہ پھر آئے گا——"

میں دل گرفتہ گورے ون میں ایک اور رات گزارنے کے خیال سے بیزار ڈھلتی دھوپ میں بیٹھا تھا کہ فون پر اطلاع آئی—— ہیلی آ رہا ہے۔

اور کوئی نہیں جان سکتا کہ ان لفظوں میں کیا سحر ہے کہ ہیلی آ رہا ہے——

ڈاکٹر انعام نے میرا رک سیک اٹھا رکھا تھا اور ہدایات دیتا چلا جا رہا تھا —— پہلے وہ ڈرم لڑھکائیں گے۔ ان سے بچیں بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ جونہی پائلٹ اشارہ کرے آپ نے سب کو دھکے دے کر زبردستی ہیلی میں جمپ کر جانا ہے۔ میں بھی آپ کا رک سیک پھینک کر جمپ کر جاؤں گا۔ تیار رہیں---- آواز آ رہی ہے---- ہیلی آ رہا ہے——" اور ہیلی کھٹ کھٹ کرتا بالتورو سے الگ ہو کر گورے کی طرف ایک خلائی جہاز کی طرح چلا آ رہا ہے۔

وہ ہیلی پیڈ پر تھوڑی دیر کے لئے معلق ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

گرد اور ریت کا طوفان آتا ہے۔ ڈرم آتے ہیں۔ جونہی پائلٹ اشارہ کرتا ہے کہ صرف چار مسافر تو بہت سارے امیدوار امیدوں کے اس اڑن کھٹولے کی طرف بھاگتے ہیں---- میں ہیلی کے اندر ہوں۔

ڈاکٹر انعام بھی ایک کونے میں ہانپ رہا ہے۔

صوبیدار گنتی کرتا ہے—— "ایک مسافر کو اترنا ہو گا——"

وہ میری طرف آتا ہے "آپ اترو——"

"میں اتر جاتا ہوں——" ڈاکٹر انعام میرا رک سیک مجھے تھما کر باہر جمپ کر جاتا ہے... ہیلی بلند ہونے لگتا ہے—— ڈاکٹر انعام ہاتھ ہلا رہا ہے اور اس کے چہرے پر ایک طمانیت ہے---- کوئی میرا کندھا پکڑ کر زور سے دباتا ہے—— میرے پہلو میں ڈاکٹر عمر اپنے آپ کو قدرے چھپاتے ہوئے ایسے بیٹھے ہیں جیسے کوئی شرارتی بچہ چوروں کے غار میں آگیا ہو اور اسے خدشہ ہو کہ وہ پکڑا جائے گا——

"خان صاحب——"

"شی——" خان صاحب ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے چپ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ہیلی اور بلند ہوتا ہے اور گورے ون سے الگ ہو کر بالتورو کی وادی کے درمیان میں آجاتا ہے——

"آپ کس طرح؟" میں پھر حیرت سے پوچھتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب جو گردن نیچی کئے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے ادھر ادھر دیکھ کر سرگوشی میں بولے "میرا خیال ہے اب یہ مجھے اتار نہیں سکتے——"

"نہیں—— اس لئے نہیں کہ نیچے اردوکس نظر آ رہا ہے"

سرد پتھروں پر لٹکتی گھاس کا سرسبز جزیرہ——

کوہ پیماؤں کو جب چٹانوں اور برفوں میں ایک مدت گزر جاتی ہے تو وہ اس دن کو خیال میں لاتے ہیں جب وہ واپس جائیں گے اور زندگی سے بھرپور اردوکس کی بلندی اور سبز ڈھلوانیں دیکھیں گے—— وہاں گھاس ہو گی اور اس پر بہار کے کیڑے پتنگے اڑتے ہوں گے اور ان کی بھنبھناہٹ کتنی بھلی لگے گی——

جب ہم پہنچے تھے تو وہاں زمین بہت ٹھنڈی تھی—— پتھر بھی سرد تھے اور گھاس میں گیلاہٹ تھی۔ اس صبح ہلکی برف باری ہوئی تھی۔

ڈاکٹر صاحب میرے کندھے پر سے جھانک کر نیچے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ہیلی ایک سحر زدہ جن کی طرح ہمیں اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ ایک مخصوص رفتار کے ساتھ اور ایک خاص ردھم کے ساتھ—— کھٹ کھٹ---- ایک میکانکی تسلسل کے ساتھ—— وہ اپنے اندر بیٹھے مسافروں کے وجود سے غافل تھا اور ایک خاص ردھم کے ساتھ پرواز کرتا جا رہا تھا کیونکہ یہی اس کا کام تھا۔

ہماری آرزوئیں پوری ہو رہی تھیں۔ جس کی خواہش کی تھی وہ مل گیا تھا —— ایک فقرے کے اختتام پر ایک دن کی مسافت تمام ہوتی جا رہی تھی لیکن

——ہم بجھے دل سے بیٹھے تھے۔ کانوں میں ایک گہری ناخوشی کا سناٹا تھا——

"چوہدری صاحب——" ڈاکٹر صاحب نے اتنا کہا اور دائیں طرف کی کھڑکیوں کی جانب اشارہ کیا——وہاں ٹرانگو ٹاورز تھے——

وہاں نہیں' یہاں ہمارے قریب—— اتنے قریب کے ہم ان شاندار چٹانوں پر چلتے تھے---- پھر نیم لیس ٹاور کا چٹانی وجود تمام کھڑکیوں میں حاوی ہو گیا ——میں آنکھ نہیں جھپکتا تھا---- جتنی دیر میں آنکھ جھپکتا اس نے پیچھے رہ جانا تھ ——داستانوں میں سے ایک مینار---- جس پر کوئی شہزادی قید ہے——جس پر دو پرندہ بسیرا کرتا ہے جس کے پنجوں میں سند باد جہازی ہے۔ وادی طلسم کے آگے ایک پردہ——ایک حجاب-----

یہ ٹاور نام سے زیادہ بلند ہے——

یہ اتنا ابدی ہے کہ اس کا ایک فنا ہو جانے والا نام نہیں رکھا جا سکتا——

اس لئے——نیم لیس ٹاور۔

نیچے بالتورو کے برف پتھر' سنگریزے چٹان صحرا میں پہاڑیاں تھیں اور ہمیں یقین نہ تھا کہ ہم کبھی ان میں پیدل چلے تھے——وہاں سائے طویل ہو رہے تھے۔ بالتورو پر شام بہت پہلے آ جاتی ہے۔ اس کے چٹانی سلسلے روشنی کی راہ میں دیوار بن جاتے ہیں۔

"سورج نیچے چلا جاتا ہے

دور چٹانی افق کے نیچے

جیسے وہاں نیچے کچھ بھی نہ ہو"

نیچے پہلے بالتورو سرکتا جا رہا تھا پھر وہ جیسے رک گیا۔ جیسے ایک صحرا کا کنارا آ گیا ہو۔ شر ختم ہو گیا——ہیلی کاپٹر بھی ذرا نیچے ہو گیا——اور نیچے برالڈو کی وادی کا آغاز ہو رہا تھا——

میں نے نیچے دیکھا نہیں لیکن میں جانتا تھا کہ یہ برالڈو کی وادی کا آغاز ہے۔ ہیلی کاپٹر دراصل میری رگوں میں کھٹ کھٹ کرتا جا رہا تھا اور ان رگوں میں نقشے تھے راستے تھے اور میں جانتا تھا کہ اب یہ کس مقام پر پہنچ رہا ہے——

میں جیسے شاہ گوری کی قربت میں جا کر ہیلی کاپٹر سے الگ ہو گیا تھا اور اس کی چوٹی پر اکیلا رہ گیا تھا—— جیسے بے نام مینار پر میں تھا اور ہیلی میرے قریب سے گزرتا تھا ایسے میں رگوں میں روشن نقشے کے راستوں پر چلتا رہا۔ میرے نیچے برالڈو ہے اور میں وہاں تھا اور سر اٹھا کر اس ہیلی کو پرواز کرتے دیکھتا تھا---- یقیناً پائیو پیچھے رہ گیا ہے۔ میں اسے دیکھ نہ سکا تھا۔

میوزک کا بندوبست پائیو میں؟

جی جناب—— استاد مایون خان بنسری بجائے گا اس کا لڑکا ڈانس کرے گا اور پھر سب موج کرے گا آئیں جناب——

پائیو کی رات میں الاؤ روشن تھے۔ مشعلیں جلتی تھیں۔ درختوں کے جھنڈ کے نیچے سرخ اور نیلے خیموں کے درمیان میں اس کے ناچنے سے دھول اٹھتی تھی اور اس کے بدن کے ساتھ ساتھ ہمارے دل دھڑکتے تھے—— ہم پر بلندی کا اثر ہو گیا تھا۔ اور ماریا زامبرا ناچ رہی تھی——

اگر پائیو پیچھے رہ گیا تھا تو ہم یقیناً وہاں تھے جہاں میں کھلی فضا میں اور زور کی ہوا میں ذرا جھکا ہوا کھڑا ہوں اور اپنے آپ کو بمشکل سنبھالے ہوئے ہوں—— اور نیچے برالڈو کے پانی شوک رہے ہیں——یہاں سے ڈیتھ ڈراپ ہے——اور میں نے کہا تھا کہ میں اس راستے سے واپس نہیں جاؤں گا—— اور میں نہیں گیا —— میرے دل کے والوجس ردھم کے ساتھ میرے خون کو پمپ کر رہے تھے ہیلی کی کھٹ کھٹ بھی اس کے ساتھ آواز ملا کر چلتی جا رہی تھی——

ہیلی نے پہلی مرتبہ نوے درجے کے زاویے پر اپنا رخ بدلا—— دائیں جانب کو روفون گزر گیا ہو گا——

ہم چپ تھے اور ڈرے ہوئے تھے——

ہم وہ قیدی تھے جنہیں عمر قید کی سزا ہو چکی تھی اور ہم اپنے عقوبت خانے سے فرار ہو گئے تھے---- ہم چند روز کے لئے آزاد رہے اور پھر—— پکڑے گئے۔ اب ہمیں واپس اسی عقوبت خانے میں لے جایا جا رہا تھا——

میں نے آنکھیں بند کر کے جاننے کی کوشش کی کہ رگوں کے نقشوں پر اڑتا

ہوا ہیلی کاپٹر اب کہاں ہونا چاہئے تو ـــــ اس کا سایہ پتھر اور برف کے ویرانے سے
ادھر آخری بستی شال کے آخری گاؤں اسکولے پر سرک رہا تھا ـــــ
اسکولے ویران لگتا تھا لیکن جونہی میں اس کی پہلی کچی دیوار سے پرے ہوا
---- اس کی ایک ڈھلوان گلی میں آیا تو گویا اہل اسکولے بیدار ہو گئے ---- وہ گہری
نیند میں تھے اور انہیں یہ احساس ہوا کہ باہر ہماری کچی گلی میں ـــــ ایک حیران
اور تھکا ہوا کوہ نورد داخل ہو رہا ہے اور وہ صرف اس لئے آیا ہے جب اس کی
آنکھیں مدھم ہونے لگیں اور جب وہ اس بستر پر پڑا ہو جہاں سے آج تک کوئی
نہیں اٹھا تو وہ اپنے گرد کھڑے بچوں کو اور ان کے بچوں کو بتا سکے کہ ـــــ میں
اسکولے میں تھا ـــــ

اسکولے کا آخری گھر آیا ـــــ اور یہ تہذیب کا آخری گھر تھا ـــــ
آخری کھیت آیا ـــــ اور اسکولے کے آخری کھیت کے بعد ایک اور جہان
شروع ہو جاتا ہے اور اس جہان کے اندر صرف وہ جاتے ہیں جن کے دماغوں میں
فتور ہوتا ہے اور آنکھوں میں وحشت ہوتی ہے ـــــ

میں اس جہان سے واپس آ رہا تھا ـــــ
اور میں اس وقت اسکولے پر سے پرواز کرتے ہوئے اپنے آپ کو کس
آئینے میں دیکھتا تو میں اپنے چہرے کو کہتا کہ تو کون ہے ـــــ میں تجھے پہچانتا نہیں۔
کس دنیا کا باسی ہے کدھر سے آیا ہے اور آنکھوں میں یہ سرخی کیوں ہے اور تیر
بے ترتیب داڑھی کی سفیدی ہے اور برفوں ایسی ہے تو یہ کہاں سے آئی ہے۔

میں شاہ گوری سے مل کر بستی میں واپس جا رہا تھا۔
پھر رنگوں کے نقشے مدھم ہونے لگے۔ ہیلی کاپٹر کی کھٹ کھٹ جو اندر
آتی تھی' باہر آ گئی۔

میں نے نیچے دیکھا ـــــ برالڈو کے اوپر معلق اسکولے کا آخری گھا
رنگت کھیت گزر رہا تھا اور اس کے نیچے ایک سڑک تھی جو سکردو جا رہی تھی ـــــ

میں بستی میں واپس آ گیا تھا ـــــ
یا ـــــ مجھے وہ پکڑ لائے تھے ـــــ واپس لے جا رہے تھے ـــــ لیکن وہ
جانتے کہ میں آئندہ برس پھر فرار ہو جاؤں گا ـــــ وہ نہیں جانتے۔
میں نے جھک کر اپنے بوٹوں کے تسمے کھول دیئے ـــــ
پچھلی شب میں نے شاہ گوری کو خواب میں دیکھا ـــــ
